صحابہ کرامؓ کی
انسان دوستی

تالیف وترتیب

ابو محمد مخدوم زادہ

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ

كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ

اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ

كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ

اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

صحابہ کرامؓ کی انسان دوستی

تالیف و ترتیب

ابو محمد مخدوم زادہ

طیب پبلشرز

5-یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔

فون: 042-7241778 - 0333-4394686

Marfat.com

297.9922

جملہ حقوق بحق پبلشر محفوظ ہیں

نام کتاب	:	صحابہ کرامؓ کی انسانی دوستی
تالیف	:	ابو محمد مخدوم زادہ
اشاعت	:	2007ء
مطبع	:	حاجی محمد حنیف اینڈ سنز لاہور۔
اہتمام	:	محبوب الرحمن انور
قیمت	:	250

لیگل ایڈوائزر

عبدالحفیظ انصاری

ایڈووکیٹ ہائی کورٹ لاہور

Marfat.com

فہرست مضامین

عنوانات	صفحہ نمبر
حرف آغاز	11
حضرت صدیق اکبر کی تعلیمات اور واقعات	13
اسیران بدر کی سفارش 13	15
مہمان نوازی 14	16
حضرت ابوبکرؓ کے بیانات 15	17
سالار لشکر کو حضرت ابوبکرؓ کی نصیحت	22
ساری آمدنی فوری تقسیم	23
دنیا میں سب کا حصہ برابر	24
ذمی رعایا کے حقوق	28
اسلام کی طاقت کا سبب	29
صدیق اکبرؓ کو برنارڈ شا کا خراج تحسین	33
حالات جنگ میں رحمت وشفقت کے مظاہرے	34
غلاموں کے حقوق	37
اسیران جنگ کا قتل نہ کرنا	37
اسیران جنگ کو آرام وآسائش کی فراہمی	38
شاہی خاندان کے اسیران جنگ کیساتھ برتاؤ	38
اسیران جنگ کو اعزہ واقارب کیساتھ رکھنا	39
لونڈیوں کے ساتھ استبراء کے بغیر جماع کرنا	39
غلاموں کی آزادی	40
عرب کا غلام نہ بنانا	44
غلاموں کو مکاتب بنانا	45
ام ولد کے بیع وشراء کی ممانعت	45

عنوانات	صفحہ نمبر
اسیران جنگ سے اعزہ واقارب کو جدا نہ کرنا	47
غلاموں کے وظیفے	47
غلاموں کی تعلیم	47
واقعات سیدنا حضرت عمر فاروق اعظمؓ	48
آپؓ کا خطبۂ خلافت	48
عدل ومساوات	51
رعایا پروری	53
دودھ پیتے بچوں کے لئے وظیفوں کا تقرر	57
مال کی کثرت اور فکر آخرت	58
امیر پر رعایا کے حقوق	62
گورنروں کو ہدایات	62
معاملات میں باقاعدگی	71
حق پسندی	72
رحم وشفقت	73
حلم وعفو	77
مساوات فی الحقوق	78
رعایا کے حقوق کا اعلان	79
قحط اور وباء	81
رعایا پروری کے نبوی حکم پر فاروق اعظمؓ کا عمل	95
رعایا کے مسائل سے واقفیت کیلئے پوری مملکت کا دورہ	96
کفالت عامہ کے بارے میں حضرت عمرؓ کی واضح تصریخ	97
غربت کے خاتمہ کے لئے تاریخ ساز اعلان	97

Marfat.com

عنوانات	صفحہ نمبر
عیسائیوں کے معاشی حقوق کی ادائیگی	98
معذور یہودی کے اخراجات	98
رعایا کی خوشحالی پر خلفاء راشدین کا اطمینان	99
انسان دوستی کا ایک خوبصورت نمونہ	100
جارج واشنگٹن کا واقعہ اور خلیفہ راشد	101
ایک اور اہم واقعہ	102
گھریلو ملازموں کو ساتھ بٹھا کر کھانا کھلانے کا حکم	102
اصلاح بین الناس	102
والی	104
قاضی (جج)	104
صاحب بیت المال	105
اضلاع کا نظم و نسق	105
فرمان ہدایت	105
حکام کی تنخواہ	106
عمال حکومت کا احتساب	107
صیغہ عدالت	107
قاضی شریح کے نام، فاروق اعظم کا پیغام	109
صیغہ افتاء	110
محکمہ پولیس	110
جیل خانہ جات	111
بندوبست مال گزاری	111
محکمہ آبپاشی اور نہری نظام	113

عنوانات	صفحہ نمبر
بیت المال	114
صیغہ فوج	115
دیوان	115
فوجی مراکز کا قیام	116
فوج کی تقسیم	116
تنخواہوں کا نظام	117
تربیت کا نظام	118
نظم وضبط	118
فوج کے لئے سہولتیں	118
قضاءت کی ذمہ داریوں کا احساس	119
عدل وانصاف	119
رشوت ستانی کی روک ٹوک	120
ماہرین فن کی شہادت	121
تحریری فیصلے	121
اخلاق کا اثر مقدمات پر	122
وصولی خراج کا طریقہ	124
جزیہ کا نظام	125
عشر کا نظام	125
زکوٰۃ عشور	125
دیوان، دفتر، بیت المال	126
غیر مسلموں سے سلوک	132
بیت المقدس کے عیسائیوں کے حقوق کا اعلان	134

Marfat.com

عنوانات	صفحہ نمبر
ابوبکرؓ کے دور میں عیسائیوں سے معاہدہ	135
غیر مسلموں کے جان و مال کی حفاظت	135
غیر مسلم کے قتل پر قتل کی سزا	135
مال کی حفاظت	136
عمر بن خطابؓ کا عیسائی غلام سے برتاؤ	138
فاروق اعظمؓ کا غیر مسلموں سے حسن سلوک	139
پہلا الزام اور اس کا جواب	149
دوسرا الزام اور اس کا جواب	151
تیسرا الزام اور اس کا جواب	151
چوتھا الزام اور اس کا جواب	152
پانچواں الزام: اور اس کا جواب	152
چھٹا الزام اور اس کا جواب	153
فاروق اعظمؓ نے غلامی کو رواج دیا	159
سعد بن ابی وقاصؓ کے نام	166
ابوعبیدہ بن جراحؓ کے نام	167
حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ کے نام	169
بزنطی قیصر کے نام	170
عمیر بن سعدؓ کے نام	170
خط کی دوسری شکل	171
سعد بن ابی وقاصؓ کے نام پہلا خط	171
سعد بن ابی وقاصؓ کے نام دوسرا خط	172

عنوانات	صفحہ نمبر
سعد بن ابی وقاصؓ کے نام دوسرا خط	172
عبداللہ بن عبداللہ بن عتبانؓ کے نام	173
حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے نام	176
اکابر فوج کی تحقیقاتی کمیٹی کے نام	177
ابوموسیٰ اشعریؓ کے نام خطوط	178
پہلا خط	179
دوسرا خط	179
تیسرا خط	180
چوتھا خط	180
عمرو بن عاصؓ کے نام	180
حضرت عمرو بن عاصؓ کے نام	184
بیت المقدس (ایلیاء) کا صلح نامہ	185
جندی سابور کی فوج کے نام	186
نہاوند کی فارسی فوجوں کے نام	187
اہل رُعاش کے نام	187
عمرؓ کی وصیت اپنے جانشین کے نام	188
عمرؓ کی حضرت ابوعبیدہ کو وصیت	189
عمرؓ کی سعد بن ابی وقاصؓ کو وصیت	190
خلفاء راشدین کا نظام تعلیم و تربیت	193
آنحضرتؐ کے دور کا پہلا مدرسہ اور سکول	194
دیہات کے لوگوں کی تعلیم	194

Marfat.com

عنوانات	صفحہ نمبر
عہد فاروقی میں تعلیم کا خصوصی انتظام	195
گورنروں کو تعلیم کے فروغ کا حکم	195
دوسری قوموں کی زبانیں سیکھنے کا حکم	195
علم وفنون کی ترقی	196
واقعات سیدنا حضرت عثمان غنیؓ	198
بیر رومہ کی خریداری	198
عثمان غنی کی نرم خوئی اور اقرباء نوازی	201
عثمانؓ کا تحقیقاتی کمیشن	204
عثمان غنیؓ کا اعلان عام	206
عمال کی کانفرنس	206
مدینہ پر باغیوں کی یورش	208
عثمان غنیؓ کیخلاف الزامات کا تجزیہ	208
شہادت	218
سخاوت وفیاضی	220
اعزہ واحباب سے حسن سلوک	221
صبر وتحمل	221
ایثار	221
عہد عثمانی کے کارنامے	221
بغاوتوں کا استیصال حسن عمل سے!	222
فتوحات کی وسعت	222
نظام خلافت	223

عنوانات	صفحہ نمبر
بیت المال	224
صیغہ فوج	225
بحری فوج	225
رفاہ عامہ کے کام	226
علی المرتضیٰؓ کے واقعات اور تعلیمات	227
خلیفہ منتخب ہونے کے بعد پہلا خطبہ	227
علیؓ کے امور مملکت کی خصوصیات	228
وزراء اور مشیروں کے بارے میں ارشاد	229
فوج کے بارے میں علیؓ کی ہدایات	230
عدالت کے معاملات میں ارشاد مرتضویؓ	231
گورنروں کے نام خط میں آپ کی ہدایات	232
بیت المال کے بارے میں بے مثال کردار	233
بیت المال غریبوں میں تقسیم	234
مسلمانوں کا قتل درست نہیں	235
اپنے امیروں کو وصیت	236
امیر المومنینؓ، عدالت کے سامنے	240
پانی کا چشمہ اور زمین فقراء کیلئے صدقہ	241
چھ کے چھ درہم صدقہ کر دیئے	241
ایک بدکار عورت کا واقعہ	243
فقیہ کے اوصاف	244
حضرت رضی اللہ عنہ کی یمن روانگی	244

Marfat.com

عنوانات	صفحہ نمبر
حضرت علی کا اللہ کی راہ میں خرچ کرنا	245
والی بصرہ عبداللہ کے نام آپؓ کا مکتوب:	245
زیادہ ابن ابیہ کے نام دو مکاتیب	247
حضرت علیؓ کی ایک اہم وصیت	248
محمد ابن ابی بکر کے نام ایک اہم مکتوب	251
ایک عامل کے نام مکتوب گرامی	252
انسان دوستی کی ایک اہم ترین دستاویز	253
والی مکہ قثم ابن عباس کے نام ایک پیغام	273
سیدنا امیر معاویہؓ کے واقعات	274
معاویہؓ کے روزمرہ کے معمولات	277
حلم، بردباری اور نرم خوی	279
عفو درگذر اور حسن اخلاق:	281
اطاعت پیمبرؐ	282
خشیت باری تعالیٰ	283
سادگی اور فقر و استغناء	284
آپ کی ظرافت	286
دور حکومت پر ایک شیعہ مورخ کا تبصرہ	286
امام اوزاعیؒ کی رائے:	290
عبداللہ بن مسعودؓ کی انسانیت نوازی	291
خزانہ کی افسری اور اس سے معزولی کی وجہ	293

عنوانات	صفحہ نمبر
آپؓ کے اخلاق حسنہ	294
حضرت ابوہریرہؓ کی فیاضی	295
ابوذر غفاریؓ کی فیاضی و سیر چشمی	296
مہمان نوازی، حق ہمسائیگی، خوش اخلاقی	296
سلمان فارسیؓ کی سادگی اور انسانیت نوازی	296
عمرو بن العاصؓ کی فراخ دلی	297
نواسۂ رسولؐ کے صدقات وخیرات	309
آپؓ کی بے مثال خوش خلقی	310
جگر گوشۂ بتولؓ کے صدقات وخیرات	311
آپؓ کی انکساری و تواضع	312
استقلال رائے	312
قیسؓ کی سخاوت، اور بے مثال حلم	313
سلم بن اکوعؓ کی دریا دلی	314
ابوقتادہؓ نے تنگدست کا قرضہ معاف کر دیا	314
کعبؓ بن عمرو نے مقروض کو معاف کر دیا	315
غلاموں کے ساتھ برابری کا سلوک	315
ابوالہیثمؓ نے غلام آزاد کر دیا	316
مسلمان کی حاجت کیلئے اعتکاف توڑ دیا	317
ابوہریرہؓ کو اپنی ذات سے زیادہ ماں باپ کا خیال	317
سخاوت و فیاضی اور مظلوم کی ہمدردی کی ایک مثال	318

Marfat.com

عنوانات	صفحہ نمبر
ثمامہؓ نے قریش کی اقتصادی امداد بحال	319
ایک عورت اور سہل بن حنیفؓ کا واقعہ	324
ابوعبیدہؓ کا ذمیوں کے ساتھ حسن سلوک	324
ابوعبیدہ بن جراحؓ کی نصیحتیں	326
عبدالرحمان کا دریائے جودوسخا	329
حضرت ابودرداءؓ کا دل درد آشنا	331
ابوایوب انصاریؓ کا فہم وذکاء	334
حضرت طلحہؓ کی سخاوت وعطاء	337
زبیر بن عوامؓ کی شفقت اور خوف خدا	339
عبدالرحمٰنؓ اور ۲۳ ہزار لونڈیاں	343
عبداللہؓ کی بے مثال سخاوت وفیاضی	343
تواضع وانکسار	346
ہردلعزیزی	347
سادگی	347
اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ کی فیاضی	350
ام المومنین سیدہ عائشہؓ کی سخاوت	351
ام المومنین سودہ بنت زمعہؓ کی فیاضی	351
ام المومنین زینب بن جحشؓ کی فیاضی	351
سلمان فارسیؓ کی خلق خدا پر بے مثال شفقت	352
سعد بن عبادہؓ کا وسیع دسترخوان	354
عبداللہؓ کی مہمان نوازی	354
ایک انصاری صحابی کی مہمان نوازی	355
سات گھروں کا قصہ	356

عنوانات	صفحہ نمبر
میدان جنگ میں انسان دوستی کے بے مثال مظاہرے	357
خالد بن ولید کی جانب سے صوبہ داروں کے نام	371
صحابہ کرامؓ کا میدان جنگ میں دعوت دینا	372
شرحبیلؓ کے انسان دوست جذبات	373
مدعیوں کی زبان میں کلام کرنا	380
ذمی رعایا کے حقوق کی حفاظت	380
مذہبی تعلقات	380
تمدنی تعلقات	382
سیاسی تعلقات	382
جان کی حفاظت	387
مال وجائیداد کی حفاظت	388
مذہبی آزادی	389
جزیہ کی وصولی میں رعایت ونرمی	389
ملکی حقوق	390
آزادی تجارت	391
سازش، بغاوت میں ذمیوں کیساتھ سلوک	391
ان مراعات کا ذمیوں پر اثر	392
طمع وترغیب سے برگشتہ از اسلام نہ ہونا	393
جعفرؓ کی دربار حبش میں اسلام پر تقریر	393
غیرمسلموں کا اسلام میں داخل ہونا	395
نومسلموں کا تکفل	398
الحب فی اللہ	399

حرف آغاز

اسلام انسانیت کا دین ہے اور انسانوں کو ان کی عزت وعظمت، ان کے حقوق و فرائض کا احساس دلاتا ہے۔ اسلام دین فطرت ہے اور بنی نوع انسان کے اجتماعی مزاج و مزاق کی تمام تر جائز خواہشات وضروریات کو سمجھتا ہے۔ لیکن اس کے مخالف اس حقیقت کو تسلیم کرنے سے محض بوجہ جہالت یا بوجہ عناد انکاری ہیں۔ یہ ایسے ہے جیسے آفتاب ضوفشاں نصف النہار پر ہو اور کوئی کور چشم شب دیجور کی تاریکی پر ماتم کناں ہو، آپ دنیا بھر کے دیگر مذاہب اور اس کے ماننے والوں کے افکار وتعلیمات کو کنگھا لیئے اور پھر بنظر غائر اسلام اور اس کی روشن تعلیمات کا بھی مطالعہ کیجئے اور اصحاب رسول کے حسن عمل کو بھی انصاف کے ترازو پر تولیں، یہاں آپ کو حسن خلق اور انسانیت پر شفقت ورحمت کے نہایت عجیب وغریب مناظر دیکھنے کو ملیں گے اور حقوق انسانی کے تحفظ کی حیرت ناک مثالوں کا مشاہدہ ہوگا۔

اسلام اور پیغمبر اسلام دونوں حقوق انسانی کے علمبردار ہیں اور مظلوموں کے پشتیبان! بعثت سے قبل کی چالیس سالہ زندگی میں کوئی شخص یہ نہ کہہ سکا کہ عبداللہ مرحوم کے فرزند اور عبدالمطلب کے یتیم پوتے محمد نے فلاں موقع پر ہاتھ یا زبان سے مجھے تکلیف پہنچائی جبکہ بعداز بعثت کی مکی زندگی میں آپ ایک مظلوم مصلح کی حیثیت سے نظر آتے ہیں۔ قدم قدم پر آپ کو مکہ کے ظلوم وجہول سرداروں کے مصائب اور اذیتوں کا سامنا ہے اور آپ کے ساتھیوں کو ناکردہ گناہوں کی سزا کے طور پر ظلم کی چکی میں پیا جاتا ہے، مگر آپ کی طرف سے دفاعی حد تک بھی کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔ دنیا کے دانشور اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ اگر آپ ہجرت کر کے مدینہ جا کر آباد نہ ہوتے اور اسلامی سلطنت کی داغ بیل نہ ڈالتے تو آپ کے دامن میں پڑے مکی زندگی کے ایام دنیا کیلئے نمونہ نہیں بن سکتے تھے۔ لیکن جب مدنی زندگی کی تگ وتاز نے ظلم کی طنابیں توڑ کر ظالموں کو تہہ تیغ کیا تو مظلوموں کے حوصلے بلند ہوئے اور انہیں عزت سے جینے کا شعور آیا۔ رسول اکرم ﷺ کی سیرت وکردار کا مدنی عرصہ اس لحاظ سے اہم ترین حیثیت رکھتا ہے کہ تلوار کی دھار نے انسانیت کے وجود پر رستے

Marfat.com

ہوئے ناسوروں کو کاٹ پھینکا تب انسانیت نے سکھ کا سانس لیا اور مظلوموں کو حیرت انگیز بلندی نصیب ہوئی۔

یہ غلط ہے کہ اسلام تلوار سے پھیلا ہے، درست صورت یوں ہے کہ تلوار نے ظلم کا راستہ روکا اور اسلام کو راستہ ملا ہے حضور ﷺ کے اخلاق حسنہ اور اسوۂ کامل سے، اور جب رسول ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے ہیں تو آپ ﷺ کے خلفاء اور شاگردان باصفا نے آپ کے نقوش قدم کو اپنا راہنما بنا کر تسخیر ملوک وممالک بھی کی اور تسخیر قلوب بھی! آج بھی اگر ہم چاہتے ہیں کہ دنیا کو ایک بار پھر امن وآشتی کا گہوارہ بنائیں تو ضروری ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ اور ان کے ساتھیوں کے اعمال وافکار سے نمونہ حاصل کریں۔

اصحاب رسول کے حسن خلق اور انسانیت پر شفقت و رحمت کی کہانیاں تاریخ اسلام جا بجا بکھری ہوئیں ہیں۔ اور آج ہم ان کی سیرت کے اس پہلو سے کافی حد تک غافل ہو چکے ہیں۔ یہ کیا ظلم ہے کہ ہم اس مقدس جماعت کے نقش قدم پر چلنے کے دعوے کرتے اور نعرے لگاتے ہیں لیکن ہمارے اخلاق کی دھجیاں سر بازار بکھری نظر آتیں ہیں۔ کیا اس طرح ہم اپنے آپ کو دھوکہ نہیں دے رہے، یاد رکھیئے اخلاقیات کا سبق پڑھے بغیر ہم ایک زندہ اور جاوید قوم کبھی بھی نہیں بن سکتے۔

زیر نظر کتاب اسی فکر کے باعث معرض شہود میں آ کر آپ کی نظر نواز ہو رہی ہے۔

ابو محمد مخدوم زادہ

بیت السعد ملتان

۷/ ۳/ ۲۰۰۶

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد

انسان دوستی اور حقوق انسانی کے اولین محافظ

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق اکبرؓ

حضرت ابوبکر صدیقؓ آنحضور ﷺ کے بچپن کے دوست ہونے کے باعث مثالی سیرت و اخلاق کے مالک تھے۔ آپؓ کی تمام زندگی تقریباً آنحضور ﷺ کی رفاقت میں گذری۔ آغاز طفولیت ہی سے آپ ﷺ نہایت نیک سیرت اور خوش اطوار واقع ہوئے تھے۔ ایام جاہلیت میں جب شراب خوری، قمار بازی، قتل و غارت، بت پرستی اور فسق و فجور کی لعنتیں معاشرے کا جزو تھیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ فطری طور پر ان تمام برائیوں سے مبرا تھے۔ اور عفت، پارسائی، رحم دلی، راست بازی نیز دیانتداری ایسے مخصوص اوصاف کے پیکر تھے مفلس و نادار لوگوں کی دستگیری، قرابت داروں سے حسن سلوک اور مہمان نوازی، مصیبت زدوں کی امداد اور اعانت کرنے کے نیک فضائل آپؓ میں ابتداء ہی سے غایت درجہ موجود تھے۔ جب آپؓ دولت ایمان سے مالا مال ہوئے اور آنحضور ﷺ کی محبت و رفاقت کا شرف حاصل ہوا تو ان نیک فضائل میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔

جس وقت آنحضور ﷺ نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا تو دانا مردوں میں سب سے پہلے مشرف بہ اسلام ہونے والے حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی تھے۔ آپؓ نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر بلاشبہ پیغام الٰہی سن کر آنحضور ﷺ کی رسالت کی تصدیق کر دی۔ اگرچہ آپؓ طبعاً بڑے انکسار پسند اور رقیق القلب تھے۔ مگر مستقل مزاج بردبار، جرأت مند اور آہنی عزم کے مالک تھے۔ آنحضور ﷺ کو معراج ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے سب سے پہلے اس

Marfat.com

واقعہ کو مان کر بارگاہ رسالت ﷺ سے صدیق کا لقب پایا۔

ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ اسلام لائے اور انہوں نے اپنے اسلام کا اظہار کیا تو وہ اسی وقت سے لوگوں کو اللہ عزوجل کی طرف دعوت دینے لگ گئے حضرت ابوبکر سے ان کی قوم کو بڑی اُلفت اور محبت تھی وہ نرم مزاج تھے اور قریش کے نسب نامے کو اور ان کے اچھے بُرے حالات کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے بڑے با اخلاق اور بھلے اور نیک تاجر تھے ان کی قوم کے لوگ ان کے پاس آیا کرتے تھے آپ کی وسیع معلومات اور کاروباری تجربے اور حسن سلوک جیسے بہت سے اُمور کی وجہ سے وہ لوگ آپ سے اُلفت رکھتے تھے جو لوگ آپؓ کے پاس آیا کرتے اور آپؓ کی مجلس میں بیٹھا کرتے اور آپؓ کو ان پر اعتماد تھا۔ انہیں آپؓ اللہ کی طرف اور اسلام کی طرف دعوت دینے لگے۔ چنانچہ میری معلومات کے مطابق حضرت زبیر بن عوام اور حضرت عثمان بن عفان اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ ان ہی کے ہاتھوں مسلمان ہوئے حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ یہ سب لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں گئے آپ ﷺ نے ان کے سامنے اسلام پیش فرمایا اور انہیں قرآن پڑھ کر سنایا اور انہیں اسلام کے حقوق بتائے وہ سب ایمان لے آئے اسلام میں سبقت کرنے والے ان آٹھ آدمیوں نے حضور ﷺ کی تصدیق کی اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس سے آیا اس پر ایمان لائے۔

اکثر دیکھا گیا ہے' بعض لوگ اپنے عقیدے میں اس قدر راسخ ہوتے ہیں کہ وہ ان لوگوں کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے جو ان سے عقائد میں اختلاف رکھتے ہوں۔ ایسے لوگ کہتے ہیں کہ حقیقی ایمان کا تقاضا ہی یہ ہے کہ مخالفین سے تعصب' تندی اور سختی کا برتاؤ کیا جائے۔ لیکن ابوبکرؓ کامل الایمان ہونے کے باوجود نہایت نرم دل انسان تھے۔ سب دشتم تندی اور سختی سے وہ کوسوں دور تھے۔ قابو پانے کے بعد مخالف کو معاف کر دینا اور فتح یاب ہونے کے بعد دشمن پر احسان کرنا ان کا شیوہ تھا۔ اس طرح ان میں حق وصداقت کی محبت اور رحم وکرم کا جذبہ بہ یک وقت پایا جاتا تھا۔ حق کے راستے میں وہ ہر چیز حتیٰ کہ اپنی جان کو بھی ہیچ سمجھتے تھے اور اعلاء کلمۃ الحق کی خاطر ہر قسم کی قربانی کرنے کو بہ خوشی تیار ہو

Marfat.com

جاتے تھے۔ لیکن جب حق غالب آجاتا تو دشمن سے سختی کا برتاؤ اور اس سے مظالم کی جواب دہی کرنے کی بجائے ان میں رحم وکرم کا جذبہ ابھر آتا تھا۔

اسیرانِ بدر کی سفارش

مسلمانوں کو جنگ بدر میں فتح نصیب ہوئی اور وہ قریش کے ستر قیدی ہمراہ لے کر مدینہ واپس آ گئے۔ یہ قیدی وہی تھے جنہوں نے مکہ میں تیرہ برس تک مسلمانوں پر سخت مظالم ڈھائے تھے اور ان پر عرصہ حیات تنگ کر دیا تھا۔ انہیں دکھائی دے رہا تھا کہ ان مظالم کا بدلہ چکانے کا وقت آ پہنچا ہے اور اب مسلمان ان پر جس قدر بھی سختی کریں کم ہے۔ اپنے آپ کو مسلمانوں کی سختیوں سے بچانے کی کوئی تدبیر انہیں اس کے سوا سمجھ میں نہ آئی کہ وہ ابوبکرؓ سے رحم کی التجا کریں۔ چنانچہ قریش نے انہیں بلایا اور کہا:

> ''اے ابوبکرؓ! تم جانتے ہو کہ ہم قیدیوں میں سے کوئی تم لوگوں کا باپ ہے کوئی بھائی، کوئی چچا ہے اور کوئی ماموں۔ اب اگر تم ہمیں قتل کرو گے یا ایذا پہنچاؤ گے تو اپنے قریبی رشتہ داروں ہی کو قتل کرو گے یا ایذا پہنچاؤ گے۔ ہم رشتہ داری کا واسطہ دے کر تم سے التجا کرتے ہیں کہ تم محمد ﷺ سے کہہ کر ہماری جان بخشی کرا دو۔ یا وہ ہم پر احسان کر کے ہمیں رہا کر دیں یا فدیہ لے کر چھوڑ دیں۔''

ان کی یہ عاجزانہ التجا سن کر ابوبکرؓ نے وعدہ کر لیا کہ وہ ان کی بھلائی کے لئے ضرور کوئی نہ کوئی تدبیر کریں گے۔ قریش کو ڈر پیدا ہوا کہ کہیں عمرؓ کوئی گڑبڑ نہ کر دیں۔ انہوں نے حضرت عمرؓ کو بلا کر ان سے بھی وہی بات کہی جو حضرت ابوبکرؓ سے کہی تھی۔ حضرت عمرؓ نے خشمگیں نظر سے انہیں دیکھا اور کوئی جواب نہ دیا۔ ابوبکرؓ اپنے وعدے کے مطابق رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور آپ سے ان مشرک قیدیوں کی سفارش کی۔ حضرت عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ ان سب قیدیوں کو قتل کر دیا جائے لیکن حضرت ابوبکرؓ نے اصرار کر کے اپنی بات منوا ہی لی اور تمام قیدی زرِ فدیہ کے عوض رہا کر دیئے گئے۔

مصر کی مصنف محمد حسین ہیکل کہتے ہیں ''ابوبکرؓ کا یہ فعل ان کی پاکیزگی قلب اور حد درجہ نرم دلی پر دلالت کرتا ہے شاید یہ وجہ بھی ہو' انہوں نے دوربین نظر سے اس امر کا مشاہدہ

Marfat.com

کرلیا تھا کہ مشرکین مکہ بالآخر رحم کے مظاہروں ہی کے ذریعے سے مغلوب ہوں گے۔ جب وہ دیکھیں گے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر قسم کی طاقت وقوت رکھنے کے باوجود ان سے مروت واحسان کا سلوک کیا ہے تو وہ آپ سے محبت کرنے لگیں گے اسلام کی آغوش میں اتر جائیں گے۔ انہیں اچھی طرح علم تھا کہ ظاہری قوت کے ذریعے سے مخالف پر جسمانی لحاظ سے تو قابو پایا جاسکتا ہے لیکن اس کے دل کو مطیع نہیں کیا جاسکتا۔ مخالف کے دل پر اسی وقت فتح حاصل کی جاسکتی ہے جب طاقت کے ذریعے سے نہیں بلکہ پیار اور محبت کے ذریعے سے اسے اپنی طرف مائل کیا جائے۔'' (حضرت ابوبکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل صفحہ ۵۸)

مہمان نوازی

آپ میں مہمان نوازی کا جذبہ بھی بدرجہ غایت موجود تھا۔ مہمان کی خدمت اور تواضع میں اگر گھر والوں سے کوئی کوتاہی سرزد ہوجاتی تو آپؓ خفا ہوتے۔ ایک دفعہ گھر میں چند اصحاب صفہ ان کے مہمان تھے۔ آپؓ نے اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کو ہدایت فرمائی کہ میں آنحضور ﷺ کی خدمت میں جارہا ہوں تم میرے واپس آنے سے پہلے ان کی مہمان نوازی کرنا۔ جب کھانا تیار ہوا تو مہمانوں نے صاحب خانہ کی غیر موجودگی میں کھانے سے انکار کردیا۔ چنانچہ انتظار ہوتا رہا۔ اتفاق سے حضرت ابوبکر صدیقؓ بہت دیر سے واپس لوٹے اور یہ دیکھ کر کہ مہمان ابھی تک بھوکے ہیں۔ اپنے صاحبزادے پر بہت برہم ہوئے اور اسے ڈانٹا لیکن مہمانوں نے جب بات واضح کردی۔ تب آپؓ خاموش ہوئے اور سب نے مل کر کھانا کھایا۔ حضرت عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ اس روز کھانے میں اس قدر برکت نازل ہوئی کہ ہم لوگ کھانا کھاتے جاتے لیکن وہ کسی طرح ختم نہیں ہوتا تھا۔

سر ولیم میور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ۔

''حضرت ابوبکر صدیقؓ کا دربار خلافت سادگی ومتانت کا مظہر تھا۔ کوئی محافظ مقرر نہ تھا' نہ کوئی درباری دبدبہ موجود تھا۔ جملہ معاملات ملکی کی وہ خود نگہداشت کرتے تھے' رات کی تاریکی میں محلوں کا چکر لگا کر غرباء کی امداد کرتے تھے۔ محکمہ عدل وانصاف پر حضرت عمر فاروقؓ مامور تھے۔ لیکن سال بھر میں بمشکل ایک یا دو مقدمات پیش ہوئے۔ غیر ممالک

Marfat.com

کے ساتھ خط و کتابت حضرت علیؓ کے سپرد تھی۔ بعض امور پر حضرت زیدؓ اور حضرت عثمان مامور تھے۔"

مردان خدا خدانہ باشند
لیکن زخدا جدانہ باشند۔

خلیفۂ رسول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیانات

(۱) حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انہوں نے لوگوں میں بیان فرمایا پہلے اللہ کی حمد وثناء بیان کی پھر فرمایا اما بعد! اے لوگو! مجھے آپ لوگوں کا ذمہ دار بنایا گیا ہے حالانکہ میں آپ لوگوں سے بہتر نہیں ہوں اور اب قرآن نازل ہو چکا ہے اور حضور ﷺ سنتیں بیان فرما چکے ہیں اور آپ ﷺ نے ہمیں یہ سکھایا ہے کہ سب سے بڑی عقلمندی تقویٰ ہے اور سب سے بڑی حماقت فسق و فجور ہے اور جو تم لوگوں میں سب سے زیادہ طاقتور ہے اور وہ طاقت کے زور سے کمزوروں کے حق دبا لیتا ہے وہ میرے نزدیک کمزور ہے میں کمزور کو اُس طاقتور سے اُس کا حق دلوا کر رہوں گا اور جو تم میں سب سے زیادہ کمزور ہے (جس کے حق طاقتوروں نے دبا رکھے ہیں) وہ میرے نزدیک طاقتور ہے میں اُس کے حق طاقتوروں سے ضرور لے کر دوں گا۔ اے لوگو! میں تو (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا) اتباع کرنے والا ہوں اور اپنی طرف سے گھڑ کر نئی باتیں لانے والا نہیں ہوں۔ اگر میں اچھے کام کروں تو آپ لوگ ان میں میری مدد کریں اور اگر میں ٹیڑھا چلوں تو مجھے سیدھا کر دیں میں اپنی بات اسی پر ختم کرتا ہوں اور اپنے لئے اور آپ لوگوں کے لئے اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔ (کنز العمال ج ۳ صفحہ ۱۳۰)

(۲) حضرت عبداللہ بن حکیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت ابوبکرؓ کی بیعت خلافت ہو گئی تو وہ منبر پر تشریف لے گئے اور منبر پر جہاں نبی کریم ﷺ بیٹھا کرتے تھے اُس سے ایک سیڑھی نیچے بیٹھے۔ پہلے اللہ کی حمد وثناء بیان کی پھر فرمایا اے لوگو! اچھی طرح سے سمجھ لو کہ سب سے بڑی عقلمندی تقویٰ ہے (اس کے بعد پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا اور آخر میں اس مضمون کا اضافہ کیا کہ) اپنے نفس کا محاسبہ کرو اس سے پہلے کہ تمہارا

Marfat.com

محاسبہ اللہ کی طرف سے کیا جائے اور جو قوم جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دے گی ان پر اللہ تعالیٰ فقر مسلط کر دیں گے اور جس قوم میں بے حیائی عام ہو جائے گی اللہ تعالیٰ ان سب پر مصیبت بھیجیں گے لہٰذا جب تک میں اللہ کی اطاعت کروں تم لوگ میری اطاعت کرو اور جب میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کروں تو پھر میری اطاعت تمہارے ذمہ نہیں ہے۔ میں اپنی بات اس پر ختم کرتا ہوں اور اپنے لئے اور آپ لوگوں کے لئے اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ پچھلی حدیث کا کچھ مضمون ذکر کرتے ہیں اور یہ جو حضرت ابوبکرؓ کا ارشاد ہے کہ سب سے بڑی حماقت فسق و فجور ہے اس کے بعد یہ اضافہ کرتے ہیں غور سے سنو! میرے نزدیک سچ بولنا امانتداری ہے اور جھوٹ بولنا خیانت ہے اور اسی طرح حضرت حسنؒ نے حضرت ابوبکرؓ کے فرمان کہ ''میں آپ لوگوں سے بہتر نہیں ہوں'' کے بعد یہ کہا کہ اللہ کی قسم، حضرت ابوبکرؓ ان سب سے بہتر تھے اور اس بات میں کوئی ان سے مزاحمت کرنے والا نہیں تھا لیکن مومن آدمی یوں ہی کسر نفسی کیا کرتا ہے اس کے بعد حضرت حسنؒ نے یہ بھی نقل کیا کہ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا میری تو دلی تمنا ہے کہ آپ لوگوں میں سے کوئی آدمی اس خلافت کا بوجھ اٹھا لیتا اور میں اس ذمہ داری سے بچ جاتا حضرت حسنؒ کہتے ہیں اللہ کی قسم! حضرت ابوبکرؓ نے یہ تمنا والی بات سچے دل سے کہی تھی (وہ واقعی خلیفہ نہیں بننا چاہتے تھے) پھر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اگر تم لوگ یوں چاہو کہ جس طرح اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے سے اپنے نبی ﷺ کو سیدھے راستے پر لے آیا کرتے تھے اسی طرح مجھے بھی لے آیا کریں یہ بات تو مجھے حاصل نہیں ہے میں تو عام انسان ہی ہوں اس لئے تم لوگ میری نگرانی رکھو۔ (بیہقی جلد ۶ صفحہ ۳۵۳)

(۳) حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا غور سے سنو! اللہ کی قسم! میں آپ لوگوں میں سب سے بہتر نہیں ہوں اور میں اپنے لئے اس مقام خلافت کو پسند نہیں کرتا تھا مجھے اس کی خواہش نہیں تھی بلکہ میری خواہش تھی کہ آپ لوگوں میں سے کوئی میرے بجائے خلیفہ بن جاتا کیا آپ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ میں آپ لوگوں میں بعینہ حضور ﷺ والے طریقہ پر عمل کرلوں

Marfat.com

گا؟ تو یہ خیال بالکل غلط ہے میں ایسا نہیں کر سکوں گا کیونکہ حضورﷺ کی تو وحی کے ذریعہ ہر غلط بات سے حفاظت ہو جاتی تھی اور اُنہیں تو عصمت خداوندی حاصل تھی اور ان کے ساتھ خاص فرشتہ ہر وقت رہتا تھا میرے ساتھ تو شیطان لگا ہوا ہے جو میرے پاس آتا رہتا ہے جب مجھے غصہ آجائے تو مجھ سے بچ کر رہنا کہیں میں آپ لوگوں کی کھالوں اور بالوں پر اثر انداز نہ ہو جاؤں غور سے سنو آپ لوگ میری نگرانی رکھو اگر میں سیدھا چلوں تو میری مدد کرنا اور اگر میں ٹیڑھا چلوں تو مجھے سیدھا کر دینا حضرت حسنؒ کہتے ہیں یہ ایسا زبردست بیان تھا کہ اللہ کی قسم! اس کے بعد ویسا بیان تو کبھی ہوا ہی نہیں۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ میں تو ایک عام انسان ہوں کام ٹھیک بھی کر لیتا ہوں اور غلط بھی ہو جاتے ہیں جب میں ٹھیک کام کروں تو آپ لوگ اللہ کی تعریف کریں کیونکہ اسی کے کرم سے کام ٹھیک ہوا اور جب غلط ہو جائے تو مجھے سیدھا کر دینا۔

(۴) حضرت قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ایک مہینہ بعد میں حضورﷺ کے خلیفہ حضرت ابوبکرؓ صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا (اس کے بعد حضرت قیس نے حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کا قصہ ذکر کیا اس کے بعد کہتے ہیں) تمام لوگوں کو مسجد نبویﷺ میں جمع کرنے کے لئے یہ اعلان کیا گیا الصلوٰۃ جامعۃ یعنی سب لوگ نماز مسجد نبویﷺ میں اکٹھے پڑھیں (مدینہ کی باقی نو مسجدوں میں سے کسی اور میں نہ پڑھیں) اور پھر جب لوگ جمع ہو گئے تو حضرت ابوبکرؓ اس منبر پر تشریف فرما ہوئے جو اُن کے بیان اور خطبے کے لئے بنایا گیا تھا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اسلام میں حضرت ابوبکرؓ کا پہلا بیان تھا۔ انہوں نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور پھر فرمایا اے لوگو! میری آرزو تو یہ ہے کہ کوئی اور میری جگہ خلیفہ بن جائے اگر تم لوگ مجھ سے یہ مطالبہ کرو کہ میں عین تمہارے نبیﷺ کی سنت کے مطابق چلوں تو یہ میرے بس میں نہیں ہے کیونکہ حضورﷺ تو معصوم تھے اللہ نے اُن کی شیطان سے مکمل حفاظت فرما رکھی تھی اور اُن پر آسمان سے وحی اُترتی تھی اور یہ دونوں باتیں مجھ کو حاصل نہیں ہیں اس لئے میں بالکل اُن جیسا نہیں ہو سکتا اور طبرانی کی ایک روایت جو عیسیٰ بن عطیہ کے حوالے سے ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے بیان میں فرمایا اے لوگو! لوگ اسلام میں خوشی اور ناخوشی دونوں طرح

Marfat.com

داخل ہوئے ہیں لیکن اب وہ سب اللہ کی پناہ اور اس کے پڑوس میں ہیں اس لئے تم اس کی پوری کوشش کرو کہ اللہ تم سے اپنی ذمہ داری کا کچھ بھی مطالبہ نہ کرے (یعنی کسی مسلمان کو کسی طرح تکلیف نہ پہنچاؤ) میرے ساتھ بھی ایک شیطان رہتا ہے جب تم دیکھو کہ مجھے غصہ آ گیا ہے تو پھر تم مجھ سے الگ ہو جاؤ کہ کہیں میں تمہارے بالوں اور کھالوں کو تکلیف نہ پہنچا دوں اے لوگو! اپنے غلاموں کی آمدنی کی تحقیق کر لیا کرو کہ حلال ہے یا حرام، اس لئے کہ جس گوشت کی پرورش حرام مال سے ہو وہ جنت میں داخل ہونے کے لائق نہیں۔

(۵) حضرت عاصم بن عدیؓ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ کی وفات کے اگلے دن حضرت ابوبکرؓ کی طرف سے ایک آدمی نے اعلان کیا کہ حضرت اُسامہؓ عنہ کے لشکر کی روانگی کا کام مکمل ہو جانا چاہئے غور سے سنو! اب حضرت اُسامہؓ کے لشکر کا کوئی آدمی مدینہ میں باقی نہیں رہنا چاہئے بلکہ جرف میں جہاں ان کے لشکر کا پڑاؤ ہے وہاں پہنچ جانا چاہئے اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ لوگوں میں بیان کے لئے کھڑے ہوئے پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان فرمائی پھر فرمایا اے لوگو! میں تو تمہارے جیسا ہی ہوں مجھے معلوم تو نہیں لیکن ہوسکتا ہے کہ تم لوگ مجھے اس چیز کا مکلّف بناؤ جو صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بس میں تھی اور میرے بس میں نہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جہانوں پر فوقیت عطا فرمائی تھی اور اُنہیں چنا تھا اور اُنہیں تمام آفات سے حفاظت عطا فرمائی تھی اور میں ان ہی کے پیچھے چلنے والا ہوں اپنی طرف سے نئی چیزیں گھڑنے والا نہیں ہوں اگر میں سیدھا چلوں تو تم میرے پیچھے چلو اور اگر میں ٹیڑھا چلوں تو تم لوگ مجھے سیدھا کر دو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تو یہ تھی کہ جب آپ ﷺ کا انتقال ہوا تو اس وقت اُمت میں ایک آدمی بھی ایسا نہیں تھا جو کوڑے کی مار یا اس سے بھی کم ظلم کا مطالبہ کر رہا ہو غور سے سنو! میرے ساتھ بھی ایک شیطان لگا ہوا ہے جو میرے پاس آتا رہتا ہے جب وہ میرے پاس آئے تو مجھ سے تم لوگ الگ ہو جاؤ کہیں میں تمہاری کھالوں اور بالوں کو تکلیف نہ پہنچا دوں۔ تم لوگ صبح اور شام اس موت کے منہ میں ہو جس کا تمہیں علم نہیں کہ کب آ جائے گی تم اس کی پوری کوشش کرو کہ جب بھی تمہاری موت آئے تو تم اُس وقت نیک عمل میں لگے ہوئے ہو اور تم ایسا صرف اللہ کی مدد سے ہی کر سکتے ہو لہٰذا جب تک موت نے مہلت دے رکھی ہے اُس وقت

Marfat.com

تک تم لوگ نیک اعمال میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو اس سے پہلے کہ موت آجائے اور عمل کرنے کا موقع نہ رہے کیونکہ بہت سے لوگوں نے موت کو بھلا رکھا ہے اور اپنے اعمال دوسروں کے لئے کر دیئے ہیں لہٰذا تم ان جیسے نہ ہو کوشش کرو اور مسلسل کوشش کرو اور (سستی سے کام نہ لو بلکہ) جلدی کرو اور جلدی کرو کیونکہ موت تمہارے پیچھے لگی ہوئی ہے جو تمہیں تلاش کر رہی ہے اور اس کی رفتار بہت تیز ہے لہٰذا موت سے چوکنے رہو اور آباؤ اجداد، بیٹوں اور بھائیوں کی موت سے عبرت حاصل کرو اور زندہ لوگوں کے ان نیک اعمال پر رشک کرو جن پر تم مردوں کے بارے میں رشک کرتے ہو یعنی دنیاوی چیزوں میں زندہ لوگوں پر رشک نہ کرو۔

(۲) حضرت سعید بن ابی مریمؒ کہتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے تو آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا اللہ کی قسم! اگر ہمارے ہوتے ہوئے تمہارے اجتماعی کاموں کے خراب ہو جانے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں خود خلیفہ نہ بنتا بلکہ میں یہ چاہتا کہ جو تم میں سے مجھے سب سے زیادہ مغبوض ہے اُس کی گردن میں اس امر خلافت کی ذمہ داری ڈال دی جاتی پھر اس کے لئے اس میں کوئی خیر نہ ہوتی غور سے سنو! دنیا اور آخرت میں سب سے زیادہؓ کی طرف دیکھنے لگے پھر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا تم لوگ اپنی جگہ آرام سے بیٹھے رہو تم لوگ جلد باز ہو جو بھی کسی ملک کا بادشاہ بنتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے بادشاہ بنانے سے پہلے اس کے ملک کو جانتے ہیں اور بادشاہ بن جانے پر اُس کی آدھی عمر کم کر دیتے ہیں اور اُس پر خوف اور غم مسلط کر دیتے ہیں اور جو کچھ خود اس کے اپنے پاس ہے اُس سے اس کا دل ہٹا دیتے ہیں اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس کا لالچ اس میں پیدا کر دیتے ہیں وہ چاہے کتنے اچھے کھانے کھائے اور عمدہ کپڑے پہنے لیکن اس کی زندگی تنگ ہوگی سُکھ چین اُسے نصیب نہ ہوگا پھر جب اس کا سایہ ختم ہوتا ہے اور اُس کی جان نکل جاتی ہے اور اپنے رب کے پاس پہنچ جاتا ہے تو وہ اس سے سختی سے حساب لیتا ہے اور اُس کی بخشش کا امکان بہت کم ہوتا ہے بلکہ اُس کی بخشش ہی نہیں ہوتی۔ غور سے سنو! مسکین لوگوں کی ہی مغفرت ہوتی ہے غور سے سنو! مسکین لوگوں کی ہی مغفرت ہوتی ہے۔ غور سے سنو! مسکین لوگوں کی ہی مغفرت ہوتی ہے۔

Marfat.com

(حیات الصحابہ بحوالہ کنزالعمال ج ۳ صفحہ ۱۶۲)

سالار لشکر کو حضرت ابوبکرؓ کی نصیحت

حضور ﷺ کے انتقال کے بعد لشکر اُسامہ نے کوچ کیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اس دن خود جرف پہنچے اور کچھ دور تک لشکر کے ساتھ گئے۔ آپؓ پیدل تھے اور اسامہؓ سوار تھے حضرت اسامہؓ نے عرض کیا' آپؓ سوار ہو جائیں ورنہ میں اتر جاؤں گا۔ اس پر ابوبکرؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! نہ تم اترو گے اور نہ میں سوار ہوں گا۔ اگر میں اپنے پاؤں اللہ کی راہ میں ایک گھڑی غبار آلود کرلوں تو میرا کیا نقصان ہوگا غازی کے ہر قدم کے عوض سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں اس کی سات سو خطائیں معاف ہوتی ہیں اور اس کو سات سو درجات حاصل ہوتے ہیں۔

واپس ہونے لگے تو اسامہؓ سے فرمایا' اگر مناسب سمجھو تو عمرؓ کو میری مدد کے لئے چھوڑ جاؤ' حضرت اسامہؓ نے اجازت دے دی۔ اس کے بعد لشکر کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تم کو دس باتوں کی نصیحت کرتا ہوں۔

"(۱) خیانت نہ کرنا' فریب نہ دینا' عہد شکنی نہ کرنا

(۲) بزدلی نہ دکھانا

(۳) کسی کی لاش کو نہ بگاڑنا

(۴) بچوں بوڑھوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا

(۵) کھجوروں اور پھل لانے والے درختوں کو نہ کاٹنا

(۶) آبادیوں کو نہ اجاڑنا

(۷) بھیڑ بکری گائے یا اونٹ کو کھانے کی غرض کے سوا ذبح نہ کرنا

(۸) تم کو ایسے لوگ بھی ملیں گے جو دنیا کو چھوڑ کر خانقاہوں وغیرہ میں عبادت کے لئے بیٹھے ملیں گے' ان کو ان کے حال پر چھوڑ دینا

(۹) تم ایسے لوگوں سے بھی ملو گے جو تمہارے پاس طرح طرح کے کھانے لے کر آئیں گے' جب تم اس میں سے کھاؤ تو اللہ کا نام لے کر کھانا

۳۲۲۶۳ ے

Marfat.com

(۱۰) تم کو ایک جماعت ایسی بھی ملے گی جن کے سروں پر شیطان نے گھونسلہ بنا رکھا ہے۔ ان کو تلواروں سے کاٹ دینا' اب خدا کے نام سے روانہ ہو جاؤ' وہ تمہیں دشمنوں کے نیزوں اور طاعون سے بچائے۔

ساری آمدنی فوری تقسیم

حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ اور دیگر حضرات فرماتے ہیں حضرت ابوبکر صدیقؓ کا بیت المال (مدینہ کے محلہ) سنح میں تھا جو کہ لوگوں میں مشہور و معروف تھا اور کوئی آدمی اس کا پہرہ نہیں دیا کرتا تھا تو ان سے عرض کیا گیا اے خلیفہ رسول اللہ! کیا آپ بیت المال کے پہرے کے لئے کسی کو مقرر نہیں فرماتے؟ انہوں نے فرمایا بیت المال کے بارے میں کسی قسم کا خطرہ نہیں ہے اس لئے پہرہ دار مقرر کرنے کی ضرورت نہیں میں نے کہا کیوں؟ انہوں نے فرمایا اسے تالا لگا ہوا ہے ان کا معمول یہ تھا کہ جو کچھ اس بیت المال میں آتا وہ سارا لوگوں کو دے دیتے یہاں تک کہ بیت المال میں کچھ نہ بچتا پھر جب حضرت ابوبکرؓ سنح محلّہ سے مدینہ منورہ منتقل ہو گئے تو انہوں نے اس گھر میں اپنا بیت المال بھی منتقل کر لیا جس میں وہ رہا کرتے تھے۔ ان کے پاس قبیلہ وادیوں کی کانوں سے اور قبیلہ جہینہ کی کانوں سے بہت مال آیا کرتا تھا اور ان کے زمانہ خلافت میں قبیلہ بنو سلیم کی کان بھی کھل گئی تھی وہاں سے بھی زکوٰۃ کا مال آنے لگا تھا یہ سب کچھ بیت المال میں رکھا جاتا تھا اور حضرت ابوبکرؓ سونے چاندی کے ٹکڑے کروا کر لوگوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے ہر سو آدمیوں کو ایک مقدار دیا کرتے تھے (جسے وہ آپس میں تقسیم کر لیتے) تمام لوگوں میں مال برابر تقسیم فرماتے آزاد، غلام، مرد، عورت، چھوٹے اور بڑے سب کو برابر ملا کرتا تھا اور بعض دفعہ اس مال سے اونٹ، گھوڑے اور ہتھیار خرید کر اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والوں کو دے دیا کرتے۔ ایک سال گرم اُونی چادریں خریدی تھیں جو دیہات سے لائی گئی تھیں اور سردی کے موسم میں مدینہ کی بیوہ عورتوں میں انہوں نے یہ چادریں تقسیم کی تھیں حضرت ابوبکرؓ کا انتقال ہوا اور وہ دفن ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکرؓ کے مقرر کردہ بیت المال کے نگرانوں کو بلایا اور ان کو لے کر حضرت ابوبکرؓ کے بیت المال میں گئے ساتھ حضرت عبدالرحمٰن بن

عوف اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما اور دیگر حضرات بھی تھے ان حضرات نے جا کر بیت المال کو کھولا تو اس میں نہ کوئی دینار ملا اور نہ کوئی درہم البتہ مال رکھنے کا ایک موٹا کھردرا کپڑا ملا اسے جھاڑا تو اس میں سے ایک درہم ملا یہ دیکھ کر ان حضرات نے حضرت ابوبکرؓ کے لئے یہ دُعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ان پر رحمت نازل فرمائے اور مدینہ منورہ میں درہم و دینار تولنے والا ایک آدمی تھا جو حضورﷺ کے زمانے میں تولنے کا کام کیا کرتا تھا اور حضرت ابوبکرؓ کے پاس جو مال آتا تھا وہ اسے بھی تولتا تھا اس سے پوچھا گیا کہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس جو مال آیا اس کی کل مقدار کتنی ہو گی؟ اس نے کہا دو لاکھ۔ (بحوالہ کنز العمال الصحابہ حصہ دوم صفحہ ۲۸۰)

دنیا میں سب کا حصہ برابر

حضرت اسماعیل بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کچھ مال لوگوں میں تقسیم کیا اور سب کو برابر حصہ دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے خلیفہ رسول اللہ آپ اہل بدر اور دوسرے لوگوں کو برابر رکھ رہے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا دنیا تو گذارنے کی چیز ہے اور بہترین گذارے کی چیز وہ ہے جو درمیانی درجہ کی ہو (لہٰذا اس دنیا میں تو میں نے سب کو برابر رکھا ہے) اور اہل بدر کو دوسرے لوگوں پر جو فضیلت حاصل ہے اس کا اثر اجر و ثواب میں ظاہر ہو گا (کہ آخرت میں ان کا اجر و ثواب برابر نہیں ہو گا بلکہ اہل بدر کا اجر و ثواب دوسروں سے زیادہ ہو گا

حضرت ابن ابی حبیب رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر حضرات کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ وہ (سب میں مال برابر تقسیم نہ کریں بلکہ مال کی تقسیم میں درجات مقرر کریں (اور جس کے دینی فضائل جتنے زیادہ ہوں اس کو اتنا زیادہ مال دیں اس پر انہوں نے فرمایا لوگوں کے دینی فضائل کا بدلہ تو اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) عطا فرمائیں گے دنیاوی ضروریات میں سب کے درمیان برابری کرنا ہی بہتر ہے۔ (بحوالہ کنز العمال ج۲ صفحہ ۳۰۶)

حضرت اسلمؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ بنایا گیا تو انہوں نے لوگوں

Marfat.com

میں مال برابر تقسیم کیا توان بعض صحابہؓ نے عرض کیا کہ اے خلیفہ رسول اللہ! اگر آپ حضرات مہاجرین اور انصارؓ کو دوسروں پر فضیلت دیں (اور ان کو دوسروں سے زیادہ دیں) تو یہ زیادہ اچھا ہوگا انہوں نے فرمایا تم لوگ چاہتے ہو کہ مال زیادہ دے کر ان کے دینی فضائل ان سے خرید لوں (یہ ہرگز مناسب نہیں ہے) مال کی تقسیم میں ان سب کو برابر رکھنا ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے سے بہتر ہے۔ حضرت غفرہ رحمۃ اللہ علیہ کے آزاد کردہ غلام حضرت عمر بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پہلی مرتبہ مال تقسیم کرنے لگے تو ان سے حضرت عمر بن خطاب نے کہا کہ حضرات مہاجرین اولین اور اسلام میں سبقت رکھنے والوں کو زیادہ دیں تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میں ان سے ان کے اسلام میں پہل کرنے کی نیکی کو (دنیا کے بدلے میں) خرید لوں؟ (نہیں ایسے نہیں ہوسکتا) چنانچہ انہوں نے مال تقسیم کیا اور سب کو برابر دیا۔

حضرت غفرہ رحمۃ اللہ علیہ کے آزاد کردہ غلام حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضور ﷺ کا انتقال ہوگیا تو بحرین سے مال آیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا کہ جس آدمی کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ قرضہ ہو یا حضور ﷺ نے اسے کچھ دینے کا وعدہ فرمایا ہو وہ کھڑا ہو کر لے لے۔ چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ میرے پاس بحرین سے مال آئے گا تو میں تمہیں تین مرتبہ اتنا دوں گا اور دونوں ہاتھوں سے لپ بھر کر اشارہ فرمایا تھا حضرت ابوبکرؓ نے ان سے فرمایا اُٹھو اور خود اپنے ہاتھ سے لے لو۔ چنانچہ انہوں نے ایک مرتبہ لپ بھر کر لیا اسے گنا گیا تو وہ پانچ سو درہم تھے حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ انہیں مزید ایک ہزار گن کر دے دو (تا کہ تین لپیں ہو جائیں) اس کے بعد لوگوں میں دس دس درہم تقسیم کئے اور فرمایا یہ تو وہ وعدے پورے ہو رہے ہیں جو حضور ﷺ نے لوگوں سے کئے تھے اگلے سال اس سے بھی زیادہ مال آیا تو لوگوں میں بیس بیس درہم تقسیم کئے اور پھر بھی کچھ بچ گیا تو غلاموں میں پانچ پانچ درہم تقسیم کئے اور فرمایا یہ تمہارے غلام تمہاری خدمت کرتے ہیں تمہارے کام کرتے ہیں اس لئے ہم نے ان کو بھی کچھ دے دیا ہے اس پر لوگوں نے عرض کیا کہ آپ حضرات مہاجرین و انصار کو دوسروں سے زیادہ دیں تو یہ زیادہ بہتر ہوگا کیونکہ یہ پرانے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم کے ہاں ان حضرات کا خاص مقام تھا حضرت ابوبکرؓ نے کہا ان لوگوں نے جو کچھ کیا ہے اس کا بدلہ تو اللہ تعالیٰ ہی ان کو دیں گے یہ مال و متاع تو بس گزارے کی چیز ہے اسے برابر تقسیم کرنا کم زیادہ دینے سے بہتر ہے آپ نے اپنے زمانہ خلافت میں اسی اصول پر عمل فرمایا۔

حضرت عبیدہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا اے خلیفہ رسول اللہ! ہمارے علاقہ میں ایک شور یلی زمین ہے اس میں نہ گھاس اُگتی ہے اور نہ اس سے کوئی اور فائدہ حاصل ہوتا ہے اگر آپ مناسب سمجھیں تو وہ ہمیں بطور جاگیر دے دیں تا کہ ہم اس میں ہل چلائیں اور اسے کاشت کریں شاید وہ آباد ہو جائے چنانچہ آپ نے وہ زمین ان کو بطور جاگیر دینے کا ارادہ کر لیا اور ان کے لئے ایک تحریر لکھی اور یہ طے کیا کہ حضرت عمرؓ اس فیصلہ پر گواہ بنیں۔ اس وقت حضرت عمرؓ وہاں موجود نہیں تھے وہ دونوں تحریر لے کر حضرت عمرؓ کو اس پر گواہ بنانے کے لئے ان کے پاس گئے۔ جب حضرت عمرؓ نے اس تحریر کا مضمون سنا تو ان دونوں کے ہاتھ سے تحریر لی اور اس پر تھوک کر اسے مٹا دیا۔ اس پر ان دونوں کو غصہ آ گیا اور دونوں نے حضرت عمرؓ کو بُرا بھلا کہا۔ حضرت عمرؓ نے کہا حضور ﷺ تم دونوں کی تالیف قلب فرمایا کرتے تھے (اور تالیف قلب کی وجہ سے تم دونوں کو زمین دی تھی) جبکہ اس وقت اسلام والے تھوڑے تھے اور آج اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرما دیا ہے (اس تمہاری تالیف قلب کی کوئی ضرورت نہیں ہے) تم دونوں چلے جاؤ اور میرے خلاف جتنا زور لگا سکتے ہو لگا لو اور اگر تم لوگ اللہ سے حفاظت مانگو تو اللہ تمہاری حفاظت نہ کرے یہ دونوں غصہ میں بھرے ہوئے حضرت ابوبکر کے پاس آئے اور ان سے کہا اللہ کی قسم سمجھ نہیں آ رہا کہ آپ خلیفہ ہیں یا عمر؟ حضرت ابوبکر نے فرمایا اگر وہ چاہتے تو خلیفہ بن سکتے تھے اتنے میں حضرت عمر بھی غصہ میں بھرے ہوئے آئے اور حضرت ابوبکر کے پاس کھڑے ہو کر کہنے لگے آپ مجھے بتائیں کہ آپ نے یہ زمین جوان آدمیوں کو بطور جاگیر دی ہے یہ آپ کی ملک ہے یا تمام مسلمانوں کی ہے حضرت ابوبکر نے فرمایا نہیں تمام مسلمانوں کی ہے؟ عمر نے کہا تو پھر آپ نے سارے مسلمانوں کو چھوڑ کر صرف ان دو کو کیوں دے دی؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میرے پاس جو مسلمان تھے میں نے

Marfat.com

ان سے مشورہ کیا تھا ان سب نے مجھے ایسا کرنے کا مشورہ دیا تھا حضرت عمرؓ نے کہا آپ نے اپنے پاس والوں سے تو مشورہ کیا لیکن کیا آپؓ نے تمام مسلمانوں سے مشورہ کر کے ان کی رضامندی حاصل کی ہے؟ (چونکہ یہ بات ظاہر تھی کہ اس امر میں سارے مسلمانوں سے مشورہ نہیں لیا جا سکتا اس وجہ سے حضرت ابوبکر نے اس سوال کا کوئی جواب نہ دیا بلکہ حضرت ابوبکر نے فرمایا میں نے تو تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ تم اس امر کو سنبھالنے کی مجھ سے زیادہ طاقت رکھتے ہو لیکن تم مجھ پر غالب آگئے اور تم نے مجھے زبردستی خلیفہ بنا دیا۔

حضرت عطیہ بن بلال رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سہم بن منجاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے کہ اقرع اور زبرقان دونوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ بحرین کا خراج (محصول) ہمارے لئے مقرر فرما دیں ہم آپ کو اس بات کی ضمانت دیتے ہیں کہ ساری قوم کا کوئی آدمی (دین اسلام سے) نہیں پھرے گا چنانچہ حضرت ابوبکر ایسا کرنے پر تیار ہو گئے اور ان کے لئے ایک تحریر لکھی اور یہ معاملہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی وساطت سے طے ہوا۔ ان حضرات نے چند گواہ بھی مقرر کئے جن میں حضرت عمرؓ بھی تھے جب یہ تحریر حضرت عمر کے پاس آئی اور انہوں نے اسے دیکھا تو انہوں نے اس پر گواہ بننے سے انکار کر دیا اور فرمایا نہیں اب کسی کے اکرام اور تالیف قلب کی ضرورت نہیں ہے پھر اس تحریر کے لکھے ہوئے کو مٹا کر اسے پھاڑ دیا اس پر حضرت طلحہ کو بہت غصہ آیا اور انہوں نے حضرت ابوبکر کے پاس آ کر کہا آپ امیر ہیں یا عمر؟ حضرت ابوبکر نے فرمایا امیر تو حضرت عمر ہیں لیکن بات میری ماننی ضروری ہے۔ یہ سن کر حضرت طلحہ خاموش ہو گئے۔ (کنز العمال ج ۴ صفحہ ۳۹۰)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تجارت کی غرض سے بصریٰ تشریف لے گئے ان کے ساتھ حضرت نعیمان اور حضرت سویبط بن حرر رضی اللہ عنہما بدری صحابی بھی تھے حضرت سویبط کھانے کے سامان کے ذمہ دار تھے حضرت نعیمان نے ان سے کہا مجھے کچھ کھانا کھلا دو۔ حضرت سویبط نے کہا حضرت ابوبکرؓ گئے ہوئے ہیں جب وہ آ جائیں گے تو کھلا دوں گا حضرت نعمان کی طبیعت میں ہنسی اور مزاح بہت زیادہ تھا وہاں قریب میں کچھ لوگ اپنے جانور لے کر آئے ہوئے تھے حضرت نعیمان نے ان سے جا کر کہا

Marfat.com

میرا ایک خوب چست اور طاقتور عربی غلام ہے تم لوگ اسے خرید لو ان لوگوں نے کہا بہت اچھا حضرت نعیمان نے کہا بس اتنی بات ہے کہ وہ ذرا باتونی ہے اور شاید وہ یہ بھی کہے کہ میں آزاد ہوں اگر تم اس کے اس کہنے کی وجہ سے اسے چھوڑ دو گے تو پھر رہے یہ سودا مت کرو اور میرے غلام کو نہ بگاڑو۔ انہوں نے کہا نہیں ہم تو اسے خریدیں گے اور اسے نہیں چھوڑیں گے چنانچہ ان لوگوں نے دس جوان اُونٹنیوں کے بدلے میں انہیں خرید لیا حضرت نعیمان دس اونٹنیاں ہانکتے ہوئے آئے اور ان لوگوں کو بھی ساتھ لائے ار آ کر لوگوں سے کہا یہ رہا تمہارا وہ غلام اسے لے لو۔ جب وہ لوگ حضرت سویبط کو پکڑنے لگے تو حضرت سویبط نے کہا حضرت نعیمان غلط کہہ رہے ہیں میں تو آزاد آدمی ہوں ان لوگوں نے کہا انہوں نے تمہاری یہ بات ہمیں پہلے ہی بتا دی تھی چنانچہ وہ لوگ حضرت سویبط کے گلے میں رسی ڈال کر لے گئے اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ واپس آئے تو انہیں اس قصہ کا پتہ چلا تو وہ اور ان کے ساتھی ان خریدنے والوں کے پاس گئے اور ساری بات بتا کر ان کی اُونٹنیاں انہیں واپس کیں اور حضرت سویبط کو واپس لے کر آئے پھر مدینہ واپس آ کر ان حضرات نے حضورﷺ کو یہ سارا واقعہ سنایا تو حضورﷺ اور آپ کے صحابہؓ اس قصہ کو یاد کر کے سال بھر ہنستے رہے۔ (ان حضرات کے دل بالکل صاف ستھرے تھے اور حضرت سویط کو تھا کہ حضرت نعیمان کی طبیعت میں ہنسی مذاق بہت ہے اس لئے انہوں نے کچھ برا نہ سمجھا)

ذمی رعایا کے حقوق

عہد نبوت میں جن غیر مذاہب کے پیروؤں کو اسلامی ممالک محروسہ میں پناہ دی گئی تھی اور عہد ناموں کے ذریعہ سے ان کے حقوق متعین کر دیئے گئے تھے' حضرت ابوبکرؓ نے نہ صرف ان حقوق کو قائم رکھا بلکہ اپنے مہر و دستخط سے پھر اس کی توثیق فرمائی۔ اسی طرح خود ان کے عہد میں جو ممالک فتح ہوئے وہاں کی ذمی رعایا کو تقریباً وہی حقوق دیئے جو مسلمانوں کو حاصل تھے۔ چنانچہ اہل حیرہ سے جو معاہدہ ہوا اس کے یہ الفاظ تھے۔

لا یهدم لهم بیعة ولا کنیسة و لا قصر من قصور هم التی کا نعا یتعصنون اذا نزل بهم عدولهم ولا یمنعون من ضرب النواقیس

Marfat.com

ولا من اخراج الصلبان فی عیدھم.

''ان کی خانقاہیں اور گرجے منہدم نہ کیے جائیں گے اور نہ کوئی ایسا قصر گرایا جائیگا جس میں وہ ضرورت کے وقت دشمنوں کے مقابلہ میں قلعہ بند ہوتے ہیں، ناقوس (اور گھنٹے بجانے) کی ممانعت نہ ہوگی، اور تہوار کے موقعوں پر صلیب نکالنے سے روکے نہ جائیں گے۔''

یہ معاہدہ نہایت طویل ہے' یہاں صرف وہی جملے نقل کئے گئے ہیں جن سے مسلمانوں کی غیر معمولی مذہبی رواداری کا ثبوت ملتا ہے۔

خلیفہ اول کے عہد میں جزیہ یا ٹیکس کی شرح نہایت آسان تھی اور ان ہی لوگوں پر مقرر کرنے کا حکم تھا جو اس کی ادائیگی کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ چنانچہ حیرہ کے سات ہزار باشندوں میں سے ایک ہزار بالکل مستثنیٰ تھے اور باقی پر صرف دس دس درہم سالانہ مقرر کئے گئے تھے۔ معاہدوں میں یہ شرط بھی تھی کہ کوئی ذمی بوڑھا، اپاہج اور مفلس ہو جائے گا تو وہ جزیہ سے بری کر دیا جائے گا نیز بیت المال اس کا کفیل ہوگا! کیا دنیا کی تاریخ ایسی بے تعصبی ورعایا پروری کی نظیر پیش کر سکتی ہے۔

اسلام کی طاقت کا سبب

حضرت ابوبکرؓ کی حکومت جزیرہ نمائے عرب تک محدود نہ تھی بلکہ عرب سے بھی باہر نکل کر دور دور تک پھیل گئی تھی اور اسلامی سلطنت کا قیام عرب کے علاوہ عراق اور شام میں بھی عمل پذیر ہو چکا تھا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ غیر عربی علاقوں میں اسلامی سلطنت کا قیام محض چند حملوں کا نتیجہ تھا جن میں اتفاق سے مسلمانوں کو کامیابی نصیب ہوگئی یا اس انقلاب نے' ان فتوحات کے لئے راستہ صاف کیا اور اس طرح مسلمانوں کو دنیا کے ایک وسیع خطے میں اسلامی سلطنت کو مضبوط بنیادوں پر قائم کرنے کا موقع مل گیا؟

اسلام کی ابتدائی تاریخ سے واقفیت رکھنے والے کسی شخص سے یہ امر پوشیدہ نہیں کہ اسلامی افواج کی کامیابی کو وقتی اور اتفاقی قرار نہیں دیا جا سکتا بلکہ یہ فتوحات واقعات و حوادث کے ایک لمبے سلسلے کی کڑی ہیں۔ اسلام نے دنیا میں آکر جو انقلاب پیدا کیا' اس کا

Marfat.com

برپا ہونا لابدی تھا کیونکہ اسلامی تعلیمات ایک انقلاب پذیر قوت اپنے اندر رکھتی تھیں اور نا ممکن تھا کہ یہ قوت اپنا اثر دکھائے بغیر رہتی۔

اسلام کو طاقت وقوت بخشنے والے عوامل میں عقیدے کی حریت کا بھی بہت بڑا دخل ہے۔ اسلام آزادیِ ضمیر کا سب سے بڑا علم بردار ہے اور دین کے معاملے مین کسی شخص پر جبر کا روادار نہیں۔ گو اس کی دعوت ساری دنیا کے لئے عام ہے لیکن وہ کسی شخص کو اپنا عقیدہ بدلنے پر مجبور نہیں کرتا۔ ہاں' یہ اُمید ضرور رکھتا ہے کہ اس کی پیش کردہ تعلیمات پر لوگ غور کریں۔ اسے اطمینان ہے کہ جو لوگ سچے دل سے ان تعلیمات کا مطالعہ کریں گے' ان کے لئے انہیں قبول کئے بغیر چارہ نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ فطرت انسانی کے عین مطابق ہیں اور عقل سلیم انہیں قبول کرنے میں کسی قسم کی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرسکتی۔

جہاں اسلام آزادی ضمیر کا سب سے بڑا علم برادر ہے' وہاں اسلام کے مخالف آزادی ضمیر کے سب سے بڑے دشمن ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اگر لوگوں کو عقائد واعمال میں آزادی دے دی گئی اور انہیں اختیار دے دیا گیا کہ وہ جو مذہب اور طریقہ چاہیں اختیار کرلیں تو اسلام کی پاک تعلیم انہیں اپنی طرف کھینچ لے گی اور ان کے حق میں سوائے نامرادی اور ناکامی کے اور کچھ نہ آئے گا۔

اسلام نے آزادی ضمیر کا جو اصول دنیا کے سامنے پیش کیا تھا' اس پر مسلمانوں نے پوری طرح عمل کرکے دکھادیا۔ انہوں نے لاتعداد ممالک فتح کئے لیکن کسی شخص کو زبردستی اسلام قبول کرنے پر مجبور نہ کیا اس کے برعکس انہوں نے جس شہر کو فتح کیا وہاں کے باشندوں کو کامل مذہبی آزادی دے دی۔ جو شخص بہ رضا ورغبت اسلام قبول کرلیتا اسے وہی حقوق مل جاتے تھے جو دوسرے مسلمانوں کو ملے ہوئے تھے لیکن جو شخص اپنے آبائی مذہب پر قائم رہنا چاہتا' اسے جزیہ ادا کرنا پڑتا تھا۔ جزیہ کوئی تاوان نہ تھا جو غیر مسلمانوں سے نفرت وحقارت کے باعث ان پر عائد کیا گیا ہو بلکہ اس کی حیثیت زکوٰۃ کی طرح ایک ٹیکس کی تھی جو سلطنت کی طرف سے ان کی حفاظت کے بدلے ان پر عائد کیا جاتا تھا۔ چنانچہ اہل عراق اور اہل شام سے صلح کے جو معاہدات کئے گئے ان میں یہ صراحت کردی گئی تھی کہ غیر مسلموں سے جزیہ صرف ان کے مال وجان کی حفاظت کے بدلے وصول کیا جائے گا اور اسلامی

Marfat.com

حکومت ذمہ دار ہو گی کہ غیر مسلم اپنے اپنے مذہب پر آزادی سے عمل کر سکیں اور دینی عبادات بے خوفی سے بجا لا سکیں۔ آج بھی کتب تاریخ میں جو معاہدات محفوظ ہیں' ان میں اسلامی حکومت کی طرف سے غیر مسلموں کے گرجوں' کلیساؤں' معبدوں' پیشواؤں اور راہبوں کی حفاظت کی شقیں موجود ہیں۔ اگر کبھی ایسی صورت حال پیش آ جاتی کہ مسلمان اپنے مواعید کی بجا آوری سے قاصر ہو جاتے تو نہ صرف آئندہ کے لئے جزیہ لینا بند کر دیا جاتا بلکہ پچھلی وصول کی ہوئی رقم بھی انہیں واپس کر دی جاتی۔

رسول اللہ ﷺ کے فدائیوں کے ہاتھوں قائم شدہ حکومت' جس کی بنیاد حریت و مساوات اور اخوت و محبت کے اصولوں پر قائم کی گئی تھی' رومی شہنشاہیت سے یکسر مختلف تھی اور آج کل کی جمہوریتیں بھی افادیت کے لحاظ سے اس کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ اسلامی سلطنت کا یہ مقصد قطعاً نہ تھا کہ لوگوں کو عربوں کا مطیع و منقاد بنایا جائے اور انہیں رومیوں اور ایرانیوں کی غلامی سے نکال کر عربوں کی غلامی میں دے دیا جائے۔ اس کے برعکس اس کا اولیں مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو آزادی کی فضا میں سانس لینے کا موقع دیا جائے اور ان کے درمیان اخوت و مروت اور رحمت و شفقت کے ناقابل شکست رشتے پیدا کر دیئے جائیں۔ اسلامی سلطنت میں مفتوح اقوام کا درجہ فاتحین سے کسی طرح کم نہ تھا۔ مفتوح اقوام عربوں کی طرح تمام بنیادی حقوق سے بہرہ ور تھیں۔ جو شخص اسلام لے آتا تھا۔ اس سے مسلمانوں کا سا برتاؤ کیا جاتا تھا اور جو شخص اپنے آبائی مذہب پر قائم رہنا چاہتا تھا۔ اسے وہ تمام حقوق حاصل ہوتے تھے جو عرب کے دوسرے غیر مسلموں کو حاصل تھے۔ عرب فاتحین نے اپنے کسی بھی فعل سے یہ ظاہر نہ ہونے دیا کہ وہ عربوں اور غیر عربوں میں تفریق کے حامی ہیں۔ اہل عراق اور اہل شام میں جو لوگ اپنے آبائی مذہب پر قائم رہے' ان سے وہی سلوک کیا گیا جو نجران اور عرب کے دوسرے علاقوں کے عیسائیوں سے کیا جاتا تھا۔ بے شک مسلمان ان لوگوں میں اسلام کی تبلیغ اور ان پر اتمام حجت کرنے میں کوئی دقیقہ سعی فروگزاشت نہ کرتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود اگر کوئی شخص ان کی دعوت پر کان نہ دھرتا اور اسلام قبول نہ کرنے پر آمادہ نہ ہوتا تھا تو یہ خدائی فرمان ذہن میں رکھ کر اسے اس کے حال پر چھوڑ دیتے تھے:

مَن اهتدیٰ فانما یهتدی لنفسه و من ضل فانما یضل علیها وما

Marfat.com

انا علیکم بو کیل.

(جو شخص ہدایت قبول کرتا ہے' اس کا فائدہ خود اسی کو پہنچے گا اور جو شخص گمراہی کے راستے پر گامزن رہنا چاہتا ہے اس کے نقصان کا ذمہ دار بھی وہ خود ہے۔ اے رسول! ان لوگوں سے کہہ دو "میرا کام صرف یہ ہے کہ تم لوگوں تک آواز پہنچا دوں' ماننا یا نہ ماننا تمہارا کام ہے۔ تمہاری ہدایت اور گمراہی کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔") (ابوبکر صدیق اکبرؓ، از محمد حسین ہیکل صفحہ ۴۰۲)

انسانی ضمیر پر بسا اوقات جمود کی حالت بھی طاری ہو جاتی ہے اور محسوس ہوتا ہے کہ اس کی نشوونما بالکل رک چکی ہے۔ چنانچہ ہمارے زمانے میں مسلمانوں کے ادبار اور پستی کی وجہ یہی ہے کہ طبعی قوانین کے مطابق انسانی ضمیر پر جمود کی حالت طاری ہو چکی ہے لیکن جمود کی یہ حالت ہمیشہ کے لئے برقرار نہیں رہ سکتی۔ یقیناً ایسا وقت آئے گا جب یہ حالت ختم ہوگی' انسان کی مخفی صلاحیتیں ایک بار پھر بیدار ہوں گی اور انسانی ضمیر آہستہ آہستہ پختگی کی آخری حد تک پہنچ جائے گا۔ یہ حالت خواہ صدیوں بعد پیدا ہو' بہرحال پیدا ضرور ہو گی۔ یہی وہ دن ہوگا جب انسان اخلاق کے اس بلند ترین مرتبے تک پہنچ جائے گا جس کا اسلام اس سے تقاضا کرتا ہے۔ زمین پر ہر طرف امن و سلامتی کا دور دورہ ہوگا اور بنی نوع انسان کی باہمی کدورت و شکر رنجی مفقود ہو جائے گی۔

لیکن یہ صورت حال تب ہی پیدا ہوگی کہ کل روئے زمین کے لوگ آسمانی آواز پر کان دھر کر اللہ کی بادشاہی میں داخل ہو جائیں گے کیونکہ انسانی ضمیر تب ہی حد کمال کو پہنچ سکتا ہے کہ زمین کا چپہ چپہ اللہ کے نور سے معمور ہو جائے۔ اگر زمین کا ایک تو آسمانی نور سے حصہ پالے لیکن باقی حصے بہ دستور ضلالت و گمراہی کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں ڈھکے رہیں تو مناقشات اور جنگ و جدل کا سلسلہ ختم نہیں ہو سکتا۔ اس صورت حال کا مداوا کرنے کے لئے ہر زمانے میں ایسے انسان پیدا ہوتے رہیں گے جو ابوبکرؓ کے نقش قدم پر چل کر انسانی ضمیر کو جھنجھوڑنے کا کام انجام دیں گے اور جس طرح والدین اور استاد ہر ممکن طریقے سے اپنے بچوں اور شاگردوں کی تربیت کرتے ہیں اسی طرح وہ لوگ بھی بنی نوع انسان کی تربیت کے لئے مناسب حال طریقے استعمال کرنے سے دریغ نہ کریں گے۔

Marfat.com

انسانی ضمیر نے حد کمال کو پہنچنے کے لئے اب تک جو ترقی کی ہے اس میں بڑا اثر اسلامی تعلیمات کا ہے اور آئندہ بھی وہ ترقی کی منازل اسی وقت طے کر سکے گا جب وہ اسلام کی پیش کردہ تعلیمات کو اپنا لے۔ یہ وقت یقیناً آئے گا اور زمین کا گوشہ گوشہ اللہ کے نور سے جگمگا اٹھے گا۔

صدیق اکبرؓ کو برنارڈ شا کا خراج تحسین

ہم یہ بات محض خوش اعتقادی کی بناء پر نہیں کہہ رہے بلکہ مغربی مفکرین بھی غور و فکر کے بعد اسی نتیجے پر پہنچے ہیں چنانچہ ذیل میں ہم مشہور انگریز ادیب جارج برنارڈ شا کا ایک حوالہ پیش کرتے ہیں جسے پڑھنے سے ہماری رائے کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ برنارڈ شا لکھتا ہے:

''محمد ﷺ کے پیش کردہ دین کو ادیان عالم میں بہت ہی بلند مرتبہ حاصل ہے۔ دیگر ادیان کے برعکس اس دین میں دائما زندہ رہنے کی حیرت انگیز قوت موجود ہے۔ اس کی وجہ، جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں، یہ ہے کہ اسلام ہی وہ مذہب ہے جو اپنے اندر مختلف طریقہ ہائے حیات کو سمونے کی اہلیت اور بنی نوع انسان کے ہر طبقے کو جذب کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یورپ میں بھی اسے روز بہ روز مقبولیت حاصل ہو رہی ہے۔ جہالت و تعصب کے باعث از منہ وسطی میں اسلام کو انتہائی بھیانک صورت میں عوام کے سامنے پیش کیا گیا اور انہیں یہ یقین دلانے کی کوشش کی گئی کہ اسلام یسوع مسیح کا سب سے بڑا دشمن ہے لیکن میں محمد ﷺ کو انسانیت کا نجات دہندہ سمجھتا ہوں اور میرا اعتقاد ہے کہ اگر آج بھی دنیا کو محمد ﷺ کی خو بو رکھنے والے کسی شخص کی خدمات میسر آ جائیں تو بنی نوع انسان کی تمام مشکلات یکسر کافور ہو سکتی ہیں اور زمین میں امن و امان اور خوش بختی کا دور دورہ ہو سکتا ہے۔ آج زمانے کو انہیں چیزوں کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔

''انیسویں صدی عیسوی میں کارلائل اور گبن جیسے جلیل القدر مفکرین نے

Marfat.com

اسلام کو حقائق وانصاف کی کسوٹی پر پرکھا اور جو نتائج اخذ کر کے دنیا کے سامنے پیش کئے ان کی بناء پر یورپ والوں کے نقطہ نظر میں تبدیلی پیدا ہونی شروع ہوئی اور انہوں نے اسلام پر ہمدردانہ نظر سے غور وفکر کرنا شروع کیا۔ موجودہ بیسویں صدی میں تو اسلام کے متعلق اہل یورپ کے نقطہ نظر میں بہت زیادہ تبدیلی آچکی ہے اور نفرت وعداوت کی جگہ اسلام کی محبت نے لے لی ہے۔ اس رفتار کو دیکھتے ہوئے کچھ تعجب نہیں کہ اگلی صدی تک اسلام پورے طور پر اہل یورپ کے دلوں میں گھر کر جائے اور اسے وہ نجات کا ذریعہ سمجھ کر جوق در جوق اس میں داخل ہونا شروع ہو جائیں۔

''میری اپنی قوم اور یورپ کے دیگر ممالک کے متعدد اشخاص اسلام قبول کر چکے ہیں اور اب یہ بات بلاشک وشبہ کہی جاسکتی ہے کہ یورپ کے کلیۃ اسلام قبول کرنے کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے۔'' (بحوالہ صدیق اکبرؓ از محمد حسین ہیکل صفحہ ۴۳۹)

حالات جنگ میں بھی رحمت وشفقت کے مظاہرے

حضرت سعید بن مسیّبؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف لشکر روانہ فرمائے اور ان کا حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا۔ جب یہ لشکر سوار ہو کر چلے تو حضرت ابوبکر ان لشکروں کے اُمراء کے ساتھ رخصت کرنے کے لئے ثنیۃ الوداع تک پیدل گئے۔ ان امراء نے کہا یا خلیفۃ رسول اللہ! آپ پیدل چل رہے ہیں اور ہم سوار ہیں۔ انہوں نے کہا میں ثواب کی نیت سے یہ چند قدم اللہ کے راستہ میں اُٹھا رہا ہوں پھر حضرت ابوبکر ان کو ہدایات دینے لگے اور فرمایا میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی تاکید کرتا ہوں اللہ کے راستہ میں جہاد کرو اور جو اللہ تعالیٰ کو نہ مانے اس سے جنگ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کا مددگار ہے اور مال غنیمت میں خیانت نہ کرنا اور بدعہدی نہ کرنا اور بزدلی نہ دکھانا اور زمین میں فساد نہ پھیلانا اور تمہیں جو حکم دیا جائے اس کے خلاف نہ کرنا، جب تقدیر خداوندی سے

Marfat.com

مشرک دشمن سے تمہارا سامنا ہو تو اسے تین باتوں کی دعوت دینا، اگر وہ تمہاری باتیں مان لیں تو تم ان سے قبول کر لینا اور رُک جانا (سب سے پہلے، ان کو اسلام کی دعوت دو۔ اگر وہ اسے مان لیں تو تم ان سے اسے قبول کر لو اور ان سے (جنگ کرنے سے) رُک جاؤ۔ پھر ان سے کہو کہ وہ اپنا وطن چھوڑ کر مہاجرین کے وطن منتقل ہو جائیں اگر وہ ایسا کر لیں تو انہیں بتاؤ کہ ان کو وہ تمام حقوق ملیں گے جو مہاجرین کو حاصل ہیں اور ان پر وہ تمام ذمہ داریاں عائد ہوں گی جو مہاجرین پر ہیں اور اگر وہ اسلام میں داخل ہو جائیں اور اپنے وطن میں ہی رہنا پسند کریں اور مہاجرین کے وطن نہ آنا چاہیں تو انہیں بتا دینا کہ ان کے ساتھ دیہات میں رہنے والے مسلمانوں والا معاملہ ہوگا اور ان پر اللہ تعالیٰ کے وہ تمام احکام لاگو ہوں گے جو تمام مومنوں پر اللہ تعالیٰ نے فرض فرمائے ہیں اور مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں شرکت کئے بغیر انہیں فئے اور مال غنیمت میں سے کچھ نہیں ملے گا اور اگر اسلام قبول کرنے سے وہ انکار کریں تو انہیں جزیہ ادا کرنے کی دعوت دو۔ اگر وہ اسے مان جائیں تو تم ان سے اسے قبول کر لو اور ان سے (جنگ کرنے سے) رُک جاؤ اور اگر وہ (جزیہ دینے سے بھی) انکار کر دیں تو اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کر کے ان سے جنگ کرو۔ کھجور کے کسی درخت کو ضائع نہ کرنا اور نہ اسے جلانا اور کسی جانور کی ٹانگیں نہ کاٹنا اور نہ کسی پھل دار درخت کو کاٹنا اور نہ (ان کی) کسی عبادت گاہ کو گرانا اور بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا اور تم ایسے لوگوں کو بھی پاؤ گے جو خلوت خانوں میں گوشہ نشین ہوں گے انہیں ان کی حالت پر چھوڑ دینا کہ وہ اپنے کام میں لگے رہیں اور تمہیں ایسے لوگ بھی ملیں گے جن کے سروں میں شیطان نے اپنے گھونسلے بنا رکھے ہوں گے (یعنی وہ ہر وقت شیطانی حرکتوں میں لگے رہتے ہوں گے۔ اور گمراہ کرنے کے شیطانی منصوبے چلاتے ہوں گے ایسے لوگوں کی گردنیں اُڑا دینا۔ (بیہقی ج ۹ صفحہ ۸۵)

حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مرتد عربوں کی طرف بھیجا تو انہیں یہ ہدایات دیں کہ وہ ان مرتدین کو اسلام کی دعوت دیں اور ان کو اسلام کے فائدے اور ذمہ داریاں بتائیں اور ان کے دل میں ان کی ہدایت کی پوری طلب ہو ان مرتدین میں سے جو بھی اس دعوت کو قبول

Marfat.com

کرے گا وہ کالا ہو یا گورا اس کا اسلام قبول کرلیا جائے گا اس لئے کہ جو شخص اللہ کا انکار کرتا ہے اور کفر اختیار کرتا ہے اس سے اللہ پر ایمان لانے کے لئے قتال کیا جاتا ہے لہٰذا جسے اسلام کی دعوت دی گئی اور اس نے اسلام کو قبول کرلیا اور اس نے اپنے ایمان کو سچا کر دکھایا تو اب اس پر کوئی گرفت اور مواخذہ نہیں ہوگا اور اللہ تعالیٰ خود اس سے حساب لیں گے اور جو مرتد اسلام کی دعوت کو قبول نہ کرے حضرت خالدؓ اسے قتل کر دیں۔

حضرت صالح بن کیسان کہتے ہیں کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حیرہ میں پڑاؤ ڈالا تو حیرہ کے معزز شرفاء قبیصہ بن ایاس بن حیہ طائی کے ساتھ شہر سے نکل کر حضرت خالد کے پاس آئے قبیصہ کو کسریٰ نے نعمان بن منذر کے بعد حیرہ کا گورنر بنایا تھا چنانچہ حضرت خالد نے قبیصہ اور اس کے ساتھیوں سے کہا میں تمہیں اللہ اور اسلام کی طرف دعوت دیتا ہوں اگر تم اسے قبول کرلو تو تم مسلمان شمار ہوگے اور جو حقوق مسلمانوں کو حاصل ہیں وہ تمہیں ملیں گے اور جو ذمہ داریاں مسلمانوں پر عائد ہیں وہ تم پر ہوں گی اگر تم (اسلام قبول کرنے سے) انکار کرو تو پھر جزیہ ادا کرو اور اگر اس سے بھی انکار کرو تو میں تمہارے پاس ایسے لوگوں کو لے کر آیا ہوں کہ تمہیں زندہ رہنے کا جتنا شوق ہے ان کو اس سے کہیں زیادہ مرنے کا شوق ہے ہم تم سے لڑیں گے یہاں تک کہ اللہ ہی ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کر دے۔ قبیصہ نے حضرت خالد سے کہا ہمیں آپ سے جنگ کرنے کی ضرورت نہیں ہے ہم اپنے دین پر قائم رہیں گے اور آپ کو ہم جزیہ دیں گے چنانچہ حضرت خالد نے ان سے نوے ہزار درہم پر صلح کر لی اسی واقعہ کو بیہقی نے ابن اسحاق سے اس طرح بیان کیا ہے کہ حضرت خالد نے ان سے کہا کہ میں تمہیں اسلام کی طرف اور اس بات کی طرف دعوت دیتا ہوں کہ تم کلمہ شہادت۔

اشهد ان لا اله الا الله وحده وان محمد اعبداه و رسوله

پڑھ لو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور مسلمانوں کے تمام احکام کا اقرار کرو۔ اس طرح تمہیں بھی وہ حقوق حاصل ہو جائیں گے جو مسلمانوں کو حاصل ہیں اور تم پر بھی وہی ذمہ داریاں عائد ہوں گی جو مسلمانوں پر ہیں ہانی نے پوچھا کہ اگر میں اسے نہ چاہوں تو پھر حضرت خالد نے کہا کہ تم اس سے انکار کرتے ہو تو پھر تم اپنے ہاتھوں جزیہ ادا کرو۔ اس نے کہا

Marfat.com

اگر ہم اس سے بھی انکار کر دیں تو؟ حضرت خالد نے کہا اگر تم اس سے بھی انکار کرتے ہو تو میں تم کو ایک ایسی قوم کے ذریعہ روند ڈالوں گا کہ ان کو موت اس سے زیادہ پیاری ہے جتنی تم کو زندگی پیاری ہے۔ ہانی نے کہا ہمیں اس ایک رات کی مہلت دیں تا کہ ہم اس بارے میں غور کر سکیں حضرت خالد نے کہا ہاں تمہیں مہلت ہے صبح ہانی نے آ کر کہاں ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہم جزیہ ادا کریں گے آئیں ہم آپ سے صلح کر لیتے ہیں۔ (بیہقی ج۹ صفحہ ۱۸۷)

غلاموں کے حقوق

غلامی کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے کہ ایک بدقسمت شخص میدان جنگ میں گرفتار ہو جاتا ہے گرفتاری کے بعد مال غنیمت کے ساتھ اس کی تقسیم ہوتی ہے اور وہ ایک خاص شخص کی ملک بن جاتا ہے اس کے بعد اپنے آقا کی شخصی حکومت کے ساتھ اس کو سلطنت کے عام قوانین کے ماتحت زندگی بسر کرنا ہوتی ہے اس لئے اگر کسی قوم کی نسبت یہ سوال ہو کہ غلاموں کے متعلق اس کا کیا طرز عمل تھا؟ تو یہ ترتیب حسب ذیل عنوانات میں یہ سوال کیا جا سکتا ہے،

۱۔ حالت قید میں ان کے ساتھ کیا برتاؤ کیا گیا؟

۲۔ آقا نے غلام کو غلام بنا کر رکھا یا آزاد کر دیا؟

۳۔ غلاموں کو کیا کیا ملکی حقوق دیئے اور بادشاہ کا غلاموں کے ساتھ کیا طرز عمل رہا؟

صحابہ کرام کے زمانے میں جو لوگ غلام بنائے گئے ہم ان کے متعلق اسی ترتیب سے بحث کرتے ہیں۔

اسیران جنگ کا قتل نہ کرنا

اسلام سے پہلے مہذب سے مہذب ملکوں میں غلاموں کو قید کر کے بیدریغ قتل کر دیا جاتا تھا چنانچہ تاریخ قدیم میں اس کی بکثرت مثالیں ملتی ہیں، لیکن قرآن مجید میں اسیران جنگ کے متعلق یہ حکم ہے،

حتی اذا اثخنتموھم فشدوا الوثاق فاما منا بعد واما فداءً

Marfat.com

جب تم لوگ خوب خونریزی کر چکو تو قیدی بناؤ انکے بعد صرف دو صورتیں ہیں یا احساناً ان کو آزاد کر دو یا فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دو۔

اور صحابہ کرام نے شدت کے ساتھ اس کی پابندی کی چنانچہ ایک بار حجاج کے پاس ایک اسیر جنگ آیا اور اس نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو اس کے قتل کرنے کا حکم دیا لیکن انہوں نے کہا ہم اس پر مامور نہیں ہیں۔ اس کے بعد قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیت پڑھی۔

اسیران جنگ کو آرام و آسائش کی فراہمی

صحابہ کرام اسیران جنگ کو اپنے آپ سے بہتر کھانا کھلاتے تھے اور ان کے آرام و آسائش کے ضروری سامان بہم پہنچاتے تھے۔ خود قرآن مجید نے صحابہ کرام کی اس فضیلت کو نمایاں کیا ہے۔

ویطعمون الطعام علی حبه مسکینا ویتیماً و اسیراً

باوجود یہ کہ ان لوگوں کو خود کھانے کی خواہش ہو پھر بھی وہ مسکین کو یتیم کو اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں،

معجم طبرانی میں ہے کہ صحابہ کرام اسیران جنگ کے ساتھ اس قدر لطف و مراعات کرتے تھے کہ خود کھجور کھا لیتے تھے، مگر ان کو جو کی روٹی کھلاتے تھے،

حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں جب مالک بن نویرہ اپنے رفقا کے ساتھ گرفتار ہوا تو رات کو ان کو سخت سردی محسوس ہوئی، حضرت خالد بن ولیدؓ کو خبر ہوئی تو عام منادی کرادی،

ادفؤا اسراکم اپنے قیدیوں کو گرم کپڑے اوڑھاؤ

شاہی خاندان کے اسیران جنگ کے ساتھ برتاؤ

اگرچہ صحابہ کرام تمام قیدیوں کے ساتھ نہایت عمدہ برتاؤ کرتے تھے، لیکن شاہی خاندان کے قیدی اور بھی لطف و مراعات کے مستحق ہوتے تھے، حضرت عمرو بن العاصؓ نے جب جنگ مصر میں بلبیس پر حملہ کیا اور مقوقس شاہ مصر کی بیٹی ارمانوسہ گرفتار ہو کر آئی تو انہوں

نے حضرت عمرؓ کے حکم سے نہایت عزت واحترام کے ساتھ اس کو مقوقس کے پاس بھیج دیا اور مزید احتیاط کے لئے اس کے ساتھ ایک سردار کو کردیا کہ بحفاظت تمام اس کو پہنچا آئے۔

اسیران جنگ کو اعزہ واقارب کے ساتھ رکھنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عام حکم یہ تھا کہ قیدی اپنے اعزہ واقارب سے جدا نہ کئے جائیں صحابہ کرام اس حکم پر نہایت شدت کے ساتھ عمل فرماتے تھے ایک بار حضرت ابوایوب انصاریؓ کسی فوج میں تھے، اسیران جنگ کی تقسیم ہوئی تو بچوں کو ماں سے علیحدہ کردیا گیا، بچے رونے لگے تو انہوں نے ان کو ماں کی آغوش میں ڈال دیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص ماں سے بچوں کو جدا کرے گا خدا قیامت کے دن اس کو اس کے اعزہ واقارب سے جدا کردے گا۔

لونڈیوں کے ساتھ استبراء کے بغیر جماع کرنا

عرب میں یہ وحشیانہ طریقہ جاری تھا کہ جو لونڈیاں گرفتار ہو کر آتی تھیں ان سے استبراء رحم کے بغیر مباشرت کرنا جائز سمجھتے تھے اور اس میں حاملہ وغیر حاملہ کی کوئی تفریق نہیں کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طریقہ کو بالکل ناجائز قرار دیا اور ان لونڈیوں کو مطلقہ عورتوں کے حکم میں شامل کرلیا یعنی جب تک غیر حاملہ لونڈیوں پر عدت حیض نہ گذر جائے اور حاملہ لونڈیوں کا وضع حمل نہ ہوجائے ان سے اس قسم کا فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہوسکتا، صحابہ کرام غزوات میں اس حکم کی شدت کے ساتھ پابندی کرتے تھے، ایک بار حضرت رویفع بن ثابت انصاریؓ نے مغرب کے ایک گاؤں پر حملہ کیا، مال غنیمت کی تقسیم کا وقت آیا تو فوج کو یہ ہدایت فرمائی۔

من اصاب من هذا ابسی فلا یطوء ها حتی تحیض

یہ لونڈیاں جن لوگوں کے حصے میں آئیں، جب تک ان کو حیض نہ آجائے وہ ان سے جماع نہ کریں۔

دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے فرمایا،

Marfat.com

ایھا الناس انی لا اقول فیکم الا ماسمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول قام فینا یوم حنین فقال لا یحل لا مری یومن باللہ والیوم الآخران یسقی ماء زرع غیرہ یعنی اتیان الحبالی من السبایا وان یصیب امراۃ یثبا من ابسی حتی یستبرئھا.

لوگو! میں تم سے وہی بات کہتا ہوں جو میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے آپ نے حنین کے دن فرمایا جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لایا۔ اس کے لئے یہ جائز نہیں کہ دوسرے کی کھیتی میں آب پاشی کرے یعنی حاملہ اور ثیبہ لونڈیوں سے بغیر استبراء رحم جماع کرے۔

غلاموں کی آزادی

یہ وہ احسانات تھے جو صحابہ کرام حالت قید میں غلاموں کے ساتھ کرتے تھے لیکن ان کا اصلی احسان یہ ہے کہ جو لوگ قید کر کے غلام بنا لئے جاتے تھے اکثر ان کو بھی مختلف طریقوں سے آزاد کر دیتے تھے،

حضرت ام ورقہ بنت نوفلؓ ایک صحابیہ تھیں جنہوں نے دو غلام مدبر کئے تھے، جنہوں نے ان کو شہید کر دیا تا کہ جلد آزاد ہو جائیں۔

حضرت عائشہؓ نے ایک لونڈی اور ایک غلام کو آزاد کرنا چاہا مگر چونکہ دونوں کا نکاح ہو گیا تھا، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلے شوہر کو آزاد کر دو تا کہ بی بی کو طلاق لینے کا اختیار باقی نہ رہے۔

ایک بار وہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے ناراض ہو گئیں اور ان سے بول چال کی قسم کھائی عفو تقصیر کے بعد کفارہ یمین میں ۴۰ غلام آزاد کئے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ دفعۃً حالت خواب میں مر گئے، حضرت عائشہؓ نے ان کی جانب سے ۴ بکثرت غلام آزاد کئے ان کے پاس اسیران قبیلہ بنو تمیم میں سے ایک لونڈی تھی، آپ نے فرمایا کہ اس کو آزاد کر دو کیونکہ یہ اسماعیل کی اولاد میں سے ہے،

حضرت میمونہؓ کی ایک لونڈی تھی جس کو انہوں نے آزاد کر دیا، آپ کو معلوم ہوا تو

Marfat.com

فرمایا کہ خدا تم کو اس کا اجر دیگا لیکن اگر اپنے ماموں کو دے دیتیں تو اس سے زیادہ ثواب ملتا۔

سفینہ حضرت ام سلمہؓ کی ایک لونڈی تھی، انہوں نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گذاری کے لئے آزاد کر دیا۔

ایک صحابہ نے آپ کی خدمت میں بیان کیا کہ میری ایک لونڈی دامن کوہ میں بکریاں چرا رہی تھی بھیڑیا آیا اور ایک بکری کو اٹھا لے گیا اس پر مین نے اس کو طمانچے مارے یہ واقعہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوئی اور اس کو بلوا کر پوچھا کہ خدا کہاں ہے؟ اس نے کہا آسمان پر، پھر پوچھا میں کون ہوں؟ بولی رسول اللہ ﷺ ارشاد ہوا کہ اس کو آزاد کر دو یہ تو مسلمان ہے۔

مکاتب اس غلام کو کہتے ہیں جس کو ایک رقم معین کے ادا کرنے کے بعد آزادی کا حق حاصل ہو جاتا ہے، حضرت ام سلمہؓ اپنے غلاموں کو مکاتب بناتی تھیں لیکن قبل اس کے کہ پورا معاوضہ یعنی بدل کتابت ادا کریں اس سے کسی قدر رقم لے کر جلد سے جلد آزاد کر دیتی تھیں۔

ایک صحابی نے انتقال کیا تو وارث کی جستجو ہوئی، معلوم ہوا کہ کوئی نہیں ہے، ان کا صرف ایک آزاد کردہ غلام ہے، آپ نے اسی کو ان کی وراثت دلوادی۔

ایک غلام دو صحابیوں کے درمیان مشترک تھا ایک صحابی نے اپنا حصہ آزاد کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا ''خدا کا کوئی شریک نہیں'' اور اس غلام کو آزاد کر دیا۔

حضرت حکیم بن حزام نے زمانہ جاہلیت میں سو غلام آزاد کئے تھے، اسلام لائے تو زمانہ اسلام میں بھی سو غلام آزاد کئے ان غلاموں کی آزادی نہایت شان وشوکت کے ساتھ عمل میں آئی، چنانچہ وہ حج کو آئے تو عرفہ کے دن ان غلاموں کے گلے میں چاندی کے طوق ڈال کر لائے جن پر عتقاء اللہ عن حکیم بن حزام لکھا ہوا تھا یعنی یہ حکیم بن حزام کی جانب سے خدا کی راہ میں آزاد ہیں

حضرت عثمانؓ کی شہادت کا وقت آیا تو ۲۰ غلام آزاد کئے،

حضرت عمرؓ نے انتقال کے وقت جو وصیتیں کیں ان میں ایک یہ تھی،

Marfat.com

من ادرک وفاتی من سبی العرب فھو حرمن مال اللہ

یعنی غلامان عرب میں سے جو لوگ میری وفات کا زمانہ پائیں وہ خدا کے مال سے آزاد۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک غلام کو آزاد کیا تو غلام کے پاس جو مال تھا اگرچہ وہ اس کے مالک ہو سکتے تھے، لیکن مال بھی اسی کو دے دیا۔

حضرت ابو مذکورؓ ایک انصاری صحابی تھے۔ ان کی جائیداد کی کل کائنات ایک غلام سے زیادہ نہ تھی لیکن انہوں نے اس کو بھی مدبر کر دیا لیکن خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پسند نہیں فرمایا اور فروخت کر کے ان کو اس کی قیمت دلا دی۔

ایک اور صحابی کی ملک میں صرف ٦ غلام تھے جن کو انہوں نے مرتے وقت آزاد کر دیا لیکن وصیت کے قاعدے کے موافق آپ نے صرف دو غلاموں کی آزادی کو جائز رکھا۔

اسیران ہوازن میں سے حضرت عمرؓ کے پاس ایک لونڈی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کیا تو انہوں نے بھی حکم دیا کہ یہ لونڈی بھی انہی آزاد شدہ لوگوں کے ساتھ کر دی جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام اور آقا کو بھائی بھائی بنا دیا تھا اس لئے اگر صحابہ غلاموں کے ساتھ سختی کے ساتھ پیش آجاتے تھے تو اس جرم کے کفارے میں ان کو آزاد کر دیتے تھے، حضرت ابو مسعود انصاریؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اسی طرح ایک ایک غلام آزاد کئے تھے۔

ایک صحابی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میرے دو غلام ہیں، جو نہایت خائن، کذاب اور نافرمان ہیں میں جرائم پر ان کو برا بھلا کہتا ہوں اور سزا دیتا ہوں اس معاملہ میں میرا کیا انجام ہوگا؟ ارشاد ہوا ان کی خیانت، کذب، نافرمانی اور تمہاری سزا کا حساب ہوگا، اگر تمہاری سزا ان کے جرائم سے زیادہ ہوگی تو اس زیادتی کا تم سے بدلہ لیا جائے گا یہ سن کر وہ رونے پیٹنے لگے اور کہا کہ بہتر یہی ہے کہ میں ان کو اپنے پاس سے علیحدہ کر دوں، آپ گواہ رہئے کہ وہ آزاد ہیں۔

ایک بار آپ نے ابوالہیثم بن الیتھان انصاریؓ کو ایک غلام عنایت فرمایا اور ہدایت کی کہ اس کے ساتھ سلوک کرنا ان کی بی بی نے کہا "تم سے یہ نہ ہو سکے گا، بہتر یہ ہے کہ اس کو آزاد کردو" انہوں نے اس کو آزاد کردیا۔

ایک بار آپ نے حضرت ابوذرؓ کو ایک غلام دیا اور کہا کہ "اس کے ساتھ نیکی کرو" انہوں نے یہی نیکی کی کہ اس کو آزاد کردیا،

حضرت ابو ہریرہؓ اسلام لانے کے لئے چلے تو ساتھ میں غلام بھی تھا، وہ موقع پا کر راستے ہی میں بھاگا یا بھٹک گیا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائے تو اسی حالت میں غلام بھی آیا، آپ نے فرمایا ابو ہریرہؓ لینا تمہارا یہ غلام ہے "بولے" کہ آپ گواہ رہیے یہ خدا کی راہ میں آزاد ہے۔

ایک بار کسی شخص نے اپنے غلام سے کسی کام کو کہا وہ سو گیا، وہ آیا تو اس کے چہرے پر آگ ڈال دی، غلام گھبرا کر اٹھا تو کنویں میں گر پڑا، حضرت عمرؓ نے اس کے چہرے کی حالت دیکھی تو اس کو آزاد کردیا۔

صرف یہی نہیں تھا کہ صحابہ کرام اپنے مملوکہ لونڈی غلام کو آزاد کرتے تھے، بلکہ یہ اس قدر افضل کام خیال کیا جاتا تھا کہ دوسروں کے غلاموں کو صرف آزاد کرنے کے لئے خریدتے تھے، چنانچہ حضرت عائشہؓ نے ایک لونڈی کو اس لئے خریدنا چاہا کہ اس کو آزاد کر دیں ابتدائے اسلام میں حضرت ابوبکرؓ نے بھی سات غلام خرید کر آزاد کئے تھے،

حضرت زبیر بن عوامؓ نے ایک غلام خریدا اور اس کو آزاد کر دیا ان کے علاوہ بکثرت غلاموں کو صحابہ کرام نے آزاد کیا۔

میر اسماعیل نے بلوغ المرام کی شرح میں نجم الوہاج سے ایک فہرست نقل کی ہے جس کی رو سے صحابہ کرام کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد اونتالیس ہزار دو سو سینتیس تک پہنچتی ہے چنانچہ ان صحابہ کے نام اور ان کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد حسب ذیل ہے،

حضرت عائشہؓ	۶۷	حضرت عباسؓ	۷۰
حضرت حکیم بن حزامؓ	۱۰۰	حضرت عبداللہ بن عمرؓ	۱۰۰۰
ذوالکلاع حمیری	۸۰۰۰	حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ	۳۰۰۰۰

Marfat.com

اس کتاب میں حضرت ابوبکرؓ کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد نہیں بتائی ہے لیکن لکھا ہے کہ انہوں نے بکثرت غلام آزاد کئے۔

سیاسی حیثیت سے صحابہ کرام نے غلاموں کو جو حقوق عطا کئے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے

عرب کا غلام نہ بنانا

اوپر گذر چکا ہے کہ حضرت عائشہؓ کے پاس قبیلہ بنوتمیم کی ایک لونڈی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا کہ اس کو آزاد کردو کیونکہ یہ اسماعیل کی اولاد میں سے ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خود آپ اہل عرب کا غلام بنانا پسند نہیں فرماتے تھے، لیکن حضرت عمرؓ نے عام قانون بنا دیا کہ عرب کا کوئی شخص غلام نہیں بنایا جاسکتا چنانچہ حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں قبائل مرتدہ کے جو لوگ گرفتار ہوئے تھے ان کو انہوں نے اسی بناء پر آزاد کرادیا۔

اسلام کے پہلے عرب کے جو لوگ لونڈی یا غلام بنالئے گئے تھے ان کی نسبت یہ حکم دیا کہ اگر کسی قبیلہ کا کوئی شخص کسی قبیلہ میں غلام بنالیا گیا ہو تو وہ اس کے بدلے میں دو غلام بطور فدیہ کے دے کر آزاد کراسکتا ہے، اسی طرح ایک لونڈی کے عوض میں دو لونڈی دے کر آزاد کرائی جاسکتی ہے۔

غیر قومیں اگرچہ غلام بنائی جاسکتی تھیں، تاہم حضرت عمرؓ نے ان کو بھی بہت کم غلام بنایا مصر فتح ہوا تو چھ لاکھ مرد اور عورت مسلمانوں کے قبضہ میں آئے، فوج کے اکثر حصہ کا اصرار تھا کہ ان کو لونڈی غلام بنا کر تمام فوج پر تقسیم کردیا جائے لیکن حضرت عمرؓ نے جزیہ مقرر کر کے ان کو بالکل آزاد کردیا چند گاؤں کے لوگوں نے مسلمانوں کے خلاف جنگ کی تھی وہ گرفتار ہوئے تو لونڈی غلام بنا کر مدینہ میں بھیج دیئے گئے، لیکن حضرت عمرؓ نے انکو بھی واپس کردیا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے نام حکم بھیج دیا کہ کوئی کاشتکار یا پیشہ ور غلام نہ بنایا جائے۔

حضرت عمرؓ کے عہد میں زراعت کو جو ترقی ہوئی اور اس کی وجہ سے محاصل وخراج میں جو اضافہ ہوا اس کی اصل وجہ یہی تھی کہ انہوں نے اکثر مفتوح قوموں کو آزاد رکھا اور وہ

Marfat.com

آزادی کے ساتھ زراعت کے کاروباری میں مصروف رہیں۔

غلاموں کو مکاتب بنانا

غلاموں کی آزادی کی ایک صورت یہ ہے کہ ان سے یہ شرط کرلی جائے کہ اتنی مدت میں وہ اس قدر رقم ادا کر کے آزاد ہوسکتے ہیں یہ حکم خود قرآن مجید میں مذکور ہے۔

فکاتبوھم ان علمتھم فیھم خیرا

اگر تم کو غلاموں میں بھلائی نظر آئے تو ان سے مکاتبت کرلو،

لیکن حضرت عمرؓ کی خلافت سے پہلے یہ حکم وجوبی نہیں سمجھا جاتا تھا لیکن آقا کو معاہدہ مکاتبت کرنے یا نہ کرنے کا اختیار تھا، لیکن حضرت عمرؓ نے عملاً اس حکم کو وجوبی قرار دیا چنانچہ جب سیرین نے اپنے آقا حضرت انسؓ سے مکاتبت کی درخواست کی اور انہوں نے اس کو منظور کرنے سے انکار کردیا، تو حضرت عمرؓ نے ان کو بلوا کر کوڑے لگوائے اور قرآن مجید کی اس آیت کے رو سے ان کو معاہدہ کتابت کرنے پر مجبور کردیا۔

حضرت عمرؓ ہمیشہ اس قسم کے غلاموں کی آزادی میں آسانیاں پیدا کرتے رہتے تھے، ایک بار ایک مکاتب غلام نے مال جمع کر کے بدل کتابت ادا کرنا چاہا، لیکن آقا نے ایک بار اس رقم کے لینے سے انکار کردیا اور باقساط لینا چاہا وہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے کل رقم لے کر بیت المال میں داخل کروادی اور کہا "تم شام کو آنا میں تمہیں آزادی کا فرمان لکھدوں گا، اس کے بعد لینے یا نہ لینے کا تمہارے آقا کو اختیار ہوگا، آقا کو خبر ہوئی تو اس نے آکر یہ رقم وصول کرلی۔

ام ولد کے بیع وشراء کی ممانعت

آقا سے جس لونڈی کے اولاد پیدا ہوجاتی ہے، اس کو ام ولد کہتے ہیں، حضرت عمرؓ کے عہد خلافت سے پہلے اس قسم کی لونڈیاں عام لونڈیوں کے برابر سمجھی جاتی تھیں، لیکن حضرت عمرؓ نے یہ عام قاعدہ مقرر فرمادیا کہ اس قسم کی لونڈیاں نہ فروخت کی جاسکتیں نہ ان میں وراثت جاری ہوسکتی، نہ ان کا ہبہ ہوسکتا، بلکہ وہ آقا کی موت کے بعد آزاد ہوجائیں گی اس طرح لونڈیوں کی آزادی کا نیا راستہ نکل آیا۔

Marfat.com

اسیران جنگ سے اعزہ واقارب کو جدا نہ کرنا

اگرچہ صحابہ کرام مذہباً اور اخلاقاً خود ہی قیدیوں کو ان کے اعزہ واقارب سے جدا کرنا ناجائز سمجھتے تھے، لیکن حضرت عمرؓ نے قانوناً وحکماً اس کی ممانعت فرمادی چنانچہ تمام امرائے فوج کے نام فرمان بھیجے کہ بھائی سے اور لڑکی کو ماں سے جدا نہ کیا جائے ایک بار بازار میں شور سن کر حضرت عمرؓ نے اپنے دربان یرقاء کو بھیجا تو معلوم ہوا کہ ایک لونڈی کی ماں فروخت کی جارہی ہے انہوں نے تمام مہاجرین وانصار کو جمع کیا اور آیت "ولا تقطعوا ارحامکم" کو پڑھ کر کہا کہ اس سے بڑھ کر کیا قطع رحم ہوسکتا ہے؟ کہ لڑکی کو ماں سے جدا کیا جائے، چنانچہ اس کے بعد تمام امراء کے نام فرمان بھیج دیا کہ اس قسم کا قطع رحم جائز نہیں۔

غلاموں کے وظیفے

بیت المال سے مسلمانوں کو جو وظیفہ ملتا تھا، اس میں غلام برابر کے شریک تھے اول اول حضرت ابوبکرؓ نے غلاموں کو بیت المال میں تمام مسلمانوں کا شریک بنایا ابوداؤد کتاب الخراج میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔

کان ابی یقسم للحرو العبد

میرے باپ غلام اور آزاد کو مال تقسیم فرمادیتے تھے۔

حضرت عمرؓ نے جب باضابطہ طور پر تمام مسلمانوں کے وظائف مقرر فرمائے تو آقا کے برابر غلاموں کے وظائف بھی مقرر فرمائے۔ ان کو اس بات میں اس قدر کد تھی کہ جب ایک عامل نے غلاموں کو وظیفہ نہیں دیا، تو اس کو لکھ بھیجا کہ کسی مسلمان کا اپنے بھائی مسلمان کو حقیر سمجھنا نہایت بری بات ہے، حضرت عمرؓ نے اور مختلف طریقوں سے غلاموں کو مالی اعانتیں دیں، اہل عوالی کے مزدوری پیشہ غلاموں کی مردم شماری کرائی اور ان کے روزینے جاری کیے، حضرت عثمانؓ نے اس کو اور ترقی دی اور خوراک کے ساتھ کپڑے بھی مقرر فرمائے حضرت عمرؓ کا معمول تھا کہ ہفتہ کے روز عوالی کو جاتے اور جو غلام از کار رفتہ نظر

Marfat.com

آتے ان کے ٹیکس معاف کر دیتے،

حضرت عثمانؓ نے عام طور پر یہ ہدایت کی کہ جو لونڈی کوئی پیشہ نہیں جانتی اور جو غلام صغیر للسن ہیں ان کو کسی پیشہ کی تکلیف نہ دی جائے ورنہ ناجائز طریقے سے وہ روزینہ پیدا کریں گے لیکن اس کے ساتھ ان کو عمدہ کھانا دیا جائے۔

غلاموں کی تعلیم

سب سے بڑھ کر یہ صحابہ کرام نے غلاموں کو تعلیم بھی دلائی، ایک بار چند عیسائی غلام پکڑ کر آئے، تو حضرت عمرؓ نے ان کو مکتب میں داخل کر دیا۔

حضرت عثمانؓ نے حمران بن ابان کو خرید کر لکھنا سکھایا اور اپنا میر منشی بنایا بخاری سے معلوم ہوتا ہے کہ مکاتب میں آزاد بچوں کے ساتھ بہت سے غلاموں کے لڑکے بھی تعلیم پاتے تھے چنانچہ ایک بار حضرت ام سلمہؓ نے اُون صاف کرنے کے لئے مکتب سے لڑکے طلب کئے تو کہلا بھیجا کہ آزاد بچے نہ بھیجے جائیں۔

امان دینے کا حق صرف فاتح قوم کو حاصل ہوتا ہے لیکن خلفاء نے یہ حق خود غلاموں کو بھی دیا چنانچہ ایک بار مسلمانوں نے ایک قلعہ کا محاصرہ کیا تو ایک غلام نے محصور فوج کو امان دیدی تمام مسلمانوں نے کہا "اس کا اعتبار نہیں ہے" لیکن ان لوگوں نے کہا ہم آزاد اور غلام کو نہیں جانتے" اب اس باب میں حضرت عمرؓ سے استصواب کیا گیا تو انہوں نے لکھ بھیجا کہ مسلمانوں کے غلاموں کا معاہدہ خود مسلمانوں کا معاہدہ ہے۔

خلفاء راشدین لونڈیوں اور غلاموں کی عزت و آبرو کا اسی قدر پاس کرتے تھے جس قدر ایک آزاد مرد یا آزاد عورت کا کیا جا سکتا ہے، ایک بار ایک غلام نے کسی لونڈی کی ناموس پر ناجائز حملہ کیا اور حضرت عمرؓ کو خبر ہوئی تو غلام کو جلاوطن کر دیا۔

ان حقوق کے علاوہ ذاتی طور پر خلفائے راشدینؓ غلاموں کو عام مسلمانوں کے برابر سمجھتے تھے ان تمام مراتب کے پیش نظر ہو جانے کے بعد صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ صحابہ کرام کے زمانے میں شخصی اور ملکی دونوں حیثیتوں سے غلام غلام نہیں رہے تھے، بلکہ مسلمانوں کے ایک فرد بن گئے تھے۔ (سیر الصحابہ' اسوہ صحابہ حصہ دوم سے ماخوذ)

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد

انسان دوستی اور حقوق انسانی کے سب سے بڑے علمبردار

سیدنا حضرت عمر فاروق اعظمؓ

خطبہ خلافت

حضرت سعید بن میسیّب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر کھڑے ہو کر بیان فرمایا۔ پہلے اللہ کی حمد وثناء بیان کی پھر فرمایا۔

''اے لوگو! مجھے معلوم ہے کہ تم لوگ مجھ میں سختی اور دُرشتی دیکھتے ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتا تھا میں آپ کا غلام اور خادم تھا اور آپ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے جیسے فرمایا ہے بالمومنین رئوف رحیم۔ (ایمان داروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق مہربان ہیں) آپ واقعی ایسے ہی (بڑے ہی شفیق اور مہربان) تھے اس لئے میں آپ کے سامنے مستی ہوئی ننگی تلوار کی طرح رہتا تھا اگر آپ مجھے نیام میں ڈال دیتے یا مجھے کسی کام سے روک دیتے تو میں رُک جاتا۔ ورنہ میں آپ کی نرمی کی وجہ سے لوگوں کے ساتھ سختی سے پیش آتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں میرا یہی طرز رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اپنے ہاں بلا لیا اور دنیا سے جاتے وقت حضور ﷺ مجھ سے راضی تھے، میں اس پر اللہ کا بہت شکر ادا کرتا ہوں۔ اور اسے اپنی بڑی سعادت سمجھتا ہوں پھر حضور ﷺ کے بعد ان کے خلیفہ حضرت

ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ میرا یہی رویہ رہا۔آپ لوگ ان کے کرم تواضع اور نرم مزاجی کو جانتے ہی ہیں میں ان کا خادم تھا اور ان کے سامنے ستی ہوئی تلوار کی طرح رہتا تھا میں اپنی سختی کو ان کی نرمی کے ساتھ ملا دیتا تھا اگر وہ کسی معاملہ میں خود پہل کر لیتے تو میں رُک جاتا ورنہ میں اقدام کر لیتا اور ان کے ساتھ میرا یہی رویہ رہا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا سے اُٹھالیا اور دنیا سے جاتے وقت وہ مجھ سے راضی تھے میں اس پر اللہ کا بڑا شکر ادا کرتا ہوں اور میں اسے اپنی بڑی سعادت سمجھتا ہوں اور آج تمہارا مسئلہ میری طرف منتقل ہو گیا ہے (کیونکہ میں خلیفہ بنا دیا گیا ہوں) مجھے معلوم ہے کہ کہ بعض لوگ یہ کہیں گے کہ جب خلیفہ دوسرے تھے (عمر نہیں تھے) تو یہ ہم پر سختی کیا کرتے تھے اب جبکہ یہ خود خلیفہ بن گئے ہیں تو اب ان کی سختی کا کیا حال ہو گا۔تم پر واضح ہو جانا چاہئے کہ تمہیں میرے بارے میں کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے تم مجھے پہچانتے بھی ہو اور تم لوگ میرا تجربہ بھی کر چکے ہو۔اور اپنے نبی ﷺ کی سنت جتنی میں جانتا ہوں اتنی تم بھی جانتے ہو، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے ہر بات پوچھ رکھی ہے اب مجھے (ضرورت کی) کسی بات کے پوچھنے پر ندامت نہیں ہے، تم اچھی طرح سے سمجھ لو کہ اب جب کہ میں خلیفہ بن گیا ہوں تو اب میری سختی جو تم دیکھتے تھے وہ کئی گنا بڑھ گئی ہے لیکن یہ سختی اس انسان کے خلاف ہو گی جو ظلم اور زیادتی کرے گا اور یہ سختی طاقتور مسلمان سے حق وصول کر کے کمزور مسلمان کو دینے کے لئے ہو گی اور میں اپنی اس سختی کے باوجود اپنا رخسار تمہارے ان لوگوں کے لئے بچھادوں گا جو پاکدامن ہوں گے اور غلط کاموں سے رکیں گے اور بات مانیں گے اور مجھے اس بات سے بھی انکار نہیں ہے کہ اگر میرے اور تم میں سے کسی کے درمیان کسی فیصلہ کے بارے میں اختلاف ہو جائے تو تم جسے پسند کرو میں اس کے ساتھ اس کے پاس چلا جاؤں گا اور وہ (ثالث) میرے اور اس کے درمیان جو فیصلہ کرے گا وہ مجھے منظور ہو گا اے اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو۔اور اپنے بارے میں اس طرح

Marfat.com

میری مدد کرو کہ میرے پاس (ادھر اُدھر کی ساری) باتیں نہ لاؤ اور میرے نفس کے خلاف میری اس طرح مدد کرو کہ (جب ضرورت پیش آئے تو) مجھے نیکی کا حکم کرو اور مجھے بُرائی سے روکو اور تمہارے جن اُمور کا اللہ نے مجھے والی بنا دیا ہے ان میں تم میرے ساتھ پوری خیر خواہی کرو۔''

(کنز العمال ج ۳ صفحہ ۱۴۷) پھر آپ منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔

اسلام سے قبل ہی حضرت عمر فاروقؓ فصاحت و بلاغت' حسن و خطابت' شاعری سپاہ گری' اور بہادری کے ایسے اوصاف سے مزین تھے جو بعض ممتاز اشخاص کا طرہ امتیاز ہو سکتے تھے۔ لیکن حلقہ بگوش اسلام ہونے کے بعد حضرت عمرؓ کو بارگاہ رسالت حضورﷺ میں جو تقرب حاصل ہوا تو وہ اعلیٰ اخلاق و عادات کی مجسم تصویر بن گئے آپؓ کے آئینہ اخلاق میں خلوص' دنیا سے اجتناب' حق پرستی راست گوئی' تواضع اور سادگی کا عکس سب سے زیادہ نمایاں نظر آتا ہے۔ یہ اوصاف آپؓ میں ایسے راسخ تھے کہ جو شخص بھی آپؓ کی صحبت میں رہتا متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا۔ حضرت عمرؓ کے اخلاق عظیمہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے بعد تمام صحابہ کرام میں نمایاں نظر آتے ہیں اور یہی وجہ تھی کہ خود رسول کریمﷺ نے آپؓ کی بہت زیادہ تعریف کی۔ بلکہ یہاں تک فرمایا کہ میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتے۔ اسی طرح آنحضورﷺ نے مختلف موقعوں پر فرمایا۔

''عمرؓ کی وجہ سے خدا نے اسلام کی مدد کی۔ عمرؓ سے شیطان بھاگتا ہے۔ حق بات عمرؓ کی زبان اور دل کے ساتھ ہے۔ عمرؓ جب تک زندہ رہیں گے فتنے کے دروازے جب تک بند رہیں گے۔ جس نے عمرؓ نے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا ہر نبی کے وزیر ہوتے ہیں' میرے وزیر ابو بکرؓ اور عمرؓ ہیں۔ عمرؓ اپنی خصلت میں موسیٰ جیسے ہیں اور عمرؓ اہل جنت کا چراغ ہے۔''

الغرض حضرت عمر فاروقؓ اسلامی تعلیمات کی مجسم تصویر تھے۔ آپؓ رحم و کرم' شفقت اور عفو میں بھی مثالی انسان تھے۔ آپؓ نے ہر ایسے موقعے پر جہاں ہمدردی اور رحم کا تقاضا تھا۔ عملی طور پر رحم اور عضو کا ایسا نمونہ پیش کیا جس کی مثال ان کے بعد آج تک نہیں ملتی اس زمانے میں غلامی کا رواج عام تھا اسے فوراً بند کر دینا غیر فطری اور ناممکن

Marfat.com

بات تھی۔ حضرت عمرؓ غلاموں کے بارے میں مجسمہ رحم وکرم واقع ہوئے تھے۔ آپ نے اپنے دور خلافت میں غلاموں کا مرتبہ ان کے آقاؤں کے برابر کر دیا اور ساتھ ہی اعلان کر دیا کہ کوئی عربی غلام نہیں ہوسکتا۔ اس کے علاوہ غلاموں کی فلاح و بہبود کی بہتری کے لیے متعدد تدابیر اختیار کی۔ غلاموں کی تنخواہیں ان کے مالکوں کے برابر کیں۔ آزاد غلام بچوں کی تعلیم وتربیت کا عام مسلمان بچوں کے ساتھ انتظام کیا تاکہ ابتداء ہی سے وہ آزاد ماحول میں پرورش پائیں اور ان میں احساس کمتری پیدا نہ ہو۔ آپؓ اکثر غلاموں کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے اور لوگوں کو بھی یہ ہی ترغیب دیتے۔ آپؓ فرمایا کرتے تھے۔

”جو لوگ غلاموں کو اپنے ساتھ کھانا کھلانے میں عار سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر لعنت بھیجتا ہے۔“

حضرت عمرؓ نے دور خلافت میں ہر جگہ لنگر خانے' مسافر خانے اور یتیم خانے قائم کر کے اور غرباء و مساکین اور مجبور ولاچار لوگوں کو روزینے مقرر کر کے شفقت و رحم وکرم کا عملی نمونہ پیش کیا۔ آپؓ نے ذمیوں اور کافروں کے ساتھ جس شفقت اور رحم دلی کا سلوک کیا۔ آج مسلمان' مسلمان سے نہیں کرتے۔ زندگی کے آخری لمحے تک آپ کو ذمیوں کا خیال رہا۔ چنانچہ آئندہ ہونے والے خلفاء کے لیے وصیت کر دی کہ ذمیوں کے حقوق کا خاص خیال رکھا جائے اور ان کے ساتھ ہمیشہ شفقت اور رحم کا سلوک کیا جائے۔

رحم وکرم کے ساتھ ساتھ آپ درگزر اور عفو کا بھی کام لیتے تھے۔ ایک دفعہ حر بن قیس اور عینیہ بن حصن حاضر خدمت ہوئے، عینیہ نے کہا' آپؓ بہت سخت ہیں اور انصاف سے حکومت نہیں کرتے۔ حضرت عمر اس گستاخی پر بہت غضبناک ہوئے۔ حر بن قیس نے کہا' قرآن مجید میں تو جاہلوں کو چھوڑ دینے اور معاف کر دینے کا حکم ہے۔ یہ شخص جاہل ہے۔ اس کی بات کا خیال نہ کیجئے۔ اس سے حضرت عمرؓ کا غصہ بالکل ٹھنڈا پڑ گیا۔

عدل ومساوات

حضرت عمر فاروق نے امور خلافت کو جس عدل و مساوات' اور دیانت اور امانت سے انجام دیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ آپؓ کے دور خلافت میں شاہ وگدا' امیر وغریب

Marfat.com

مفلس و مالدار سب ایک حال میں نظر آتے تھے۔ آپ کی طرف سے عمال کو تاکیدی کا حکم تھا کہ کسی طرح کا امتیاز اور نمونہ اختیار نہ کریں۔ آپؓ نے خود ذاتی حیثیت سے بھی عدل ومساوات کو اپنا شعار بنا کے رکھا تھا۔ آپ نے کسی کو اپنے رشتہ دار ہونے کی بناء پر کبھی کوئی مرتبہ یا عہدہ نہ دیا۔ ان کا اپنا فرزند عبداللہ دلاور، متقی اور فاضل ہونے کے باوجود باپ سے کسی بلند مرتبے کی توقع نہ کر سکا حالانکہ اس کی ذاتی اور علمی صفات کے پیش نظر اگر کوئی اور حاکم ہوتا تو اسے ضرور کسی اہم عہدے پر فائز کرتا۔

ایک بار زید بن ثابتؓ قاضی مدینہ کی عدالت میں مدعا علیہ کی حیثیت سے گئے تو انہوں نے تعظیم کے لئے جگہ خالی کر دی۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ تم نے اس مقدمے میں یہ پہلی ناانصافی کی۔ یہ کہہ کر اپنے فریق کے برابر بیٹھ گئے۔ عدل ومساوات کے ضمن میں آپؓ کے قانون کے نفاذ میں کسی تخصیص اور امتیاز کے قائل نہ تھے۔ آپؓ کا اپنا لڑکا ابوشحمہ جوش جوانی میں زنا کا مرتکب ہوا تو ایک عام آدمی کی طرح اسے قانون وقت کے مطابق سو درے کی سزا دی۔ حتیٰ کے دوران سزا اس نے دم توڑ دیا۔

آپؓ کا قول تھا کہ میں ایک عیش ونشاط کی زندگی بسر کروں اور لوگ مصیبت وافلاس میں رہیں تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔ سفر شام میں لذیذ اور عمدہ کھانے پیش کئے گئے تو پوچھا عام مسلمان کو بھی یہ اخوان نعم میسر ہیں؟ لوگوں نے کہا، ہر شخص کے لئے کس طرح ممکن ہے۔ فرمایا تو مجھے بھی اس کی حاجت نہیں۔ مساوات کے اس قدر قائل تھے کہ مدینہ سے بیت المقدس گئے تو آپؓ کے ہمراہ ایک اونٹ اور ایک غلام سوار ہوتا اور آپ اونٹ کی مہار تھامے چلتے۔

خلیفہ کی اہمیت سے فاروق اعظم کے جاہ وجلال اور عدل وانصاف کا سکہ تمام دینا پر بیٹھا ہوا تھا۔ قیصر وکسریٰ کے سفیر آتے تو انہیں پتہ نہ چلتا تھا کہ شاہ کون ہے اور گدا کون ہے۔ حقیقتاً حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے ذاتی کردار واعمال سے عدل ومساوات کا ایسا نمونہ پیش کیا کہ حاکم ومحکوم اور آقا اور غلام کے سارے امتیازات ختم ہو کر رہ گئے اور اسلامی مملکت میں قانون کی بالادستی قائم ہوگئی۔

رعایا پروری

حضرت عمر نے اپنے دور خلافت میں رعایا پروری اور بنی نوع انسانی کی بہبود کے جو کام کیئے اور دنیا کے حکمرانوں کے کردار میں خال خال نظر آتے ہیں۔ پیوند لگے کپڑے پہنے اور ہاتھ میں درہ لیے مسلمانوں کے امیر حضرت عمر فاروقؓ بغیر کسی محافظ اور عملے کے بے تکلف عوام میں پھرا کرتے تھے۔ ہر شخص بلا تخصیص مذہب وملت جب چاہتا اور جہاں چاہتا آپؓ کو روک کر اپنی شکایات گوش گزار سکتا تھا۔ صوبائی حاکموں کو بھی تاکید تھی کہ عوام سے کھلے بندوں ملیں۔ رعایا کی شکایت اور پسندیدگی پر حضرت عمرؓ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ جیسے مقتدر صحابی کو جو حضور ﷺ کے عزیز اور فاتح ایران بھی تھے۔ اپنے عہدے سے اس لئے معزول کر دیا کہ عوام کی حق تلفی نہ ہو۔

خلیفۃ الرسول ہونے کی حیثیت سے آپ کی زندگی کا ہر لمحہ خلق خدا کی بہبود اور رعایا پروری کے لئے وقف تھا۔ آپ کا معمول تھا کہ مجاہدین کے گھروں پر جاتے' انکے اہل وعیال کی خبر گیری کرتے اور بسا اوقات انہیں بازار سے سودا سلف بھی لا دیتے۔ مقام جنگ سے سپاہیوں کے خطوط مدینہ پہنچتے تو حضرت عمرؓ خود وہ خطوط اہل فوج کے گھروں میں پہنچا آتے اور جس گھر میں کوئی پڑھا فرد نہ ہوتا' خود کو چوکھٹ پر بیٹھ جاتے اور گھر والے جو کچھ لکھاتے لکھ لیتے' راتوں کو عموماً گلیوں اور بازاروں میں گشت کرتے تاکہ عام آبادی کا حال معلوم ہوتا رہے۔

حضرت محمد بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی حضرت عثمان، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم جمع ہوئے اور میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے بات کرنے میں سب سے زیادہ جری حضرت عبدالرحمٰن بن عوف تھے چنانچہ ان حضرات نے (ان سے) کہا اے عبدالرحمٰن! کیا ہی اچھا ہو کہ آپ لوگوں کے بارے میں امیر المومنین سے بات کرلیں اور ان سے یہ کہیں کہ بہت سے حاجت مند لوگ آتے ہیں لیکن آپ کی ہیبت کی وجہ سے آپ سے بات نہیں کر پاتے ہیں اور اپنی ضرورت پوری کیئے بغیر ہی واپس چلے جاتے ہیں چنانچہ حضرت عبدالرحمٰنؓ

Marfat.com

بن عوف نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ اے امیرالمومنین! آپ لوگوں کے ساتھ نرمی اختیار فرمائیں کیونکہ بہت سے ضرورت مند آپ کے پاس آتے ہیں لیکن آپ کے رعب اور ہیبت کی وجہ سے آپ سے بات نہیں کر پاتے ہیں اور آپ سے اپنی ضرورت کہے بغیر ہی واپس چلے جاتے ہیں۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تمہیں حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت سعدؓ نے یہ بات کرنے کو کہا ہے؟ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا جی ہاں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے عبدالرحمٰنؓ! اللہ کی قسم! میں نے لوگوں کے ساتھ اتنی نرمی اختیار کی کہ اس نرمی پر اللہ سے ڈرنے لگا (کہ کہیں وہ) اس نرمی پر پکڑ نہ فرمالے پھر میں نے لوگوں پر اتنی سختی اختیار کی کہ اس سختی پر اللہ سے ڈرنے لگا (کہ کہیں وہ اس سختی پر میری پکڑ نہ فرمالے) اب تم ہی بتاؤ کہ چھٹکارا کی کیا صورت ہے؟ حضرت عبدالرحمٰنؓ وہاں سے روتے ہوئے چادر گھسیٹتے ہوئے اٹھے اور ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہہ رہے تھے ہائے افسوس! آپ کے بعد ان کا کیا بنے گا (ہائے افسوس! آپ کے بعد ان کا کیا بنے گا)۔ (طبقات ابن سعد ج ۳ صفحہ ۲۰۶)

حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں سخت قحط پڑا جسے عام الرمادہ کہا جاتا ہے، رمادہ کے معنی ہلاکت میں یا راکھ، یعنی ہلاکت کا وہ سال جس میں لوگوں کے رنگ قحط کی وجہ سے راکھ جیسے ہو گئے تھے) تو ہر طرف سے عرب کھچ کر مدینہ منورہ آگئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کو ان کے انتظام اور ان میں کھانا اور سالن تقسیم کرنے کے لئے مقرر کیا۔ ان لوگوں میں حضرت یزید بن اُخت نمرہ، حضرت مسور بن مخرمہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عبد قاری اور حضرت عبداللہ بن عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہم تھے۔ شام کو یہ حضرات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہوتے اور دن بھر کی ساری کارگزاری سناتے۔ ان میں سے ہر ایک آدمی مدینہ کے ایک کنارے پر مقرر تھا اور یہ دیہاتی لوگ ثنیۃ الوداع کے شروع سے لے کر رائج قلعہ، بنو حارثہ، بنو عبدالاشہل بقیع اور بنو قریظہ تک ٹھہرے ہوئے تھے اور ان میں سے کچھ بنو سلمہ کے علاقہ میں بھی ٹھہرے ہوئے تھے بہرحال یہ لوگ مدینہ منورہ کے باہر چاروں طرف ٹھہرے ہوئے

Marfat.com

تھے۔ایک رات جب یہ دیہاتی لوگ حضرت عمرؓ کے ہاں کھانا کھا چکے تو میں نے حضرت عمرؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہمارے ہاں جو رات کا کھانا کھاتے ہیں ان کی گنتی کرو چنانچہ ان کی گنتی کی تو ان کی تعداد سات ہزار تھی پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا وہ گھرانے جو یہاں نہیں آئے ان کی اور بیماروں اور بچوں کی بھی گنتی کرو ان کو گنا تو ان کی تعداد چالیس ہزار تھی پھر چند راتیں اور گذریں تو لوگ اور زیادہ ہو گئے تو حضرت عمرؓ کے فرمانے پر دوبارہ گنا تو جن لوگوں نے حضرت عمرؓ کے ہاں رات کا کھانا کھایا تھا وہ دس ہزار تھے اور دوسرے لوگ پچاس ہزار تھے یہ سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے بارش بھیج دی اور قحط دور فرما دیا۔ جب خوب بارش ہو گئی تو میں نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ نے ان انتظامی لوگوں میں سے ہر ایک کی قوم کے ذمہ یہ کام لگایا کہ ان آنیوالے لوگوں میں سے جو ان کے علاقے میں ٹھہرے ہوئے ہیں ان کو ان کے دیہات کی طرف واپس بھیج دیں اور انہیں زادراہ اور دیہات تک جانے کیلئے سواریاں بھی دیں، اور میں نے دیکھا کہ خود حضرت عمرؓ بھی انہیں بھیجنے میں لگے ہوئے تھے۔ان قحط زدہ لوگوں میں موتیں بھی بہت ہوئی تھیں میرے خیال میں ان میں سے دو تہائی لوگ مر گئے ہوں گے اور ایک تہائی بچے ہوں گے حضرت عمر کی بہت ساری دیگیں تھیں پکانے والے لوگ صبح تہجد میں اُٹھ کر ان دیگوں میں کرکور (ایک قسم کا دلیا) پکاتے پھر صبح یہ دلیا بیماروں کو کھلا دیتے۔ پھر آٹے میں گھی ملا کر ایک قسم کا کھانا پکاتے حضرت عمرؓ کے کہنے پر بڑی بڑی دیگوں میں تیل ڈال کر آگ پر اتنا جوش دیا جاتا کہ تیل کی گرمی اور تیزی چلی جاتی پھر روٹی کا ثرید بنا کر اس میں یہ تیل بطور سالن کے ڈال دیا جاتا (چونکہ عرب تیل استعمال کرنے کے عادی نہیں تھے) اس لئے تیل استعمال کرنے سے ان کو بخار ہو جاتا تھا قحط سالی کے اس تمام عرصے میں حضرت عمرؓ نے نہ اپنے کسی بیٹے کے ہاں کھانا کھایا اور نہ اپنی کسی بیوی کے ہاں بلکہ ان قحط زدہ لوگوں کے ساتھ ہی رات کا کھانا کھاتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے بارش بھیج کر) انسانوں کو زندگی عطا فرمائی۔ (طبقات ابن سعد ج ۳ ۲۱۶)

حضرت فراس دیلمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے مصر سے جو اونٹ بھیجے تھے ان میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ روزانہ بیس اونٹ ذبح کر کے اپنے دستر خوان پر لوگوں کو کھلاتے تھے۔ (کنز العمال ج ۴ صفحہ ۳۸۷)

Marfat.com

حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک رات گشت کر رہے تھے تو وہ ایک عورت کے پاس سے گزرے جو اپنے گھر کے درمیان میں بیٹھی ہوئی تھی اور اس کے اردگرد بچے رو رہے تھے اور ایک دیگچی پانی سے بھر کر آگ پر رکھی ہوئی تھی حضرت عمرؓ نے دروازے کے قریب آ کر کہا اے اللہ کی بندی! یہ بچے کیوں رو رہے ہیں؟ اس عورت نے کہا بھوک کی وجہ سے رو رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ رونے لگے پھر جس گھر میں صدقے کا مال رکھا ہوا تھا وہاں آئے، ایک بورا لے کر اس میں کچھ آٹا' چربی' گھی' کھجوریں' کچھ کپڑے اور درہم ڈالے یہاں تک کہ وہ بورا بھر گیا، پھر کہا اے اسلم! یہ بورا اٹھا کر میرے اوپر رکھ دو میں نے کہا اے امیر المومنین! آپ کی جگہ میں اٹھا لیتا ہوں حضرت عمرؓ نے مجھ سے کہا اے اسلم! تیری ماں مرے! میں ہی اسے اٹھاؤں گا کیونکہ آخرت میں ان کے بارے میں مجھ سے ہی پوچھا جائے گا چنانچہ حضرت عمرؓ خود ہی اسے اٹھا کر اس عورت کے گھر لائے اور دیگچی لے کر اس میں آٹا اور چربی اور کھجوریں ڈالیں اور آگ پر اسے رکھ کر) خود ہی اسے اپنے ہاتھ سے ہلانے لگ گئے اور دیگچی کے نیچے (آگ میں پھونک مارنے لگ گئے میں کتنی دیر دیکھتا رہا کہ دھواں حضرت عمرؓ کی داڑھی کے درمیان سے نکل رہا ہے یہاں تک کہ ان کے لئے کھانا پک گیا۔ پھر اپنے ہاتھ سے کھانا ڈال کر ان بچوں کو کھلانے لگے۔ یہاں تک کہ بچوں کا پیٹ بھر گیا۔ پھر گھر سے باہر آ کر گھٹنوں کے بل تواضع سے بیٹھ گئے لیکن مجھ پر ایسا رعب طاری ہوا کہ میں ڈر کے مارے ان سے بات نہ کر سکا حضرت عمرؓ ایسے ہی بیٹھے رہے یہاں تک کہ بچے کھیل کود میں لگ کر ہنسنے لگے تو حضرت عمرؓ اٹھے اور کہنے لگے اے اسلم! تم جانتے ہو میں بچوں کے سامنے کیوں بیٹھا؟ میں نے کہا نہیں انہوں نے کہا میں نے ان کو روتے ہوئے دیکھا تھا مجھے یہ اچھا نہیں لگا کہ میں ان بچوں کو ہنستے ہوئے دیکھے بغیر ہی چھوڑ کر چلا جاؤں۔ جب وہ ہنسنے لگے تو میرا جی خوش ہو گیا۔ (کنز العمال ج ۴ صفحہ ۴۱۵ بحوالہ حیات الصحابہ حصہ دوم)

دودھ پیتے بچوں کے لئے وظیفوں کا تقرر

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک تجارتی قافلہ مدینہ منورہ آیا اور انہوں نے عید گاہ میں قیام کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما سے فرمایا کیا تم اس بات کے لئے تیار ہو کر ہم دونوں اس قافلہ کا چوروں سے پہرہ دیں؟ (انہوں نے کہا ٹھیک ہے) چنانچہ یہ دونوں حضرات رات بھر قافلہ کا پہرہ بھی دیتے رہے اور باری باری نماز بھی پڑھتے رہے۔ حضرت عمرؓ نے ایک بچے کے رونے کی آواز سنی تو انہوں نے جا کر اس کی ماں سے کہا اللہ سے ڈر اور اپنے بچے کا خیال کر اور پھر حضرت عمرؓ اپنی جگہ واپس آ گئے پھر بچے کے رونے کی آواز سنی تو حضرت عمرؓ نے جا کر دوبارہ اس کی ماں کو وہی بات کہی اور پھر واپس آ گئے جب آخر رات ہوئی تو پھر انہوں نے اس بچے کے رونے کی آواز سنی تو اس کی ماں سے کہا تیرا بھلا ہو! میرا خیال ہے کہ تو بچے کے حق میں بُری ماں ہے، کیا بات ہے تیرا بیٹا رات آرام نہ کر سکا؟ اس عورت نے کہا اے اللہ کے بندے! آج رات تو (بار بار آ کر) تم نے مجھے تنگ کر دیا۔ میں بہلا پھسلا کر اس کا دودھ چھڑانا چاہتی ہوں لیکن یہ مانتا نہیں حضرت عمرؓ نے پوچھا تم اس کا دودھ کیوں چھڑانا چاہتی ہو؟ اس عورت نے کہا کیونکہ حضرت عمرؓ اس بچے کا وظیفہ مقرر کرتے ہیں جو دودھ چھوڑ چکا ہو۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا اس بچے کی عمر کیا ہے؟ اس عورت نے کہا اتنے مہینے کا ہے، حضرت عمرؓ نے کہا تیرا بھلا ہو! اس کا دودھ چھڑانے میں جلدی نہ کر (پھر آپ وہاں سے واپس آئے) اور فجر کی نماز پڑھائی اور نماز میں بہت روئے زیادہ رونے کی وجہ سے ان کا قرآن لوگوں کو سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ سلام پھیرنے کے بعد آپ نے لوگوں سے کہا عمرؓ کے لئے ہلاکت ہو! اس نے مسلمانوں کے کتنے بچے مار ڈالے کہ عمرؓ نے اصول یہ بنایا کہ دودھ چھڑانے کے بعد بچے کو وظیفہ ملے گا اس وجہ سے نہ معلوم کتنے بچوں کا دودھ قبل از وقت چھڑایا گیا ہوگا اور بچوں کو تکلیف ہوئی ہوگی) پھر اپنے منادی کو حکم دیا کہ وہ یہ اعلان کرے کہ خبردار! تم اپنے بچوں کا جلدی دودھ نہ چھڑاؤ کیونکہ ہم ہر دودھ پیتے مسلمان بچے کا بھی وظیفہ مقرر کریں گے اور تمام علاقوں میں بھی (اپنے گورنروں کو) یہ لکھوا بھیجا کہ آئندہ ہر دودھ پیتے مسلمان بچے کا بھی وظیفہ مقرر کریں گے۔ (طبقات ابن سعد حیات الصحابہ)

Marfat.com

مال کی کثرت اور فکرِ آخرت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کا معمول یہ تھا کہ وہ جب نماز سے فارغ ہو جاتے تو لوگوں کی خاطر بیٹھ جاتے۔ جس کو کوئی ضرورت ہوتی تو وہ ان سے بات کر لیتا اور اگر کسی کو کوئی ضرورت نہ ہوتی تو کھڑے ہو جاتے ایک مرتبہ انہوں نے لوگوں کو بہت سی نمازیں پڑھائیں لیکن کسی نماز کے بعد بیٹھے نہیں میں نے ان کے دربان سے کہا اے یرفا! کیا امیر المومنین کو کوئی تکلیف یا بیماری ہے؟ اس نے کہا نہیں امیر المومنین کو کوئی تکلیف یا بیماری نہیں ہے میں وہیں بیٹھ گیا۔ اتنے میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما بھی تشریف لے آئے وہ بھی آ کر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر میں یرفا باہر آیا اور اس نے کہا اے ابن عفانؓ اے ابن عباسؓ! آپ دونوں اندر تشریف لے چلیں۔ چنانچہ ہم دونوں حضرت عمرؓ کے پاس اندر گئے۔ وہاں ہم نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ کے سامنے مال کے بہت سے ڈھیر رکھے ہوئے ہیں اور ہر ڈھیر پر کندھے کی ہڈی رکھی ہوئی تھی (جس پر کچھ لکھا ہوا تھا) اس زمانے میں کاغذ کی کمی کی وجہ سے ہڈیوں پر بھی لکھا جاتا تھا، حضرت عمرؓ نے فرمایا میں نے تمام اہل مدینہ پر نگاہ ڈالی تو تم دونوں ہی مجھے مدینہ میں سب سے بڑے خاندان والے نظر آئے ہو یہ مال لے جاؤ اور آپس میں تقسیم کر لو اور جو بچ جائے وہ واپس کر دینا۔ حضرت عثمانؓ نے تو لپ بھر کر لینا شروع کر دیا لیکن میں نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر عرض کیا کہ اگر کم پڑ گیا تو آپ ہمیں اور دیں گے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے نا پہاڑ کا ایک ٹکڑا۔ یعنی ہے نا اپنے باپ عباس کا بیٹا (کہ ان کی طرح جری سمجھدار اور ہوشیار ہے) کیا یہ مال اس وقت اللہ کے پاس نہیں تھا جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہؓ (فقر وفاقہ کی وجہ سے) کھال کھایا کرتے تھے؟ میں نے کہا اللہ کی قسم! جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم زندہ تھے تو یہ سب کچھ اللہ کے پاس تھا لیکن اگر اللہ ان کو یہ سب کچھ دیتے تو وہ کسی اور طرح تقسیم کرتے جس طرح آپ کرتے ہیں اس طرح نہ کرتے۔ اس پر حضرت عمرؓ کو غصہ آ گیا اور فرمایا اچھا کس طرح تقسیم کرتے؟ میں نے کہا خود بھی کھاتے اور ہمیں بھی کھلاتے۔ یہ سنتے ہی حضرت عمرؓ اونچی آواز سے رونے لگ پڑے جس سے ان کی پسلیاں

زور زور سے ملنے لگیں پھر فرمایا میں یہ چاہتا ہوں کہ میں اس خلافت سے برابر چھوٹ جاؤں' نہ اس پر مجھے کچھ انعام ملے اور نہ میری پکڑ ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کی خدمت میں گیا۔ میں نے دیکھا کہ ان کے سامنے چمڑے کے دستر خوان پر سونا پڑا ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا آؤ اور یہ سونا اپنی قوم میں تقسیم کر دو۔ اللہ تعالیٰ نے ہ اور مال اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے دور رکھا اور مجھے دے رہے ہیں اب اللہ ہی زیادہ جانتے ہیں کہ مجھے یہ مال خیر کی وجہ سے دیا جا رہا ہے یا شر کی وجہ سے پھر فرمایا نہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ سے یہ مال اس وجہ سے دور نہیں رکھا کہ ان دونوں کے ساتھ شر کا ارادہ تھا اور مجھے اس وجہ سے نہیں دے رہے ہیں کہ میرے ساتھ خیر کا ارادہ ہے (بلکہ معاملہ برعکس معلوم ہوتا ہے) (حیات الصحابہ دوم صفحہ ۲۴۵)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بلانے کے لئے میرے پاس ایک آدمی بھیجا۔ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب میں دروازے کے قریب پہنچا تو میں نے اندر سے ان کے زور سے رونے کی آواز سنی میں نے گھبرا کر کہا انا للہ وانا الیہ راجعون . اللہ کی قسم! امیر المومنین کو کوئی زبردست حادثہ پیش آیا ہے (جس کی وجہ سے اتنے زور سے رو رہے ہیں) میں نے اندر جا کر ان کا کندھا پکڑ کر کہا اے امیر المومنین پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں انہوں نے کہا نہیں۔ پریشان ہونے کی بات ہے اور ہاتھ پکڑ کر دروازے کے اندر لے گئے میں نے وہاں جا کر دیکھا کہ اوپر نیچے بہت سے تھیلے رکھے ہوئے ہیں انہوں نے فرمایا اب خطاب کی اولاد کی اللہ کے ہاں کوئی قیمت نہیں رہی۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو میرے دونوں ساتھیوں یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی یہ مال دے دیتے اور وہ دونوں اسے خرچ کرنے میں جو طریقہ اختیار کرتے میں بھی اسے اختیار کرتا میں نے کہا آئیں بیٹھ کر سوچتے ہیں کہ اسے کیسے خرچ کرنا ہے چنانچہ ہم لوگوں نے امہات المومنین (حضور ﷺ کی ازواج مطہرات) کے لئے چار چار ہزار اور مہاجرین کے لئے چار چار ہزار اور باقی لوگوں کیلئے دو دو ہزار درہم تجویز کئے اور یوں وہ سارا مال تقسیم

کر دیا۔ (کنز العمال ج ۲ صفحہ ۳۱۸)

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک سخت گرم دن میں سر پر چادر رکھے ہوئے باہر نکلے ان کے پاس سے ایک جوان گدھے پر گزرا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا اے جوان! مجھے اپنے ساتھ بٹا لے وہ نوجوان کود کر گدھے سے نیچے اُترا اور اس نے عرض کیا اے امیر المومنین! آپ سوار ہو جائیں حضرت عمرؓ نے فرمایا نہیں پہلے تم سوار ہو جاؤ میں تمہارے پیچھے بیٹھ جاؤں گا تم مجھے نرم جگہ بٹھانا چاہتے ہو اور خود سخت جگہ بیٹھنا چاہتے ہو چنانچہ وہ جوان گدھے پر آگے بیٹھا اور حضرت عمرؓ اس کے پیچھے آپ جب مدینہ میں داخل ہوئے تو آپ پیچھے بیٹھے ہوئے تھے اور سب لوگ آپ کو دیکھ رہے تھے (حیاۃ الصحابہ دوم صفحہ ۷۰۹)

حضرت سنان بن سلمہ ہذلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں چند لڑکوں کے ساتھ نکلا اور ہم مدینہ میں گری ہوئی ادھ کچری کھجوریں چننے لگے کہ اتنے میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کوڑا لئے ہوئے آگئے جب لڑکوں نے ان کو دیکھا تو وہ سب کھجوروں کے باغ میں ادھر اُدھر بکھر گئے لیکن میں وہیں کھڑا رہا اور میری لنگی میں کچھ کھجوریں تھیں میں نے وہاں سے چنی تھیں۔ میں نے کہا اے امیر المومنین یہ کھجوریں وہ ہیں جو ہوا سے نیچے گری ہیں (یعنی میں نے درخت سے نہیں توڑی ہیں) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لنگی میں رکھی ہوئی ان کھجوروں کو دیکھا اور مجھے نہ مارا میں نے کہا اے امیر المومنین میں گھر جانا چاہتا ہوں راستے میں آگے لڑکے کھڑے ہیں جو میری یہ تمام کھجوریں چھین لیں گے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں ہرگز نہیں چلو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں چنانچہ حضرت عمرؓ میرے ساتھ میرے گھر تک آئے۔ (حیاۃ الصحابہ دوم صفحہ ۷۱۰ بحوالہ طبقات ابن سعد)

حضرت مالک رحمۃ اللہ علیہ کے دادا بیان کرتے ہیں کہ میں نے کئی بار دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب مکہ سے مدینہ واپس آتے تو مدینہ سے پہلے معرس مسجد ذوالحلیفہ میں قیام فرماتے اور جب مدینہ منورہ میں داخل ہونے کیلئے سوار ہوتے تو سواری پر پیچھے کسی کو ضرور بٹھاتے اور کوئی نہ ملتا تو کسی لڑکے کو ہی بٹھا لیتے اور اسی حال میں مدینہ میں داخل ہوتے راوی کہتے ہیں میں نے کہا کیا حضرت عمرؓ اور عثمان رضی

Marfat.com

اللہ عنہما اپنے پیچھے تواضع کے خیال سے بٹھایا کرتے تھے؟ تو انہوں نے کہا تواضع کے خیال سے بھی بٹھاتے تھے اور یہ بھی چاہتے تھے کہ پیدل آدمی کو سواری مل جائے اس کا بھی فائدہ ہو جائے اور یہ بھی چاہتے تھے کہ وہ اور بادشاہوں جیسے نہ ہوں کہ وہ تو کسی عام آدمی کو اپنے پیچھے بٹھاتے نہیں پھر وہ بتانے لگے کہ اب تو لوگوں نے نیا طریقہ ایجاد کرلیا ہے خود سوار ہو جاتے ہیں اور غلام اور لڑکوں کو اپنے پیچھے پیدل چلاتے ہیں یہ بہت ہی عیب کی بات ہے (ایضاحیاۃ الصحابہ بحوالہ بیہقی و کنز العمال)

حضرت میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے ہمدانی نے بتایا کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ خچر پر سوار ہیں اور ان کا غلام نائل ان کے پیچھے بیٹھا ہے حالانکہ آپ اس وقت خلیفہ تھے۔

حضرت عبداللہ رومی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ رات کو اپنے وضو کا انتظام خود کیا کرتے تھے کسی نے ان سے کہا اگر آپ اپنے کسی خادم سے کہہ دیں تو وہ انتظام کر دیا کرے گا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا رات ان کی اپنی ہے جس میں وہ آرام کرتے ہیں حضرت ابوبکرؓ تاجر آدمی تھے روزانہ صبح جا کر خرید و فروخت کیا کرتے ان کا بکریوں کا ایک ریوڑ بھی تھا جو شام کو ان کے پاس واپس آتا کبھی اس کو چرانے خود جاتے اور کبھی کوئی اور چرانے جاتا اپنے محلّہ والوں کی بکریوں کا دودھ بھی نکال دیا کرتے تھے جب خلیفہ بنے تو محلّہ کی ایک لڑکی نے کہا (اب تو حضرت ابوبکرؓ خلیفہ بن گئے ہیں لہٰذا) ہمارے گھر کی بکریوں کا دودھ اب تو کوئی نہیں نکالا کرے گا۔ حضرت ابوبکرؓ نے یہ سن کر فرمایا نہیں۔ میری عمر کی قسم! میں آپ لوگوں کے لئے دودھ ضرور نکالا کروں گا اور مجھے اُمید ہے کہ خلافت کی ذمہ داری جو میں نے اُٹھائی ہے یہ مجھے ان اخلاق کریمانہ سے نہیں ہٹائے گی جو پہلے سے مجھ میں ہیں۔ چنانچہ خلافت کے بعد بھی محلّہ والوں کا دودھ نکالا کرتے تھے اور بعض دفعہ ازراہ مذاق محلّہ کی لڑکی سے کہتے اے لڑکی! تم کیسا دودھ نکلوانا چاہتی ہو؟ جھاگ والا یا بغیر جھاگ کے؟ کبھی وہ کہتی جھاگ والا اور کبھی کہتی بغیر جھاگ کے بہر حال جیسے وہ کہتی ویسے یہ کرتے۔ (حیاۃ الصحابہ حصہ دوم صفحہ ۱۷۱)

Marfat.com

امیر پر رعایا کے حقوق

حضرت اسود (بن یزید) رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ کے پاس کوئی وفد آتا تو ان سے ان کے امیر کے بارے میں پوچھتے کہ کیا وہ بیمار کی عیادت کرتا ہے؟ کیا غلام کی بات سنتا ہے؟ جو ضرورت منداس کے دروازہ پر کھڑا ہوتا ہے اس کے ساتھ اس کا رویہ کیسا ہوتا ہے؟ اگر وفد والے ان باتوں میں سے کسی کے جواب میں نہ کہہ دیتے تو اس امیر کو تو معزول کر دیتے۔ (کنز العمال ج ۳ صفحہ ۱۶۶)

حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی کو (کسی علاقہ کا) گورنر بناتے تھے اور اس علاقہ سے ان کے پاس وفد آتا تو حضرت عمران سے (اس گورنر کے بارے پوچھتے کہ تمہارا امیر کیسا ہے؟ کیا وہ غلاموں کی عیادت کرتا ہے؟ کیا وہ جنازے کے ساتھ جاتا ہے؟ اس کا دروازہ کیسا ہے؟ کیا وہ نرم ہے؟ اگر وہ کہتے کہ اس کا دروازہ نرم ہے (ہر ایک کو اندر جانے کی اجازت ہے) اور غلاموں کی عیادت کرتا ہے تب تو اسے گورنر رہنے دیتے ورنہ آدمی بھیج کر اس کو گورنری سے ہٹا دیتے۔ (کنز العمال ج ۳ صفحہ ۱۶۶)

گورنروں کو ہدایات

حضرت عاصم بن ابی نجود کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب اپنے گورنروں کو (مختلف علاقوں میں گورنر بنا کر) بھیجا کرتے تو ان پر یہ شرطیں لگاتے کہ تم لوگ ترکی گھوڑے پر سوار نہیں ہوا کرو گے اور چھنے ہوئے آٹے کی چپاتی نہیں کھایا کرو گے اور باریک کپڑا نہیں پہنا کرو گے اور حاجت مندوں پر اپنے دروازے بند نہیں کرو گے اگر تم نے ان میں سے کوئی کام کر لیا تو تم سزا کے حق دار بن جاؤ گے پھر رخصت کرنے کے لئے ان کے ساتھ تھوڑی دور چلتے جب واپس آنے لگتے تو ان سے فرماتے میں نے تم کو مسلمانوں کے خون (بہانے) پر اور ان کی کھال (ادھیڑنے) پر اور انہیں بے آبرو کرنے پر اور ان کے مال (چھیننے) پر مسلط نہیں کیا بلکہ میں تمہیں (اس علاقہ میں) اس لئے بھیج رہا ہو تاکہ تم وہاں کے مسلمانوں میں نماز قائم کرو اور ان میں ان کا مال غنیمت تقسیم کرو اور ان میں

Marfat.com

انصاف کے فیصلے کرو اور جب تمہیں کوئی ایسا امر پیش آجائے جس کا حکم تم پر واضح نہ ہو تو اسے میرے سامنے پیش کرو۔ ذرا غور سے سنو! عربوں کو نہ مارنا اس طرح تم ان کو ذلیل کردو گے اور ان کو اسلامی سرحد پر جمع کر کے وطن واپسی سے روک نہ دینا۔ اس طرح تم ان کو فتنہ میں ڈال دو گے اور ان کے خلاف ایسے جرم کا دعویٰ نہ کرنا جو انہوں نے کیا ہو اس طرح تم ان کو محروم کردو گے اور قرآن کو احادیث وغیرہ سے الگ اور ممتاز کر کے رکھنا یعنی قرآن کے ساتھ حدیثیں نہ ملانا (کنز العمال ج ۳ صفحہ ۱۴۸)

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے گورنروں کو حکم دیا کرتے تھے کہ وہ حج کے موقع پر ان کے پاس آیا کریں جب سارے گورنر آجاتے تو (عام مسلمانوں کو جمع کر کے فرماتے:

اے لوگو! میں نے اپنے گورنر تمہارے ہاں اس لئے نہیں بھیجے ہی کہ وہ تمہاری کھال اُدھیڑیں یا تمہارے مال پر قبضہ کریں یا تمہیں بے عزت کریں بلکہ میں نے تو صرف اس لئے ان کو بھیجا ہے تا کہ تمہیں ایک دوسرے پر ظلم نہ کرنے دیں اور تمہارے درمیان مال غنیمت تقسیم کریں لہٰذا جس کے ساتھ اس کے خلاف کیا گیا ہو وہ کھڑا ہو جائے اور اپنی بات بتائے۔

چنانچہ ایک مرتبہ انہوں نے گورنروں کو جمع کر کے لوگوں میں یہی اعلان کیا تو صرف ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا اے امیر المومنین! آپ کے فلاں گورنر نے مجھے ظالما سو کوڑے مارے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے اس (گورنر سے) کہا تم نے اسے کیوں مارا؟ اور اس آدمی سے کہا اُٹھ اور اس گورنر سے بدلہ لے۔ اس پر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا اگر آپ نے اس طرح گورنروں سے بدلہ دلانا شروع کر دیا تو پھر آپ کے پاس بہت زیادہ شکایات آنے لگ جائیں گی اور یہ گورنروں سے بدلہ لینا ایسا دستور بن جائے گا۔ (حیاۃ الصحابہ حصہ دوم صفحہ ۱۳۳)

جناب سعید بن عامرؓ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اس وقت تشریف لا
جبکہ وہ مسند خلافت پر فروکش ہوئے ہی تھے۔ آپؓ نے فرمایا۔ اے عمرؓ میں تمہیں اس با
وصیت کرتا ہوں کہ لوگوں کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور اللہ تعالیٰ کے

Marfat.com

میں لوگوں سے کبھی نہ ڈرنا اور یہ کہ تمہارے قول وفعل میں قضا کبھی نہ ہونا چاہئے اس لیے کہ انسان کی بہترین گفتار وہی ہوتی ہے جس کی تصدیق اس کا کردار کرے۔

اے عمرؓ! اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جن مسلمانوں کا تمہیں نگران بنایا ہے ان کے معاملات کی طرف خصوصی دھیان دیتے رہنا، ان کے لیے وہی پسند کرنا جو خود تمہیں اپنے اور اپنی اولاد کے لئے پسند ہو اور ان کے لئے ہر اس شئی کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھنا جو خود تمہیں اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال کے لیے ناپسند ہو۔ شدائد کا سامنا کرنے سے نہ گھبرانا اور راہ حق پر مضبوطی سے جمے رہنا اور حق کی راہ میں کسی بھی ملامت کرنے والے کی ملامت کو خاطر میں نہ لانا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سعیدؓ بھلا کس میں یہ ہمت ہے کہ ان ذمہ داریوں سے عہدہ برا ہو سکے۔

سعیدؓ نے فرمایا: آپ اس کے اہل ہیں آپ ان لوگوں میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اُمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی کا فریضہ سونپا ہے آپ ایک ایسے شخص ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ سے زیادہ اور کوئی اس کا مستحق نہیں۔

اس مرحلہ پر حضرت عمرؓ نے جناب سعیدؓ کو اپنی نصرت وتائید کے لئے دعوت دی اور فرمایا: اے سعیدؓ ہم تمہیں علاقہ حمص کا گورنر مقرر کرتے ہیں۔

انہوں نے اس کے جواب میں فرمایا:

اے عمرؓ اللہ کا واسطہ ہے مجھے اس آزمائش میں نہ ڈالیے۔

حضرت عمرؓ نے اس پر خفا ہو کر فرمایا

"بڑے افسوس کی بات ہے کہ تم نے خلافت کا بار تنہا میری گردن پر ڈال دیا اور خود اس سے الگ تھلگ ہونے کی کوشش کر رہے ہو۔"

خدا کی قسم میں چھوڑنے والا نہیں اس کے بعد آپ نے ان کو حمص کا گورنر مقرر کر دیا اور ارشاد فرمایا:

کیا تمہارے لئے ہم کچھ معاوضہ مقرر نہ کر دیں؟

اس پر حضرت سعیدؓ نے کہا۔

Marfat.com

امیر المومنین! میں معاوضہ لے کر کیا کروں گا بیت المال سے جو کچھ مجھے ملتا ہے وہ بھی میری ضرورت سے زیادہ ہے یہ کہا اور حمص کی طرف چل دیئے۔ کچھ عرصہ بعد اہلیان حمص میں سے قابل اعتماد افراد پر مشتمل ایک وفد امیر المومنین حضرۃ عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپ نے وفد کو حکم دیا۔

تم لوگ مجھے ان افراد کے نام لکھ کر دو جو تم میں مفلس و نادار ہیں تا کہ میں ان کی مالی مدد کر سکوں وفد نے آپ کی خدمت میں ایک دستاویز پیش کی آپ کیا دیکھتے ہیں کہ اس فہرست میں حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کا نام بھی درج ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا:

کون سعید بن عامرؓ؟

انہوں نے بتایا: ہمارا گورنر۔

فرمایا آپ کا گورنر مفلس ہے؟

انہوں نے کہا: جی ہاں! خدا کی قسم کئی کئی دن ان کے چولہے میں آگ نہیں جلتی۔

یہ سننا تھا کہ حضرت عمرؓ بے اختیار رو پڑے اور اتنے روئے کہ آپ کی داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی آپ اُٹھے اور ہزار دینار لئے اور ان کو ایک تھیلی میں بھر کر فرمایا:

اس سے میرا سلام کہنا اور یہ پیغام دینا کہ امیر المومنین نے یہ تھیلی تمہارے لئے بھیجی ہے تا کہ اس سے تم اپنی ضروریات کو پورا کر سکو۔

یہ وفد حضرت سعید بن عامرؓ کے ہاں تھیلی لے کر آیا۔ آپ نے دیکھا کہ اس میں تو دینار ہیں۔ تھیلی کو اپنے سے دور ہٹا کر بس یہ کہنے لگے:

انا للہ وانا الیہ راجعون

گویا کوئی بپتا نازل ہو گئی یا کوئی ناگوار واقعہ پیش آ گیا یہ کیفیت دیکھ کر آپ کی بیوی گھبرائی ہوئی اُٹھی اور کہنے لگی:

میرے سر کے تاج کیا سانحہ رونما ہو گیا!

کیا امیر المومنین وفات پا گئے؟

آپ نے فرمایا: نہیں، بلکہ یہ بات کہیں زیادہ اہم ہے۔

Marfat.com

اس نے پوچھا: کیا کسی معرکہ جہاد میں مسلمانوں کو کوئی صدمہ پہنچا؟

آپ نے فرمایا: اس سے بھی بڑی بات۔

اس نے عرض کی: بھلا اس سے بڑی بات کیا ہوسکتی ہے؟

فرمایا:

میرے ہاں دنیا در آئی تاکہ میری آخرت بگاڑ دے، میرے گھر فتنہ اُبھر آیا۔

اس نے عرض کی:

کیوں نہ آپ اس فتنہ سے گلوخلاصی کرلیں اُسے دیناروں کے بارے میں کچھ علم نہ تھا۔

انہوں نے فرمایا:

کیا تو اس سلسلہ میں میری مدد کروگی؟

عرض کی: جی ہاں کیوں نہیں۔

آپ نے دینار متعدد تھیلوں میں بند کئے اور غریب مسلمانوں میں تقسیم کردیئے۔

اس واقعہ کو زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دیار شام میں تشریف لائے مقصد یہ تھا کہ اس علاقہ کے حالات معلوم کرسکیں۔

ان دنوں حمص کا نام کویفہ پڑ گیا تھا جو لفظ کوفہ کی تصغیر ہے یہ اس نام سے اس لئے مشہور ہوا کہ یہاں کے لوگ عمال حکومت کے خلاف شکوہ شکایت کرنے میں اہل کوفہ سے بہت حد تک مشابہت رکھتے تھے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تشریف آوری حمص میں ہوئی ت یہاں کے لوگ آپ کو سلام عرض کرنے کی خاطر حاضر ہوئے۔

آپ نے دریافت فرمایا:

تم نے اپنے امیر کو کیسا پایا انہوں نے اس کی شکایت میں زبان کھولی اور اُن کے طرز عمل کے بارہ میں چار باتیں کہیں جو ایک دوسری سے بڑھ چڑھ کر تھیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے گورنر اور شکایت کرنے والوں کو ایک ساتھ طلب کیا اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کی حضرت سعیدؓ کے بارے میں وہ میرے گمان کو جھوٹا نہ ہونے دے مجھے اس پر بہت اعتماد تھا جب یہ لوگ اور ان کا گورنر بوقت صبح میرے پاس آئے تو میں نے دریافت کیا تمہیں اپنے گورنر سے کیا گلہ ہے؟

انہوں نے بتایا:

کہ یہ دن چڑھے تک گھر سے باہر نہیں نکلتے۔

اس پر میں نے پوچھا سعید تم اس سلسلہ میں کیا کہنا چاہتے ہو۔

سعیدؓ چند لمحے خاموش رہے پھر کہا:

بخدا میں اس سلسلہ میں کچھ کہنا ناپسند کرتا تھا لیکن اب اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں کہ میں حقیقت حال صاف صاف بیان کردوں۔

صورتحال یہ ہے کہ گھر میں میرے پاس کوئی خادم نہیں میں صبح سویرے اٹھتا ہوں اور اہل خانہ کے لئے آٹا گوندھتا ہوں پھر تھوڑی دیر تک انتظار کرتا ہوں تاکہ آٹے میں خمیر پیدا ہو جائے بعدازاں ان کے لئے روٹی پکاتا ہوں پھر وضو کر کے لوگوں کی خدمت کے لئے گھر سے نکل کھڑا ہوتا ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ میں نے ان سے پوچھا: کہ تمہیں ان کے خلاف اور کیا شکایت ہے؟

انہوں نے کہا کہ یہ رات کے وقت کسی کی نہیں سنتے۔

میں نے کہا: سعیدؓ اس اعتراض کا تمہارے پاس کیا جواب ہے۔

فرمایا: بخدا میں اس امر کا اظہار بھی ناپسند کرتا ہوں۔ مختصراً یہ عرض ہے کہ میں نے دن ان کے لئے وقف کر رکھا ہے اور رات اللہ عزوجل کی عبادت کے لئے

میں نے پوچھا:

آپ کو ان کے خلاف اور کیا شکایت ہے۔

وہ بولے: مہینہ میں ایک دن غفلت سے کام لیتے ہیں؟

میں نے دریافت کیا: سعیدؓ یہ کیوں؟

سعیدؓ نے کہا: امیر المومنین میرے پاس نہ تو کوئی خادم ہے نہ ان کپڑوں کے سوا میرے پاس کپڑوں کا کوئی جوڑا ہے جو اس وقت کپڑے میں نے پہن رکھے ہیں مہینے میں ایک مرتبہ دھوتا ہوں پھر منتظر رہتا ہوں کہ یہ خشک ہو جائیں جب یہ خشک ہو جاتے ہیں تو میں انہیں کو پہن کر دن کے آخری حصے میں ان کا سامنا کرتا ہوں۔

Marfat.com

پھر میں نے دریافت کیا:

کوئی اور شکایت؟

انہوں نے کہا:

مجلس میں بیٹھے بیٹھے کبھی کبھی ان پر غشی طاری ہو جاتی ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ اہل مجلس سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔

میں نے پوچھا: سعیدؓ یہ کیا بات ہے۔؟

سعیدؓ نے کہا: میں نے حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا منظر بچشم خود دیکھا ہے میں اس وقت مشرک تھا میں نے دیکھا کہ قریش اس کی بوٹیاں کاٹ رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کیا تجھے یہ بات پسند ہے کہ تمہاری جگہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں؟

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ جواب میں کہتے ہیں:

خدا کی قسم میں یہ ہرگز پسند نہیں کرتا کہ میں تو اپنے اہل وعیال میں اطمینان سے رہوں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم میں ایک کانٹا بھی چبھنے پائے جب بھی وہ دن مجھے یاد آتا ہے سوچ میں پڑ جاتا ہوں کہ میں نے اس دن ان کی کیوں مدد نہ کی ڈرتا ہوں کہ شاید اللہ تعالیٰ میرا یہ جرم معاف نہ کرے اس کے بعد مجھ پر غشی طاری ہو جاتی ہے۔

یہ سنا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

اللہ کا شکر ہے کہ جس نے سعیدؓ کے بارے میں میرے حسن ظن کو غلط ثابت نہیں کیا:

اس کے بعد آپ نے ایک ہزار دینار بھیجے تا کہ ان سے اپنی ضروریات پوری کرلیں۔ جب یہ دینار حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کی بیوی نے دیکھے تو کہہ اُٹھی کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں آپ کی خدمات سے بے نیازی بخشی۔

ہمارے لئے ضرورت کی اشیاء خرید لیجئے اور گھر کے کام کاج کے لئے ایک خادم رکھ لیجئے اس پر آپ نے بیوی سے فرمایا:

میں تجھے وہ چیز نہ دوں جو اس سے بھی بہتر ہو۔

بیوی نے کہا: بھلا وہ کیا۔

فرمایا:

یہ دینار ہم اُسی کو لوٹا دیں جو ہمارے پاس لایا ہے ہم ان دیناروں سے کہیں زیادہ اس کے محتاج ہیں۔

بیوی نے کہا وہ کون؟

فرمایا: کیوں نہ ہم اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دے دیں:

بیوی نے عرض کی:

آپ نے بجا ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے آپ نے اسی مجلس میں دیناروں کو مختلف تھیلیوں میں رکھا اور اپنے اہل خانہ میں سے ایک شخص کو حکم دیا کہ جاؤ۔ فلاں کی بیوی فلاں کے یتیم بچوں اور فلاں خاندان کے مساکین اور فلاں قبیلہ کے محروموں میں تقسیم کر آؤ۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت اسیدؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ایک انصاری گھرانے کی مفلوک الحالی کا تذکرہ کیا۔ حقیقتاً یہ گھرانہ تنگ دستی اور بے سروسامانی کی حالت میں زندگی بسر کر رہا تھا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ لوگ مالی تعاون کے مستحق ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اسید تم اس وقت آئے جب ہم سب کچھ راہ خدا میں خرچ کر چکے ہیں۔ آئندہ جب بھی ہمارے پاس کہیں سے مال آئے تو مجھے یاد دلانا ان شاء اللہ ان کی پوری مدد کی جائیگی۔ کچھ ہی عرصہ بعد خیبر سے وافر مقدار میں مال آ گیا، آپ نے مستحق مسلمانوں میں اسے تقسیم کیا اور خاص کر اس گھرانے کی دل کھول کر مدد کی جس کی نشاندہی حضرت اُسید رضی اللہ عنہ نے کی تھی۔

حضرت اُسید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے اس گھرانے کی آسودہ حالی دیکھی تو میری خوشی کی انتہا نہ رہی، بے ساختہ میری زبان سے نکلا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، آپ نے جواباً ارشاد فرمایا: اے خاندان انصار تمہیں بھی اللہ جزائے خیر عطا فرمائے، جب سے میرا آپ لوگوں سے تعارف ہوا ہے میں نے تمہیں پاکدامن اور بہت زیادہ صبر و تحمل کرنے والا پایا ہے۔ لیکن تم میرے بعد دیکھو گے کہ انصار کی نسبت دیگر لوگوں سے اچھا سلوک برتا جائے گا لیکن تم میری ملاقات تک صبر کرنا یہ ملاقات ان شاء اللہ حوض کوثر پر ہوگی۔

حضرت اُسید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو آپ نے مسلمانوں میں مال ومتاع تقسیم کیا، میرے حصے میں ایک چوغہ آیا جو میری نگاہ میں ایک معمولی سا تھا۔ میں ابھی مسجد میں ہی بیٹھا تھا کہ میرے پاس سے ایک قریشی نوجوان گزرا جس نے بہت قیمتی اور عمدہ لباس زیب تن کر رکھا تھا یہ لباس امیر المومنین نے اسے بیت المال سے عنایت کیا تھا اور یہ اتنا لمبا تھا کہ زمین پر گھسٹا ہوا جا رہا تھا، یہ منظر دیکھ کر مجھے وہ فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم یاد آ گیا جو آپ نے انصار کے متعلق ارشاد فرمایا تھا کہ میرے بعد انصار سے زیادہ دوسرے لوگوں کو ترجیح دی جائے گی اور یہ فرمان نبوی ﷺ میں نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے ایک ساتھی کو بھی سنایا وہ شخص میرے بات سنتے ہی اٹھا اور امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور آپ کو وہ سب کچھ بتا دیا جو میں نے اس کے سامنے کہا تھا حضرت عمرؓ یہ بات سنتے ہی میرے پاس پہنچے میں اس وقت نماز پڑھ رہا تھا، آپ نے گرجدار آواز میں کہا اُسید جلدی میں نماز پڑھو، جب میں نے نماز پوری کر لی تو آپ میری طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے۔

بھلا میرے متعلق تم نے کیا کہا ہے؟

میں نے حرف بحرف سب کچھ بتا دیا۔

حضرت عمرؓ نے یہ سُن کر ارشاد فرمایا:

اُسید! اللہ آپ کو معاف فرمائے یہ لباس میں نے اس شخص کو دیا تھا جسے انصاری ہونے کے ساتھ ساتھ بیعت عقبہ، غزوہ بدر اور غزوہ احد میں شریک ہونے کا شرف بھی حاصل ہے واقعہ دراصل یہ ہے کہ لباس اس قریشی نوجوان نے ان سے خرید لیا، اب بتایئے اس میں میرا کیا قصور ہے؟

تمہارا کیا خیال ہے کہ جس صورتحال کی خبر رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں دی تھی وہ میرے دور حکومت میں ظہور پذیر ہوگی۔

یہ سن کر حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ فوراً بولے: امیر المومنین خدا جانتا ہے میرا بھی یہی خیال ہے کہ آپ کے دور حکومت میں ایسا نہیں ہو سکتا۔ (حیات صحابہؓ کے درخشاں پہلو)

Marfat.com

خلیفہ ثانی عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا۔ انہوں نے اللہ کی حمد وثناء کی اور پھر کہا کہ عورتوں کی مہر میں زیادتی نہ کرو۔ اور جب بھی مجھے کسی کے بارے میں یہ اطلاع ملے گی کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر (تقریباً ۴۰۰ درہم) سے زیادہ مہر مقرر کیا ہے تو میں اس زیادتی کو لے کر بیت المال میں جمع کردوں ا۔ اس کے بعد وہ منبر سے اترے تو قریش کی ایک عورت ان کے سامنے آئی۔ اس نے کہا: اے امیر المومنین، خدا کی کتاب زیادہ قابل اتباع ہے یا آپ کا قول (کتاب الله احق ان یتبع ام قولک) حضرت عمر نے کہا کہ اللہ کی کتاب۔ مگر یہ بات تو نے کس لئے کہی۔ عورت نے کہا آپ نے ابھی لوگوں کو منع کیا ہے کہ وہ عورتوں کے مہر زیادہ نہ باندھیں۔ حالانکہ اللہ اپنی کتاب میں فرماتا ہے واٰتیتم احدھن قنطارا فلا تاخذوا منه شیئا یعنی اگر تم نے ان میں سے کسی کو ڈھیر سامال دیا ہے تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو۔ حضرت عمر نے کہا ہر شخص عمر سے زیادہ عالم ہے (کل احد افقہ من عمر) اس جملہ کو تین بار فرمایا۔ اس کے بعد دوبارہ منبر کی طرف لوٹے اور کہا میں نے تم کو عورتوں کا مہر زیادہ باندھنے سے منع کیا تھا اب ہر آدمی کو اختیار ہے کہ اپنے مال میں جو چاہے کرے۔ حضرت عمر نے مزید کہا کہ مہر اگر آخرت میں فخر اور بڑائی کی چیز ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں اور آپ کی عورتیں اس کی زیادہ مستحق تھیں (لو کان المھر مناء ورفعة فی الآخرة کان بنات النبی صلی الله علیه وسلم و نسائوة امن بذلک. (کنز العمال جلد ۸)

معاملات میں باقاعدگی

ابن سعد اور بیہقی نے ابو ہریرہؓ سے نقل کیا ہے وہ ابو موسیٰ اشعریؓ کے یہاں سے آٹھ لاکھ درہم لے کر مدینہ آئے۔ صبح کی نماز کے بعد عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا: رات میرے پاس وہ مال آیا ہے کہ ابتدائے اسلام سے اب تک اتنا مال کبھی نہیں آیا۔ میری رائے ہے کہ میں اس کو کیل سے ناپ ناپ کر لوگوں میں تقسیم کروں۔ اس معاملہ میں تم لوگ اپنی رائے دو (فاشیروا علی) عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: میرا خیال ہے کہ تمام لوگوں کے لئے مال کثیر کی ضرورت ہوگی اگر لوگوں کا شمار نہ کیا جائے جس سے یہ پہچان ہو جائے کہ کس نے

Marfat.com

لیا اور کس نے نہیں لیا تو اندیشہ ہے کہ یہ کام منتشر ہو جائے۔'' یہ سن کر ولید بن ہشام بن مغیرہ نے کہا: اے امیر المومنین میں ملک شام گیا وہاں کے بادشاہوں کو میں نے دیکھا کہ انہوں نے رجسٹر بنائے ہیں اور اس کام پر کارندے مقرر کئے ہیں اس لئے آپ بھی رجسٹر اور کارندے مقرر کیجئے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس مشورہ کو مان لیا اور عقیل بن ابی طالب، مخرمہ بن نوفل، جبیر بن مطعم کو رجسٹر تیار کرنے پر متعین فرمایا۔ (طبقات ابن سعد، جلد ۳، صفحہ ۲۱۶)

حق پسندی

اگر خود امراء و سلاطین میں حق پسندی کا مادہ موجود نہ ہو تو رعایا کی آزادی نکتہ چینی اور حقیق طلبی بالکل بیکار ہے لیکن صحابہ کرام کے دور میں خود خلفاء میں حق پسندی کا اس قدر مادہ موجود تھا، کہ ہر جائز نکتہ چینی کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے تھے اس لئے ایک طرف تو ان نکتہ چینیوں کے عملی نتائج نکلتے تھے۔ دوسری طرف قوم میں جائز آزادی کا مادہ پیدا ہوتا تھا، جو خلافت کے استحکام کا سب سے قوی سبب تھا،

ایک بار حضرت عمرؓ نے خزائن کعبہ کو تقسیم کرنا چاہا، لیکن حضرت شیبہؓ نے اس کی مخالفت کی اور کہا کہ آپ ایسا نہیں کر سکتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ آپ سے زیادہ محتاج تھے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا، حضرت عمرؓ نے تقسیم سے فوراً ہاتھ کھینچ لیا۔

ایک بار حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ بیوی کو شوہر کی دیت میں وراثت نہیں ملتی، حضرت ضحاکؓ ابن سفیان نے کہا نہیں اشیم انصاری کی بی بی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریری فرمان کے ذریعہ سے اس کے شوہر کی دیت دلوائی تھی، حضرت عمرؓ نے فوراً اپنی رائے بدل دی۔ (ابوداؤد شریف)

ایک پاگل عورت مرتکب زنا ہوئی۔ لوگوں نے اس کو حضرت عمرؓ کی خدمت میں پیش کیا، انہوں نے صحابہ کرام کے مشورے سے رجم کا حکم دیا، لوگ اس کو سنگسار کرنے کے لئے لیجا رہے تھے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ آگئے اور واقعہ معلوم ہونے پر کہا کہ ''اس کو واپس لے چلو'' حضرت عمرؓ کی خدمت میں آئے اور کہا کیا آپ کو معلوم نہیں کہ پاگل مرفوع القلم ہے، پھر اس کو کیوں سنگسار کرتے ہیں؟ انہوں نے اس کو رہا کر دیا اور غلغلہ تکبیر بلند کیا۔

ایک بار حضرت ابومریمؓ ازدی حضرت امیر معاویہؓ کے دربار میں آئے ان کو ان کا آنا ناگوار ہوا اور بولے کہ ہم تمہارے آنے سے خوش نہیں ہوئے۔'' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا جس شخص کو مسلمانوں کا والی بنائے اگر وہ انکی حاجتوں سے آنکھ بند کر کے پردہ میں بیٹھ جائے تو خدا بھی قیامت کے دن اس کی حاجتوں کے سامنے پردہ ڈال دے گا'' حضرت امیر معاویہؓ پر اس کا یہ اثر ہوا کہ لوگوں کی حاجت براری کے لئے ایک مستقل شخص مقرر کر دیا۔ (ابوداؤد، کتاب الحدود باب فی الجنون)

رحم وشفقت

اخلاقی کتابوں میں بادشاہ کو رعایا کا باپ کہا گیا ہے لیکن دنیائے قدیم میں کتنے مسند آرائے سریر سلطنت گذرے ہیں اور دنیائے جدید میں کتنے مدعیان تخت وتاج ہیں جنہوں نے اپنے بچوں کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرا ہے؟ لیکن صحابہ کرام نہ صرف مجازاً بلکہ حقیقتاً ان بچوں کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرتے تھے اور ان سے دائمی اطاعت کا خاموش معاہدہ لیتے تھے، حضرت ابوبکرؓ کو بچے دیکھتے تو دوڑ کر کہتے ''اے باپ'' وہ محبت سے ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے چھوکریاں کہتیں کہ آپ ہماری بکریوں کا دودھ کیوں نہیں دوہتے؟ وہ دودھ دوھ دیتے، اور کہتے کہ اگر ضرورت ہو تو چرا بھی لاؤں،'' مدینہ کے کسی گوشہ میں ایک بڑھیا رہتی تھی، وہ رات کو جاتے اس کی ضروریات انجام دے آتے۔ جاڑوں کے دن میں چادریں خرید کر مدینہ کی بیواؤں میں تقسیم فرماتے۔

حضرت عمرؓ کا دور خلافت آیا تو ان کی قدیم شدت وجلالت کے تصور سے تمام صحابہ کانپ اٹھے اور کہنے لگے کہ دیکھیں اب کیا ہوتا ہے؟ حضرت عمرؓ کو خبر ہوئی، تو ایک عام مجمع کیا اور منبر پر چڑھ کر فرمایا،

''مجھے معلوم ہوا ہے کہ لوگ میری سختیوں سے گھبراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عمر ہم پر سختی کرتے تھے، پھر حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے تو اس وقت بھی عمر ہمارے ساتھ سختی سے پیش آئے، اب جبکہ وہ خود خلیفہ ہوئے ہیں تو خدا جانے کیا غضب ہوگا؟ لوگوں نے یہ بالکل سچ کہا ہے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا

Marfat.com

ایک خادم تھا اور آپ کی رحمت و شفقت کا درجہ کون حاصل کرسکتا ہے؟ خدا نے خود آپ کو روف ورحیم کہا ہے، جو خود خدا کا نام ہے، پھر ابو بکرؓ خلیفہ ہوئے اور ان کے رفق و ملاطفت کا بھی آپ لوگوں کو انکار نہیں میں ان کا بھی ایک خادم اور مددگار تھا، اس لئے ان کی نرمی کے ساتھ اپنی سختی کو ملا دیتا تھا اور تیغ بے نیام ہو جاتا تھا وہ چاہتے تھے تو اس سے وار کرتے تھے۔ ورنہ میان میں ڈال دیتے تھے لیکن اب جبکہ میں خود خلیفہ ہو گیا ہوں تو یقین کرو کہ وہ سختی دوگنا ہوگئی ہے، لیکن صرف ان لوگوں کے لئے جو مسلمانوں پر ظلم کرتے ہیں، رہے نیک اور دیندار لوگ تو میں ان کے لئے اس سے زیادہ نرم ہوں جس قدر وہ باہم نرم خو ہیں۔

حدیث رجال اور تاریخ کی کتابوں میں حضرت عمرؓ کی زندگی کا ایک ایک واقعہ محفوظ ہے ان سب پر نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ اس خطبہ کا ایک ایک لفظ کس قدر سچائی کس قدر صداقت اور کس قدر راستبازی سے لبریز تھا، انہوں نے کہا تھا کہ وہ دین دار لوگوں کے لئے سب سے زیادہ نرم ہونگے واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ درحقیقت ایسے ہی تھے حضرت سعید بن یربوعؓ ایک صحابی تھے جو انکے عہد خلافت میں اندھے ہو گئے تھے، حضرت عمرؓ ان کے پاس تعزیت کو آئے اور کہا کہ "کوئی جمعہ ناغہ نہ کرنا اور مسجد نبوی میں برابر شریک جماعت ہونا" بولے "مجھے کون لیجائیگا؟ پلٹے تو اس کام کے لئے ان کے پاس ایک غلام بھیج دیا۔

ایک بار حضرت احنف بن قیس بصرہ کے وفد کے ساتھ آئے اور کہا کہ "ہم ایک بنجر زمین میں آباد ہیں، اس کے مشرقی جانب کھاری سمندر ہے اور مغرب جانب چٹیل میدان نہ ہمارے پاس کھیت ہیں نہ مویشی، دوکوس سے ضعیف لوگ پانی لاتے ہیں، عورتیں پانی بھرنے جاتی ہیں تو بچوں کو بکری کی طرح باندھ دیتی ہیں، کہ کہیں درندے نہ اٹھا لے جائیں تو کیا آپ ہماری ضرورت پوری نہ کریں گے؟ حضرت عمرؓ نے فوراً بصرہ کے بچوں کے وظیفے مقرر کر دیئے اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھ بھیجا کہ ان کے لئے ایک نہر کھدوادیں۔

جن عورتوں کے شوہر سفر میں ہوتے ان کے گھر خود تشریف لے جاتے دروازے پر کھڑے ہو کر سلام کرتے اور کہتے تمہیں کوئی ضرورت ہے؟ تمہیں کسی نے ستایا تو نہیں؟ اگر

Marfat.com

تمہیں سودے سلف کی ضرورت ہو تو میں خرید دوں، مجھے خوف ہے کہ بیع وشراء میں تم لوگ دھوکہ نہ کھاجاؤ، وہ اپنی لونڈیاں ساتھ کردیتیں، بازار میں جاتے تو ان لونڈیوں اور غلاموں کا جھرمٹ ساتھ ہوتا، ان کا سودا سلف خرید دیتے جن کے پاس دام نہ ہوتے خود اپنی گرہ سے دیدیتے، مجاہدین کے خطوط آتے تو خود ان کی بیویوں کے پاس لے کر جاتے اور کہتے کہ اگر کوئی پڑھنے والا نہ ہو تو دروازہ کے قریب آجاؤ میں پڑھ دوں۔ قاصد فلاں دن جائیگا۔ جواب لکھوار کھو کہ بھیجدوں پھر خود ہی کاغذات لیکر جاتے، جن عورتوں کے خطوط تیار ہوتے ان کو لے لیتے، ورنہ کہتے کہ دروازے کے پاس آجاؤ میں خود لکھ دوں، سفر میں ہوتے تو اپنے اونٹ پر ستو، کھجور، مشک اور پیالے ساتھ رکھتے، جو لوگ کسی ضرورت سے پاس آتے ان سے کہتے کہ لوکھاؤ، جب لوگ کوچ کر چکتے تو منزل کی دیکھ بھال فرماتے، اگر کوئی چیز گری ہوتی تو اٹھالیتے، اگر کوئی شخص لنگڑا لولا ہوتا یا اس کا اونٹ بیمار ہوتا تو اس کے لئے کرایہ کا اونٹ کردیتے، قافلہ روانہ ہوتا تو پیچھے پیچھے چلتے، کوئی چیز گر پڑتی تو اٹھالیتے، لوگ منزل پر اترتے تو گم شدہ چیزوں کی تلاش میں خود امیر المومنین کے پاس آتے،

ایک بار بازار سے گذر رہے تھے کہ ایک نوجوان عورت آئی اور کہا کہ "یا امیر المومنین میرا شوہر مرگیا اور چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑے ہیں نہ وہ کوئی کام کرسکتے ہیں نہ ان کے پاس کھیتی ہے نہ مویشی، مجھے خوف ہے کہ ان کو درندے نہ کھاجائیں میں خفاف بن ایماء الغفاری کی لڑکی ہوں، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ میں شریک ہوئے تھے، حضرت عمرؓ فوراً ٹھہر گئے، وہاں سے پلٹے تو ایک اونٹ پر غلہ لائے اور ہاتھ میں اونٹ کی مہار دیکر کہا کہ "اس کو ہانک لیجاؤ، جب یہ ختم ہوجائے گا تو خدا پھر دے گا، ایک شخص نے کہا "اے امیر المومنین آپ نے اس کو بہت دیا، بولے "ارے کم بخت اس کے باپ اور بھائی دونوں نے میرے سامنے ایک قلعہ کا مدتوں محاصرہ کیا اور اس کو فتح کیا۔

ایک بار سفر حج کو جارہے تھے راہ میں ایک بڈھا ملا اور اس نے قافلہ کو روک کر پوچھا کہ تم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں؟ جب معلوم ہوا کہ آپ کا وصال ہوچکا تو اس نے شدت سے گریہ وبکا کیا، پھر پوچھا کہ آپ کے بعد خلیفہ کون ہوا؟ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کا نام بتایا بولا وہ تم میں ہیں؟ جب اس کو ان کی وفات کی خبر ہوئی تو پھر اسی

Marfat.com

طرح گریہ وزاری کی، پھر پوچھا کہ ان کے بعد کس نے زمام خلاف ہاتھ میں لی؟ بولے عمر بن الخطاب'' اس نے پوچھا وہ تم میں ہیں؟ جواب دیا تم سے وہی گفتگو کر رہے ہیں' اس نے کہا'' تو میری فریاد رسی کیجئے، مجھے کوئی فریاد رس نہیں ملتا حضرت عمرؓ نے کہا کہ تم کون ہو؟ تمہاری فریاد سن لی گئی'' بولا میرا نام ابوعقیل ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دعوت اسلام دی میں آپ پر ایمان لایا آپ نے مجھے ستو پلایا اور میں اب تک اس کی سیری و سیرابی کو محسوس کرتا ہوں پھر میں نے بکری کا ایک گلہ خریدا اور اب تک ان کو چراتا ہوں، نماز پڑھتا ہوں اور روزہ رکھتا ہوں لیکن اس سال بدبختی نے ایک بکری کے سوا کچھ نہیں چھوڑا تھا، مگر اس کو بھی بھیڑیا اٹھالے گیا اب آپ میری دستگیری فرمائیے'' حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ'' ہم سے چشمہ پر ملو' منزل پر پہنچے تو اونٹنی کی لگام پکڑے بھوکے پیاسے بڈھے کا انتظار کرتے رہے، لوگ آچکے تو صاحب حوض کو بلا کر کہا کہ فلاں بڈھا آئے، تو اس کو اور اس کے اہل و عیال کو کھلاتے پلاتے رہو یہاں تک کہ میں حج سے واپس آجاؤں'' حج سے پلٹے تو صاحب حوض سے اس کے متعلق دریافت فرمایا اس نے کہا کہ وہ مبتلائے بخار آیا تھا اور تین دن کے بعد مرگیا میں نے اس کو دفن کر دیا اور یہ اس کی قبر ہے حضرت عمرؓ نے فوراً اس کی قبر پر نماز پڑھی اور اس سے لپٹ کر روئے اس کے اہل وعیال کو ساتھ لے گئے اور تادم مرگ ان کی معاش کے متکفل رہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ بازاروں میں جاتے تو بھولے بھٹکے لوگوں کو راستہ دکھاتے حمالوں کے سر پر بوجھ اٹھا دیتے، اگر کسی کے جوتے کا تسمہ گر جاتا تو اسے اٹھا کر دیدیتے اور یہ آیت پڑھتے،

تلک الدار الاخرة نجعلها للذين لا يريدون علوا في الارض ولا فسادا والعاقبة للمتقين،

ہم نے دار آخرت کو ان لوگوں کے لئے بنایا ہے جو زمین میں فساد اور غلبہ حاصل کرنا نہیں چاہتے اور عاقبت صرف پرہیزگاروں کے لئے ہے، (سیرۃ الصحابہ، اسوہ صحابہ حصہ دوم صفحہ ۳۵)

Marfat.com

حلم وعفو

حلم وعفو سیاست کا ایک ایسا ضروری عنصر ہے کہ عرب کے ان پڑھ بدو بھی اس سے واقف تھے چنانچہ ایک جاہلی شاعر کہتا ہے،

اذاشئت یوما! ان تسود عشیرة

فبالحلم سدلابالتسرع والشتم

اگر تم کسی قبیلہ کے سردار بننا چاہتے ہو

توحلم وبردباری کے ساتھ سرداری کرو نہ کہ اشتعال وشتم کے ساتھ

بالخصوص عرب کے مشتعل طبیعتوں پر صرف یہی ایک ایسی چیز تھی جو چھینٹا ڈال سکتی تھی، اگر ان کے ساتھ سخت برتاؤ کیا جاتا تو روز بغاوت کے شعلے بلند ہوتے، اس لئے صحابہ کرام نے نہایت معتدل اصول سیاست اختیار فرمایا تھا،

كان عمر بن الخطاب رضي الله عنه يقول لا يصلح هذا لا مرالا بشدة في غير تجبر ولين في غير دهن

حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ خلافت اس وقت تک صحیح اصول پر قائم نہیں رہ سکتی جب تک ایسی سختی نہ کی جائے جو ظلم کی حد تک نہ پہنچے اور ایسی نرمی نہ اختیار کی جائے جو کمزوری پر مبنی ہو،

لیکن یہ سختی بھی حقوق العباد اور حقوق اللہ تک محدود تھی ورنہ ذاتی معاملات میں وہ روئی کے گالے کی طرح نرم ہو جاتے تھے، حضرت عمرؓ نے حضرت خالدؓ بن ولید کی معزولی کا اعلان کیا تو ایک شخص نے کہا،

ماعدلت یا عمر لقدنزعت عاملا استعمله رسول الله صلى الله عليه وسلم و غمدت سيقا سله رسول الله صلى الله عليه وسلم وو ضعت لواء نصبه رسول الله صلى الله عليه وسلم قطعت الرحم وحدت ابن العم:

عمر تم نے انصاف نہیں کیا اور ایک ایسے عامل کو معزول کیا جس کو رسول اللہ صلی

Marfat.com

اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا تھا اور ایسی تلوار کو میان میں کر دیا جس کو آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے کھینچا تھا ایک ایسے جھنڈے کو پست کر دیا جس کو آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے قائم کیا تھا، تم نے قطع رحم کیا اور اپنے چچا زاد بھائی پر جبر کیا۔

یہ الفاظ مجمع عام میں کہے گئے تاہم حضرت عمرؓ نے ان کو سنکر صرف اس قدر کہا کہ تم کو کم سنی اور قرابت مندی کی بناء پر اپنے چچا زاد بھائی کی حمایت میں غصہ آ گیا، ایک دفعہ وہ مسجد سے آ رہے تھے راہ میں ایک صحابیہ سے ملاقات ہوگئی اور انہوں نے ان کو سلام کیا بولیں ''اے عمر میں نے تمہارا وہ زمانہ دیکھا ہے، جب تم کو لوگ عکاظ میں عمیرؓ کہتے تھے اور اب تو تمہارا لقب امیر المومنین ہے، پس رعیت کے معاملہ میں خدا سے ڈرو اور یقین کرو کہ جو شخص عذاب خداوندی سے ڈرے گا اس پر بعید قریب ہو جائے گا اور جو موت سے ڈرے گا اس کو فوت ہو جانے کا خوف لگا رہے گا، ایک شخص جو ساتھ میں تھے بولے بی بی تم نے امیر المومنین کو بہت کچھ کہہ ڈالا، لیکن حضرت عمرؓ نے کہا جانے دو' یہ خولہ بنت حکیم ہیں اور عبادہ ابن صامت کی بی بی ہیں' اللہ تعالیٰ نے سات آسمان کے اوپر سے ان کی بات سن لی تھی پھر عمر کو تو اور سننا چاہیے

مساوات فی الحقوق

رعایا اگر چہ بادشاہ کے تفوق و امتیاز کو گوارا کر لیتی ہے لیکن وہ باہمی تفریق و امتیاز کو کبھی گوارا نہیں کر سکتی، اس لئے اگر کوئی بادشاہ تمام رعایا کو اپنا گرویدہ بنانا چاہتا ہے تو اس کا سب سے بڑا فرض یہ ہے کہ ان کے حقوق میں ہمواری اور مساوات پیدا کرے، صحابہ کرام کے دور خلافت کے ابتدائی زمانہ میں جو اتفاق و اتحاد قائم رہا، اس کا سنگ بنیاد خلفاء کا یہی مساویانہ طرز عمل تھا، اول اول حضرت ابو بکرؓ کے سامنے جب خراج و زکوٰۃ کا مال آیا تو انہوں نے سب پر برابر برابر تقسیم کر دیا اور چھوٹے بڑے آزاد غلام مرد اور عورت سب نے سات سات درہم سے کچھ زیادہ پایا، دوسرے سال اس سے زیادہ مال آیا اور ہر شخص کو بیس بیس درہم ملے اللہ تعالیٰ کے اس فضل و برکت کو دیکھ کر بعض لوگوں نے کہا کہ ''آپ نے تمام لوگوں کو برابر کر دیا، حالانکہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کے فضائل ان کی ترجیح کی سفارش

Marfat.com

کرتے ہیں، لیکن انہوں نے صاف صاف کہدیا کہ ''فضائل کا ثواب خدا دیگا یہ معاش کا معاملہ ہے، اس میں مساوات ہی بہتر ہے۔

حضرت عمرؓ نے اگرچہ فضائل کے لحاظ سے وظائف کے مختلف مدارج قائم کیے، تاہم ان کے دل میں بھی ناہمواری ہمیشہ کھٹکتی رہتی تھی، چنانچہ اپنی خلافت کے اخیر زمانہ میں خود یہ الفاظ فرمائے۔

انی کنت تالفت الناس بما صنعت فی تفضیل بعض علی بعض وان عشت ھذہ السنة سادیت بین الناس فلم افضل احمر علی اسود ولا عربیا علی عجمی وصنعت کما صنع رسول اللہ و ابوبکر۔

میں نے بعض لوگوں کو بعض لوگوں پر جو ترجیح دی تھی اس کا مقصد صرف تالیف قلوب تھا، لیکن اگر اس سال زندہ رہا تو سب کے حقوق برابر کردونگا اور سرخ کو سیاہ پر عربی کو عجمی پر کوئی ترجیح نہ دونگا اور وہی طرز عمل اختیار کرونگا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ نے کیا تھا،

رعایا کے حقوق کا اعلان

رعایا اور بادشاہ کے تعلقات اس قدر نازک، مشتبہ اور پیچیدہ ہوتے ہیں کہ اگر وضاحت کے ساتھ ان کا اعلان نہ کردیا جائے تو رعایا کے تمام حقوق و مطالبات پامال ہو جائیں یہی وجہ ہے کہ ظالم سلطنتیں ان حقوق سے رعایا کو عموماً ناواقف رکھنا چاہتی ہیں اور ان کا تفصیلی اعلان تو عادل سے عادل سلطنت بھی نہیں کرتی، لیکن صحابہ کرام دنیا میں معیار عدل کے قائم کرنے کے لئے آئے تھے، اس لئے انہوں نے اپنے دور خلافت میں نہایت بلند آہنگی کے ساتھ ان حقوق کا اعلان کیا، چنانچہ حضرت عمرؓ نے خاص اس موضوع پر ایک خطبہ دیا جس میں نہایت تفصیل کے ساتھ خلیفہ رعایا کے حقوق واختیارات بتائے، انہوں نے فرمایا،

صاحبو! کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ معصیت الٰہی میں اس کی اطاعت کی جائے صرف تین طریقے ہیں جن کے اختیار کرنے سے یہ مال مال صالح ہوسکتا ہے یہ کہ حق

Marfat.com

کے ساتھ وصول کیا جائے حق میں صرف کیا جائے اور ناجائز طریقے سے اس کو نہ خرچ کیا جائے، میری اور تمہارے مال کی مثال یتیم کے ولی کی مثال ہے اگر میں متمول ہونگا تو اس کے لینے سے احتراز کرونگا اور اگر محتاج ہونگا تو نیکی کے ساتھ اس کو بقدر ضرورت اپنے اوپر صرف کرونگا میں کسی کو یہ موقع نہ دونگا کہ وہ کسی پر ظلم کرے، اگر کسی نے ایسا کیا تو میں اس کے چہرے کو اپنے پاؤں سے مسل دونگا کہ راہ حق پر آجائے،

مجھ پر تمہارے چند حقوق ہیں جن کو میں اس لئے بیان کرتا ہوں کہ تم مجھ سے انکا مطالبہ کرسکو، میرا فرض ہے کہ میں خراج اور خمس کا مال جائز طریقہ سے وصول کروں میرا فرض ہے کہ جب وہ مال میرے ہاتھ میں آجائے تو اسی کے مصارف صحیحہ میں صرف کروں، میرا فرض ہے کہ تمہارے وظائف کو بڑھاؤں اور سرحد کی حفاظت کروں اور میرا فرض ہے کہ تم کو خطرے میں نہ ڈالوں۔

لیکن ان حقوق کی عملی تشکیل زیادہ تر امرء وعمال کے ہاتھ میں تھی اس لئے ان کو مخاطب کر کے فرمایا،

اچھی طرح سن لو میں نے تم کو ظالم و جبار بنا کر نہیں بھیجا میں نے تم کو ائمہ ہدیٰ بنا کر بھیجا ہے کہ لوگ تمہارے ذریعہ سے سیدھی راہ پائیں، پس فیاضی کے ساتھ مسلمانوں کے حقوق دو، نہ ان کو مارو کہ وہ ذلیل ہوجائیں نہ ان کی مدح وستایش کرو کہ ان کو تمہارے ساتھ گرویدگی پیدا ہو، نہ ان کے سامنے اپنے دروازے بند رکھو کہ قوی ضعیف کو نگل جائے اپنے آپ کو ان پر ترجیح دے کر ان پر ظلم نہ کرو، ان کے ساتھ جہالت سے نہ پیش آؤ، ان کے ذریعہ سے کفار کے ساتھ جہاد کرو لیکن اس معاملہ میں ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالو، اگر وہ تھک جائیں تو رک جاؤ، لوگو تم گواہ رہو کہ میں نے ان امراء کو صرف اس لئے بھیجا ہے کہ لوگوں کو دین کی تعلیم دیں۔ ان پر مال غنیمت تقسیم کریں ان کے مقدمات کے فیصلے کریں اور اگر کوئی مشکل مسئلہ پیش آجائے تو اس کو میرے سامنے پیش کریں۔ (سیر الصحابہ، اسوۂ صحابہ حصہ دوم صفحہ ۳۴)

Marfat.com

قحط اور وباء

مدینہ اور جزیرہ نمائے عرب کے مختلف گوشوں میں مسلمان اس فتح و نصرت کی خبروں سے مسرت اندوز ہو رہے تھے جو عراق و شام میں ان کی فوجوں سے پیمان وفا باندھ چکی تھی۔ مال غنیمت کا خمس بارگاہ خلافت میں پہنچتا اور خلیفۃ المسلمینؓ اسے مسلمانوں میں تقسیم فرما دیتے جس سے ان کی زندگی میں آسودگی اور ان کی بدویانہ تنگی و خشکی میں تمدنی فراخی اور تازگی سرسرانے لگی۔ وظیفوں اور روزینوں کے اس سلسلے نے ان میں اتنی سکت پیدا کر دی کہ وہ یمن اور شام کی تجارتی اشیاء میں سے من بھاتی چیزیں خرید سکیں جو اس سے پہلے انہیں کبھی نصیب نہ ہوئی تھی۔ اس فراخ دستی و فارغ البالی نے انہیں زندگی کے زیادہ قریب کر دیا۔ شوق جہاد انکے دلوں میں تیز ہو گیا اور وہ اس دین قیم سے چمٹ گئے جس نے دنیا اور آخرت کی نعمتیں ان پر عام کر دی تھیں۔

عیش و فراغت کی یہ زندگی بسر کر رہے تھے کہ تقدیر نے انہیں دو انتہائی ہولناک مصیبتوں سے دوچار کر دیا جو سنہ ۱۷ ہجری کے اواخر سے شروع ہو کر اس کے بعد آنے والے سال کے خاتمے تک مسلط رہیں۔ ان میں سے ایک مصیبت تو ان پر انکے وطن جزیرہ نما عرب پر نازل ہوئی اور دوسری ان کے بھائیوں پر شام کے میدان جہاد میں۔ پہلی مصیبت وہ قحط تھا جس نے ملک عرب کو جنوب کے آخری کناروں سے لے کر شمال کی انتہائی سرحدوں تک گھیر لیا تھا، یہ مسلسل نو مہینے تک جاری رہا جس میں کھیتیاں تباہ اور مویشی ہلاک ہو گئے اور انسانوں کو حد درجہ تکلیف و عذاب کا سامنا کرنا پڑا۔ دوسری طرف عمواس کا طاعون تھا جو شام سے عراق تک پھیل گیا تھا۔ اس میں ہزاروں ممتاز مسلمان مرد اور عورتیں، فوجی اور شہری موت و ہلاکت کی لپیٹ میں آ گئے۔ یہاں تک کہ حضرت عمرؓ اور دوسرے تمام مسلمانوں کے دل میں ایک دہشت سی بیٹھ گئی۔

قحط کا سبب یہ ہوا کہ جزیرہ نما عرب میں پورے نو مہینہ تو مینہ کے نام پر ایک بوند تک نہ پڑی۔ ادھر آتش فشاں پہاڑ پھٹنے لگے جس سے زمین کی سطح اور اس کی ساری روئیدگی جل گئی اور وہ سیاہ مٹی کا ڈھیر ہو کر رہ گئی۔ جب ہوا چلتی ساری فضا گرد آلود ہو جاتی اس لیے

Marfat.com

لوگوں میں اس برس کا نام ہی ''عام الرمادہ'' خاک والا برس پڑ گیا۔ بارش کے نہ ہونے' آندھیوں کے چلنے اور زمین کے جل جانے سے قحط کی صورت پیدا ہوگئی جس نے انسانوں اور جانوروں کو ہلاک کرنا شروع کر دیا' چنانچہ بھیڑ بکریوں کے ریوڑ کے ریوڑ فنا ہو گئے' اور جو بچ رہے انہیں سوکھا لگ گیا۔ یہاں تک کہ ایک شخص بھیڑ کو ذبح کرتا اور اس کی بدہیتی دیکھ کر بھوک اور مصیبت کے باوجود چھوڑ کے گم ہو جاتا۔ بازار سارے سونے پڑے تھے اور ان میں خرید و فروخت کے لیے کچھ نہ تھا۔ لوگوں کے ہاتھ میں روپے تھے لیکن انکی کوئی قیمت نہ تھی اس لیے کہ بدلے میں کوئی ایسی چیز نہ ملتی تھی جس سے وہ پیٹ کی آگ بجھا سکتے۔ مصیبت شدید اور ابتلا شدید ہو گئی۔ لوگ جنگلی چوہوں کے بل کھودنے لگے کہ جو اس میں سے ملیں نکال کے کھالیں۔

قحط کی ابتداء میں مدینہ والوں کی حالت دوسروں سے بہتر تھی۔ جسکا سبب یہ تھا کہ مدینہ میں شہریت کا شعور پیدا ہو چکا تھا اور مدینہ والوں نے آسودگی کے زمانے میں ضروریات زندگی کا ذخیرہ فراہم کر لیا تھا۔ جو متمدن لوگوں کی عادت ہے۔ چنانچہ جب قحط کا آغاز ہوا تو وہ اس ذخیرے کے سہارے زندگی بسر کرنے لگے۔ لیکن بدویوں کے پاس کوئی اندوختہ نہ تھا اس لیے وہ شروع ہی میں بھوک کے مرنے لگے اور دوڑ دوڑ کر مدینہ پہنچے کہ امیر المومنین سے فریاد کر کے اپنے اہل وعیال کی زندگی کے لیے روٹی کا ٹکڑا مانگیں۔ ہوتے ہوتے ان پناہ گیروں کی اتنی کثرت ہو گئی کہ مدینے میں تل رکھنے کی جگہ نہ رہی۔ اب مدینہ والے بھی ابتلا میں پڑ گئے اور بدویوں کی طرح بھوک اور قحط نے ان پر بھی وار کر دیا۔

حضرت عمرؓ خود کیا کریں اور ان بھوکوں کا پیٹ کس طرح بھریں؟ بیت المال ان کے ہاتھ میں تھا اور ان کے عراق و شام کے عمال بس اتنا ہی سامان غذا بھیج سکتے تھے جو قحط سے پہلے کی معیشتی زندگی کو سنبھال سکتا۔ پھر اگر وہ چاہتے تو بجا طور پر یہ عذر کر سکتے تھے کہ خلافت کی اہم ذمہ داریاں انہیں اس بات کی اجازت نہیں دیتیں کہ وہ مزید ذمہ داری قبول کر کے جان پر ستم جھیلیں اور اسے تمام مسلمانوں کی نگرانی و سرپرستی کے بوجھ تلے دبا دیں۔ لیکن اس موقع پر انہوں نے جو طرز عمل انہوں نے اختیار فرمایا وہ ایک روشن مثال ہے' جس سے واقف ہونا اور اس کی تقلید کرنا ہر اس شخص کا فرض ہے جس کے ہاتھ میں قوم کی باگ ڈور ہو۔

Marfat.com

قحط کی شدت کے زمانے میں ایک دن حضرت عمرؓ کے پاس گھی میں چوری ہوئی روٹی آئی۔ آپ نے ایک بدوی سے شریک طعام ہونے کے لیے فرمایا جس طرف گھی تھا بدوی اس طرف بڑے بڑے لقمے مارنے لگا حضرت عمرؓ نے فرمایا ''معلوم ہوتا ہے کہ تم نے کبھی گھی نہیں کھایا بدوی نے جواب دیا ''ہاں'' میں نے فلاں فلاں دن سے آج تک گھی یا تیل نہیں کھایا اور نہ کسی کو کھاتے دیکھا۔'' حضرت عمرؓ نے اسی وقت قسم کھائی جب تک لوگ قحط میں مبتلا ہیں وہ گوشت اور گھی کو ہاتھ نہ لگائیں گے۔ فاروق اعظم نے اپنی اس قسم کو پورا کیا' یہاں تک کہ اللہ کے حکم سے مینہ برسا اور لوگوں پر سے قحط کی مصیبت ٹل گئی۔

حضرت عمرؓ اپنے اس عہد پر اتنی شدت سے قائم تھے کہ ایک دفعہ بازار میں گھی اور دودھ بکتا ہوا آ گیا اور آپ کے غلام نے چالیس درہم میں خرید لیا۔ یہ دونوں چیزیں لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا ''اللہ نے آپ کی قسم پوری کی۔ بازار میں دودھ اور گھی آ کر بکنے لگا اور میں چالیس درہم میں خرید لایا'' حضرت عمرؓ نے فرمایا ''تم نے بہت مہنگا خریدا ہے اسے خیرات کر دو! میں فضول خرچی کا روادار نہیں'' پھر تھوڑی دیر کے لیے سر جھکایا اور پھر اسکے بعد فرمایا مجھے لوگوں کی تکلیف کا احساس کیونکر ہو سکتا ہے جب تک میں خود انکی مصیبت میں شریک نہ ہوں!

یہ حکمت و دانائی بجائے خود عظیم و جلیل ہے۔ لیکن اس کی عظمت و جلالت اس قدر اور بڑھ جاتی ہے جب اس کا صدور ایک ایسی ذات سے ہوتا ہے جس میں ان دنوں کسریٰ اور قیصر دونوں کے ملک جمع ہو گئے تھے .... وہ ملک جن کی فرمانروائی مسلمانوں کے لیے صرف ایران و روم ہی نہیں بلکہ تمام دنیا کے مقابلے میں فخر و امتیاز کا نشان تھی۔ عراق و شام اور ان کی راحتیں اور آسائشیں حضرت عمرؓ کے لیے تھیں اور ایران کے لیے جو راحت' شام کی جو آسائش فاروق اعظم چاہتے اپنے لیے مخصوص کر سکتے تھے۔ لیکن وہ راحت و آسائش کو دینوی چیز اور آرام و تن آسانی کو سرمایہ گمراہی سمجھتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے آخرت کی بھلائی اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے انہیں ٹھکرایا۔ وہ امیر المومنین تھے لیکن پھر بھی انکا یہ خیال تھا کہ وہ عوام کی تکلیف کا اندازہ نہیں کر سکتے تاوقتیکہ ان کی اکثریت کی طرح غربت و وفاداری کے مصائب جھیل کر جلد سے جلد اس ابتلاء کو دور کرنے کی کوشش نہ کریں

Marfat.com

''عام الرمادہ'' میں لوگوں نے انہیں دیکھا کہ ان کا رنگ سیاہ پڑ گیا ہے حالانکہ وہ سرخ وسپید تھے جس کی وجہ یہ تھی کہ گھی دودھ اور گوشت ان کی غذا تھی، لیکن جب لوگ قحط میں مبتلا ہوئے تو انہوں نے یہ تمام چیزیں اپنے اوپر حرام کرلیں اور صرف روغن زیتون سے روٹی کھانے لگے۔ انہوں نے کثرت سے فاقے کرنا شروع کر دیئے۔ یہاں تک کہ جب لوگوں نے انکی یہ حالت دیکھی تھی وہ کہتے تھے ''اگر اللہ عام الرمادہ کا قحط دور نہ فرماتا تو ہمارا خیال ہے کہ حضرت عمرؓ مسلمانوں کے غم میں جان دے دیتے''

اور حقیقت بھی یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے مسلمانوں کا بڑا غم کھایا اور ان کے لیے اپنی تمام کوششیں صرف کر دیں۔ انہوں نے جزیرہ نما عرب کے باشندوں کی مدد کے لیے عراق وشام کے عمال کو خطوط لکھے۔ ان خطوں کے الفاظ حضرت عمرؓ کے دل سے نکلے تھے جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ فاروق اعظمؓ ادائے فرض کے لیے حد درجہ بے چین ہیں اور انہیں اس بات کا شدید احساس ہے رعایا کے ایک ایک فرد کے لیے وہ خدا اور ضمیر کے سامنے جواب دہ ہیں۔ انہوں نے فلسطین میں ابن عاص کو لکھا ''سلام علیک ...... امابعد! کیا تم مجھے اور پاس والوں کو ہلاک ہوتا دیکھو گے اور تمہارے پاس والے زندہ رہیں گے۔'' ''مدد! مدد!! مدد!!!'' اور حضرت عمرو بن عاص نے جواب دیا ''امابعد! اطمینان رکھیے ایک ایسا قافلہ بھیج رہا ہوں جس کا پہلا سرا آپ کے پاس ہوگا اور آخری سرا میرے پاس ہوگا۔

اس قسم کا خط حضرت عمرؓ نے حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو شام بھیجا اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو عراق اور ان سب نے بھی حضرت عمرؓ بن عاص کا سا جواب دیا۔

امرائے سلطنت میں حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ نے حضرت عمرؓ کی اپیل پر لبیک کہتے اور جزیرہ نمائے عرب کے باشندوں کی مدد کو پہنچنے میں پہل کی اور سب سے پہلے سامان سے لدے ہوئے چار ہزار اونٹ لے کر مدینہ پہنچے۔ حضرت عمرؓ نے مدینہ کے اردگرد پڑے ہوئے قحط زدوں میں غذا تقسیم کرنے کا کام انہی کے سپرد فرمایا اور جب وہ اس کام سے فارغ ہو گئے تو حکم دیا کہ چار ہزار درہم انہیں دے دیے جائے۔ حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا ''اے امیر المومنین! مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے میں نے جو کچھ کیا ہے اللہ اور اسکے

انعام کے لیے کیا ہے۔ مجھے دنیوی غرض کی طرف نہ کھینچئے! لیکن حضرت عمرؓ نے جواب دیا یہ لے لو۔ جب تم نے اسے طلب نہیں کیا تو اس میں کوئی حرج نہیں! مجھے بھی رسول ﷺ کے ساتھ ایک دفعہ ایسا ہی واقعہ پیش آچکا ہے۔ جو کچھ تم نے مجھ سے کہا ہے یہی میں نے بھی خدمت رسالت ﷺ میں عرض کیا تھا۔ لیکن اسکے باوجود حضور ﷺ نے مجھ پر بخشش فرمائی۔ یہ سن کر حضرت ابوعبیدہ نے وہ رقم لے لی اور اپنی ولایت کی طرف روانہ ہو گئے۔

حضرت عمرو بن عاصؓ نے فلسطین سے اونٹوں اور ایلہ کی بندرگاہ سے جہازوں پر سامان غذا بھیجا۔ آٹے اور گھی سے بھرے بیس جہاز سمندر کے راستے چلے اور آٹے سے لدے ہوئے ایک ایک ہزار اونٹ خشکی کی طرف سے روانہ ہوئے۔ حضرت معاویہؓ بن ابی سفیان نے شام سے تین ہزار اور سعد بن ابی وقاصؓ نے ایک ہزار اونٹ بھیجے اور ان سب پر صرف آٹا لدا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ حضرت عمرو بن عاصؓ نے پانچ ہزار کمبل اور حضرت معاویہؓ نے تین ہزار چغے ارسال کیے۔

حضرت عمرؓ نے مختلف شہروں اور صحرائی علاقے میں کھانے پینے کا سامان تقسیم کرنے کے لیے آدمی مقرر کیے اور مدینہ والوں کی، جن میں ادھر ادھر کے آئے ہوئے عرب بھی شامل تھے، خبر گیری خود ذمہ لی۔ ان کے کارندے لوگوں پر سے مصیبت کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے نیچے جزیرہ نمائے عرب کے مختلف گوشوں میں روانہ ہو گئے۔ تقسیم کرنے والوں کو عراق کے دہانوں کے قریب کھانے پینے کا وہ سامان ملا جو حضرت سعد بن ابی وقاص نے بھیجا تھا اور انہوں نے لوگوں کے لیے اونٹ ذبح کرنے شروع کر دیے انہیں روٹیاں کھلائیں اور کپڑے پہنائے یہاں تک کہ اللہ نے ابتلاء دور کر دی۔ یہی کچھ انکے کارندوں نے مکہ اور مدینہ کے درمیانی علاقوں میں کیا۔ حضرت عمرؓ نے جس کارندے کو شام کی طرف بھیجا تھا۔ اس سے فرمایا

> "جونہی تمہیں غذائی قافلہ ملے اسے اہل صحرا کی طرف لے جانا۔ سامان کے لحاف بنا کر انہیں اڑھانا اور اونٹ انکے لیے ذبح کر دینا کہ وہ انکا گوشت کھائیں اور چربی رکھ لیں۔ اس بات کا انتظار نہ کرنا کہ وہ کہیں ہم اس کے سہارے بارش کا انتظار کریں گے۔ آٹا وہ ذخیرہ کے طور پر رکھیں گے یہاں

Marfat.com

تک کہ اللہ ان کی مصیبت کو راحت میں بدل دے"

حضرت عمرؓ نے اہل مدینہ اور ان کے پاس جمع ہونے والوں کے کھانے پینے کا انتظام اپنے ذمہ لیا۔ وہ روٹی کو روغن زیتون میں بھگو کر ثرید بناتے تھے اور ایک دن بیچ جانور ذبح کر کے انکا گوشت ثرید پر رکھ دیتے تھے۔ اور جو غذا عوام کھاتے تھے۔ انکے ساتھ خود بھی وہ تناول فرماتے تھے۔ پھر جب عراق اور شام سے اونٹ آگئے تو روزانہ اپنے دستر خوان کے لیے بیس جانور ذبح کرواتے تھے۔ اور لوگوں کو کھلاتے تھے۔ انہوں نے چند نگران مقرر کیے تھے جو شام کو ان کی خدمت میں جمع ہو کر دن بھر کی رپورٹ دیتے تھے۔ ایک دن جب لوگ رات کو کھانا کھا چکے تھے' فاروق اعظم نے دستر خوان خلافت پر شریک طعام ہونے والوں کا شمار کا حکم دیا تو سات ہزار آدمی گنتی میں آئے۔ مریضوں' بچوں اور انکے اہل و عیال کا جو نہیں آئے شمار کیا گیا تو وہ چالیس ہزار نکلے۔ کچھ دن کے بعد ان دونوں گروہوں کی تعداد میں اضافہ ہو گیا۔ چنانچہ جو لوگ فاروقی دستر خوان پر آ کر کھاتے تھے ان کی تعداد دس ہزار تھی اور دوسروں کی پچاس ہزار۔ حضرت عمر کے کارندے گجردم دیگوں پر پہنچ جاتے اور کام کرتے کرتے انہیں سورج نکل آتا۔ اس کے بعد حلوہ اور گوشت' مریضوں' بچوں اور انکے اہل وعیال میں تقسیم کیا جاتا جو امیر المومنین کے دستر خوان سے غذا حاصل نہ کر سکتے تھے ۔ حضرت عمر ان قحط کے ماروں کی دیکھ بھال خود فرماتے تھے۔ یہ اطمینان کرنے کے لیے کہ انہیں بھوک کے چنگل سے بچنے کے ذرائع واقعی میسر ہیں اور جو خود غذا تیار کرنے کی سکت رکھتے تھے' آٹا' کھجوریں اور لگادن مہینے کے مہینے ان کے گھروں میں بھیج دیتے تھے۔ یہ سامان لوگوں میں اس طرح تقسیم کیا جاتا کہ اسے زمانہ جنگ کی تقسیم کہا جاتا تھا کہ اسے زمانہ جنگ کی تقسیم غذا کے جدید نظام سے تشبیہ دی جا سکتی ہے۔ زیادہ ہوا تو زیادہ تقسیم کر دیا گیا اور کم ہوا تو کم۔ اسی لیے حضرت عمر فرماتے تھے میں دیکھتا کہ غذا لوگوں کی ضرورت کے لیے کافی ہے تو جس گھر میں جتنے افراد ہوتے ان میں شامل کر دیتا تا کہ وہ آدھا آدھا بانٹ لیں ۔ یہاں تک کہ اللہ مینہ برسا دے اور وہ اس قحط سے بچ جائے۔ یہ میں اس لیے کرتا تھا کہ آدھا پیٹ کھانے سے وہ ہلاک نہیں ہوں گے۔"

حضرت عمرؓ نے تمام عربوں کا اتنا خیال رکھا۔ اسکے باوجود ان میں بیماری پھیل گئی

Marfat.com

اور بہت سے لوگ اس کی نذر ہو گئے۔ حضرت عمرؓ مریضوں کی عیادت کے لیے جاتے اور جب کوئی مر جاتا تو اسکے لیے کفن بھیجتے اور اس کی نماز جنازہ پڑھتے تھے۔ وہ نو مہینے تک' جن میں لوگوں کو انتہائی دکھ اور شدائد جھیلنے پڑے، مسلسل کام کرتے رہے اور عمال سلطنت کی مدد سے سے جس قدر بھی ان سے ہو سکا قحط کی ہلاکت آفرینیوں کا زور توڑتے رہے۔ لیکن جب اعانت کی راہیں تنگ ہوئیں تو جزیرہ نمائے عرب میں بیماری اور موت نے شدت پکڑلی اور لوگوں پر انتہائی دہشت طاری ہو گئی۔ حضرت عمرؓ کو اللہ کے دامن رحمت کے سوا کہیں پناہ نظر نہ آئی۔ نو مہینے تک مسلسل ان کا یہ معمول تھا کہ لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھانے کے بعد کاشانہ خلافت میں داخل ہوتے تھے اور ساری رات نوافل پڑھتے رہتے تھے خدا سے گڑ گڑا کر یہ دعا مانگتے تھے کہ وہ انکے ہاتھوں امت کو ہلاک نہ کریں لیکن جب انکے پروردگار نے انکی دعا قبول نہ فرمائی تو نماز استسقاء کا فیصلہ کیا اور نمائندے کو لکھ بھیجا کہ فلاں دن لوگوں کو لے کر باہر نکلو اور پروردگار عالم کے حضور گڑ گڑاؤ کہ ان پر سے قحط دور کر دے۔ اس دن وہ خود بھی لوگوں کو لے کر نکلے۔ رسول اللہ ﷺ کی ردائے مبارک ان کے ہاتھ پر تھی۔ نماز ختم کرنے کے بعد انہوں نے اور انکے ساتھ تمام مسلمانوں نے اللہ جل شانہ کی تعریف میں تضرع وزاری کی اور گڑ گڑا' گڑ گڑا کے دعائیں مانگیں۔ حضرت عمرؓ دیر تک روتے رہے یہاں تک کہ داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ انکے پہلو میں کھڑے تھے۔ حضرت عمرؓ نے انکا ہاتھ پکڑا اور آسمان کی طرف سر اُٹھا کر کہا کہ ''یا اللہ! ہم تیرے رسول کے چچا کو تیرے حضور شفیع بناتے ہیں'' حضرت ابن عباسؓ نے بھی اپنے پرودگار سے دعا مانگی۔ ان کی دونوں آنکھیں آنسوؤں سے چھلک رہی تھیں۔ لوگ اپنے رب کے سامنے کھڑے خشیت وزاری کے انتہائی جذبات کے ساتھ دعا مانگ رہے تھے۔ اور جانتے تھے کہ اگر اس نے مینہ نہ برسایا تو موت یقینی ہے۔ آخر کار اللہ نے اپنے ان مومن بندوں کی دعا قبول فرمائی۔ جنہوں نے اس سے کیے ہوئے عہد کو پورا کیا تھا۔ بے شک اللہ اپنے بندوں کے لیے رؤف ورحیم ہے۔

اللہ نے اپنے بندوں کی دعا قبول فرمائی اور دھواں دھار بارش کے لیے دروازے کھول دیئے۔ پیاسی زمین دیکھتے دیکھتے سیراب ہو گئی۔ اور اس نے اپنا خاکستری لباس بدل

Marfat.com

کے دھانی پوشاک پہن لی۔ اب ان عربوں کے لیے' جو چاروں طرف سے مدینہ میں آ کر جمع ہو گئے تھے وہاں ٹھہرنے کی کوئی وجہ نہ رہی۔ چنانچہ حضرت عمرؓ ان میں جاتے اور فرماتے "جاؤ! اپنے اپنے وطن کو واپس جاؤ!" انہیں اندیشا تھا کہ کہیں لوگ مدینہ کی زندگی کو عیش و آرام کی زندگی سمجھ کر وہیں نہ رہ پڑیں۔ بلکہ انہوں نے ان بدویوں کو چند ایسے لوگوں کے سپرد کر دیا' جو انکے لیے سفر کی سہولتیں بہم پہنچاتے تھے۔ اپنے وطن واپس پہنچ کر یہ لوگ پھر معمول کے مطابق زندگی بسر کرنے لگے۔ حالانکہ اب انہیں مال غنیمت میں وہ وظیفے نہیں مل رہے تھے۔ جو ان کی آسودگی کا سبب تھے۔ یہ اس لیے کہ حضرت عمرؓ جزیرہ عرب کے قحط میں مصروف تھے اور انہوں نے اپنے لشکر کو سخت احکام دے رکھے تھے کہ جب تک وہ اپنی مدافعت پر مجبور ہی نہ ہو جائیں' دشمن سے جنگ نہ کریں۔

عام الرمادہ میں حضرت عمرؓ نے زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے آدمی نہ بھیجے' بلکہ جب تک قحط دور نہ ہو گیا انہیں روکے رکھا۔ جب لوگ اطمینان سے زندگی بسر کرنے لگے اور سرمایہ حیات وافر ہو گیا تو ان کارندوں کو بھیجا اور حکم دیا کہ ہر صاحب استطاعت سے دو حصے وصول کیے جائیں۔ ایک حصہ عام الرمادہ اور ایک اسکے بعد کے سال کا۔ پہلا حصہ محتاجوں میں تقسیم کر دیا جائے اور دوسرا حصہ بارگاہ خلافت میں پہنچا دیا جائے۔ اس سے ضرورت مندوں کو ضرورت میں بہت تخفیف ہو گئی۔ پھر یہ تاکید بھی کی تھی کہ ان لوگوں کے سوا کسی کو تکلیف نہ دی جائے اور اتنا بوجھ نہ ڈالا جائے جسے برداشت کرنے کی ان میں طاقت نہ ہو۔

مناسب ہے کہ ہم اس مرحلے پر تھوڑی دیر کے لیے توقف کریں اور حضرت عمرؓ کی سیاست کو دیکھیں جو اس قحط کے زمانے میں جس سے انہیں اور ان کی قوم کو سابقہ پڑا' ان کی خدمات ظاہر ہوتی ہیں۔ اس سے ہماری مراد استعجاب و احترام کے ان جذبات کا اظہار نہیں ہے جو ان خدمات کے پیش نظر حضرت عمرؓ کے دل میں پیدا ہوتے ہیں۔ بلکہ ہم ان خدمات کے آئینے میں حکومت کی اس تصویر کے اجمالی خطوط دیکھنا چاہتے ہیں' جو اس شخص کے ذہن میں مرتسم تھی جسے قضا و قدر نے اس مقصد کے لیے مخصوص فرمایا تھا کہ وہ اسلامی معاشرے میں نظام حکومت کو تفصیلی رنگ دینے کا سب سے پہلے آغاز کرے۔ ان خدمات و اعمال میں جو چیز سب سے زیادہ نظر کو اپنی طرف کھینچتی ہے وہ حضرت عمرؓ کا ذمہ داریاں قبول

Marfat.com

کرنا اور اپنی جان کو خود مورد ستم بنانا ہے۔ انہوں نے اللہ کی عطا کردہ نعمتوں سے روگرداں ہونے کے لیے اپنے اوپر یہ بوجھ نہیں لادا تھا کہ اسلام اسکی اجازت نہیں دیتا۔ یہ وہ اس لیے کرتے تھے کہ انکا شعور غریبوں، کمزوروں اور محتاجوں کے شعور سے ہم آہنگ ہو جائے۔ ان کا ارشاد ہے۔ ”جب تک میں لوگوں کی مصیبت میں شریک نہ رہوں گا مجھے ان کی تکلیف کا کیسے اندازہ ہوگا؟ اسی لیے وہ اپنے آپ کو ان محتاجوں کی سطح پر لے آئے تھے، جنہیں زندگی برقرار رکھنے کے لیے صرف انہی کا دستر خوان میسر آتا تھا۔ اور دوسرے ہزاروں بھوکوں کے ساتھ بیٹھتے تھے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ انہی کے ہمراہ کھانا کھاتے تھے اور اپنے گھر میں کھانا کھانے پر رضامند نہ ہوتے تھے تاکہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ وہ اپنے لیے ایسی چیز پسند کرتے ہیں جو ان کی قوم کے فاقہ زدوں کو میسر نہیں۔ اپنے اس عمل سے انکے لیے دو اہم مقصد تھے۔ ایک یہ کہ انہیں لوگوں کے دکھ درد کا احساس ہو جائے تاکہ وہ ان سے ہمدردی اور ان کی تکلیفیں دور کرنے کے سلسلے میں سعی و عمل کی رفتار تیز تر کر دیں اور دوسرا یہ کہ عوام کو اطمینان ہو جائے کہ امیر المومنینؓ مصائب و شدائد میں ہمارے برابر کے شریک ہیں اور انکے جذبات مشتعل نہ ہو جائیں بلکہ وہ ہر تکلیف و اذیت پر راضی بہ رضا رہیں کہ مملکت کا سب سے بڑا آدمی اس ابتلا میں انکا ساتھ دے رہا ہے اور ان دونوں مقصدوں میں حضرت عمرؓ اتنے کامیاب رہے کہ کسی قوم کا کوئی فرماں روا اس کی مثال پیش نہیں کر سکتا۔

اس بناء پر حضرت عمر کے نزدیک فرماں روا کا سب سے پہلا فرض یہ تھا کہ وہ اپنی زندگی کو عوام کی زندگی کے برابر رکھے۔ لیکن اسی طرح ان کی یہ بھی رائے تھی کہ اہل استطاعت کو جائز رو سے نفع روانگی نفع اندوز ہونے کے لیے دولت جمع کرنے اور زمین سے غلہ لینے کا موقع دیا جائے تاکہ یہ سرمایا انکے شعلہ عمل کو بھڑکائے اور دولت اور نعمت کی زیادتی کے لیے مساعی کے قدم برق رفتار ہو جائیں۔ اس سے عوام کے دل میں اپنے فرماں روا کی محبت بڑھے گی۔ وہ اس کی سیاست کو اپنا لیں گے اور اس سیاست کی راہ میں زیادہ سے زیادہ قربانیاں دینے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ اپنے حاکم سے عوام کی یہ محبت اور شدید تعلق خاطر میں اس کے خلاف نافرمانی و سرکشی کا خیال نہ آسکے گا۔

اس کے علاوہ قوم کے مختلف طبقوں میں اخوت اور محبت کے رشتے استوار

Marfat.com

ہو جائیں گے کیونکہ ان مختلف طبقوں میں فرماں رواں کا وہی مقام ہوتا ہے جو کام انسان کے جسم میں قلب کا ہوتا ہے۔ فرماں روا ان میں عدل وانصاف سے زندگی کا سامان تقسیم کرتا ہے اور ان سب کا رخ عام بھلائی کی طرف بھیج دیتا ہے۔

ابھی قحط پوری طرح سے ختم نہ ہونے پایا تھا اور اللہ نے یہ مصیبت انکے سروں سے دور نہ کی تھی کہ شام میں وباء کے پھوٹنے اور اس کے عراق تک پہنچ جانے کی خبر نے انہیں بے چین کر دیا۔ فلسطین کے ایک شہر ''عمواس'' میں طاعون پھیلا اور اسکے چھوت نے پورے شام کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ مرض کا حملہ اتنا شدید تھا کہ جس کسی کو وہ ہدف بناتا اسے تیزی سے موت کے منہ میں پہنچا دیتا اور افسوس! کہ اس نے بہت سے انسانوں کو ہدف بنایا۔ یہ وباء مہینوں تک پھیلی رہی ہے اور پچیس ہزار مسلمان اس کی بھینٹ چڑھ گئے، جن میں حضرت ابوعبیدہ ابن الجراحؓ معاذ بن جبل، ابی سفیانؓ حارث بن حشام، سہیل بن عمرو، عبہ بن سہیل اسی سینکڑوں اعیان واکابر میں شامل تھے۔ حارث بن حشام اپنے ستر (۷۰) اہل خاندان کے ساتھ مدینہ سے شام گئے اور ان میں سے چار کے سوا باقی سب کے سب اس بلائے بے درماں کی نذر ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ اس طاعون میں جو شہریوں کی طرح فوجیوں میں بھی پھیل گیا تھا حضرت خالد بن ولیدؓ کی اولاد میں سے چالیس افراد کام آئے اس تباہی نے لوگوں پر دہشت طاری کر دی اور وہ اس کے عواقب سے تھرا اُٹھے۔ اگر اس وقت دشمن پلٹ کر ان پر حملہ کر دیتا تو وہ یقیناً اس کا مقابلہ نہ کر سکتے۔ لیکن رومیوں کو اندیشہ تھا کہ جو وبا مسلمانوں پر چھائی ہوئی ہے کہیں ان پر بھی مسلط نہ ہو جائے۔ اس لیے وہ حملہ کرنے کہ جرات نہ کر سکے۔

وباء کی خبریں ابتداءً پریشان کن نہ تھیں۔ حضرت عمرؓ شام جانے کا ارادہ فرما رہے تھے کہ فتح کہ بعد اس کا نظم ونسق مرتب فرمائیں۔ چنانچہ فاروق اعظمؓ مدینہ سے چلے اور جب تبوک کے قریب سرغ کے مقام پر پہنچے تو سپہ سالاران عساکر اسلامی حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ یزید بن ابی سفیانؓ اور شرجیل بن حسنہؓ حاضر خدمت ہوئے۔ انہوں نے اطلاع دی کہ سرزمین شام جراثیم زدہ ہو گئی ہے۔ اور طاعون کی شدت کا ذکر کیا۔ حضرت عمرؓ یہ خبر سب کر مضطرب ہوئے اور شام کے وقت مہاجرین اولین کو بلا کر ان سے مشورہ کیا کہ وبا کے

Marfat.com

باوجود شام کا سفر جاری رکھا جائے یا مدینہ کی واپسی کا فیصلہ کیا جائے؟ حاضرین میں اختلاف رائے پیدا ہو گیا ایک گروہ نے کہا۔ ''آپ ایک ایسے مقصد کے لیے تشریف لائے ہیں جس میں خدا کی خوشنودی کے سوا اور کچھ مطلوب نہیں' وبا آپ کے لیے روک نہیں بنی چاہیے! لیکن دوسرے گروہ نے عرض کی'' وہاں ہلاکت وفنا کا دور دورہ ہے۔ ہماری رائے نہیں ہے کہ آپ وہاں تشریف لے جائیں، مہاجرین کی طرح انصار نے بھی باہمی اختلاف رائے کا اظہار کیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انہوں نے نے مہاجرین کی باتیں سن لی ہیں اور انہی کو دہرا رہے ہیں آپ حضرت عمرؓ نے قریش کے ان مہاجرین کو جمع کیا جو فتح مکہ کے وقت موجود تھے۔ اور ان سے مشورہ طلب فرمایا۔ ان میں سے ایک نے بھی اختلاف نہ کیا اور سب نے یک زبان ہو کر کہا'' لوگوں کو واپس لے چلیے! وہ ہلاکت وفنا کی جگہ ہے۔'' حضرت عمر نے واپسی کا حکم دے دیا۔ حضرت ابن عباسؓ نے لوگوں میں اعلان کر دیا کہ صبح ہوتے ہی سامان سفر تیار کریں۔ صبح کی نماز کے بعد حضرت عمرؓ نے مسلمانوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔'' میں واپس جا رہا ہوں۔ تم بھی میرے ساتھ چلو۔!

حضرت عمرؓ کے ان مشوروں اور اس فیصلے کے وقت حضرت ابو عبیدہؓ موجود نہ تھے ۔ جب انہیں اس کا علم ہوا تو حضرت عمرؓ سے بولے'' عمرؓ! قضائے الٰہی سے بھاگتے ہو؟ حضرت عمرؓ اس اعتراض پر مبہوت ہو گئے اور تھوڑی دیر تک حضرت ابو عبیدہؓ کو ٹکٹکی باندھے دیکھتے رہے پھر فرمایا۔ کاش یہ بات کوئی اور کہتا۔ ہاں! میں بھاگ رہا ہوں قضائے الٰہی سے قضائے الٰہی کی طرف'' سر جھکا کر کچھ سوچتے رہے اور سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔'' کیا خیال ہے کہ اگر ایک شخص ایک ایسی وادی میں اترے جس کا ایک حصہ سرسبز ہو اور دوسرا بنجر تو کیا جس نے بنجر حصے میں بھیڑ چرائیں' قضائے الٰہی سے نہیں چرائیں اور جس نے سرسبز حصے میں بھیڑیں چرائیں قضائے الٰہی سے نہیں چرائیں؟

اس گفتگو کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت ابو عبیدہؓ سے شام کے حالات اور وباؤ سے بچنے کے طریقوں پر تبادلہ خیال کیا۔ یہ دونوں ابھی باتیں کر ہی رہے تھے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف پہنچے تو دیکھا کہ کھلبلی مچی ہوئی ہے۔ پوچھا کیا بات ہے؟ اور جب لوگوں نے بات بتائی تو کہا۔'' مجھے اس کے متعلق علم ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے

Marfat.com

سنا ہے: اگر تم سنو کسی ملک میں وبا پھیلی ہے وہاں مت جاؤ۔ لیکن اگر تم کسی جگہ ہو اور وبا پھوٹ پڑے تو وہاں سے بھاگو نہیں! یہ حدیث سن کر حضرت عمر مطمئن ہو گئے فرمایا ''الحمد للہ ! لوگو! چلو!

حضرت عمر اپنے ہمراہیوں کو لے کر مدینہ واپس چلے گئے اور اور سرداران فوج اپنی اپنی علمداریوں میں۔ مدینہ پہنچ کر حضرت عمر نے شام کے مسلمانوں کے متعلق سوچنا شروع کیا کہ انہیں طاعون کی تباہ کاریوں سے کیسے بچایا جائے؟ خاص طور پر امیر المومنینؓ کو حضرت ابو عبیدہؓ کی زندگی اس لیے اور بھی عزیز تھی کہ وہ انہیں اپنے بعد خلیفہ نامزد کرنا چاہتے تھے۔ کیا حضرت ابوبکرؓ نے سقیفہ بنی ساعدہ میں انصارؓ کو دعوت نہیں دی تھی کہ وہ ان دنوں حضرت ابو عبیدہؓ اور حضرت عمر میں سے کسی ایک کے ہاتھ پر بیعت کر لیں۔ مسلمانوں نے پہلے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کی اور اس کے بعد حضرت عمرؓ کی۔ ان حالات میں حضرت ابو عبیدہؓ کو خلیفہ نامزد کرنا اور لوگوں کو ان کی بیعت کی دعوت دینا کسی طرح نامناسب نہ تھا ، لیکن اگر وہ طاعون میں وفات پا جاتے ہیں تو حضرت عمرؓ کس کو خلیفہ نامزد کریں گے؟ اس کے علاوہ حضرت عمرؓ کو حضرت ابو عبیدہؓ سے بے انتہا محبت تھی اور ان کے دل میں اس مومن کا بڑا رتبہ تھا۔ اسی لیے کہ حضرت ابو عبیدہؓ خدا پر اٹل ایمان رکھتے ہیں۔ ادائے فرض کو اپنی زندگی پر مقدم سمجھتے ہیں اور وہ کسی قیمت پر اپنے ساتھیوں کو شام میں چھوڑ کر قضائے الٰہی سے نہیں بھاگیں گے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت ابو عبیدہؓ کو جو خط ارسال کیا اس میں اپنے اندیشوں کی طرف کوئی اشارہ نہ کیا بلکہ لکھا۔ ''میں ایک ضروری کام کے سلسلے میں آپ سے زبانی بات چیت کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ آپ خط پڑھتے ہی روانہ ہو جائیں گے !'' حضرت ابو عبیدہؓ نے یہ خط پڑھ کر حضرت عمر کا مطلب سمجھ لیا کہ وہ انہیں وبا کی حدود سے نکالنا چاہتے ہیں اور فرمایا۔ ''اللہ امیر المومنین کو معاف فرمائے! اس کے بعد حضرت عمر کو لکھا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو میری ضرورت ہے، لیکن میں اسلامی لشکر میں ہوں اور میرے دل میں اسے چھوڑنے کا کوئی خیال نہیں ہے۔ چنانچہ میں اس وقت تک اپنے ساتھیوں سے جدا نہیں ہونا چاہتا جب تک اللہ میرے اور ان کے متعلق اپنا حکم صادر نہ فرما دے۔ امیر المومنین مجھے اپنے ارشاد کی تعمیل سے معذور سمجھئے اور لشکر ہی میں رہنے دیجئے! حضرت عمرؓ یہ خط پڑھ کر

Marfat.com

رونے لگے۔ حاضرین نے پوچھا کہ کیا ابوعبیدہ کا انتقال ہوگیا۔ حضرت عمرؓ نے آنسوؤں سے گھٹی آواز میں جواب دیا نہیں معلوم ہوتا ہے۔ ہوجائے گا۔"

میں چاہتا تھا کہ مدینہ واپس ہوتے وقت حضرت ابوعبیدہؓ کے اس اعتراض کے جواب میں کہ "عمرؓ تم قضائے الٰہی سے بھاگتے ہو؟ حضرت عمرؓ نے جو حکیمانہ بات ارشاد فرمائی تھی' اس پر ایک نظر ڈالتا۔ اسی طرح اب میری خواہش تھی کہ ان دو خطوں پر اظہار رائے کرتا جو حضرت عمرؓ اور حضرت ابوعبیدہ ایک دوسرے کو لکھے۔ اس لیے کہ حضرت عمرؓ کا وہ ارشاد اور یہ دونوں خط ایک آئینہ ہیں۔ جس میں اس عہد کی زندگی' اس زندگی کے عناصر قوت اور اس دور میں اسلامی سلطنت کی وسعت اور کشادگی کے اسباب جھلکتے ہیں' لیکن میں نے بہتر یہی سمجھا کہ پہلے واقعات بیان کردوں جو وبا کے ختم ہونے اور شام کی زندگی کے اپنی طبیع رفتار پر آجانے تک پیش آئے کیوں کہ ان واقعات سے ایک طرف تو اس آئینے کو مزید جلا حاصل ہوگی اور دوسری طرف صدر اول کے مسلمانوں کا........جو رسول اللہ ﷺ کے صحابی تھے.... طریق فکر واضح ہوجائے گا کہ وہ کس طرح حق کے سوا' جو انکے دل ودماغ پر چھایا ہوا تھا' ہر قید اور ہر غرض سے آزاد ہوکر سوچتے تھے اور اللہ تعالی کس طرح انہیں عرفان حق کی توفیق ارزانی فرماتا تھا۔

حضرت عمرؓ حضرت ابوعبیدہؓ کا خط پڑھ کر رو دیے اور سوچنے لگے کہ اہل شام کو ہلاکت کے اس بھنور سے کیسے نکالیں؟ اہل الرائے اصحاب سے مشورے کے بعد انہوں نے حضرت ابوعبیدہؓ کو لکھا۔ "تم لوگوں کو نشیب میں لے کر اترے ہو۔ اس لیے کسی بلند اور پرفضا مقام پر چلے جاؤ! حضرت ابوعبیدہؓ ابھی اس حکم کی تعمیل کے متعلق سوچ رہے تھے کہ طاعون نے ان پر وار کردیا اور وہ اللہ کو عزیز ہوگئے۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے اپنا جانشین حضرت معاذ بن جبلؓ کو نامزد کیا تھا۔ لیکن پہلے ان کے صاحبزادے اور بعد کو وہ خود طاعون میں مبتلا ہوئے اور دونوں انتقال فرماگئے۔ حضرت معاذ نے اپنا قائم مقام حضرت عمرو بن عاصؓ کو بنایا۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے ایک تقریر کی اور فرمایا۔ "وہ وبا جب پھوٹتی ہے تو آگ کی طرح پھیلتی ہے' پہاڑوں میں چھپ کر اپنی جانیں بچاؤ۔" اس کے بعد لوگوں کے لے کر وہاں سے نکلے اور پہاڑوں میں چلے گئے۔ تا آنکہ وبا کا زور گھٹتے گھٹتے بالکل ختم ہوگیا۔

امیر المومنینؓ کو حضرت عمرو بن وعاصؓ کی اس تقریر کا علم ہوا تو نہ صرف یہ کہ اس پر ناپسندیدگی کا اظہار نہیں فرمایا بلکہ اسے اپنے اس حکم کی تعمیل قرار دیا' جو حضرت ابو عبیدہؓ کو دیا گیا تھا ۔(حضرت عمر فاروق اعظمؓ از محمد حسین ہیکل صفحہ ۳۶۰)

وبا کا سبب چاہے کچھ ہو۔ بہر حال لوگ حضرت عمرو بن عاصؓ کے کہنے پر پہاڑوں میں چلے گئے کہ طاعون کا زور ٹوٹ جائے لیکن اس وقت تک شام میں پچیس ہزار مسلمان اس قہر الٰہی کی نذر ہو چکے تھے اور یہ وبا شام سے عراق منتقل ہو کر سب سے زیادہ اہل بصرہ کی بھینٹ لے چکی تھی جو اسلامی لشکر کا بہترین حصہ تھا۔ اس کے باوجود یزدگرد نے عراق واپس لینے کی اس سے زیادہ فکر نہ کی جتنی ہرقل نے فلسطین یا شام واپس لینے کے لیے کی تھی۔ ہرقل کی طرح اسے بھی یہ خوف تھا کہ مبادا طاعون اس کی فوجوں میں پھیل کر شام سے ایران پہنچ جائے اور اس کی ہلاکت خیزیاں جنگ اور اس کے نتائج سے زیادہ تباہ کن ثابت نہ ہوں۔

وبا ختم ہونے کے بعد حضرت عمرؓ اس کے اثرات مابعد سے کیسے عہدہ برآ ہوں؟ اگر وہ اتنے مسلمانوں کی ہلاکت اور اسلامی لشکر کی کثیر تعداد کے لقمہ اجل ہو جانے کے بعد بھی شام کو اس کے حال پر چھوڑ دیتے تو فتح شام ناخوشگوار نتائج سے دوچار ہو جاتی کیوں کہ رومی اس پر دوبارہ قبضہ کرنے کے لیے چڑھائی کی سوچ رہے تھے۔ اس کے علاوہ مرنے والوں کی میراث کے جھگڑوں نے وہاں کے اقتصادی نظام میں گڑبڑ پیدا کر دی تھی اور حضرت عمرؓ کو یہ کسی طرح گوارا نہ تھا کہ ترکوں کی تقسیم مسلمانوں میں فتنہ وفساد کا بیج بوئے ۔ان حالات میں ان کے لیے بس یہی ایک راستہ تھا کہ بہ نفس نفیس شام تشریف لے جائیں اور تمام حالات کا مطالعہ کر کے انتظام کریں۔ چنانچہ انہوں نے حضرت علیؓ کو اپنا قائم مقام مقرر کیا اور صحابہ کی ایک جماعت کے ہمراہ مدینہ سے ایلہ...... روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچ کر شہر کے پادری کو بلایا اور اسے اپنا کرتا دے کر' جو طوالت سفر سے پھٹ گیا تھا ارشاد فرمایا" اسے دھو کر پیوند لگا دو۔" پادری نے کرتہ دھو کر اس پر پیوند لگا دیئے اور اسی طرح کا ایک اور کرتا بھی سلوا دیا۔ دونوں کرتے لے کر وہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا" یہ آپ کا کرتا ہے جسے دھو کر میں نے پیوند لگا دیے ہیں اور یہ دوسرا کرتا آپ میری طرف سے قبول

Marfat.com

فرمایئے۔" حضرت عمرؓ نے اپنا کرتا پہن لیا اور دوسرا کرتا واپس کرتے ہوئے فرمایا میرا کرتا اس سے زیادہ پسینہ جذب کرتا ہے۔"

حضرت عمرؓ ایلہ سے روانہ ہوئے اور جابیہ پہنچ کر قیام فرمایا۔ شام و فلسطین کے عمال نے حاضر خدمت ہو کر مسلمانوں کی بپتا بیان کی۔ آپ نے تمام ملک شام کا دورہ فرمایا ۔مختلف علاقوں میں مسلمانوں کے معاملات کی چھان بین کی' ان کے ساتھ فیاضی سے پیش آئے۔ دمشق و حمص اور ان دوسرے شہروں میں' جو وبا کی تباہ کاریوں کا بطور خاص نشانہ بنے تھے۔ عربوں کے لیے......اور گرمیوں کی فرودگاہیں قرار دیں۔ پھر شام کی سرحدوں اور لشکر گاہوں کو مستحکم کیا۔ غذا کی تقسیم کا از سر نو انتظام ہوا اور اس کام میں مدد دینے کے لیے لوگوں کو خود نامزد فرمایا۔ اس سے فارغ ہو کر تر کے تقسیم کیے اور مرحومین عمواس کا متروکہ مستحقین کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر انہیں پہنچا دیا اس طرح تمام معاملات درستی پر آ گئے اور سابقہ نظام بحال ہو گیا ۔ایک طویل خوف و دہشت کے بعد لوگوں نے اطمینان کا سانس لیا۔ (ایضاً صفحہ ۳۶۲)

حضرت عمرؓ شام سے مدینہ واپس ہوتے ہوئے جابیہ پہنچے تو عام جلسے میں ایک تقریر کی اور اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا......" میں تم لوگوں پر ولی بنایا گیا ہوں۔ تمہارے جو معاملات میرے سپرد کیے گئے ہیں' انشاء اللہ میں انہیں ٹھیک انجام دوں گا۔ ہم نے مال غنیمت، عطیے اور فرودگاہیں تم میں برابر برابر تقسیم کی ہیں اور تمہارے حقوق تم کو پہنچائے ہیں۔ چنانچہ تمہارے لیے فوجیں مرتب کی ہیں اور تمہاری راحت و آسائش کے اسباب فراہم کیے ہیں۔ ہم نے تمہیں آباد کیا ہے۔ مال غنیمت اور جہاد کے انعامات سے آسودہ خوش حال بنایا ہے۔ ہم نے تمہارے حوصلوں کو بلند کیا ہے۔ تمہارے لیے رزق عطا کیا ہے ۔پس اگر کوئی ایسی بات جانتا ہو جس پر عمل ہونا چاہیے تو وہ ہمیں بتائے' انشاء اللہ ہم اس پر عمل کریں گے۔"

رعایا پروری کا نبوی ﷺ حکم اور اس پر فاروق اعظمؓ کا عمل

ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

"مامن امتی حد ولی عن امر الناس شیئاً لم یحفظھم بما حفظه به نفسه

Marfat.com

واھلہ الالم یجد رائحۃ الجنۃ " (طبرانی' بحوالہ مجمع الزوائد' جلد ۵)

"حضور ﷺ نے فرمایا' میری امت میں سے کوئی شخص لوگوں کے معاملات کا نگران بنا اور اس نے ان کے معاملات کی اس طرح حفاظت نہ کی جس طرح اپنی اور اپنے اہل وعیال کی حفاظت کرتا ہے تو جنت کی خوشبو نہیں پا سکے گا۔"

رعایا کے مسائل سے واقفیت کیلئے پوری مملکت کا دورہ

بائیس (۲۲) لاکھ مربع میل کی وسیع وعریض مملکت میں کئی علاقے ایسے تھے جن کے بارے میں حضرت عمرؓ کو مکمل حالات جاننے میں کافی دشواری پیش آتی تھی۔ فتوحات میں وسعت کے ساتھ ساتھ آپ میں رعایا کے ہر طبقے کے مسائل معلوم کرنے کی خواہش اتنی شدید ہو گئی تھی کہ وہ تمام صوبوں کی طرف قاصد روانہ کر کے حالات معلوم کرتے رہتے تھے۔ حضرت عمرؓ کو اس بات کا اتنا احساس تھا کہ میری رعایا میں ایک چھوٹی سی بستی بھی ایسی نہ رہ جائے جہاں میں عدل وانصاف مہیا نہ کر سکوں' مبادا کوئی قوم ظلم وجبر کی چکی کے نیچے پستی رہے اور عمرؓ اس سے بے خبر ہو۔

طبری کے بیان کردہ ایک واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خلافت کے آخری سالوں میں آپ کا یہ احساس اتنا شدید ہو گیا تھا کہ آپ نے پورے ملک کے سرکاری دورے کا وسیع پروگرام بنا لیا تھا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا تھا:

> "اگر میں زندہ رہا تو (ان شاء اللہ) ایک سال تک اپنی رعایا کے علاقوں کا دورہ کروں گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ عوام کی بعض ضروریات ایسی ہیں جن کی خبر مجھ تک پہنچ نہیں پاتی۔ ان کے مقامی حاکم مجھے ان کی ضروریات سے باخبر نہیں رکھتے اور خود وہ لوگ مجھ تک پہنچ نہیں سکتے۔ میں پہلے شام جاؤں گا اور وہاں دو ماہ قیام کروں گا' پھر الجزیرہ جاؤں گا' وہاں دو ماہ ٹھہروں گا' پھر مصر جاؤں گا' وہاں بھی دو ماہ قیام کروں گا' پھر بحرین جاؤں گا اور دو ماہ وہاں ٹھہروں گا' پھر کوفہ جاؤں گا اور وہاں دو مہینہ قیام کروں گا' پھر بصرہ جاؤں گا اور وہاں دو ماہ قیام کروں گا۔ خدا کی قسم! یہ سفر کتنا اچھا ہوگا۔" (طبری صفحہ ۲۷۳۸ مطبوعہ مصر)

Marfat.com

مگر اس فرمان کے آٹھ (۸) ماہ بعد شہادت نے آپؓ کو اس پروگرام پر عمل پیرا نہ ہونے دیا۔

حضرت عمرؓ اپنے ماتحت حکام کو بھی لوگوں کی ضروریات کا احساس دلاتے رہتے تھے۔ بصرہ کے گورنر حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ جب ایک وفد کے ساتھ مدینہ آئے تو آپ نے ان کو فرمایا:

"الا واوسعوا الناس فی بیوتھم واطعمو اعیالھم"
(طرطوشی سراج الملوک صفحہ ۱۰۹ مطبع خریدیہ مصر)
"سنو! لوگوں کے گھروں میں ان کے لئے فراضی کا سامان پیدا کرو اور ان کے متعلقین کو راحت دینے کا انتظام کرو۔"

کفالت عامہ کے بارے میں حضرت عمرؓ کی واضح تصریح

عامۃ الناس کی معاشی ضرورتوں کی تکمیل اسلامی حکومت کے اولین فرائض میں شامل ہے۔ اس کے متعلق حضرت عمر فاروقؓ کا ایک خطبہ نقل کیا جاتا ہے جو آپ نے قادسیہ کی فتح کی خوشخبری سنانے کے بعد عوام کے سامنے دیا تھا۔ آپ نے فرمایا:

"انی حریص علی ان لاادی حاجة الخ"

"میں چاہتا ہوں کہ کسی محتاج کی کوئی حاجت باقی نہ رہے' میری مملکت کے ہر ہر فرد کی ہر قسم کلی ذمہ داری مجھ پر ہے' اسلامی حکومت پر لازم ہے کہ بھوکے کو روٹی' بے خانماں کو مکان اور ننگے کو کپڑے پہنچائے' ہم پر لازم ہے کہ رعایا کو خوشحال کریں' ان کی ضروریات کا خیال رکھیں' یہ نہ ہو کہ حکومت بھی قائم ہو اور غربت وافلاس بھی عوام کو تنگ دستی کی چکی میں پیستی رہے۔ (از اسلام کا نظریہ ملکیت صفحہ ۱۰۱)

غربت کے خاتمہ کے لئے تاریخ ساز اعلان

کتاب الخراج میں ہے کہ ایک موقع پر معاشی تنگ دستی کا حال سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا:

"اما واللہ لئن بقیت لا رامل الی اھل العراق لا دعنھم لا یفتقرون الی امیر بعدی"

Marfat.com

''خدا کی قسم! اگر میں زندہ رہا تو عراق کی بیواؤں کو ایسا کر جاؤں گا کہ میرے بعد وہ کسی امیر کے پاس حاجت مند بن کر پیش نہ ہوں'' (ایضاً صفحہ ۲۷)

اسلام دنیا کا پہلا مذہب ہے جس نے رعایا کے حقوق بلا تفریق مذہب تمام لوگوں کو عطا کئے خلفاء راشدین کے دور میں کفالت عامہ کی ذمہ داری صرف مسلمان شہریوں تک محدود نہ تھی۔ بلکہ غیر مسلم عوام کی معاشی ضروریات کا بھی خیال رکھا جاتا تھا۔ اس کا اندازہ حضرت عمرؓ کے اس خطبہ سے کیا جاسکتا ہے جو آپؓ نے قادسیہ کی فتح کی خوشخبری سنانے کے بعد عوام کے سامنے دیا تھا۔

عیسائیوں کے معاشی حقوق کی ادائیگی

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور میں اہل حیرہ کے عیسائیوں کے ساتھ ہونے والے ایک معاہدہ سے بھی غیر مسلموں کے بارے میں خلافت کا نقطہ نظر سامنے آتا ہے معاہدہ کی عبارت کتاب الخراج میں قاضی ابو یوسف نے نقل کی ہے۔

ترجمہ: ''میں نے ان کا یہ حق قرار دیا ہے کہ ایسا بوڑھا جو محنت کرنے سے معذور ہو یا جس پر کوئی مرض یا مصیبت آپڑے یا جو آدمی پہلے سے مال دار رہا اور ایسا غریب ہو جائے کہ اس کے ہم مذہب اسے خیرات دینے لگیں اس کا جزیہ ساقط کر دیا جائے گا' جب تک وہ دار الحرب اور دار السلام میں مقیم رہے گا۔ اس کے اہل وعیال کی کفالت مسلمانوں کے بیت المال سے کی جائے گی۔''

ایک معذور یہودی کے اخراجات کی ذمہ داری

عمرؓ بن خطاب بازار سے گذر رہے تھے کہ آپ نے دیکھا ایک سائل بھیک مانگ رہا ہے۔ یہ ایک بوڑھا آدمی تھا' جس کی بصارت ضائع ہو چکی تھی۔ آپ نے پیچھے سے اس کے بازو کو ٹھونکا اور پوچھا تم کون ہو اور تم کو ایسی حالت کیوں پیش آئی؟ اس نے کہا میں یہودی ہوں' ضرورت مندی اور جزیہ کی ادائیگی نے مجھے بھیک مانگنے پر مجبور کیا۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت عمرؓ اس کا ہاتھ پکڑ کر گھر لے گئے۔ گھر لا کر اس کو اتنا کچھ دیا کہ جو اس وقت کی ضروریات کے لئے کافی تھا۔ پھر آپ نے بیت المال کے نگران کو بلوا کر کہا اس کا اور اس

Marfat.com

جیسے دوسرے تمام افراد کا جزیہ ساقط کر کے ان کا خیال رکھو اور فرمایا!

''خدا کی قسم یہ انصاف نہیں کہ ہم ان کی جوانی کی کمائی کھائیں اور انہیں بڑھاپے میں بے سہارا چھوڑ دیں۔'' (کتاب الخراج صفحہ ۱۵۰)

عام لوگوں کی معاشی ضروریات پوری کرنے کیلئے حضرت عمرؓ نے اعلان کر رکھا تھا:

''ومن اراد ان یسال عن المال فلیاتنی فان الله جعلنی خازناً وقاسماً''

''جو مال مانگنا چاہے وہ میرے پاس آئے کیونکہ اللہ نے مجھے ان کے مال کا تقسیم کنندہ اور خزانچی بنایا ہے۔'' (ابن جوزی سیرۃ عمر بن خطاب)

رعایا کی خوشحالی پر خلفاء راشدین کا اطمینان

رعایا کی مجموعی حالت کے بارے میں خلفاء ہمیشہ پریشان رہتے تھے۔ ان کا منشا یہ تھا کہ پوری ریاست کا ہر فرد اعلیٰ معیار زندگی سے بہرہ رہو۔ آنحضرت ﷺ کے آخری دور میں غربت اور تنگ دستی کے خاتمے کے بعد جب مسلمانوں کو خوشحالی میسر آئی تو اس خطرہ سے کہ ریاستوں کی آمدنی کا اکثر حصہ چند خاندانوں تک ہی محدود نہ ہو جائے لہٰذا اعلیٰ معاشی اصول قائم فرمائے۔ آنحضرت ﷺ کے صحبت یافتہ خلفاء بھی کسی صورت میں معاشی عدم توازن کو برداشت نہ کرتے تھے۔ وہ جس علاقے کو اسلام کی روشنی سے بہرہ ور کرتے وہاں کی تمام ضروریات کا سب سے پہلے خیال کرتے۔ ان کا مقصد ہر علاقے سے مال غنیمت حاصل کرنا ہی نہیں تھا۔ بلکہ دنیا بھر کے مظلوموں اور ستم رسیدہ اقوام کو خوشحالی اور فراخی عطا کرنا تھا۔ ان کے کسی عمل سے ایسا واقعہ کبھی پیش نہیں آیا کہ انہوں نے معاشی رعایتوں کے معاملے میں کبھی مسلم اور غیر مسلم کی تفریق کی ہو' وہ مجموعی طور پر مملکت کے لوگوں کی حالت کا خیال رکھتے تھے جب کہیں سے انہیں اطلاع ملتی کہ وہاں لوگ معاشی تنگ دستی میں مبتلا ہیں وہ بے چین ہو جاتے' تاریخ کے اوراق پر ایسے درخشندہ واقعات بھی رقم ہیں' جن کا مطالعہ کر کے انسان رعایا پروری و معاشی اصلاح کے بے مثال کارناموں پر ششدر رہ جاتا ہے۔

Marfat.com

انسان دوستی کا ایک خوبصورت نمونہ:

ہمدردی ومساوات کے متعلق تاریخ انسانی کے منفرد واقعات میں ایک واقعہ یہ بھی ہے جو حضرت عمرؓ کو ایک رات پیش آیا۔ آپؓ کی عادت تھی کہ راتوں کو گشت کر کے حالات معلوم کرتے تھے۔ ایک رات آپؓ مدینہ کی وادیوں میں سے کسی وادی میں جا نکلے۔ اچانک ان کے کان میں رونے کی آواز پڑی' یہ آواز ایک خیمے سے آرہی تھی جس کے دروازے پر ایک آدمی کھڑا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اسے سلام کیا اور پوچھا وہ کون ہے۔ اس نے کہا میں ایک دیہاتی ہوں اور یہاں امیر المومنین سے امداد مانگنے آیا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا یہ آواز کیسی آرہی ہے۔ اس نے حضرت عمرؓ سے کہا بھائی اپنی راہ لیجئے۔ جس چیز سے آپ کا کوئی سروکار نہیں ہے' اس میں دلچسپی کیوں لے رہے ہیں' اسے کیا معلوم کہ وہ امیر المومنینؓ سے ہم کلام ہے' حضرت عمرؓ نے اصرار کیا تو اس نے بتایا کہ میری بیوی دردزہ میں مبتلا ہیں اور اس کے پاس کوئی نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ گھر لوٹے اور اپنی بیوی ام کلثومؓ بنت علیؓ سے کہا'' کیا تمہیں اس ثواب سے کوئی دلچسپی ہے' جس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مہیا کیا ہے؟'' انہوں نے پوچھا وہ کیا ہے؟ اس پر حضرت عمرؓ نے تفصیلات بتائیں اور ان سے کہا کہ وہ اپنے ساتھ نومولود بچے کے لئے کپڑا وغیرہ اور زچہ کی تمام ضروریات لے لیں اور ساتھ ہی کھانے پینے کی چیزیں اور گھی وغیرہ بھی لے لیں۔ وہ یہ چیزیں لے آئیں۔ حضرت عمرؓ نے وہ سامان اٹھایا اور ام کلثومؓ آپ کے پیچھے ہولیں' یہ دونوں اس خیمے کے سامنے جا پہنچے۔ حضرت عمرؓ نے ام کلثومؓ سے کہا کہ خیمے کے اندر چلی جائیں' آپ مرد کے ساتھ باہر بیٹھ گئے اور آگ جلا کر چیزیں پکانے لگے۔ جو آپؓ اپنے ساتھ لائے تھے۔ ابھی تک اس دیہاتی کو معلوم نہیں کہ وہ دنیا کے ایک عظیم انسان کے پہلو میں بیٹھا ہے۔ اس دوران خیمے کے اندر بچے کی ولادت کی خوشخبری دیجئے۔'' جب دیہاتی نے ام کلثومؓ کے یہ الفاظ سنے' تو اب سمجھا کہ وہ امیر المومنینؓ کے ساتھ اس طرح پیش آیا اور اب آپؓ کے ساتھ بیٹھا ہے۔ اس پر خوف کی سی کیفیت طاری ہوگئی اور سنبھل کر حضرت عمرؓ کے پاس سے سرکنے لگا۔ حضرت عمرؓ نے اس سے کہا کہ اسی طرح سے بے تکلف بیٹھے رہو اور خود ہنڈیا پکائی اور ام کلثومؓ سے کہا کہ زچہ کو

Marfat.com

کھانا کھلائیں۔ جب وہ کھا چکی تو بقیہ اس مرد کے سامنے رکھتے ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ "پوری رات جاگتے ہوئے تم نے گزاری اور تکلیف اٹھائی ہے۔" اس کے بعد حضرت عمرؓ نے اس سے کہا کہ "کل ہمارے پاس آجانا' ہم تمہاری ضروریات کی تکمیل کے لئے احکام دے دیں گے۔" جب وہ صبح آیا تو اس کے بچے کے لئے وظیفہ مقرر کر دیا گیا اور اسے بھی بخشش سے نوازا گیا۔

جارج واشنگٹن کا ایک واقعہ اور خلیفہ راشد

امریکہ کے نجات دہندہ جارج واشنگٹن کا یہ واقعہ مشہور ہے کہ وہ ایک دفعہ کسی سڑک سے گذر رہے تھے انہوں نے دیکھا کہ کچھ سپاہی ایک پتھر اٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں مگر اٹھا نہیں پاتے۔ ان کا نگران پاس ہی کھڑا ہے اور ان کی مدد نہیں کر رہا۔ جارج واشنگٹن نے اس سے کہا کہ بھائی ان لوگوں کی مدد کرو لیکن اس نے انکار کر دیا اور کہا کہ میری حیثیت اعلیٰ ہے۔ واشنگٹن نے اپنی چادر ایک طرف رکھی اور ان کی مدد کی یہاں تک کہ انہوں نے پتھر اٹھا لیا اور اس کے بعد جارج نے ان سے کہا کہ جب بھی تمہیں ایسی مشکل درپیش ہوا تو جارج کے گھر کا پتہ دریافت کر لینا۔

بے شک یہ ایک نادر واقعہ ہے جو فی الواقع بلند اخلاقی پر دلالت کرتا ہے لیکن اسے حضرت عمرؓ کے مذکورہ بالا واقعہ سے کیا نسبت ہے؟ کہ انہوں نے رات کو اپنی نیند اور آرام کو ترک کیا' لوگوں کے حالات دریافت کرنے نکلے' جب انہیں معلو ہوا کہ ایک حاملہ عورت دردِ زہ میں مبتلا ہے اور اس کا کوئی معاون نہیں' تو گھر واپس گئے اور بیوی کو ساتھ لیا' خود کھانے پینے کی چیزیں اٹھائے ہوئے ہیں' بیوی کپڑے اور دوسری ضروریات لئے ہوئے ہے' یہ لوگ اندھیری رات میں اس شخص کے گھر پہنچتے ہیں' ان کی بیوی جو ہماری اصطلاح میں ملکہ ہے' علیؓ اور فاطمہؓ کی بیٹی ہے' خادمہ کا کردار ادا کرتی ہے اور وہ خود باورچی بن جاتے ہیں' خدمت انسانی کی اس بلندی کی کوئی مثال ہے' جہاں تک کرہ ارض میں کوئی رئیس سلطنت نہ پہنچ سکا۔ (اسلامی تہذیب کے چند درخشاں پہلو' صفحہ ۸۶' اردو ایڈیشن)

ایک اور اہم واقعہ

حضرت عمرؓ کے خادم اسلم کا بیان ہے: ''ایک دن میں امیر المومنینؓ کے ساتھ بازا گیا' ایک نوجوان عورت ملی اور کہنے لگی' امیر المومنینؓ میرا شوہر مر گیا ہے اور چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ گیا ہے' ان کے کھانے پینے کے لئے کوئی سامان نہیں' میں خفاف بن ایماء الغفاری کی بیٹی ہوں' جو حدیبیہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔

حضرت عمرؓ اس کی باتیں خاموشی سے سنتے رہے' گھر آئے اور ایک تنومند و توانا اونٹ پر سامان خوراک اور دیگر اشیائے ضرور یہ لاد کر اس کے پاس گئے اور کہا ''بیٹی اسے ہنکالے جا' اب تجھے خود آنے کی ضرورت نہیں پڑے گی' تمام ضروری سامان تم تک خود بخود پہنچ جایا کرے گا' ایک شخص نے دیکھا تو کہا ''امیر المومنینؓ آپ نے اس لڑکی کو بہت زیادہ سے دیا۔'' فرمایا ''تجھے کیا خبر وہ کس باپ کی بیٹی اور کس بھائی کی بہن ہے۔'' (کتاب الخراج)

گھریلو ملازموں کو ساتھ بٹھا کر کھانا کھلانے کا حکم

ایک دفعہ حضرت عمرؓ کسی دعوت میں گئے تو دیکھا کہ اہل خانہ کے ملازم دستر خوان پر موجود نہیں ہیں۔ دریافت کرنے پر صاحب خانہ نے کہا ''ہم پہلے کھا لیتے ہیں' وہ بعد میں کھالیں گے'' آپؓ نے غصہ میں فرمایا:

''خدایا اس قوم کا کیا حشر ہوگا' جو اپنے آپ کو ملازموں پر ترجیح دیتی ہے۔''

عہد حاضر کی ترقی یافتہ دنیا میں احترام انسانیت اور مساوات کی مثال اس سے بڑی کیا ہو سکتی ہے۔ کیا ابراہام لنکن' کارل مارکس' لینن اور ماؤ کی زندگی و تعلیمات میں انسانی عظمت کے ایسے درخشندہ عنوان ملتے ہیں؟

اصلاح بین الناس

اسلام نے عرب کے قدیم بغض و کینہ کو مٹا کر تمام مسلمانوں کو اتحاد و اتفاق کی جس سنہری زنجیر میں جکڑ دیا تھا' صحابہ کرام نے حتی المقدور کبھی اس کی کڑیوں کو جدا نہیں

Marfat.com

ہونے دیا حضرت عروہ بن مسعود کے قبیلے کے لوگوں نے جب ان کے خون کا بدلہ لینا چاہا تو انہوں نے خود نہایت ایثار نفسی کیساتھ فرمایا:

لاتقتلوا نہ قد تصدقت بدی

علے صاحبہ لاصلح بذالک

میرے بارے میں جنگ وجدل نہ کرو' میں نے اپنا خون معاف کر دیا تا کہ اس ذریعہ سے تم لوگوں میں مصالحت ہو جائے۔

انکے اصل قاتل حضرت اوس بن عوفؓ تھے اس لئے مدت تک ان کو عروہ کے بیٹے حضرت ابوملیح بن عروہؓ اور ان کے بھتیجے حضرت قارب بن اسود کی طرف سے انتقام کا کھٹکا لگا رہا' چنانچہ انہوں نے ان دونوں صاحبوں کو انتقام سے روکا اور ان سب کو باہم ملا دیا 'اور سب نے ایک دوسرے سے ہاتھ ملایا

حضرت عمرؓ نے ہجویہ اشعار کہنے پر اس قدر سختی اس لئے کی تھی کہ باہم لوگوں میں ناچاقی نہ ہونے پائے' چنانچہ حضرت حسان بن ثابتؓ نے قریش کی ہجویہ اشعار کہنے پر اس قدر سختی اس لئے کی تھی کہ باہم لوگوں میں ناچاقی نہ ہونے پائے' چنانچہ حضرت حسان بن ثابتؓ نے قریش کی ہجو میں جو اشعار خود رسول ﷺ کے ارشاد سے کہے تھے۔قریش کے اسلام لانے کے بعد ان کے پڑھنے کی ممانعت کر دی کہ اس سے پرانی رنجشیں تازہ ہوتی ہیں

حضرت عمرؓ نے مشورہ کے اصول کو یہاں تک وسیع کیا کہ مدینہ کے علاوہ بیرونی عالقں کے اہل الرائے افراد کو بلا کر ان سے مشورہ کیا کرتے تھے۔لیکن ایک دفعہ آپؓ کو عراق کے ماحصل کے متعلق شبہ ہوا کہ کہیں یہ جبر سے وصول نہ کئے جاتے ہوں۔آپ نے کوفہ کے دس ممتاز افراد کو بلا بھیجا اور ان سے حلفیہ بیان لیا کہ ایسا نہیں ہے آپ بعض معاملات میں غیر مسلموں کا مشورہ بھی لے لیا کرتے تھے۔عراق کے بندوبست مال گزاری میں وہاں کے ایرانی رئیسوں اور جاگیرداروں کو بلا کر مشورہ کیا گیا۔اسی طرح مصر کے انتظام کے متعلق وہاں کے سابق حکمران مقوقس سے مشورہ طلب کیا۔عوام کو حکومت کے انتظام میں یہاں تک دخل تھا کہ بعض اوقات صوبوں کے گورنروں کی تقرری اور معزولی کے

لئے بھی عوام کی رائے معلوم کر لی جاتی تھی۔

مجلس شوریٰ کے اجلاس مسجد نبوی میں ہوتے تھے۔ جب مجلس شوریٰ کے اجلاس کے انعقاد کی ضرورت پیش آتی تو نقیب سے شہر میں منادی کرادی جاتی تھی۔ وقت مقررہ پر لوگ مسجد میں پہنچ جاتے تھے۔ پہلے دو رکعت نماز نفل ادا کی جاتی اور پھر اجلاس کی کاروائی کا آغاز ہوتا جس میں ہر شخص اپنی رائے پیش کرنے کا مجاز تھا۔ مجلس شوریٰ کا فائدہ یہ تھا کہ یہ جماعت خلیفہ کو مطلق العنان اور آمر حکمران بننے سے روکتی تھی اور اسے مدینہ کی رائے عامہ سے آگاہ کرتی تھی۔ اس کے علاوہ صاحب الرائے حضرات کی راہنمائی اکثر اوقات حکومت کو بہتر حکمت عملی اختیار کرنے کا موقع دیتی تھی۔

والی:۔

ہر صوبے کا افسر اعلیٰ والی (عامل) کہلاتا تھا۔ جو صوبائی نظم ونسق کا نگران اعلیٰ ہوتا تھا۔ علاوہ ازیں وہ اپنے صوبے کا دینی راہنما اور روحانی امام بھی ہوتا تھا۔ اس سے توقع کی جاتی تھی کہ علم اور ذاتی کردار وعمل سے لوگوں کی صحیح راہنمائی کر سکے گا۔ تقرر سے قبل اسکے اموال کی فہرست لاکر اس پر چار گواہوں کے دستخط ثبت کرا کر اسے محفوظ کر لیا جاتا تھا۔ تقرری کے وقت اس کو ایک پروانہ دیا جاتا جس میں اس کے اختیارات کی تشریح ہوتی تھی ۔ اس سے یہ عہد لیا جاتا کہ وہ ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہوگا۔ باریک کپڑے نہ پہنے گا۔ چھنا ہوا آٹا نہ کھائے گا۔ دروازے پر دربان نہ رکھے گا۔ اور اہل حاجت کے لئے ہمیشہ اپنا دروازہ کھلا رکھے گا۔

قاضی (جج):

والی کے بعد صوبے کا دوسرا بڑا منصب قاضی تھا جو صوبائی عدلیہ کا نگران اعلیٰ ہوتا تھا ۔ تمام مقدمات کے فیصلے اسی کا محکمہ کرتا تھا۔ اس عہدے کے لئے ایسے لوگوں کا انتخاب کیا جاتا تھا جو علوم فقہ کے ماہر بڑے معاملہ فہم اور نکتہ شناس ہوتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے قاضیوں کی بیش قرار تنخواہیں مقرر کیں کہ انہیں بالائی رقم کی ضرورت نہ ہو۔ نیز قاضی کے انتخاب میں قاعدہ مقرر کر دیا کہ جو شخص دولت مند اور معزز نہ ہو قاضی مقرر نہ ہونے پائے۔ ابو موسیٰ

Marfat.com

اشعریؓ گورنر کوفہ کو جو فرمان لکھا' اس میں اس قاعدے کی وجہ یہ لکھی کہ دولت مند رشوت کی طرف راغب نہ ہوگا اور معزز آدمی فیصلہ کرنے میں کسی کے رعب وداب سے متاثر نہ ہوگا۔

صاحب بیت المال:۔

صوبائی سرکاری خزانے کا نگران اعلیٰ صاحب بیت المال کہلاتا تھا۔ جس کے فرائض میں بیت المال کی نگرانی اور حساب کتاب رکھنا ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ صوبے کے دوسرے افسران میں کاتب (میر منشی یا چیف سیکرٹری) صاحب الخراج یعنی صیغہ مال کا افسر اعلیٰ اور صاحب الاحداث یعنی حاکم اعلی پولیس قابل ذکر عہدیدار تھے۔ علاوہ ازیں افسران اعلیٰ کا ہاتھ بٹانے کے لئے چھوٹے چھوٹے کارکنوں کا عملہ بھی ہوتا تھا۔ ہر صوبے کے دارالحکومت میں مرکزی مسجد کے متصل دارالامارت یعنی (گورنر ہاؤس) کی عمارت ہوتی تھی۔ جس میں صوبے کا والی (گورنر) سکونت پذیر ہوتا تھا۔ مگر اس عمارت کے آگے نہ کوئی ڈیوڑھی بنائی جاسکتی ہے۔ اور نہ کوئی پہرے دار مقرر کیا جاسکتا تھا۔ اس کے مردانہ حصے میں ہر شخص بلا روک ٹوک آجاسکتا تھا۔ یہ انتظامات اس لئے کیے جاتے تھے تاکہ لوگوں کو شکایت پیش کرنے میں کوئی دقت نہ ہو۔

اضلاع کا نظم ونسق:

امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے انتظامی سہولت کے پیش پر صوبے کو متعدد اضلاع میں تقسیم کر دیا تھا۔ اضلاع کے افسر صوبائی والی کے ماتحت ہوتے تھے۔ ہر ضلع کے نظم ونسق کی نگرانی کے لئے اور ٹیکسوں کی فراہمی کے لئے ایک عامل مقرر تھا۔ ضلع کا دوسرا بڑا افسر قاضی ہوتا تھا۔ جو عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا کرتا تھا۔

فرمان ہدایت:

ہر والی یا عامل کی تعیناتی کے وقت اس کے نام باقاعدہ ایک فرمان ہدایت جاری کیا جاتا تھا جس میں اس کے تمام فرائض کی وضاحت کر دی جاتی تھی۔ اس فرمان پر باقاعدہ خلیفہ کی مہر ثبت ہوتی تھی۔ اور بطور گواہ مقتدر صحابہؓ کے دستخط ہوتے تھے۔ اس فرمان کو مجلس

Marfat.com

شوریٰ کے اجلاس میں پڑھ کر سنایا جاتا اور متعلقہ عہدیدار کا باقاعدہ تعارف کرایا جاتا تھا۔تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ کون سے عہدے پر تعینات ہو کر جا رہا ہے اور اس کے اختیارات کیا ہیں۔تعینات ہونے والے عہدیدار سے عہد لیا جاتا کہ وہ سادہ زندگی بسر کرے گا۔اور اہل حاجت کے لئے ہمیشہ اپنا دروازہ کھلا رکھے گا۔اس کی روانگی سے قبل اس کی منقولہ وغیرہ منقولہ جائیداد کی مفصل فہرست تیار کرا کر محفوظ رکھ لی جاتی۔بعدازاں جس عامل کے پاس اس فہرست سے زیادہ مال برآمد ہوتا۔اس کا مواخذہ کیا جاتا تھا۔قابل ذکر بات یہ ہے کہ حضرت عمر کے احتساب سے خالد بن ولیدؓ ابو ہریرہؓ اور عمرو بن العاص ایسے مقتدر لوگ بھی بچ نہ سکتے تھے۔کتاب الخراج کا مصنف ابو یوسف لکھتا ہے کہ روانگی سے قبل عمال کو امیر المومنین حضرت عمرؓ یوں خطاب کیا کرتے تھے۔

''میں تمہیں لوگوں کا حاکم بنا کر نہیں بھیج رہا۔بلکہ ہادیان راہ بنا کر بھیج رہا ہوں۔تاکہ تمہارے اعمال وافعال لوگوں کے لئے مشعل راہ ثابت ہوں۔رعایا کے حقوق کی حفاظت کرنا' ان پر ظلم وستم روا نہ رکھنا۔نہ ہی تمہارا برتاؤ ان سے ایسا ہو کہ وہ نافرمان ہو جائیں اور نہ تم ان پر اپنے دروازے بند کرنا' مبادا کہ طاقت ور کمزوروں کو نگل جائیں اپنے کو ان پر کبھی ترجیح نہ دینا۔یہ ظلم ہوگا۔''

حکام کی تنخواہ

عمال حکومت کو دیانت اور راست بازی پر قائم رکھنے کے لئے دربار خلافت سے بیش قرار معقول تنخواہیں دی جاتی تھیں۔تاکہ وہ رشوت ستانی کی طرف راغب نہ ہوسکیں۔اگرچہ حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں اشیائے ضرورت نہایت ارزاں اور روپیہ گراں تھا۔تاہم حکام کے منصب ومرتبہ کے مطابق معقول تنخواہیں مقرر تھیں۔صوبیداروں کی تنخواہ پانچ پانچ ہزار درہم تک ہوتی تھیں۔اور مال غنیمت کی تقسیم سے جو حصہ ملتا وہ الگ تھا، چنانچہ امیر معاویہؓ کی تنخواہ ہزار دینار ماہوار یعنی پانچ ہزار روپیہ تھی۔

Marfat.com

عمال حکومت کا احتساب:

تمام صوبوں کے حکام کو ہدایت تھی کہ وہ حج کے موقع پر ضرور مکہ پہنچیں جہاں ان کی موجودگی میں اعلان عام کیا جاتا تھا کہ جس شخص کو جس عامل سے شکایت ہو' تو پیش کرے ۔ چنانچہ لوگ شکایات پیش کرتے اور حضرت عمرؓ وہیں مجمع عام میں ان شکایات کا ازلہ کرتے تھے ۔ حج کے موقع پر تمام مملکت اسلامیہ کے مسلمان جمع ہوتے تھے ۔ اس لئے شکایات معلوم کرنے کا بہترین طریقہ تھا۔ اگر کوئی عامل یا حاکم مجرم ثابت ہوتا تو حضرت عمرؓ مجمع عام میں اسے سزا دیتے تھے ۔ عامل مصر عیاض بن غنم نے قیمتی لباس پہنا اور محل میں رہنا شروع کر دیا۔ حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع ملی تو بطور سزا اسے کمبل کا کرتہ پہنوا کر اس سے بکریاں چروائیں ۔ فاتح ایران سعد بن ابی وقاصؓ نے جب والی کوفہ کی حیثیت سے اپنے محل کے آگے ڈیوڑھی بنوالی تو نہ صرف ان کی تادیب کی گئی بلکہ اس ڈیوڑھی کو جلا دیا گیا۔ دور فاروقی میں بہت سے عاملوں کو اس قسم کی سزائیں دی گئیں ۔ عمال کی اخلاقی نگہداشت کا بھی خاص اہتمام تھا۔

عمال کے خلاف شکایت پر بعض اوقات حضرت عمر تحقیقاتی کمیشن مقرر کر دیتے تھے ۔ جو ایک یا زیادہ صحابہؓ پر مشتمل ہوا کرتا تھا عمال کے خلاف شکایتوں کی تحقیقات کے لئے آپ نے مقتدر صحابی کو مقرر کیا ہوا تھا۔ جو موقع پر جا کر تحقیقات کیا کرتے تھے اور اس کی رپورٹ حضرت عمر کو پیش کرتے تھے ۔ حضرت عمرؓ عمال کو شان وشوکت' نمود ونمائش اور غرور پیدا کرنے والی چیزوں کے استعمال سے روکتے تھے، جس عامل کے بارے میں سنتے کہ عوام اس کے یہاں باریابی نہیں پاتے' اسے فوراً اس کے منصب سے الگ کر دیتے تھے۔

صیغہ عدالت:

حضرت عمر فاروقؓ عدل وانصاف کے پیکر تھے اور کبھی بھی کسی معاملے میں بال برابر انصاف سے تجاوز نہیں کرتے تھے ۔ آپؓ عدل وانصاف کے معاملے میں شاہ وگدا 'شریف وذلیل 'عزیز وبیگانہ' اور مسلم وغیر مسلم میں کوئی امتیاز روا نہیں رکھتے تھے۔ آپ کے عہد خلافت کا یہ ایک اہم کارنامہ ہے کہ عرب میں پہلی بار صیغہ عدالت قائم کیا گیا تا کہ ہر

Marfat.com

شخص بلاتمیز رنگ ونسل اور مذہب' دادرسی حاصل کر سکے۔ آپؓ نے تمام صوبوں اور ضلعوں میں عدالتیں قائم کیں اور مقدمات کے فیصلے کرنے کے لئے نہایت دیانتدار اور قابل قاضی مقرر کئے۔

صیغہ عدالت کے قاضیوں کے انتخاب میں حضرت عمرؓ بڑی احتیاط برتتے تھے ۔اوراس منصب کے لئے ایسے لوگوں کو منتخب کرتے تھے جن کا علم' تقویٰ' ذہانت اور قوت فیصلہ مسلم ہوتی تھی۔ بسا اوقات آپ کسی مقدمے میں خود فریق مقدمہ بن کر ان لوگوں کی ذہانت اور قابلیت کا امتحان لیتے تھے۔ چنانچہ مدینہ کے قاضی حضرت زید بن ثابت تھے۔ کوفہ کے عبداللہ بن مسعود اور قاضی شریح۔ یہ لوگ علمی جلالت وفضیلت کے اعتبار سے بلند پایہ تھے۔ آپکی طرف سے قاضیوں کو ہدایت تھی کہ وہ قرآن وسنت کی روشنی میں مقدمات کا فیصلہ کریں اگر قرآن میں صورت حال کے متعلق واضح احکام نہ ہوں تو حدیث رسول ﷺ کی طرف رجوع کریں۔اور اگر پھر بھی وضاحت نہ ہو تو اجماع اور اجتہاد سے کام لیں۔محکمہ انصاف کو رشوت ستانی سے پاک رکھنے کے لئے حضرت عمرؓ نے متعدد تدابیر اختیار کیں۔آپ نے یہ قاعدہ وضع کیا کہ صرف صاحب حیثیت اور ذی مرتبہ لوگوں کو منصب قضاۃ سونپا جائے۔ کیونکہ اگر قاضی دولت مند اور معزز ہوگا تو رشوت کی طرف راغب نہ ہوگا ورنہ ہی معزز آدمی یہ فیصلہ کرنے میں کسی کے رعب وادب سے مرعوب ہوگا۔علاوہ ازیں قاضیوں کی بیش قرار تنخواہیں مقرر کیں تاکہ ان میں رشوت لینے کا میلان ہی پیدا نہ ہو۔ چنانچہ قاضی شریح کی تنخواہ پانچ سو درہم ماہوار تھی۔اسی طرح قاضیوں کو تجارت وغیرہ میں حصہ لینے کی اجازت نہ تھی۔

حضرت عمرؓ قضاۃ کے اصل مقصد یعنی عدل وانصاف ومساوات کے سخت پابند تھے۔اور قاضیوں کو عدل ومساوات کا سبق دینے کے لئے بعض اوقات فریق مقدمہ بن کر عدالت میں جاتے تھے۔ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کا ابی بن کعب سے جھگڑا ہوگیا۔ابی نے زید بن ثابت کی عدالت میں مقدمہ دائر کیا۔حضرت عمرؓ عدالت میں مدعا علیہ کی حیثیت سے پیش ہوئے۔آپ کی آمد پر زید بن ثابتؓ نے تعظیم کی۔آپ نے فرمایا کہ یہ تمہارا پہلا ظلم ہے۔ آپ یہ کہہ کر اپنے فریق ابی کے ساتھ بیٹھ گئے۔مقدمہ شروع ہوا۔ابی کے پاس کوئی ثبوت

نہ تھا۔ اور حضرت عمرؓ کو دعویٰ سے انکار تھا۔ ابی نے قاعدہ کے مطابق حضرت عمرؓ سے قسم لینی چاہی لیکن زید بن ثابتؓ نے آپؓ کے مرتبے کا خیال کرتے ہوئے ابی سے کہا کہ امیرالمومنین کو قسم سے معاف رکھو۔ حضرت عمرؓ یہ سن کر زید سے ناراض ہوئے اور فرمایا جب تک تمہارے نزدیک ایک عام آدمی اور عمرؓ دونوں برابر نہ ہوں اس وقت تک تم منصب قضا کے اہل نہیں ہو سکتے۔

حضرت عمر کے ایوان عدالت میں ادنیٰ واعلیٰ اور خویش و بیگانہ سب برابر تھے اور ان میں سے کوئی بھی قانون کی گرفت سے بچ نہ سکتا تھا۔ چنانچہ آپ کے اپنے فرزند ابوشحمہ اور برادر نسبتی قدامہ بن مظعون بھی آپ کے احتساب سے نہ بچ سکے کہ شراب پینے کے جرم میں اسی اسی کوڑے لگوائے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے صیغہ عدالت کے لئے اس قدر سہل اور آسان اصول و آئین وضع کیے کہ کسی کو انصاف کے حصوں میں ذرا بھی وقت نہ ہو۔ اسی مصلحت کے پیش نظر آپ نے عدالت کے لیے مخصوص عمارتیں نہیں بنوائیں۔ بلکہ قاضیوں کو تاکید کی کہ وہ مقدمات کی سماعت مساجد میں کریں۔ کیونکہ مسجد کے دروازے ہر شخص کے لئے کھلے ہوتے ہیں۔ تمام قاضیوں کو تاکید تھی کہ جب کوئی غریب شخص مقدمہ کا فریق بن کر آئے تو اس سے نرمی اور کشادہ روئی سے پیش آئیں تاکہ اظہار مدعا میں اس پر مطلق خوف کا اثر نہ ہو۔ غیر مسلم جو اپنے مقدمات کا فیصلہ اپنی مذہبی روایات کے مطابق چاہتے وہ مسلمان قاضیوں کے سامنے پیش ہونے سے مستثنیٰ تھے، ان کے لئے علیحدہ مذہبی عدالتوں کا اہتمام کیا گیا تھا۔ جن کے رکن اسی قوم کے مذہبی پیشوا ہوتے تھے۔ عدل وانصاف کے معاملے میں یہ خصوصیت تاریخ عالم میں اپنی نظیر نہیں رکھتی۔

حضرت قاضی شریحؒ کے نام۔ فاروق اعظم کا تحریری پیغام

حضرت قاضی شریحؒ ۱۸ھ میں کوفہ کے قاضی مقرر ہوئے اور ساٹھ سال سے زیادہ اس منصب پر فائز رہے۔ انکے نام فاروق اعظمؓ کا درج ذیل فرمان انسان دوستی کی ایک سنہری دستاویز ہے۔ آپؓ نے فرمایا

Marfat.com

"اگر تمہارے پاس ایسا مسئلہ آئے جس کا حل قرآن میں ہو تو اس کے مطابق فیصلہ کرو اور کسی مجتہد کی رائے کی طرف دھیان نہ دو اور اگر مسئلہ ایسا ہو جس کا حل قرآن میں نہ ہو لیکن سنت میں ہو تو اس کے مطابق عمل کرو اور قرآن و سنت دونوں میں موجود نہ ہو تو مستند و ممتاز مجتہدوں کی رائے کا سہارا لو اور اگر انہوں نے بھی کوئی قانونی حل فراہم نہ کیا ہو تو تمہیں اختیار ہے خواہ اپنے اجتہاد سے کام لو خواہ مجھ سے رجوع کر لو میرا خیال ہے۔ بہتر ہے کہ مجھ سے رجوع کر لو۔

صیغہء افتاء:

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور خلافت کی طرح حضرت عمر نے بھی روزمرہ کے معاملات میں عوام کی راہنمائی کے لئے محکمہ افتاء قائم کیا۔ اور اس کے لیے نہایت لائق قانون دان فقہ کے ماہر مفتی مقرر کئے جو ہر جگہ موجود رہتے تھے۔ جن کا فرض تھا کہ عوام کی دینی راہنمائی کے ساتھ ساتھ ان کو متنازعہ فیہ مسائل کا حل بتائیں۔

حضرت عمرؓ نے افتاء کے لئے خاص لوگ نامزد کیئے تاکہ ہر کس و ناکس غلط مسائل کی ترویج نہ کر سکے۔ آپ نے جن لوگوں کو افتاء کی اجازت دی ان میں حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ حضرت معاذ بن جبلؓ عبدالرحمٰن بن عوفؓ ابی بن کعبؓ زید بن ثابتؓ ابوہریرہ اور ابودرؓ خاص طور پر قابل ذکر ہیںؓ۔ ان کے سوا کوئی اور شخص فتویٰ دینے کا مجاز نہ تھا۔

محکمہ پولیس:

حضرت عمر فاروقؓ کا یہ کارنامہ بھی تاریخی اہمیت کا حامل ہے کہ آپ نے امراء اور عوام کو قانونی حدود کے اندر رکھنے اور جرائم کے انسداد کی خاطر احتساب کا کڑا انتظام کیا نیز اس ضمن میں آپ نے نہ صرف سخت قوانین نافذ کئے بلکہ احتساب اور قیام امن کے لئے پولیس کا مستقل بھی محکمہ بھی قائم کیا۔ پولیس کو احداث کہتے تھے، اور پولیس کا افسر اعلیٰ صاحب الاحداث کہلاتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے احتساب کی خاطر کوڑے کا استعمال شروع کیا۔ یہ آپ کی جدت تھی، اس سے نظم و نسق بہت بہتر ہو گیا۔ بسا اوقات آپ کوڑا لے کر شہر میں نکل جاتے۔ خرابیوں کا سدباب کرتے اور خوش اخلاقی کی تلقین کرتے تھے۔ حضرت علیؓ کے

Marfat.com

دورِ خلافت میں اس محکمے کو مزید مؤثر صورت دی گئی اور اس کا نام شرطہ رکھا گیا، بازاروں کی نگرانی، اوزان اور پیمانوں کا معائنہ اور جرائم کی روک تھام اس کے فرائض میں شامل تھی۔ اس کا افسرِ اعلیٰ صاحب الشرطہ کہلاتا تھا۔

جیل خانہ جات:

جیل خانہ جات کا قیام خالصتاً حضرت عمر کی ایجاد ہے۔ ورنہ ان سے پہلے عرب میں جیل خانوں کا نام ونشان نہ تھا۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ سزائیں سخت دی جاتی تھیں۔ حضرت عمرؓ فاروق نے مجرموں کی اصلاح اور بہتری کے لئے جیل خانوں کی بنیاد ڈالی۔ تاکہ عادی مجرموں کو ایک اچھی فضا میں ایسی ذہنی تربیت دی جائے کہ وہ اچھے شہری بن سکیں۔ حضرت عمر فاروق نے سب سے پہلے مکہ معظّمہ میں صفوان بن امیہ کا مکان چار ہزار درہم پر خریدا اور اس کو جیل خانہ بنایا۔ ازاں بعد مملکت کے تمام اضلاع میں بھی جیل خانے بنوائے۔

جیل خانوں کے قیام کے بعد سزاؤں میں تبدیلیاں ہوئیں اور عادی شرابیوں پر حد جاری کرنے کے بجائے قید کی سزا مقرر کی گئی۔ مثلاً ابو محجن ثقفی بار بار شراب پینے کے جرم میں ماخوذ ہوئے تو آخری دفعہ حضرت عمرؓ نے ان کو قید کی سزا دی۔

بندوبست مال گزاری:

چونکہ قبل از اسلام عرب میں کوئی منظّم حکومت نہ تھی، اس لئے عرب مال نظم ونسق سے بالکل ناآشنا تھے۔ حضرت عمر فاروق پہلے شخص ہیں جنہوں نے مالی نظم ونسق کا نہایت وسیع اور مکمل نظام قائم کیا۔ ابتدا میں فوجی افسروں اور بعض اکابر صحابہؓ نے اس کی سخت مخالفت کی۔ ان کا اصرار تھا کہ مفتوحہ علاقے فوج میں بطور جاگیر تقسیم کئے جائیں۔ لیکن حضرت عمرؓ نے مفتوحہ علاقوں کی زمینوں کو حکومت کی ملکیت (خالصہ اراضی) قرار دینا چاہتے تھے۔ کیونکہ آپؓ جاگیرداری نظام کے برے اثرات سے واقف تھے۔ بالآخر بڑے بحث ومباحثے کے بعد کثرت رائے سے حضرت عمرؓ کی تجویز پر فیصلہ ہوا۔

مفتوحہ ممالک کے بندوبست مالگزاری میں حضرت عمر نے سابق نظام کو کسی قدر اصلاح کے ساتھ قائم رکھا اور زمینیں ان کے اصل مالکوں کے پاس رہنے دیں۔ چونکہ عراق

سب سے پہلے زیر نگیں ہوا تھا، اس لئے حضرت عمرؓ نے بڑے اہتمام سے عراق کی مزروعہ زمینوں کی پیائش کرا کر زمینوں کا بندوبست کرایا۔ اور زمین کی نوعیت اور پیداوار کے مطابق شرح مالگزاری تشخیص کی گئی۔ اس کی کم سے کم مقدار فی جریب دو درہم اور زیادہ سے زیادہ دس درہم سالانہ تھی۔ شاہی جاگیرداری اور جنگلات آتشکندوں کے اوقات اور لاوارثوں کی زمینوں کو حکومت کا خالصہ قرار دے کر رفاعہ عامہ کے کاموں کے لئے مخصوص کر دیا گیا، مال گزاری کی تشخیص میں ذمیوں کی رضامندی کو ملحوظ رکھا گیا۔ وصولی کے بعد محاصل کے آنے پر قابل اعتماد لوگوں کی شہادت سے اس بات کا پورا اطمینان کر لیا جاتا تھا کہ انکی وصولی میں ظلم وزیادتی کو کوئی دخل نہیں ہے۔ اس احتیاط اور حسنِ سلوک کی وجہ سے عراق کے خراج میں حیرت انگیز اضافہ ہو گیا اور اس کی مقدار آٹھ کروڑ سے بڑھ کر دس کروڑ بیس لاکھ درہم ہو گئی۔

عراق کے علاوہ اور کسی علاقے میں نئی پیائش نہ ہوئی۔ بلکہ قدیم جابرانہ طریقوں کو منسوخ اور انتظامی غلطیوں کی اصلاح کر کے سابق نظام کو ہی قائم رکھا گیا۔ مثلاً مصر میں رومیوں کے نافذ کردہ بندوبست اراضی کو قائم رکھا گیا۔ لیکن رومی حکومت خراج (لگان اراضی) کی مقررہ مقدار کے علاوہ اپنی فوج کے لئے جو رسد لیتی تھی۔ اسے ختم کر دیا۔

خلفائے راشدین کے عہد میں لگان کی شرح عموماً زمین کی پیداوار کا نصف تھی مسلمانوں کو زمین خریدنے کی اجازت نہ تھی۔ کیونکہ حضرت عمر یہ نہ چاہتے تھے کہ مسلمان جہاد کے فریضہ سے غافل ہو کر زراعت میں مشغول ہو جائیں۔ اس لیے آپ نے شام اور مصر میں آباد شدہ عربوں کو قانوناً زراعت سے روک دیا اور قانون بنا دیا کہ ان ممالک میں کوئی عرب زمین نہیں خرید سکتا تھا۔ روایت ہے کہ یہ قانون خلفائے عباسیہ کے زمانے تک رہا۔ زمین کی آبادکاری اور زراعت کی ترقی کے لئے حضرت عمر فاروقؓ نے یہ قانون بنایا کہ جو شخص کسی غیر آباد زمین کو آباد کرے گا۔ وہ اس کی ملکیت ہو جائے گی لیکن زمین لینے کے بعد تین سال کے اندر اس کا آباد کرنا ضروری قرار دیا۔ اس قانون کے نتیجے میں غیر آباد زمینیں بہت جلد آباد ہو گئیں۔

محکمہ آبپاشی:

حضرت عمرؓ نے زراعت کی ترقی کے لئے متعدد آبپاشی کی تجاویز کو عملی جامہ پہنایا ۔آپ نے متعدد نہریں کھدوائیں۔ بند بندھوائے اور تالاب تعمیر کروائے۔ پانی کی تقسیم کے لئے وہانے بنائے نہر کی شاخیں تعمیر کرنے اور اس نوعیت کے دیگر کاموں کے لئے ایک نہایت وسیع محکمہ قائم کیا۔ جس کے مصارف بیت المال سے ادا کیے جاتے تھے۔ مقریزی کا بیان ہے کہ خاص مصر میں آبپاشی کے کام کے لیے ایک لاکھ بیس ہزار مزدور متعین تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے دور خلافت میں زراعت کی ترقی اور عوام کی بہبود کے لئے متعدد نہریں کھدوائیں ان میں سے حسب ذیل مشہور ہیں۔

ا۔ نہر امیر المومنین:

مصر کا غلہ خشکی کے راستے خاصی تاخیر سے حجاز پہنچتا تھا۔ ۱۸ ہجری میں جب حجاز میں قحط پڑا تو اس وقت عمرؓ کے حکم سے ۹۹ میل لمبی نہر کھدوا کر نیل کو بحیرہ قلزم سے ملا دیا۔ چنانچہ مصر سے اناج سے لدے ہوئے جہاز براہ راست مدینہ کی بندرگاہ جار تک آنے لگے ۔اس سے نہ صرف مصر کی تجارت کو فروغ حاصل ہوا بلکہ زراعت بھی ترقی پذیر ہوئی۔

ب۔ نہر ابو موسی

بصرہ میں پانی کی سخت قلت تھی شہر کے لیے چھ میل کی مسافت سے پانی لایا جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ کے حکم سے حاکم بصرہ حضرت ابو موسی اشعری نے دجلہ سے نو میل لمبی نہر نکالی جو انہی کے نام سے مشہور ہوئی۔اس سے بصرہ کے لوگوں کو با آسانی اور بافراط پانی ملنے لگا۔

ج۔ نہر معقل:

یہ نہر معقل بن یسارؓ کی نگرانی میں تیار ہوئی اور انہی کے نام سے مشہور ہوئی یہ نہر بھی دریائے دجلہ سے بصرہ کے علاقے میں پانی کی قلت کو رفع کرنے کے لیے بنائی گئی تھی۔

د۔ نہر سعد:

یہ نہر اہل انبار کی بہبود کے لیے اور انہی کی درخواست پر حاکم کوفہ حضرت سعد بن ابی وقاص نے کھدوائی لیکن درمیان میں پہاڑ حائل ہونے کی وجہ سے نا تمام رہی۔ بالآخر حجاج بن یوسف کے زمانے میں پایہ تکمیل کو پہنچی۔

بیت المال:

حضرت عمر فاروقؓ سے قبل بیت المال کا باقاعدہ کوئی انتظام نہیں تھا۔ جو رقم بھی آتی اسی وقت عوام میں تقسیم کر دی جاتی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق نے اپنے دور خلافت میں ایک مکان بیت المال کے لیے وقف کر لیا تھا۔ لیکن وہ ہمیشہ بند پڑا رہتا تھا، کیونکہ جو کچھ آتا تھا۔ اسی وقت تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ خزانہ میں کچھ جمع کرنے کی نوبت کبھی نہ آئی ان کی وفات کے وقت بیت المال کا جائزہ لیا گیا تو صرف ایک درہم نکلا۔

حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں جب حکومت کی وسعت کے ساتھ آمدنی میں بھی اضافہ ہوا تو آپ نے مجلس شوریٰ سے رائے لے کر بیت المال یا خزانہ کی بنیاد رکھی ۔آپ نے سب سے پہلے دارالخلافہ مدینہ منورہ میں بہت بڑا خزانہ قائم کیا اور اس کی نگرانی اور حساب کتاب کے اہتمام کے لئے حضرت عبداللہ بن ارقم کو جو نہایت معزز صحابی تھے ۔اور لکھنے پڑھنے میں کمال رکھتے تھے۔ افسر بیت المال مقرر کیا۔ ان کے ساتھ اور لائق لوگ بھی انکے ماتحت مقرر کیے۔ جن میں سے عبدالرحمٰن بن عبدالقادری اور معیقیب بھی تھی آپ نے اسی قسم کے بیت المال سلطنت کے تمام صوبوں کے صدر مقامات میں بھی قائم کیئے ۔اور انکے لئے مضبوط عمارتیں تعمیر کروائیں۔ صوبوں کے سالانہ مصارف سے جو رقم بچتی تھی وہ مرکزی بیت المال میں بھیج دی جاتی تھی۔

بیت المال کا معاملہ بالکل الگ ہوتا تھا اور اسکے افسر بھی جدا ہوتے تھے۔ حضرت عمر فاروق اگرچہ تعمیر کے باب میں نہایت کفایت شعار واقع ہوئے تھے لیکن آپؓ نے بیت المال کی عمارتیں نہایت مستحکم اور شاندار بنوائیں معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ مابعد میں زیادہ احتیاط کے لحاظ سے بیت المال پر سپاہیوں کا پہرہ بھی رہنے لگا تھا۔ صوبجات اور اضلاع میں جو بیت

Marfat.com

المال تھے ۔ان کا انتظام یہ تھا کہ جس قدر رقم وہاں جمع ہوتی' وہاں ہر قسم کے مصارف کے لئے ضرورت کے مطابق رکھ لی جاتی ۔باقی ماندہ سال کے اختتام پر مرکزی بیت المال یعنی مدینہ منورہ کے بیت المال میں بھیج دی جاتی تھی ۔اس ضمن میں عمال کے نام حضرت عمر فاروقؓ کے تاکیدی احکامات آتے رہتے تھے ۔چنانچہ مصر کے والی عمرو بن العاصؓ کے نام ان کا یہ فرمان ملتا ہے کہ خزانے میں جو آمدنی جمع ہوئی ہو اس میں سے مسلمانوں کے وظائف اور ضروری اخراجات سے جو کچھ بچ جائے اور اسکو میرے پاس بھیج دو۔

جزیہ: یہ وہ ٹیکس تھا جو صرف غیر مسلموں (ذمیوں) سے وصول کیا جاتا تھا۔اسلامی حکومت میں اہل ذمہ فوجی خدمت پر مجبور نہیں کئے جاتے تھے۔لیکن اس کے باوجود حکومت ان کے جان و مال کی ذمہ داری ہوتی تھی۔اس خدمت کے عوضانے کے طور پر ذمیوں کو فی کس سالانہ جو رقم ادا کرنی ہوتی تھی۔جزیہ کہلاتی تھیں جزیہ صرف انہی لوگوں پر عائد ہوتا تھا کہ جو تلوار اٹھانے کے قابل ہوں اور صاحب استطاعت ہوں' معذور اپاہج' بوڑھے' عورتیں' بچے' قلاش اور راہب جزیہ ٹیکس سے مستثنیٰ تھے۔جزیہ کی شرح مقرر نہیں اس میں حیثیت کے موافق کمی وبیشی ہوسکتی تھی اور معاف بھی ہوسکتا تھا۔جو ذمی فوج میں شامل ہو جاتا۔اسے جزیہ ٹیکس ادا نہیں کرنا پڑتا تھا۔

صیغہ فوج:

حضرت ابوبکر صدیق کے دور خلافت میں فوج کا کوئی باقاعدہ محکمہ نہ تھا حضرت عمر فاروق نے ۱۵ ہجری میں ولید بن ہشام کے مشورے سے فوج کے لئے ایک نہایت وسیع اور منظم محکمہ قائم کیا۔یہ محکمہ افواج کو بھرتی' ان کی تنخواہ اور رسد وغیرہ کی فراہمی کا انتظام کرتا تھا۔اسلامی فوج دو حصوں باقاعدہ فوج اور ریزور فوج میں منقسم تھی ۔باقاعدہ فوج ہر وقت جنگی خدمات کے لئے تیار اور مستعد رہتی تھی ۔ریزور فوج کو صرف بوقت ضرورت طلب کیا جاتا تھا ۔صیغہ فوج کو موثر بنانے کے لئے حضرت عمر فاروق نے حسب ذیل اقدامات کئے۔

۱۔ دیوان:

حضرت عمر فاروقؓ نے فوج کی تنخواہوں وظیفوں اور دیگر انتظامی امور کے لئے

ایک دفتر قائم کیا جو دیوان کہلاتا تھا۔ اور جس کا افسر اعلیٰ صاحب دیوان کہلاتا تھا۔ فوجی خدمات کے قابل اشخاص کے نام ونسب اور پتہ ایک رجسٹر میں ریکارڈ کرنا صاحب دیوان کے فرائض میں شامل تھا۔

۲۔ فوجی مراکز کا قیام

عہد فاروقی میں سارے ممالک اسلامیہ میں فوجی مراکز قائم کئے گئے۔ جو جند کہلاتے تھے۔ مدینہ' کوفہ' بصرہ' موصل' فسطاط' مصر' دمشق' حمص اور اردن وغیرہ بڑے بڑے فوجی مراکز تھے۔ ان کے علاوہ مختلف فوجی اہمیت کے مقامات پر چھوٹی چھوٹی چھاؤنیاں بھی قائم کی گئیں جہاں بقدر ضرورت ہر وقت فوج کا ایک دستہ موجود رہتا تھا۔ ان فوجی مراکز اور چھاؤنیوں میں بڑے بڑے اصطبل اور رسد کے ذخائر بھی قائم کئے گئے۔

اصطبلوں میں چار چار ہزار گھوڑے ساز وسامان سے لدے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ گھوڑوں کی خوراک کے لئے سرکاری چراگاہیں قائم تھیں۔ فوجی گھوڑوں کو باقاعدہ داغا جاتا تھا اور ان پر جیش فی سبیل اللہ کے الفاظ لکھے جاتے تھے۔

فوجی مراکز اور چھاؤنیوں کے لئے جگہ کے انتخابات میں آب وہوا کا خاص خیال رکھا جاتا تھا۔ ہر فوجی مرکز اور چھاؤنی میں فوجیوں کی رہائش کے لئے وسیع بارکیں تعمیر کی جاتی تھیں۔ علاوہ ازیں فوجی مراکز میں فوجی کی صحت اور آرام وآسائش کا خاص اہتمام ہوتا تھا۔ فوج کی بھرتی میں کسی خاص قوم یا علاقے کی تخصیص نہ تھی۔ اسلامی فوج میں عرب' ایرانی' شامی اور یہودی سبھی اقوام کے لوگ شامل تھے۔

۳۔ فوج کی تقسیم

فوج کی تنظیم کے لئے اسے کئی درجوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ پیدل' سوار' میمنہ' میسرہ اور ہراول وغیرہ کے الگ الگ دستے تھے۔ جن پر علیحدہ علیحدہ سالار مقرر تھے۔ اس دستہ بندی کو تعبیہ کہتے تھے۔ دس سپاہیوں کا ایک دستہ ہوتا تھا۔ ہر دستے پر اک امیر ہوتا تھا جسے امیر العشرہ کہتے تھے۔

Marfat.com

سو سپاہیوں یا دس امیر العشروں پر ایک امیر التعبیہ ہوتا تھا۔
ہزار سپاہیوں یا دس امیر العیوں پر ایک امیر الامراء ہوتا تھا۔

سردیوں میں لڑنے والی فوج کو شائستہ اور گرمیوں میں لڑنے والی فوج کو صائفہ کہتے تھے۔ فوج دو قسم کی ہوتی تھی ایک با قاعدہ فوج جسے صاحب الدیوان کہتے تھے۔ اور دوسری ریزور (رضا کار) متطوع کہتے تھے۔ فوج میں مندرجہ ذیل عہدیدار ہوتے تھے۔

تنخواہوں کا نظام:

فوجی خدمت کے قابل اشخاص کی باقاعدہ تنخواہیں مقرر کی گئیں۔ جن کی مقدار دو سو درہم سالانہ سے لے کر پانچ ہزار درہم سالانہ تک تھی۔ مال غنیمت کے علاوہ ایک من غلہ بارہ سیر روغن زیتون، بارہ سیر سرکہ اور پوشاک وغیرہ بھی دی جاتی تھی۔ غریب فوجیوں کو سواری کے لئے گھوڑے بھی دیئے جاتے تھے۔ شروع شروع میں شہریوں اور فوجیوں کے لئے ایک ہی دفتر ہوتا تھا۔ جہاں سے انہیں تنخواہ اور وظائف ملتے تھے۔ لیکن بعد میں علیحدہ علیحدہ کر دیا گیا۔

تنخواہوں اور وظائف کی تقسیم میں اسلام میں سبقت اور دینی خدمات کو ملحوظ رکھا جاتا تھا۔ مثلاً

ا۔ بدری صحابہؓ کی تنخواہیں پانچ ہزار درہم سالانہ تھیں۔
ب۔ ہجرت حبشہ اور غزوہ احد میں حصہ لینے والے صحابہؓ کو چار ہزار سالانہ ملتے تھے۔
ج۔ شرکائے بیعت رضوان کو تین ہزار درہم سالانہ ملتے تھے۔
د۔ بعد کی جنگوں یعنی یرموک اور قادسیہ وغیرہ میں حصہ لینے والوں کو دو ہزار درہم سالانہ تنخواہ ملتی تھی۔
ر۔ معمولی سپاہیوں کی تنخواہ ایک ہزار درہم سالانہ تھی۔

یہ تنخواہیں نہ صرف غازیوں کو ملتی تھیں بلکہ ان کے بچوں، بیواؤں اور غلاموں کو بھی ملتی تھیں۔ غلاموں کو آقا کو برابر وظیفہ ملتا تھا۔ اور بیویوں کو دو سو سے چار سو درہم تک وظائف ملتے تھے۔

تربیت کا نظام:

افواج کو فنون حرب سے آراستہ اور چاک و چوبند رکھنے کے لئے شہسواری‘ تیراندازی‘ تیراکی‘ نیزہ بازی‘ شمشیرزنی اور ننگے پاؤں بھاگنے کی باقاعدہ تربیت دی جاتی تھی۔ چنانچہ اس ضمن میں حضرت عمرؓ کا قول ہے ”دھوپ عربوں کا حمام ہے۔“

نظم وضبط

حضرت عمرؓ نظم وضبط کی پابندی میں بڑے سخت تھے اور اپنی افواج میں جذبہ اطاعت امیر پیدا کرنے پر زور دیتے تھے۔ آپؓ نے افواج کی نگرانی اور نقل وحرکت کے لئے خبر رسانی اور جاسوسی کا باقاعدہ محکمہ قائم کیا جس کے پرچہ نویس ہر وقت خلیفہ کو حالات حاضرہ سے باخبر رکھتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ اسلامی افواج جہاں بھی ہوتی تھیں ان کی باگ ڈور حضرت عمرؓ کے ہاتھوں میں ہوتی تھی اور ان کے احکام کے بغیر فوج ایک قدم بھی ادھر ادھر نہ اٹھا سکتی تھی۔

فوج کے لئے سہولتیں:۔

حضرت عمر فاروقؓ فوج کی سہولتوں یعنی آرام وآسائش اور رسد وخوراک کا بہت خیال رکھتے تھے۔ چنانچہ آپؓ کے حکم کے مطابق۔

۱۔ کسی فوجی کو گھر سے دور رہنے کے لئے مجبور نہیں کیا جاتا تھا۔

۲۔ کسی فوجی کو بالجبر فوج میں جھونکا نہ جاتا تھا۔ بلکہ بڑی احتیاط سے بھیجا جاتا تھا۔

۳۔ فوجیوں کو ان کے اہل خانہ سے خط وکتابت کی اجازت ہوتی تھی۔

۴۔ فوجیوں کی گھریلو ضروریات کو بھی پورا کیا جاتا تھا۔

۵۔ فوجیوں کو جمعہ کے روز عام تعطیل دی جاتی تھی۔

۶۔ انہیں چار ماہ بعد گھر جانے کی اجازت دی جاتی تھی۔

۷۔ انہیں اتفاقیہ رخصت بھی دی جاتی تھی۔

(تاریخ اسلام از ہر پروفیسر عبداللہ ملک)

Marfat.com

قضاءت کی ذمہ داریوں کا احساس

حدیث شریف میں آیا ہے،

من ولی القضاء فقد ذبح بغیر سکین

جو شخص قاضی بنایا گیا وہ بغیر چھری کے ذبح کر دیا گیا، (ابوداؤد کتاب القضاء)

اس حدیث کی بناء پر بعض صحابہ جو بہت زیادہ محتاط تھے، وہ سرے سے عہدہ قضا ہی کو قبول نہیں کرتے تھے، چنانچہ حضرت عثمانؓ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو قاضی مقرر کرنا چاہا تو انہوں نے صاف انکار کر دیا لیکن جن صحابہ کو اس عہدے کے قبول کرنے سے انکار نہ تھا وہ بھی شدت کے ساتھ اس کی ذمہ داریوں کو محسوس کرتے تھے، حضرا بوالدرؓداء بیت المقدس کے قاضی تھے ایک بار انہوں نے لکھا کہ زمین کسی کو مقدس نہیں بنا سکتی، انسان کو صرف اس کا عمل مقدس بناتا ہے مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم طبیب (قاضی) مقرر کئے گئے ہو، اگر تم سے لوگ شفایاب ہوں تو کیا کہنا ورنہ اگر جعلی طبیب ہو تو کسی انسان کو مار کر دوزخ میں نہ داخل ہو، حضرت ابوالدرداء پر اس خط کا یہ اثر پڑا کہ مقدمہ فیصل ہونے کے بعد فریقین واپس جاتے تھے تو احتیاطاً بلا کر دوبارہ اظہار لیتے تھے۔

عدل وانصاف

خلفاء مقدمات کے فیصل کرنے میں کسی قسم کی رعایت کو جائز نہیں رکھتے تھے ایک بار حضرت عمرؓ حضرت زید بنؓ بن ثابت کے یہاں خود فریق مقدمہ بنکر آئے تو انہوں نے ان کو اپنے پاس بٹھانا چاہا لیکن انہوں نے کہا کہ یہ پہلا ظلم ہے جو تم نے کیا، میں اپنے فریق کے ساتھ بیٹھوں گا۔

ایک بار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے یہاں ایک مہمان آیا اور انہوں نے اس کو کئی دن تک مہمان رکھا لیکن ایک دن جب وہ فریق مقدمہ ہو کر آیا اور ان کے سامنے حاضر ہوا تو بولے اب آپ تشریف لیجائیے ہم فریق کو صرف فریق کے ساتھ ٹھہرا سکتے ہیں۔

ایک بار ایک یہودی اور ایک مسلمان کا مقدمہ پیش ہوا، حضرت عمرؓ نے یہودی کے حق میں فیصلہ کیا تو وہ بے ساختہ بول اٹھا آپ نے انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا۔

Marfat.com

رشوت ستانی کی روک ٹوک

حضرت عمرؓ نے صیغہ عدالت قائم کیا تو رشوت ستانی کے انسداد کے لئے سخت بندشیں قائم کیں اور عام طور پر تمام حکام کو لکھ بھیجا۔

اجعلو الناس عندكم فی الحق سواء قريبهم كبعيدهم وبعيدهم كقريبهم واياكم والرشى

انصاف میں تمام لوگوں کو برابر سمجھو، قریب و بعید میں فرق و امتیاز نہ کرو اور رشوت سے بچو۔

اس کے ساتھ قضاء کی بیش قرار تنخواہیں مقرر کیں اور قاعدہ مقرر کیا کہ جو شخص معزز اور دولتمند نہ ہو وہ قاضی نہ مقرر کیا جائے اس کی وجہ یہ تھی کہ دولت مند رشوت کی طرف راغب نہ ہوگا اور معزز آدمی پر فیصلہ کرنے میں کسی کے رعب وداب کا اثر نہ پڑیگا۔

علانیہ رشوت خواری کے علاوہ بہت سے مخفی طریقے ہیں جن کے ذریعہ سے رشوت دی جاسکتی ہے مثلاً حکام کو اگر تجارت کی اجازت دی جائے تو وہ اس کے ذریعہ سے بہت کچھ ذاتی فوائد حاصل کر سکتے ہیں، ہدیہ بھی رشوت خواری کا ایک مہذب ذریعہ بن سکتا ہے اور بنتا ہے حضرت عمرؓ نے ان تمام طریقوں کا سد باب کیا چنانچہ قاضی شریح کو جب قضائت کے عہدے پر نامور کیا تو فرمایا

لا تشترو لا تبع ولا ترتش

نہ کچھ خریدو، نہ کچھ بیچو اور نہ رشوت لو۔

ہدیہ کی طرف ایک واقعہ کے اثر سے ان کی توجہ مبذول ہوئی، ایک شخص معمولاً ہر سال ان کی خدمت میں اونٹ کی ایک ران ہدیۃً بھیجا کرتا تھا، ایک بار وہ فریق مقدمہ ہو کر دربار خلافت میں حاضر ہوا تو کہا کہ امیر المومنین! ہمارے مقدمہ کا ایسا دوٹوک فیصلہ کیجئے جس طرح اونٹ کے ران کی بوٹیاں ایک دوسرے سے جدا کی جاتی ہیں، حضرت عمرؓ اس ناجائز اشارے کو سمجھ گئے اور اسی وقت تمام عمال کو لکھ بھیجا کہ ہدیہ نہ قبول کرو کیونکہ وہ رشوت ہے۔

Marfat.com

ماہرین فن کی شہادت

مقدمات میں شہادت کی توثیق و اعتبار کا ایک بڑا ذریعہ یہ ہے کہ ماہرین فن کی شہادت لی جائے، یعنی جو امر کسی خاص فن سے تعلق رکھتا ہے، اس کے متعلق اس فن کے ماہرین کا اظہار لے کر فیصلہ کیا جائے، حضرت عمرؓ نے اس اصول پر نہایت کثرت سے عمل کیا، ایک بار حطیہ نے زبرقان بن بدر کی ہجو کہی اور اس نے دربار خلافت میں مقدمہ دائر کیا تو حضرت عمرؓ نے پہلے حسان بن ثابتؓ سے مشورہ لیا۔ اس کے بعد حطیہ کو سزا دی۔

ایک بار ایک بیوہ عورت نے عدت کے دن گذار کے دوسرے شخص سے نکاح کر لیا لیکن وہ پہلے سے حاملہ تھی اس لئے دوسرے شوہر کے پاس ساڑھے چار مہینے کے بعد اس کے بچہ پیدا ہوا۔ حضرت عمرؓ کی خدمت میں معاملہ پیش ہوا تو انہوں نے زمانہ جاہلیت کی پرانی عورتوں کا اظہار لیا اور انہوں نے اس کی ایک ایسی معقول وجہ بیان کی جس سے عورت بے قصور ثابت ہوئی اس لئے حضرت عمرؓ نے بچہ کو پہلے شوہر کی طرف منسوب کیا اور دونوں میاں بی بی سے کہا "اس میں تمہارا کوئی قصور نہ تھا، ایک اور مقدمہ پیش ہوا جس میں دو شخص ایک بچے کے باپ ہونے کے مدعی تھے اس کی نسبت حضرت عمرؓ نے ایک قیافہ شناس کا اظہار لیا۔ (اسوۂ صحابہ حصہ دوم صفحہ ۶۲ بحوالہ موطا امام مالکؒ)

تحریری فیصلے

اس زمانہ کے تمدن کے لحاظ سے اگرچہ مقدمات کا فیصلہ نہایت سادہ طور پر کیا جاتا تھا، اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ تمام مقدمات کے فیصلے لکھے جاتے تھے تاہم تفحص و جستجو سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے اہم مقدمات کے فیصلے لکھے جاتے تھے جو آئندہ چل کر فریق مقدمہ کے کام آتے تھے، چنانچہ ایک دفعہ حضرت رباب بن حذیفہؓ نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس کے بطن سے تین اولاد پیدا ہوئی، ان کے مرنے کے بعد وراثت کے متعلق نزاع ہوئی تو حضرت عمرؓ نے عصبہ کو وراثت دلوائی اور تحریر لکھوا دی جس میں تین شخص یعنی حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ حضرت زید بن ثابتؓ اور ایک اور شخص کے دستخط بطور شاہد کے ثبت تھے چنانچہ ایک موقع پر جب ان لوگوں میں نزاع ہوئی تو عبدالملک نے اسی تحریر کے

Marfat.com

مطابق فیصلہ کیا۔ (ابوداؤد کتاب الفرائض باب فی الولاء)

حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے مقابلہ میں صفایائے نبوی کی نسبت جو فیصلہ کیا تھا وہ بھی ایک شخص کے پاس لکھا ہوا محفوظ تھا۔

اخلاق کا اثر مقدمات پر

مقدمات کی کثرت وقلت کو ایک بہت بڑا اخلاقی معیار قرار دیا جا سکتا ہے جس ملک جس قوم اور جس خاندان کی اخلاقی حالت نہایت پست ہو جاتی ہے اس میں ذرا ذرا سی بات پر نزاع ہوتی ہے مقدمات اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور ہر معاملہ کی نسبت لوگ جھوٹی سچی شہادت دینے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں چنانچہ ایک بار جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون لوگ بہتر ہیں تو آپ نے فرمایا،

سب سے بہتر زمانہ میرا ہے پھر صحابہ کا پھر تابعین کا اس کے بعد ایک ایسی قوم پیدا ہوگی جو شہادت سے پہلے قسم کھائے گی اور قسم سے پہلے شہادت دے گی۔

لیکن صحابہ کرام کے زمانہ تک جھوٹی شہادت ایک ایسا جرم خیال کی جاتی تھی کہ لوگ بچوں کو اس سے بچنے کی ہدایت کرتے تھے، اسی حدیث میں ہے،

قال ابراهيم كانو ينهو ننا ونحن غلمان عن العهد و الشهادات

ابراہیم کہتے ہیں کہ بچپن میں لوگ ہم کو شہادت اور عہد سے منع کرتے تھے۔

ایک بار عراق کا ایک شخص حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں ایک ایسے معاملہ کے لئے آیا ہوں جس کا نہ تو سر ہے نہ دم ہمارے ملک میں جھوٹی شہادتوں کا رواج ہو چلا ہے، حضرت عمرؓ نے نہایت تعجب سے کہا کہ ''ہاں ایسا ہے''

مقدمات کی قلت کا یہ حال تھا کہ حضرت سلمان بنؓ ربیہ باہلی جو کہ کوفہ کے قاضی تھے ان کی نسبت ابووائل کا بیان ہے کہ میں مسقل چالیس دن تک ان کے پاس آتا جاتا رہا، لیکن ان کے یہاں کسی فریق مقدمہ کو نہیں دیکھا۔ (اسوۂ صحابہ حصہ دوم صفحہ ۶۳ بحوالہ اسد الغابہ)

عراق کے سوا حضرت عمرؓ نے اور کسی صوبے کی پیائش نہیں کرائی، البتہ قدیم طریقہ بندوبست میں جہاں جہاں غلطی دیکھی اس کی اصلاح کردی، مثلاً مصر سے رومی خراج

Marfat.com

کے علاوہ غلے کی ایک مقدار کثیر وصول کرتے تھے جو سلطنت کے ہر صوبے میں فوج کی رسد کے لئے روانہ کی جاتی تھی اور خراج میں محسوب نہیں ہوتی تھی حضرت عمرؓ نے یہ دونوں جابرانہ طریقے موقوف کر دیئے،

زمینداری اور ملکیت کے متعلق انہوں نے سب سے بڑی اصلاح یہ کی کہ زمینداری کے متعلق قدیم جابرانہ قانون کو بالکل مٹا دیا۔ مثلاً جب رومیوں نے شام اور مصر پر قبضہ کیا تو تمام اراضیات اصلی باشندوں کے قبضہ سے نکال کر اراکین دربار کو دے دیں، کچھ خالصہ قرار دیا اور کچھ گرجوں پر وقف کر دیں لیکن حضرت عمرؓ نے اس قاعدہ کو مٹا کر یہ قاعدہ بنا دیا کہ مسلمان کسی حالت میں ان زمینوں پر قابض نہیں ہو سکتے، یعنی اگر قیمت دے کر بھی خریدنا چاہیں تو خرید نہیں سکتے یہ قاعدہ ایک مدت تک جاری رہا چنانچہ لیث بن سعد نے مصر میں کچھ زمین خریدی تو بڑے بڑے پیشوایان مذہبی مثلاً امام مالکؒ، نافع بن یزید وغیرہ نے ان پر سخت اعتراض کیا۔

حضرت عمرؓ نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ تمام فوجی افسروں کے نام حکم بھیج دیا کہ لوگوں کے روزینے مقرر کر دیئے گئے ہیں، اس لئے کوئی شخص زراعت نہ کرنے پائے، چنانچہ شریک غطفی نامی ایک شخص نے مصر میں کچھ زراعت کر لی تو حضرت عمرؓ نے بلا کر سخت مواخذہ کیا اور فرمایا کہ "تجھ کو ایسی سزا دونگا جو دوسروں کے لئے عبرت انگیز ہوگی۔"

ایک دفعہ عبداللہ بن الحرالعنسی نے شام میں کھیتی کی اور حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو اس کی کل جائیداد برباد کروادی۔

بندوبست کے ساتھ حضرت عمرؓ نے ترقی زراعت کی طرف خود توجہ کی اور لوگوں کو توجہ دلائی، ایک مرتبہ ایک شخص سے پوچھا تمہارا وظیفہ کیا ہے؟ اس نے کہا ڈھائی ہزار، فرمایا قبل اس کے قریش کے لونڈے سر یرآرائے حکومت ہوں کھیتی کر لو ورنہ ان کے بعد وظیفہ کوئی چیز نہ رہ جائے گا۔ عام حکم دے دیا کہ جو افتادہ زمینیں ہیں ان کو جو شخص آباد کر لے گا اس کی ملک ہو جائیں گی لیکن اگر کوئی شخص تین برس کے اندر آباد نہ کرے تو اس کے قبضہ سے نکل جائیں گی۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو ایک قطعہ بطور جاگیر کے دیا

Marfat.com

تھا، لیکن انہوں نے اس کو آباد نہیں کیا تو حضرت عمرؓ نے اس کو ان کے قبضے سے نکال لیا۔ اس طرح ان کے زمانے میں زرعی پیداوار میں اس قدر اضافہ ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک صدقہ فطر میں صرف جو، کھجور اور منقی وغیرہ دیا جاتا تھا لیکن جب ان کے عہد خلافت میں گیہوں کی پیداوار میں غیر معمولی اضافہ ہوا، تو انہوں نے ان چیزوں کے عوض نصف صاع گیہوں مقرر کر دیا۔

وصولی خراج کا طریقہ

وصولی خراج میں حضرت عمرؓ نے سب سے زیادہ آسانی یہ پیدا کی کہ خود رعایا کو اختیار دیا کہ وہ وصولی خراج کے لئے بہترین اشخاص منتخب کر کے دربار خلافت میں روانہ کرے چنانچہ کوفہ والوں نے عثمان بن فرقد کو شام والوں نے معن بن یزید کو، بصرہ والوں نے حجاج بن علاط کو منتخب کر کے بھیجا اور حضرت عمرؓ نے ان کو عامل خراج مقرر کر دیا، خراج وصول ہو کر آتا تھا تو دس ثقہ آدمی کوفہ سے اور اسی قدر بصرہ سے طلب کرتے تھے اور ان کا حلفیہ اظہار لیتے تھے کہ مالگذاری کسی ذمی یا مسلمان پر ظلم کر کے تو نہیں لی گئی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی وصولی خراج میں نہایت نرمی اختیار کی چنانچہ ایک بار کسی عامل کو وصولی خراج کے لئے مقرر فرمایا تو یہ وصیتیں کیں،

لا تضربن رجلا سو طافی جبایة درهم ولا تتبعن لهم ازقا ولا كسوة شتاء ولا صيفاء ولا دابة تصعلون عليها ولا تقيمن رجلا قائماني طلب درهم

کسی شخص کو مالگذای کے وصول کرنے میں کوڑا نہ مار دوان کی روزی، ان کے گرمی اور جاڑے کے کپڑے اور بار برداری کے جانور نہ لو اور کسی کو کھڑا نہ کرو۔

اس نے کہا" تو نے اے امیر المومنین! یہ کہیے کہ میں یوں ہی خالی ہاتھ واپس آؤں "فرمایا یہ بھی سہی ہم کو صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ فاضل مال سے مالگذاری وصول کریں۔

Marfat.com

جزیہ کا نظام:

جزیہ بھی خراج کی طرح نہایت نرمی کے ساتھ وصول کیا جاتا تھا، جو لوگ اپاہج اور بیکار ہو جاتے تھے ان کا جزیہ معاف کر دیا جاتا تھا اور ان کو بیت المال سے وظیفہ ملتا تھا چنانچہ یہ قاعدہ حضرت ابوبکرؓ ہی کے زمانہ میں مقرر ہو گیا تھا اور حضرت عمرؓ نے بھی اس کو قائم رکھا ذمیوں کو کسی قسم کی اذیت دیکر جزیہ وصول کرنے کی اجازت نہ تھی ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ دھوپ میں کھڑا کر کے کچھ لوگوں کے سر پر زیتون کا تیل ڈالا جا رہا ہے، وجہ پوچھی تو معلوم ہوا کہ جزیہ ادا نہ کرنے کے جرم میں یہ سزا دی جا رہی ہے فرمایا ان کو چھوڑ دو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو لوگ دنیا میں بندوں کو تکلیف دیتے ہیں خدا قیامت میں ان کو عذاب دیتا ہے۔

عشر کا نظام:

غیر قوموں سے ایک اور تجارتی ٹیکس لیا جاتا تھا، جس کا نام عشر تھا، یہ اسلام کی کوئی جدید ایجاد نہ تھی بلکہ جاہلیت ہی کے زمانے میں اس کا رواج تھا اور حضرت عمرؓ نے اسی کو قائم رکھا اس کے وصول کرنے کا طریقہ نہایت آسان تھا کسی کے اسباب کی تلاشی نہیں لی جا سکتی تھی، دو سو درہم سے کم قیمت مال پر کچھ نہیں لیا جاتا تھا، شام کے نبطی چونکہ گیہوں کی تجارت کرتے تھے اس لئے حضرت عمرؓ ان سے نصف عشر لیتے تھے کہ مدینہ میں اس کی درآمد زیادہ ہو۔

زکوۃ عشور

زکوۃ کے وصول کرنے میں بھی ہر قسم کی آسانیاں ملحوظ رکھی جاتی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمال کو حکم دیا تھا کہ زکوۃ میں بہترین مال نہ لیا جائے، خلفائے راشدینؓ بھی نہایت شدت کے ساتھ اس حکم کی پابندی کرتے تھے، ایک بار حضرت عمرؓ نے اموال صدقہ میں ایک بڑے تھن والی بکری دیکھی تو فرمایا کہ "اس کے مالک نے اس کو بخوشی نہ دیا ہوگا، اس طرح مسلمانوں کو نہ بدکاؤ"

Marfat.com

دیوان، دفتر، بیت المال

جزیہ، خراج، عشور اور زکوۃ سے جو رقم وصول ہوتی تھی، حضرت ابوبکرؓ کے زمانے تک علی السویہ تمام مسلمانوں پر تقسیم ہو جاتی تھی لیکن حضرت عمرؓ کے زمانے میں جب باقاعدہ نظام سلطنت قائم ہوا، تو اس کے لئے دیوان، دفتر اور بیت المال قائم کیا گیا، خراج کا دفتر جیسا کہ قدیم زمانہ میں فارسی، شامی اور قبطی زبان میں تھا حضرت عمرؓ کے زمانے میں بھی قائم رہا کیونکہ ابھی تک اہل عرب نے اس فن میں اس قدر ترقی نہیں کی تھی کہ یہ دفتر عربی زبان میں منتقل ہو سکتا،

بیت المال کے رجسٹر نہایت صحت اور تفصیل کے ساتھ مرتب کئے جاتے تھے چنانچہ صدقہ وزکوۃ کے مویشی آتے تھے تو ان کے رنگ، حلیہ اور سن تک لکھے جاتے تھے، بیت المال میں جو رقم جمع ہوتی تھی اس کا ایک بڑا حصہ مسلمانوں کے وظیفہ میں صرف ہو جاتا تھا، جن کے سالانہ وظائف علی قدر مراتب حسب ذیل تھے،

شرکائے غزوہ بدر	پانچ ہزار درہم سالانہ
مہاجرین حبش اور شرکائے غزوہ اُحد	چار ہزار درہم سالانہ
جو لوگ فتح مکہ میں اسلام لائے	دو ہزار درہم سالانہ
جو لوگ جنگ قادسیہ اور یرموک میں شریک تھے	دو ہزار درہم سالانہ
اہل یمن	چار ہزار درہم
قادسیہ اور یرموک کے بعد کے مجاہدین	تین سو درہم سالانہ
بلاامتیاز مراتب	دو سو درہم سالانہ

ان لوگوں کے اہل وعیال بلکہ غلاموں کے وظائف بھی مقرر تھے، چنانچہ مہاجرین اور انصار کی بیویوں کا وظیفہ دو سو سے چار سو درہم تک اور اہل بدر کے اولاد ذکور کا وظیفہ دو دو ہزار درہم مقرر تھا ان مصارف کے بعد صوبجات اور اضلاع کے بیت المال میں جو رقم بچ جاتی تھی وہ مدینہ منورہ کے بیت المال میں بھیج دی جاتی تھی، جن لوگوں کو وظیفے ملتے تھے ان کے نام مع ولدیت درج رجسٹر ہوتے تھے اور ان کی ترتیب کے لئے بڑے بڑے قابل لوگ مثلاً

حضرت عقیلؓ بن ابی طالب، مخرمہ بن نوفل اور جبیر بن مطعم وغیرہ مامور تھے۔

(اسوۂ صحابہ حصہ دوم صفحہ ۶۹)

فاروق اعظمؓ نے اپنے دور خلافت میں حضرت اُسامہؓ کے لیے اپنے بیٹے سے زیادہ وظیفہ مقرر کیا تو بیٹے نے عرض کی ابا جان! آپ نے اُسامہؓ کے لیے چار ہزار اور میرے لئے تین ہزار درہم وظیفہ مقرر کیا ہے حالانکہ اس کے باپ کو وہ فضیلت حاصل نہ تھی جو آپ کو حاصل ہے اور اُسامہؓ کو وہ مقام حاصل نہیں جو میرا ہے، بیٹے کی یہ بات سن کر فاروق اعظمؓ نے ارشاد فرمایا: بیٹے افسوس تجھے علم نہیں۔ سنو اس کا باپ تیرے باپ سے زیادہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو عزیز تھا اور خود بھی آنحضرت ﷺ کو تجھ سے زیادہ پیارا تھا۔

یہ جواب سن کر حضرت عبداللہ بن عمرؓ خاموش ہو گئے اور اسی وظیفہ پر راضی ہو گئے جو ان کے لیے مقرر کیا گیا تھا، حضرت عمر بن خطابؓ جب بھی حضرت اُسامہؓ سے ملتے تو خوشی سے پکار اُٹھتے خوش آمدید میرا سردار آ گیا، جب کوئی ان سے اس والہانہ انداز پر تعجب کرتا تو فرماتے تمہیں معلوم نہیں ایک موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسامہؓ کو میرا امیر بنایا تھا۔ (الاستیعاب)

عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ نے خالد بن ولید کو فوج کی سپہ سالاری سے معزول کر دیا۔ امام احمد نے ناشرہ بن سُمی الیزنی سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے یوم جابیہ میں عمر رضی اللہ عنہ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا: اے لوگو! میں تم کو بتاتا ہوں کہ میں نے خالد بن ولید کو کیوں معزول کیا۔ میں نے ان کو حکم دیا کہ اس مال کو کمزور مہاجرین کے لئے روکیں۔ مگر انہوں نے اس کو صاحب شرف اور صاحب لسان کو دے دیا۔ اس بناء پر میں نے ان کو معزول کر دیا اور ان کی جگہ ابو عبیدۃ بن جراح کو مقرر کر دیا'' ابو عمرو بن حفص (حضرت خالد کے رشتہ دار) مجمع میں موجود تھے۔ وہ اس کو سن کر اٹھے اور کہا: خدا کی قسم اے عمر بن خطاب! یہ کیا عذر ہے جو تم نے بیان کیا تم نے اس شخص کو ہٹا دیا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کیا تھا، تم نے وہ تلوار میان میں ڈال دی جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے نیام کیا تھا، تم نے وہ جھنڈا گرا دیا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑا کیا تھا (وضعت لواء نصبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) تم نے اپنے چچا کے

لڑکے سے حسد کا معاملہ کیا۔" عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو سنا اور اس کے بعد نرمی کے ساتھ فرمایا؛ تم خالد کے قریبی ہو، نوعمر ہو، اپنے چچازاد بھائی کے معاملہ میں غصہ میں آگئے ہو (انک قریب القرابة ، حدیث السن، مغضب فی ابن عمک)

عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں عینیہ بن حصن مدینہ آئے اور اپنے بھتیجے حر بن قیس کے یہاں ٹھہرے، حر بن قیس ان لوگوں میں تھے جن کو عمر رضی اللہ عنہ کی قربت حاصل تھی، عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس اور ان کے مشوروں میں شریک ہونے والے قرآن کے علماء ہوتے تھے خواہ وہ بوڑھے ہوں یا جوان، عینیہ نے حر بن قیس سے کہا: اے میرے بھتیجے! تم کو امیر المومنین کے یہاں رتبہ حاصل ہے، میرے لئے امیر المومنین سے ملنے کی اجازت حاصل کرو۔ انہوں نے اجازت مانگی اور عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی۔ عینیہ آئے ار کہا: اے خطاب کے لڑکے! تم ہم کو نہ مال دیتے ہو اور نہ ہمارے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے ہو (هی یا ابن الخطاب ! فوالله ما تعطینا الجزل و لا تحکم فینا بالعدل) عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر غصہ میں آگئے، قریب تھا کہ ان پر ٹوٹ پڑیں۔ اتنے میں حر بن قیس نے کہا: اے امیر المومنین! اللہ نے اپنے رسول سے کہا ہے "معافی کا طریقہ اختیار کرو، نیکی کا حکم کرو اور جاہلوں سے اعراض کرو (اعراف ۱۹۹) اور یہ شخص یقیناً جاہل ہے راوی کہتے ہیں: خدا کی قسم، قرآن کی آیت سننے کے بعد عمرؓ نے ذرا بھی تجاوز نہیں کیا وہ قرآن کے سامنے بہت زیادہ رک جانے والے تھے۔ (بخاری)

بخاری نے تاریخ صغیر میں یہ واقعہ نقل کیا ہے۔ زین بن اسلم اپنے باپ کے واسطے سے بتاتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب سے کہا: تم لوگ اپنی تمنائیں بیان کرو۔ کسی نے کہا: میری تمنا ہے کہ یہ گھر میرے لئے درہم سے بھرا ہوتا تو میں اس کو اللہ کے راستہ میں خرچ کرتا۔ کسی نے کہا: میرے پاس، اس گھر کے برابر سونا ہوتا تو میں اس کو اللہ کے راستہ میں دیتا۔ کسی نے کہا: میری تمنا ہے کہ یہ گھر میرے لئے موتیوں سے بھرا ہوتا اور میں اس کو اللہ کے راستہ میں خرچ کرتا وغیرہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لکنی اتمنی ان یکون ملا هذا البیت رجالا مثل ابی عبیدة بن الجراح و معاذ بن جبل و حذیفة بن الیمان فاستعملهم فی

Marfat.com

طاعة الله

لیکن میری تمنا تو یہ ہے کہ اس گھر بھر میرے پاس ابو عبیدہ بن الجراح، معاذ بن جبل اور حذیفہ بن یمان جیسے آدمی ہوتے اور ان کو میں اللہ کے کاموں میں استعمال کرتا۔

ابن سعد نے عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہی کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کی اتنی خدمت کی کہ ان کے گھر والوں میں سے بھی کسی نے اتنی خدمت نہیں کی۔ وہ مجھ کو اپنے پاس بٹھاتے اور میری عزت کرتے تھے۔ ایک روز میں ان کے گھر میں تنہائی میں ان کے ساتھ تھا۔ اچانک انہوں نے اتنے زور کی آہ بھری کہ مجھے گمان ہوا کہ اسی کے ساتھ ان کی جان نکل جائے گی۔ میں نے پوچھا: کیا آپ نے کسی ڈر کی وجہ سے آہ بھری ہے انہوں نے کہاں ہاں۔ میں نے کہا وہ ڈر کیا ہے۔ فرمایا میرے قریب آجاؤ۔ میں قریب ہو گیا، پھر فرمایا: اس کام (خلافت) کے لئے میں کسی کو نہیں پاتا میں نے چھ آدمیوں کا نام لے کر کہا: کیا آپ فلاں سے غافل ہیں میں ایک ایک کا نام لیتا جاتا تھا اور وہ ہر ایک کے بارہ میں کچھ نہ کچھ کہتے جاتے تھے۔ آخر میں فرمایا:

انہ لا یصلح لھذا الامر الا شدید فی غیر عنف لیئن فی غیر ضعف جواد من غیر سرف، ممسک فی غیر بخل (کنز العمال جلد ۳)

اس کام کا اہل صرف وہی شخص ہے جو شدید ہو بغیر اکڑ کے، نرم ہو بغیر کمزوری کے سخی ہو بغیر فضول خرچی کے، مال روکنے والا ہو بغیر بخل کے۔

عبداللہ بن عباسؓ نے کہا: یہ صفات عمر رضی اللہ عنہ کے سوا کسی اور میں جمع نہیں ہوئیں۔

جب حضرت عمرؓ زخمی ہوئے تو حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں آپ نے رسول اللہ ﷺ کی حسن رفاقت کا حق ادا کیا اور وہ آپ سے راضی ہو گئے، پھر ابو بکرؓ کی حسن رفاقت کا حق ادا کیا، اور وہ آپ سے راضی ہو گئے، پھر اُن کے اصحاب کی حسن رفاقت کا حق ادا کیا۔ اور اگر آپ ان کو داغ جدائی دے کر گئے تو وہ آپ سے راضی

Marfat.com

رہیں گے بولے رسول اللہ ﷺ اور ابوبکرؓ کی حسن رفاقت اور ان کی رضا مندی تو ایک احسان الٰہی تھا یہ گھبراہٹ صرف تمہارے اور تمہارے اصحاب کے لئے ہے خدا کی قسم اگر زمین کی سطح پر سونا بکھیر دیا جائے تو میں اس کو دے کر عذاب الٰہی سے بچنے کو ترجیح دوں گا، شدت خوف قیامت سے ان کو یہی غنیمت معلوم ہوتا تھا کہ وہ اگر جنت میں داخل نہیں ہو سکتے تو کم از کم عذاب دوزخ سے تو بچ جائیں ایک بار انہوں نے ایک صحابی سے کہا کہ تمہیں یہ پسند ہے کہ ہم جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اسلام لائے، ہجرت کی جہاد کیا اور بہت سے نیک کام کئے ان ان سب کا ثواب تو ہم کو مل جائے لیکن آپ کے بعد ہم نے جو نیک کام کئے تو اس کے بدلے میں صرف دوزخ سے بچ جائیں اور عذاب وثواب برابر سرابر ہو جائیں بولے خدا کی قسم نہیں ہم نے آپ کے بعد بھی جہاد کیا روزہ رکھا نماز پڑھی، بہت سے نیک کام کئے اور ہمارے ہاتھ پر بہت سے لوگ اسلام لائے ہم کو ان اعمال سے بڑی بڑی توقعات ہیں، حضرت عمرؓ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے مجھے تو یہی غنیمت معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان کے بدلے عذاب سے بچ جائیں اور نیکی دبدی برابر سرابر ہو جائے۔

ہمیں ان کی بے نفسی سے متعلق جو روایات ملتی ہیں اگر وہ سب کی سب صحیح ہیں تو اس میں کوشبہ نہیں کہ وہ تاریخ کے ایک درخشندہ آفتاب اور عظمت کے مقابلے میں نبوت رسالت کے مراتب سے قریب تر تھے۔ یہ شخص جو اپنے دور میں عظمت وامتیاز کے انتہائی نقطے پر فائز تھا اس زمانے کی سب سے بڑی سلطنت کا مطلق العنان فرماں روا ہونے کے باوجود حکومت واقتدار کی نعمتوں کو اپنے لیے حرام سمجھتا تھا اور محتاجوں کا دکھ درد محسوس کرنے کے لیے انہیں کی سی زندگی بسر کرنے کا خواہش مند تھا۔ لیکن حضرت عمرؓ کا یہ زہد کسی سنیاسی یا جوگی کا نہیں' ایک بااختیار حاکم کا زہد تھا جو ہر قسم کی نعمت آسانی سے حاصل کر سکتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اپنی زہد وتقوی کی اس تمام تر شدت کے باوجود' وہ ان زہاد کی نمائشی زندگی کو سخت ناپسند فرماتے تھے جو محرومی ہی کو سرمایہ لذت سمجھتے ہیں اور اپنے آپ کو زاہد کہلوانے کے شوق میں بولتے ہیں تو مریضوں کی طرح اور چلتے ہیں تو چیونٹی کی چال' اسی لیے حضرت عمر کمزوری کو' اس کے ہر روپ میں برا سمجھتے تھے' خصوصاً اس کی نمائش تو ان سے کسی عنوان

Marfat.com

برداشت نہ ہوسکتی تھی۔

زندگی کی تمام نعمتیں حضرت عمرؓ کے قدموں میں تھیں، لیکن فاروق اعظمؓ نے انہیں ٹھکرادیا اور اپنے اسی استغنا کی وجہ سے عدل وانصاف کی ایک جیتی جاگتی تصویر بن گئے۔ وہ صرف اللہ سے ڈرتے تھے اور اس کے سوا کسی کی خوشنودی نہ چاہتے تھے۔ اللہ کا یہ خوف اور اس کی رضا جوئی کا یہ جذبہ ان میں بڑا شدید تھا۔ وہ جانتے تھے کہ مسلمانوں کی خلافت وامامت کا ان سے محاسبہ کیا جائے گا۔ اس سے ان کی خشیت میں اضافہ ہوتا تھا اور خشیت اللہ جل شانہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے ان میں عدل وانصاف کی تڑپ کو اور تیز کر دیتی تھی۔ چنانچہ ان کا عدل، قریب وبعید میں کوئی امتیاز روا نہ رکھتا۔ وہ اللہ پر ایمان رکھنے والوں میں کوئی فرق نہ کرتے تھے اور جو کوئی مسلمانوں کی پناہ میں آجاتا تھا، اسے بھی عام مسلمانوں کی طرح، امیر المومنینؓ کے عدل کا مستحق سمجھتے تھے۔ انہیں بے لوث انصاف سے محبت تھی۔ اس لیے وہ چاہتے تھے کہ ان کے عمال بھی انہیں کی طرح شیوہ عدل اختیار کریں۔ انہوں نے سلطنت کے گوشے گوشے میں اعلان کرادیا تھا کہ اگر کسی کو عمال کے ہاتھوں کوئی تکلیف پہنچے تو معاملہ ان کے حضور پیش کیا جائے۔ شکایت صحیح ہوگی تو ضرور انصاف کیا جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی عامل پر زیادتی ہو تو اسے بھی بارگاہ خلافت سے انصاف طلب کرنا چاہیے کہ حکومت کا رعب قائم اور عادل حاکم کا وقار برقرار رہے۔

حضرت عمرؓ کے زہد نے ان کے دل کو غریبوں اور مسکینوں کے لیے لطف ونرمی سے لبریز کر دیا تھا، جس کے متعلق ان کی خلافت کے دن، لوگوں کو اندیشہ تھا کہ وہ اس سے بے نصیب رہیں گے۔ وہ دیکھ چکے تھے کہ حضرت عمرؓ عہد رسالت ﷺ میں ایک شمشیر بہ دست عادل تھے اور عہد صدیقیؓ میں ظالموں کیلیے ایک برق غضب۔ اس لیے یہ بات ان میں سے کسی کے وہم وگمان میں بھی نہ تھی کہ حضرت عمرؓ اپنی زندگی میں کبھی رحم وشفقت سے بھی آشنا ہوسکتے ہیں۔ چنانچہ زمام حکومت ہاتھ میں آتے ہی ظالموں پر تو حضرت عمرؓ کی گرفت اور سخت ہوگئی۔ لیکن کمزوروں اور مسکینوں سے انہوں نے رحم وشفقت کا برتاؤ کیا، بلکہ ان کے ماں باپ سے زیادہ ان پر مہربان ہوگئے۔ ان کی اشک شوئی کرتے، ان کے حقوق انہیں پہنچاتے اور ہر چھوٹے بڑے کا خیال رکھتے۔ ہر قوم میں کمزوروں اور غریبوں

Marfat.com

ہی کی اکثریت ہوتی ہے۔اس لیے یہ اکثریت بہت جلد حضرت عمرؓ کو اپنا ہمدرد و غم گسار سمجھنے لگی اور یہ سخت گیر انسان بے سہاروں کے لیے ان کی جان اور اولاد سے زیادہ عزیز و محبوب ہو گیا۔(از دیباچہ حضرت عمر فاروق اعظم مصنف محمد حسین ہیکل)

غیر مسلموں سے سلوک

خلفاء راشدینؓ کی طرف سے یہود و مجوس اور مشرکین و نصاریٰ کے تمام غیر مسلموں سے حسن سلوک کی مثالوں سے تاریخ اسلام بھری پڑی ہے۔کسی خلیفہ نے اپنے مخالفوں کے ساتھ انسانیت سوز سلوک نہیں کیا' غیر مسلموں کے مذہبی حقوق ہوں' معاشرتی اقدار ہوں' جنگی معاہدے ہوں ہر جگہ خلافت راشدہ نے انسانیت کے اعلیٰ اصولوں سے کسی موقعہ پر انحراف نہیں کیا۔

غیر مسلموں سے حسن سلوک خلفاء کو ان کے سردار حضرت محمد ﷺ سے ورثہ میں ملا تھا۔وہ زندگی کے کسی موڑ پر اور نظم مملکت کے کسی قانون میں آنحضرت ﷺ کی تعلیمات سے ایک قدم پیچھے نہ ہٹتے تھے۔

غیر مسلم اقلیتوں کے ساتھ ایک اسلامی مملکت کا کیا سلوک ہونا چاہئے،اس کے بارے میں آنحضرت ﷺ کے دور کے ایک معاہدے کا پورا متن نقل کیا جا رہا ہے تاکہ جزیرۃ العرب کی پہلی اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے حقوق کے بنیادی اصول سامنے آسکیں۔یہ معاہدہ نجران کے عیسائیوں اور مدینہ کی اسلامی ریاست کے مابین طے پایا تھا:

"والنجران وماشيتها جوار الله و ذمة محمد النبی ﷺ علی انفسهم وملتهم وارضهم واموالهم و غائبتهم و شاهدهم و غير هم و بعثهم وامثلتهم لا يغير ما كانوا عليه ولا يفير حق من حقوقهم وامثلهم ولا يفتن اسقف من استفتيته ولا زاهب من رهبانيته ولا واقه من وقايته علی ماتحت ايديهم من قليل او كثير وليس عليهم رهق ولادم جاهلية ولا يحشرون ولا

یعشرون ولا یطاارضهم جیش من سال منهم حقاً فبینهم النصف غیر ظالمین ولا مظلومین بنجران ومن اکل منهم رباً من ذی قبل فذمتی منه بریئة ولا یوخذ منهم اجل بظلم آخرولهم علی مافی هذه الصحیفة جوار الله و ذمة محمد النبی ﷺ ابداً حتی یاتی امر الله مانصحوا واصلحوا فیما علیهم غیر مکلفین شیئاً بظلم " (ازفتوح البلدان صفحہ۷۲ بلاذری)

ترجمہ: ''نجران اوراس کے اطراف کے (عیسائی) باشندوں کی جانیں' ان کا مذہب' ان کی زمینیں' ان کا مال' ان کے حاضر وغائب' ان کے قافلے' ان کے قاصد' ان کی مورتیں اللہ کی امان اوراس کے رسول ﷺ کی ضمانت میں ہیں۔ ان کی موجودہ حالت میں کوئی تغیر نہیں کیا جائے گا۔ نہ ان کے حقوق میں سے کسی حق میں دست اندازی کی جائے گی' نہ صورتیں بگاڑی جائیں گی' کوئی اسقف اپنی اسقفیت سے' کوئی راہب اپنی رھبانیت سے اور کلیسا کا کوئی منتظم اپنے عہدہ سے نہ ہٹایا جائے گا اور جو بھی کم یا زیادہ ان کے قبضہ میں ہے اسی طرح رہے گا' ان کے زمانہ جاہلیت کے کسی جرم یا خون کا بدلہ نہ لیا جائے گا ' نہ ان سے فوجی خدمت لی جائے گی' نہ ان پر عشر لگایا جائے گا' نہ اسلامی فوج ان کی زمین پامال کرے گی۔ ان میں سے جو شخص اپنے کسی حق کا مطالبہ کرے گا تو اس کے ساتھ انصاف کیا جائے گا۔ ان پر کسی قسم کا ظلم نہ کیا جائے گا' ان سے جو شخص سود کھائے گا وہ میری ضمانت سے بری ہے' اس دستاویز میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس کے پورا کرنے کے بارے میں اللہ کی امان اور محمد ﷺ کی ذمہ داری ہے' یہاں تک کہ اس کے بارے میں خدا کا کوئی حکم نازل ہو۔ جب تک وہ مسلمانوں کے خیر خواہوں رہیں گے ان کے ساتھ جو شرائط طے کی گئی ہیں' ان کی پابندی کی جائے گی۔ ان کو ظلم سے کسی بات پر مجبور نہ کیا جائے گا۔''

یہ تھی وہ پہلی دستاویز جس کو خلافت راشدہ کے پورے دور میں بنیادی منشور اور اساسی لائحہ عمل کی حیثیت حاصل رہی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے لیکر حضرت معاویہؓ تک دنیا

Marfat.com

بھر کے جس غیر مسلم سے سابقہ پڑا' جن اقوام سے مذاکرات ہوئے' جن ملکوں کو فتح کیا گیا' جن کو اسلامی مملکت میں جگہ دی گئی' ان تمام مواقع پر آنحضرت ﷺ کا یادگار معاہدہ اور امان نشان راہ کا کام دیتا رہا۔

بیت المقدس کے عیسائیوں کے حقوق کا اعلان

حضرت عمرؓ نے فتح بیت المقدس کے موقع پر عیسائیوں کو جو حقوق دیئے ان کی ایک جھلک ملاحظہ ہو:

"ھٰذا ما اعلن عبدالله عمر امير المومنين اهل ايليامن الامان اعطاهم اماناً لا نفسهم واموالهم و كنائسهم وصلباتهم سقيها وبرتيها و مسائر لمنها انه لا تسكن كنائسهم ولا تهدم ولا ينتقض منها ولا من جزها ولا من صليبهم ولا من شئى من اموالهم ولا يكروهون على دينهم ولا يضار احدهم ولا يسكن بايليا معهم من اليهود و على اهل ايليا ان يعطوا الجزية كما يعطى اهل المدائن وعليهم ان يخرجوا منهما الروم"

ترجمہ: ''یہ وہ امان ہے جو خدا کے بندے امیر المومنین عمرؓ نے ایلیا کے لوگوں کو دی' یہ امان ان کی جان' مال' گرجا' صلیب' تندرست' بیمار اور ان کے تمام اہل مذہب کے لئے ہے۔ ان کے گرجوں میں نہ سکونت اختیار کی جائے گی' نہ وہ گرائے جائیں گے' نہ ان کو اور ان کے احاطوں کو نقصان پہنچایا جائے گا۔ ان کی صلیبوں اور ان کے مال میں کچھ کمی نہ کی جائے گی۔ نہ مذہب کے معاملہ میں ان پر جبر کیا جائے گا' نہ ان میں کسی کو نقصان پہنچایا جائے گا۔ ایلیا میں ان کے ساتھ کوئی یہودی نہ رہے گا۔ ایلیا والوں کا فرض ہے کہ وہ دوسرے شہروں کی طرح جزیہ ادا کرتے رہیں۔ یونانیوں کو اپنے شہر سے بیشک نکال دیں' جو شہر سے نکلے گا' اس کی جان و مال بھی محفوظ رہے گی۔ جب تک وہ اپنی جائے پناہ تک نہ پہنچ جائے اور جو ایلیا (بیت المقدس) میں رہنا چاہے' اس کو بھی امن ہے' جزیہ اس پر بھی لازم ہوگا' جو شخص اپنی جان و مال لے کر یونانیوں کے ساتھ جانا چاہے' تو وہ اور ان کے گرجے اور

صلیب بھی محفوظ رہیں گے۔

جو کچھ اس میں تحریر ہے' اس پر خدا' اس کے رسول' خلفاء اور عام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے بشرطیکہ یہ لوگ جزیہ ادا کرتے رہیں۔ (طبری جلد ۵' صفحہ ۲۴۰۵)

بیت المقدس سمیت جو ملک اور قومیں فتح کی گئیں' ہر ایک کو اس کے مذہب کے مطابق نہ صرف یہ کہ امان دی گئی بلکہ ان کے تمام مذہبی حقوق کی حفاظت کی گئی۔

حضرت ابوبکرؓ کے دور میں اہل حیرہ کے عیسائیوں سے معاہدہ

عہد صدیقؓ میں تیرہ کے عیسائیوں کے ساتھ حضرت خالد بن ولیدؓ نے جو معاہدہ کیا اس میں ان کے مذہبی حقوق کے تحفظ کے بارے میں ایسے الفاظ درج تھے جس کے مطابق مسلمانوں کی طرح انہیں تمام حقوق میسر آتے تھے۔

غیر مسلموں کے جان و مال کی حفاظت

خلفاء راشدینؓ کے دور میں ایمان کے بعد سب سے زیادہ جان و مال کی حفاظت پر زور دیا جاتا تھا۔ قتل کے بعد قصاص میں کوئی نرمی نہیں برتی جاتی تھی' اس سلسلے میں چند واقعات ملاحظہ ہوں۔

غیر مسلم کے قتل پر قتل کی سزا

☆...... ایک بار قبیلہ بکر بن وائل کے ایک شخص نے حیرہ کے ایک عیسائی کو قتل کر دیا تو حضرت عمرؓ نے قاتل کو گرفتار کر کے مقتول کے ورثاء کے سپرد کر دیا' ورثاء نے اسے قتل کر دیا۔

☆...... حضرت علیؓ کے دور خلافت میں ایک مسلمان نے ذمی (غیر مسلم' پناہ گزین) کو قتل کر دیا۔ حضرت علیؓ نے مسلمان کے قتل کا حکم دیا لیکن مقتول کے بھائی نے خلیفہ کے سامنے آکر معافی کا اعلان کر دیا' اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا:

''کیا تم نے کسی دھمکی میں آکر تو معاف نہیں کیا۔'' (نصب الرایہ)

☆...... حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ عیسائی کی دیت آزاد مسلمان کے برابر قرار دیتے

Marfat.com

تھے۔ دور خلافت میں قتل و غارت کے عام واقعات نہایت کم پیش آئے۔

مال کی حفاظت

خلفاء راشدینؓ نے ممالک مفتوحہ کی زمینیں غیر قوموں کے پاس ہی رہنے دیں۔ حضرت عمر فاروقؓ نے ان کا خریدنا بھی مسلمانوں کے لئے ناجائز قرار دے دیا۔ حضرت عمرؓ نے عام فوجیوں کو دوسرے ملکوں میں زراعت کے پیشے سے روک کر اپنے اپنے ملکوں میں زراعت کی اجازت دی۔

حضرت عمرؓ کے دور میں ایک مسلمان اور یہودی کی جائیداد کا تنازعہ آپ کی عدالت میں پیش ہوا۔ آپ نے دلائل سننے کے بعد یہودی کے حق میں فیصلہ دے دیا' خلافت کے دور میں کوئی شخص کسی کے مال اور جائیداد پر ناجائز قبضہ نہیں کر سکتا تھا۔ ڈکیتی' چوری اور رہزنی کے خطرات سے ان کا دور مکمل محفوظ تھا۔ ہر مجرم کو موقع پر سزا دی جاتی تھی' سزا ایسی ہوتی کہ معاشرے کو اس سے عبرت حاصل ہوتی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس ہزار روپے سالانہ کے بالمقابل نجران کے عیسائیوں کو جان و مال کی امان دے دی تھی (انتقال سے پہلے انہوں نے حکم دیا کہ جزیرۃ العرب میں اسلام کے سوا کوئی مذہب نہ چھوڑا جائے' حضرت ابوبکر صدیقؓ سارے ملک میں پھیلی ہوئی بغاوتیں فرد کرنے میں ایسے الجھے رہے کہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے مطابق بخرانیوں کو ملک سے نکالنے کا موقع نہیں ملا حضرت عمر فاروقؓ نے خلیفہ ہو کر پہلی فرصت میں بخرانیوں کو جلاوطن کر دیا اور ایک تحریر لکھی جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

> حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے بخران کے جلاوطن ہونے والے عیسائیوں کے لئے یہ تحریر لکھی جاتی ہے کہ وہ خدا کی امان میں ہیں' کوئی مسلمان انہیں نقصان نہیں پہنچائے گا اس وعدہ کے تحت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے کیا تھا' شام اور عراق کے گورنروں کو چاہئے کہ جب یہ لوگ ان کی عملداری میں پہنچیں تو انہیں زمین

Marfat.com

دے دیں، جتنی اراضی پر یہ لوگ کاشت کرلیں گے وہ بطور صدقہ اوران ک چھوڑی ہوئی زمین کے بدلہ میں ان کی ہو جائے گی، کسی کو ان سے یہ زمین لینے کا حق نہیں ہوگا۔ واضح ہو کہ اگر کوئی ان پر ظلم وستم کرے تو جو مسلمان موقع پر ہوں' انہیں چاہیے کہ بجز انہوں کی حمایت کریں کیونکہ وہ اسلام کی حفاظت میں آچکے ہیں نئی جگہ بسنے کے چوبیس ماہ تک ان سے جزیہ نہیں لیا جائے گا اور بلاظلم وزیادتی ان سے صرف اس اراضی کا لگان وصول کیا جائے گا جس پر وہ زراعت کریں گے (ابن سعد ا/ ۳۵۸، کتاب الخراج ابو یوسف صفحہ ۷۳)

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے لیے اٹھارہ باتیں مقرر کیں جو سب کی سب حکمت و دانائی کی باتیں تھیں۔ انہوں نے فرمایا (۱) جو تمہارے بارے میں اللہ کی اطاعت کرو (۲) اور اپنے بھائی کی بات کو کسی اچھے رخ کی طرف لے جانے کی پوری کوشش کرو۔ ہاں اگر وہ بات ہی ایسی ہو کہ اسے اچھے رخ کی طرف لے جانے کی تم کوئی صورت نہ بنا سکو تو اور بات ہے۔ (۳) اور مسلمان کی زبان سے جو بول بھی نکلا اور تم اسکا کوئی بھی خیر کا مطلب نکال سکتے ہو تو اس سے بُرے مطلب کا گمان مت کرو (۴) جو آدمی خود ایسے کام کرتا ہے جس سے دوسروں کو بدگمانی کا موقع ملے تو وہ اپنے سے بدگمانی کرنے والے کو ہرگز ملامت نہ کرے۔ (۵) جو اپنے راز کو چھپائے گا اختیار اس کے ہاتھ میں رہے گا۔ (۶) اور سچے بھائیوں ک ساتھ رہنے کو لازم پکڑو۔ ان کے سایہ خیر میں زندگی گزارو کیونکہ وسعت اور اچھے حالات میں وہ لوگ تمہارے لیے زینت کا ذریعہ اور مصیبت میں حفاظت کا سامان ہوں گے (۷) اور ہمیشہ سچ بولو چاہے سچ بولنے سے جان چلی جائے (۸) بے فائدہ اور بیکار کاموں میں نہ لگو (۹) جو ابھی پیش نہیں آئی اس کے بارے میں مت پوچھو کیونکہ جو پیش آچکا ہے اسکے تقاضوں سے کہاں فرصت مل سکتی ہے (۱۰) اپنی حاجت اسکے پاس نہ لے جاؤ جو یہ نہیں چاہتا کہ تم اس میں کامیاب ہو جاؤ (۱۱) جھوٹی قسم کو ہلکا نہ سمجھو ورنہ اللہ تمہیں ہلاک کر دیں گے (۱۲) بد کاروں کے ساتھ نہ رہو ورنہ تم انکے ساتھ بدکاری سیکھ لوگے (۱۳) اپنے دشمن سے الگ رہو (۱۴) اپنے دوست سے بھی چوکنے رہو لیکن اگر وہ امانتدار ہے تو پھر اس کی ضرورت نہیں اور

Marfat.com

امانتدار صرف وہی ہوسکتا ہے جو اللہ سے ڈرنے والا ہو (۱۵) اور قبرستان میں جا کر خشوع اختیار کرو (۱۶) اور جب اللہ کی فرمانبرداری کا کام کرو تو عاجزی اور تواضع اختیار کرو (۱۷) اور جب اللہ کی نافرمانی ہو جائے تو اللہ کی پناہ چاہو (۱۸) اور اپنے تمام امور میں لوگوں سے مشورہ کیا کرو جو اللہ سے ڈرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالی فرماتے ہیں۔ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء (سورت فاطر آیت ۶۸) ''خدا سے اسکے وہی بندے ڈرتے ہیں جو (اس کی عظمت کا) علم رکھتے ہیں۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا عیسائی غلام سے برتاؤ

اسبق کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطابؓ کا غلام تھا اور میں عیسائی تھا۔ آپ میرے سامنے اسلام کو پیش کرتے رہتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر تو مسلمان ہو جائے گا تو میں اپنی امانت کے سنبھالنے میں تجھ سے مدد لے سکوں گا، کیونکہ جب تک مسلمانوں کے دین کو اختیار نہیں کرو گے اس وقت تک مسلمانوں کی امانت کو سنبھالنے کے لیے تم سے مدد لینا میرے لیے حلال نہیں ہے۔ میں ہمیشہ انکار کرتا رہا۔ آپ فرما دیتے دین میں جبر نہیں ہے جب آپ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو میں عیسائی ہی تھا آپ نے مجھے آزاد کر دیا اور فرمایا جہاں تیرا جی چاہے چلا جا۔ (حضرت اسبق بعد میں مسلمان ہو گئے تھے)۔ (حیات الصحابہؓ حصہ اول بحوالہ طبقات ابن سعد)

نپولین کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان عظیم الشان معرکوں کے مقابلے میں جنہوں نے یورپ کے دروازے اس پر کھول دیے اور اسے ماسکو تک پہنچا دیا' وہ اس مدنی قانون پر زیادہ نازاں تھا جو اس کے عہد میں وضع کیا گیا اور جس کی ترتیب و تدوین میں اس نے خود بھی حصہ لیا تھا' تو کیا اسی قسم کی بات حضرت عمرؓ کے متعلق بھی کہی جاسکتی ہے اور کیا حضرت عمر بھی ان فتوحات کے مقابلے میں' جو ان کے عہد خلافت میں تمام پذیر ہوئیں' اپنے اجتہادی کارناموں پر زیادہ فخر کر سکتے ہیں؟ اس سوال کا جواب دینے سے پہلے ضروری ہے کہ آپ نپولین اور حضرت عمرؓ دونوں کی سلطنتوں کے انجام میں فرق و امتیاز کریں' نپولین کی سلطنت اس کی زندگی ہی میں ختم ہو گئی لیکن حضرت عمرؓ کی سلطنت مسلمانوں میں کئی صدیوں تک

Marfat.com

ایک نسل کے بعد دوسری نسل اور ایک خاندان کے بعد دوسرے خاندان میں منتقل ہوتی رہی۔ تاکہ اگر فاروق اعظمؓ فخر کرنے والوں میں ہوتے تو انہیں اپنے اجتہادی کارناموں پر زیادہ فخر ہوتا کہ اسی اجتہاد نے اسلامی سلطنت قائم کی اور اسی اجتہاد نے اسے کئی صدیوں تک برقرار رکھا۔

فاروق اعظمؓ کا غیر مسلموں سے حسن سلوک

ایک نظریاتی حکومت میں ان لوگوں کے لیے جگہ نہیں ہوا کرتی جو اس نظریے کے دل سے مخالف ہوں اور ہر وقت کاٹ میں لگے رہتے ہوں۔ ایسے لوگوں کو گوارا کرنا مستقبل کے لیے فتنوں کو دعوت دینا ہے لیکن فاروق اعظمؓ نے ایسے لوگوں کے ساتھ بھی حسن سلوک روا رکھا ان کے مال کی حفاظت کی ان کے معابد کی حفاظت کی' ان کی تہذیب وتمدن کی حفاظت کی' ان غریبوں اور ضعیفوں کی کفالت کی' ان کے دشمنوں سے مقابلہ کیا غرض وہ کچھ کیا جو اس ترقی یافتہ دور میں بھی نہیں کیا جا سکتا اس ترقی یافتہ دور میں نظریاتی حکومتوں میں حکومت سے اختلاف رکھنے والا گردن زدنی' سوختنی اور کشتنی ہے۔ جہاں رواداری نظر آتی ہے وہاں صرف دکھاوا ہی دکھاوا ہے حقیقت کچھ اور ہے۔

ڈبلیو منٹگمری واٹ (W.Montgomery Watt) غیر مسلموں کے عناد و اختلاف کے باوجود عہد فاروقی میں مسلمانوں کی وسعت قلبی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

> Despite this obstinacy, as it appeared to them, the Muslims were prepared to tolerate jews and christians ad "Protected groups" with in the Islamic state and to admit that their presence did not conflict absolutely with its religious basis.

Marfat.com

ترجمہ: (ذمیوں کی) اس سرکشی اور خودرائی کے باوجود (جو مسلمانوں کی نظر میں سرکشی وخودرائی ہی تھی) سلطنت اسلامیہ میں یہودیوں اور عیسائیوں کو ذمی کی حیثیت سے قبول کرنے کے لیے مسلمان تیار تھے اور یہ تسلیم کرتے تھے کہ ان یہود ونصاریٰ کی موجودگی سلطنت کی مذہبی اساس سے بالکل متصادم نہیں۔

ہم پرانی شراب کو نئے پیانوں سے ناپتے ہیں لیکن اصول تنقید یہ ہے کہ پرانی شراب کو پرانے پیانوں سے ناپا جائے اگر ایسا کیا گیا تو فاروق اعظمؓ کا حسن سلوک ظلم واستبداد اور تعصب وتنگ دلی کی ان فضاؤں میں آفتاب عالم تاب کی طرح چمکتا نظر آئے گا آؤ آؤ غیار کی جفا کاریوں کے اس گھٹاٹوپ اندھیرے میں اسلام کی اس چاندنی کا چھٹکنا دیکھو۔

عہد وپیاں کی پاسداری' انسان کی شرافت وصداقت شعاری کا معیار ہے جو شخص معمولی سے معمولی عہد وپیان کا پاس ولحاظ رکھتا ہے بلاشبہ وہ گلشن شرافت کا گل سرسبد اور دیار صداقت کا تاجدار رہے فاروق اعظمؓ نے اغیار سے کیے گئے عہد پیان کا جو پاس ولحاظ رکھا شاید ہی کسی نے رکھا ہو بلکہ اس دور میں بھی مشکل ہے آج کل دوستوں سے کیے گئے عہد وپیان کا خیال نہیں رکھا جاتا تو اغیار سے کئے گیے عہد وپیان کا کہاں خیال رکھا جاسکتا ہے بلکہ دور جدید میں تو عہد شکنی سیاسی مصلحتوں کا تقاضا ہے لیکن فاروق اعظم کا دامن صداقت عہد شکنی کے داغ سے داغدار نہیں دیکھو رئیس خوزستان (ایران) ہرمز دربار فاروقی میں قید ہوکر آیا ہے گردن زدنی ہے کہ اس نے بہت سے مسلمان افسروں کو شہید کیا ہے' قتل کا مصمم ارادہ ہے اچانک وہ پانی مانگتا ہے اور پانی پینے تک کی امان طلب کرتا ہے امان دی جاتی ہے لیکن وہ پانی نہیں پیتا رکھ دیا جاتا ہے یا پھینک دیتا ہے حاضرین ہکا بکا رہ جاتے ہیں اور اگر کوئی اور ہوتا تو دشمن کی اس حرکت سے اور طیش میں آجاتا' لیکن نہیں نہیں فاروق اعظم نے ہاتھ روک لیا عہد وپیاں کی اس پاسداری کو دیکھ کر ہرمز حیران رہ گیا اور اسی وقت مسلمان ہوگیا۔

جب غالب' مغلوب سے معاہدہ کرتا ہے تو خواہ وہ ایک ہی دین وملت کے کیوں

نہ ہوں لیکن ہمیشہ غالب اپنی بات اوپر رکھتا ہے اور اگر کسی مصلحت وحکمت کی وجہ سے بات نیچی رکھتا ہے تو پھر عمل نہیں کرتا وہ معاہدہ ایک افسانہ بن کر رہ جاتا ہے دور جدید کی سیاست میں آئے دن یہ نظائر سامنے آتے رہتے ہیں لیکن فاروق اعظم کو دیکھو سرزمین قدس میں ایک خادم ساتھ لیے چلے آرہے ہیں وہ خلیفۃ المسلمین ہیں لیکن فقیرانہ آرہے ہیں ان کی سادگی نے شاہوں کے تکلفات خاک میں ملا کر رکھ دیے اور دیکھو بیت المقدس کے مغلوب عیسائیوں سے ایک معاہدہ کیا جارہا ہے شاید تاریخ عالم اس معاہدے کی نظیر نہ پیش کر سکے ۶۳۶ھ میں یہ معاہدہ لکھا گیا' خالد بن ولید حضرت عمر بن عاصؓ ' حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ حضرت معاویہ بن ابوسفیانؓ اس پر گواہ ہیں ذرا اس معاہدے کی تمہید تو ملاحظہ ہو۔

> یہ وہ امان ہے جو خدا کے غلام امیر المومنین عمر نے ایلیا (بیت المقدس) کے لوگوں کو دی یہ امان ان کے جان و مال گرجا' صلیب' تندرست بیمار اور ان کے تمام مذہب والوں کے لیے ہے۔"

اور اب اس معاہدے کی تفصیلی دفعات ملاحظہ ہوں۔

(۱) ان کے گرجاؤں میں نہ سکونت کی جائے اور نہ وہ ڈھائے جائیں گے نہ ان کو اور ان کے احاطے کو نقصان پہنچایا جائے گا۔

(۲) نہ ان کی صلیبوں اور نہ ان کے مال میں کچھ کمی کی جائے گی۔

(۳) مذہب کے بارے میں ان پر جبر نہ کیا جائے گا۔

(۴) نہ ان میں سے کسی کو نقصان پہنچایا بتائے گا۔

(۵) یونانیوں میں جو شہر سے نکلے گا اس کی جان و مال کو امان ہے تا آں کہ وہ جائے پناہ میں پہنچ جائے اور جو ایلیا (بیت المقدس) میں رہنا اختیار کرے تو اس کو بھی امان ہے اور اس کو جزیہ دینا ہوگا۔

ٹی ڈبلیو آرنلڈ (T.W.Arnold) نے اس معاہدے کے متعلق اظہار خیال کرتے ہوئے لکھا ہے:

The extent of his toleration so striking in the history of sevventh century

Marfat.com

may be judged from the terms granted to the conguered.

شبلی نعمانی نے الفاروق (ص ۴۲۲۔۴۲۳) میں تاریخ ابوجعفر ابن جریر طبری کے حوالے سے اس معاہدے کا جو متن نقل کیا ہے یہ دفعات وہاں سے لی گئی ہیں ۔ٹی ڈبلیو آرنلڈ (T.W.Arnold) نے اپنی کتاب The Preaching of Islam کے صفحہ ۵۶ اور ۵۵ پر اس معاہدے کا ترجمہ پیش کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس معاہدے کے الفاظ میں مورخین نے اختلاف کیا ہے' اس اختلاف رائے کی تفصیلات کے لیے اس نے لکھا ہے

For a discussion of this document see cities.

ترجمہ: اس رواداری کی رفعت و بلندی کا اندازہ ان شرائط سے لگایا جا سکتا ہے جو مفتوحہ شہروں کے لیے منظور کی گئیں یہ رواداری ساتویں صدی عیسوی میں نہایت حیرت ناک اور قابل توجہ ہے۔

معاہدے کے بعد فاروق اعظمؓ بیت المقدس میں داخل ہوئے ایک پادری کے ساتھ گرجا میں تشریف لے گئے کہ نماز کا وقت آپہنچا پادری نے عرض کیا کہ گرجا میں ہی نماز ادا فرمالیں لیکن فاروق اعظمؓ نے وہاں نماز ادا نہ فرمائی کہ مبادا لوگ اس گرجا کو مسجد بنالیں کہ امیر المومنین نے یہاں نماز ادا فرمائی ہے اللہ اللہ یہ حزم احتیاط اور معاہدین کے ساتھ یہ حسن سلوک ،فاروق اعظمؓ نے ایسی مذہبی آزادی دی کہ شاید اس ترقی یافتہ دور میں بھی میسر نہ ہو تمام معاہدات اٹھا کر دیکھ لیجئے مذہبی آزادی کی ضمانت نمایاں نظر آتی ہے جرجان 'اذربائجان' موقان کے باشندوں سے جو معاہدات کیے گئے وہاں مذہبی آزادی کی ضمانت موجود ہیں اس سے بڑھ کر اور کیا آزادی ہوگی کہ انکے معاید میں خود نماز پڑھنے سے احتراز کیا جائے! جو شخص مذہبی آزادی کے بارے میں اتنا روشن خیال ہو کہ اپنے غلام اسیق سے بھی باز پرس نہ کرے 'صرف ترغیب و تشویق سے کام لے جب وہ نہ مانے تو یہ آیت قرآنی پڑھ کر خاموش ہو جائے...... لا اکراہ فی الدین ......بھلا دوسروں سے مذہب

Marfat.com

کے بارے میں کیا باز پرس کرتا؛

ٹی۔ پی۔ ہیوز (T.P. Hughs) نے فاروق اعظمؓ کی رواداری کا ذکر کرتے ہوئے بنو تغلب کا یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ جب انہوں نے حضرت ولید بن عقبہؓ کے سامنے ہتھیار ڈال دیے اور آپ نے تبدیلی مذہب پر انکو مجبور کرنا چاہا تو دربار خلافت سے یہ فرمان جاری ہوا :

" Leave them" ____ he wrote, "In the profession of the gospel."

ترجمہ: آپ نے تحریر فرمایا کہ ان کو دین عیسوی پر ہی رہنے دو۔

مصر کی مکمل فتح کے بعد بہت سے قبطی اور رومی گرفتار ہو کر آئے' فاتح مصر حضرت عمرو بن العاصؓ نے فاروق اعظم سے ان کے مستقبل کے بارے میں استفسار فرمایا تو جواب آیا:

سب کو بلا کر کہدو کہ ان کو اختیار ہے' مسلمان ہو جائیں یا اپنے مذہب پر ہی رہیں اسلام قبول کریں گے تو ان کو وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جو مسلمانوں کو حاصل ہیں ورنہ جزیہ دینا ہوگا جو تمام ذمیوں سے لیا جاتا ہے۔

دور جدید کے مؤرخ فلپ کے ہٹی (Philip.K.Hitti) نے اگرچہ فاروق اعظم کے معاملے میں زیادہ انصاف سے کام نہیں لیا لیکن یہ اعتراف اس نے بھی کیا ہے کہ آپ کے عہد مبارک میں غیر مسلموں کو بالکل مذہبی آزادی حاصل تھی' وہ لکھتا ہے

Being outside the pale of Moslem law they were allowed the jurisdiction of their eren religious Communities.

ترجمہ: قانون اسلامی کے دائرہ سے باہر ہونے کی وجہ سے ذمیوں کو اپنے مذہبی فرقوں کے مقدمات فیصل کرنے کا عدالتی اختیار حاصل تھا۔

مشہور شیعہ مورخ امیر علی نے بھی فاروق اعظمؓ کی اس رواداری کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

مسلمانوں کو حکما لوگوں کے دین میں مداخلت سے روک دیا گیا۔

Marfat.com

ٹی ڈبلیو آرنلڈ نے فاروق اعظم کی رواداری کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے:

They were allowed the free and undisturebed exercise of their religion.

ترجمہ: ذمیوں کو اپنی مذہبی اصول ادا کرنے کہ بلا روک ٹوک کھلی اجازت تھی۔

معاہدین کے علاوہ وہ غیر مسلم جنہوں نے

(۲) P.K.Hitti: History of the Arabs, New York, 1963 D.170

(۳) امیر علی: تاریخ اسلام (ترجمہ اردو A Short History of Saracens) مطبوعہ لاہور، ص ۵۸

(۴) T.W.Arnold: The preaching of Islam. P. 56

برضا و رغبت خلافت اسلامی میں رعیت کی حیثیت سے رہنا قبول کیا یعنی ذمی انکا بھی پورا پورا خیال رکھا گیا' ان کو جو خصوصی رعایات دی گئیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ خلافت فاروقی میں غیر مسلموں کو کیا عزت و وقار حاصل تھا' شاید یہ عزت و وقار خود مسلمانوں کو کسی مسلم حکومت میں بھی حاصل نہ ہو فاروق اعظم کی عالی حوصلگی' دریا دلی اور بے مثال رواداری نے مسلم اور غیر مسلم رعیت کو ایک دوسرے سے اتنا قریب کر دیا کہ دونوں بڑی حد تک مساوی ہو گئے ذمیوں کے لیے مندرجہ ذیل اصول و قوانین پیش نظر رکھیے اور پھر دیکھیے کہ مساوی تھے یا نہیں؟

(۱) مسلمان کسی ذمی کو قتل کرتا تو قصاص میں قتل کیا جاتا چنانچہ بقول حضرت امام شافعیؒ ایک مرتبہ ایک مسلمان نے عیسائی کو قتل کر دیا' یہ مقدمہ خلیفہ کے سامنے پیش کیا گیا آپ نے مقتول کے ورثاء کو اختیار دیا کہ وہ قاتل سے قصاص لیں چنانچہ قاتل قصاص میں قتل کیا گیا۔

دور جدید میں غیر مسلم رعایا کا کیا پوچھنا اگر مسلمان ہی اپنے بھائی کو قتل کرتا ہے تو اس کا کوئی پرسان حال نہیں پھر سچ کہو کہ امن و سلامتی اور انسان دوستی خلافت فاروقی میں تھی یا جدید حکومتوں میں ہے؟

(۲) ذمی پر مسلمان کا ظلم و ستم کرنا تو بڑی بات ہی ہوگی اگر وہ سخت کلامی بھی کرتا

Marfat.com

تو سزا کا مستحق ہوتا اور سزا تو بعد میں ملتی مسلمان افسران خود اس کا خیال رکھتے کہ یہ نوبت نہ آنے پائے۔ چنانچہ حاکم حمص (شام) حضرت عمیر بن سعدؓ نے غصے میں ایک ذمی کو صرف اتنا کہا:

اخزاک اللہ! (خدا تجھے رسوا کرے) حاکم موصوف کو اس حرکت پر اتنی ندامت ہوئی کہ دربار خلافت میں اپنا استعفیٰ پیش کر دیا۔ یہ تابناک مثال سامنے رکھو اور اپنی حالت پر غور کرو کہ غیر تو غیر اپنوں کے لیے وہ گالیاں اور دشنام طرازیاں کہ الامان والحفیظ!

یہ ہماری حالت ہے اور وہ ان کی حالت تھی وہ اخلاق کی کس بلندی پر تھے اور ہم کسی پستی میں ہیں۔

(۳) ذمیوں سے صرف دو ٹیکس وصول کیے جاتے تھے جزیہ اور خراج۔ اسکے بر خلاف مسلمانوں سے زیادہ ٹیکس وصول کیے جاتے مثلاً زکوٰۃ (جس کی مقدار جزیہ اور خراج سے کہیں زیادہ تھی) اس کے علاوہ مسلمانوں سے عشر بھی لیا جاتا تھا۔

(۴) بیت المال سے رضا کاروں کو جو تنخواہیں ملتی تھیں اس میں ذمی برابر کے شریک تھے

(۵) اپاہج اور ضعیف مسلمانوں کیلیے بیت المال سے جو وظیفہ مقرر ہوتا تھا اس میں ذمی برابر کے شریک ہوتے تھے۔

نوٹ: اگر جزیہ کی رقم بیت المال میں جمع کی جاتی اور اس سے نہ ذمی اپاہجوں کو کچھ دیا جاتا' اور نہ ان ضعیفوں کی مدد کی جاتی اور نہ ان کی جان و مال کی حفاظت کی جاتی تو یقیناً جزیہ ایک ظالمانہ ٹیکس سمجھا جاتا لیکن ایسی صورت میں اس کو فساد کوئی دانشمند ظلم و ستم سے تعبیر کر سکتا ہے؟

(۶) ملکی نظم و نسق میں ذمیوں سے مشورہ کیا جاتا چنانچہ عراق کے نظم و نسق میں ان سے مشورہ لیا گیا ہے اور مصر کے انتظام میں مقوقس سے اکثر مشورہ کیا جاتا رہا۔

(۷) مسلمانوں کے لیے لازم تھا کہ وہ ذمیوں پر ظلم نہ کریں' نہ ان کو نقصان پہنچائیں اور نہ انکا مال بلا وجہ کھانے پائیں فتح شام کے وقت حضرت ابو عبیدہؓ کے نام فاروق اعظمؓ نے جو فرمان جاری فرمایا اس میں یہ تمام ہدایات موجود تھیں۔

Marfat.com

(۸) عجمیوں کو ان کی زمینوں پر مالکانہ حقوق عطا فرمائے اور یہ زمینیں انھیں کے قبضے میں رہنے دیں۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے:

فاروق اعظمؓ نے ذمی رعایا کو وہ حقوق عطا فرمائے جو اس عہد کی دوسری سلطنتوں میں رعایا کو حاصل نہ تھے۔ روم اور فارس کی حکومتوں میں غیر قوموں کے حقوق غلاموں سے بدتر تھے۔ شام کے عیسائی باوجودیکہ رومیوں کے ہم مذہب تھے لیکن ان کو مقبوضہ زمینوں پر کسی قسم کا اختیار نہ تھا بلکہ اس قابل بھی نہ تھا کہ کسی حیثیت سے ان پر رعایا کا اطلاق کیا جائے کیوں کہ رعایا کچھ نہ کچھ حق تو رکھتی ہے' وہ تمام حقوق سے محروم تھے اور حد تو یہ ہے کہ ''حق نام سے بیگانہ تھے لیکن حضرت عمرؓ نے ایسے لوگوں کو اتنی مراعات دیں کہ وہ رعایا ہو گئے بلکہ اس سے بڑھ کر ان کی حیثیت معاہدین کی سی ہو گئی۔

ٹی۔ ڈبلیو۔ آرنلڈ مقامی لوگوں پر فاروق اعظم کے اس بے مثال رحم و کرم کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

For the preovinces of Byzantine empire that were repidly acquired by the prowess of Muslims found themselves in the enjoyment of a toleration such as ___ had been unknown to them for many centuries.

ترجمہ: بازنطینی حکومت کے وہ صوبے جو بہت ہی جلد مسلمانوں کی بے مثال دلیری و شجاعت کے آگے سپر انداز ہو گئے۔ رواداری اور حسن سلوک کی ایک ایسی پر مسرت فضا محسوس کر رہے تھے جو صدیوں سے ان کے لیے انجانی تھی۔ چنانچہ ایران کو فتح کرنے کے بعد کسانوں پر ٹیکس کا بوجھ ہلکا کیا گیا' انہیں ان کی زمینوں پر قابض کیا گیا' ضرورت پڑنے پر کاشتکاروں کو پیشگی رقم دی گئی' زمین کی فروخت حکماً بند کر دی گئی تا کہ مقامی لوگوں کے حقوق محفوظ رہیں۔

Marfat.com

یہ تمام حقائق ایک شیعہ مورخ نے قلم بند کیے ہیں اسی سے ان کے حقائق کی صداقت عیاں ہے سرزمین شام وعراق پر قبضہ کرنے کے بعد یہ مسئلہ سامنے آیا کہ زمین وہاں کے باشندوں کے قبضے میں رہنے دی جائے یا دُشمن کا مال قرار دے کر فوج میں تقسیم کردی جائے۔فاروق اعظم اس تقسیم کے خلاف تھے جب کہ بعض حضرات اسکے موافق تھے ۔جب یہ مسئلہ طے نہ ہوا تو مجلس شُوریٰ کا اجلاس طلب کیا گیا۔جانبین نے دلائل پیش کیے لیکن فاروق اعظمؓ نے اس تقسیم کی مخالفت میں ایک دلیل پیش کی چنانچہ زمین مقامی غیر مسلم رعایا کو دے دی گئی ڈاکٹر حسینی نے اس واقعہ کا اس طرح سے ذکر کیا ہے:

Finely Umar guoted verses 7-9 of chaptrer lix of the Quran wherein declared that the conquered lands belong to the poor among the Muhajirin and the Ansar.
and those who came after the." He said emphasis on the clause "who came after them" and carried his proposal through.

ترجمہ: آخر کار (حضرت) عمرؓ نے قرآن کریم کی ۵۹ ویں سورۃ (حشر) کی آیت نمبر ۷ تا ۹ کا حوالہ دیا جس میں بتایا گیا ہے کہ مفتوحہ زمین مہاجرین وانصار کے غربا کیلیے ہے اوران لوگوں کے لیے جو ان کے بعد آئے'' حضرت عمرؓ نے اس آیت کے حصے پر زور دیا'' اور جوانکے بعد آئے'' اوراسی طرح اپنی تجویز کو مجلس شُوریٰ میں پاس کرالیا۔

الغرض فاروق اعظمؓ نے ذمیوں اور غیر مسلموں کو ممکنہ حد تک مراعات دیں دیوانی معاملات میں کیا' فوجداری معاملات میں کیا' شخصی اور مذہبی معاملات میں کیا حد تو یہ کہ ذمی کو یہ بھی رعایت دی گئی کہ جب چاہے عقد ذمہ توڑ دے لیکن مسلمان عقد ذمہ نہیں توڑ سکتا یعنی اگر وہ خلافت اسلامیہ میں رعیت بن

کر رہنا چاہتا ہے‘ خوشی سے رہے اور جزیہ دیتا رہے لیکن اگر کہیں اور جانا چاہتا ہے تو پھر جہاں چاہے چلا جائے‘ کوئی پابندی نہیں۔

یہ تو ذکر تھا ان غیر مسلموں کا‘ جنہوں نے پُرامن رعایا کی حیثیت سے خلافت اسلامیہ میں رہنا پسند کیا لیکن فاروق اعظم نے ان غیر مسلموں کے ساتھ بھی رواداری اور فراخ دلی کا ثبوت دیا جو قیدی بنا کر لائے گئے چنانچہ تقریباً ۱۷ھ ۶۳۸ء میں گورنر بصرہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے حام اہواز (ہرمز) کی عہد شکنی کی وجہ سے حملہ کیا اور شکست دے کر ہزاروں آدمی لونڈی غلام بنا کر لائے لیکن جب فاروق اعظمؓ کو اطلاع ہوئی تو آپ نے حکم دیا کہ سب کو آزاد کر دیا جائے اور تو اور باغیوں سرکشوں اور بغاوت پر اکسانے والوں کے ساتھ بھی وہ سلوک کیا جائے جو آج رواداری اور عدل گستری کی داعی کوئی قوم یا حکومت نہیں کر سکتی سُنیے سُنیے!

خیبر کے یہودیوں ار نجران کے عیسائیوں پر سازش اور بغاوت جیسے الزامات ثابت ہو چکے تھے لیکن ان سے باز پُرس نہ کی گئی صرف اتنا حکم دیا گیا کہ ان علاقوں کو چھوڑ کر کہیں اور جا کر بس جائیں اور بیت المال سے ان کی املاک کا پورا پورا معاوضہ ادا کر دیا گیا اور حکم دیا گیا کہ ان کیلئے سفر کی سہولتیں مہیا کی جائیں جہاں جائیں آسائش کا خیال رکھا جائے اور اسی پر بس نہیں بلکہ کچھ عرصہ کے لیے جزیہ بھی معاف کر دیا گیا یہ جلاوطنی نہیں صرف نقل مکانی تھی روشن خیالی اور ترقی کے اس دور میں ایسے سازشیوں کو یا تو قتل کر دیا جاتا ہے یا ذلیل وخوار کر کے اوران کا سب کچھ لے کر جلاوطن کر دیا جاتا ہے مگر فاروق اعظمؓ نے تنگ دلی اور تعصب کے اس دور میں بھی ایسا نہ کیا۔

سرحد شام پر واقع عرسوس کے شہریوں نے جب رومیوں سے ساز باز کی اور سازش وبغاوت کا یہ راز فاش ہو تو کوئی انتقام نہ لیا گیا بلکہ انتہائی روادارانہ فرمان جاری کیا گیا جس قدر ان کی جائداد‘ زمین‘ مویشی اور اسباب ہیں سب شمار کر کے ایک ایک چیز کی دو چند قیمت دے دو اور ان سے کہو کہ کہیں اور چلے جائیں۔ اس پر راضی نہ ہوں تو ایک برس کی مہلت دو اور اسکے بعد (بھی ساز باز سے باز نہ آئیں) تو جلاوطن کر دو۔

کیا دور جدید کی کوئی حکومت اپنے دشمنوں کے ساتھ یہ سلوک کر سکتی ہے؟

Marfat.com

سازشوں اور بغاوتوں کے باوجود ان کی رضا جوئی اور دلداری کا خیال رکھ سکتی ہے؟ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں! دشمن اور باغی کے ساتھ تو حسن سلوک بڑی بات ہے، مخالفین کے ساتھ وہ شرمناک سلوک کیا جاتا ہے جس سے روح تہذیب کانپ اٹھتی ہے۔

بعض مؤرخوں نے غیر مسلموں پر فاروق اعظمؓ کی چند پابندیوں کو خوب بڑھا چڑھا کر بیان کیا ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ان پابندیوں کی حقیقت واضح کر دی جائے تاکہ خلق فاروقی کے تابناک چہرے پر آئندہ کوئی خاک نہ ڈال سکے۔

جن پابندیوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ یہ ہیں۔

(۱) غیر مسلم رعایا کے لیے لباس مخصوص فرمایا۔

(۲) شراب پینے اور خنزیر کھانے پر پابندی عائد کی۔

(۳) ناقوس بجانے اور صلیب نکالنے کی اجازت نہیں دی۔

(۴) بچوں کو بپتسمہ (Baptism) دینے پر پابندی لگادی۔

(۵) نئی عبادت گاہیں تبدیل کرنے کی ممانعت کر دی۔

(۶) جزیہ نافذ کیا۔

(۷) یہودیوں اور عیسائیوں کو ان کے گھروں سے نکالا۔

(۸) غلامی کو رواج دیا۔ وغیرہ وغیرہ

ہم ایک ایک کر کے ان الزامات کی حقیقت واضح کرتے ہیں اور یہ دکھاتے ہیں کہ دشمن مؤرخوں نے حقائق و واقعات کو کس طرح مسخ کرنے کی کوشش کی ہے!

پہلا الزام: غیر مسلم رعایا کے لیے لباس مخصوص فرمایا

تہذیب و ثقافت خصوصاً لباس کے بارے میں یہ تجربہ اور مشاہدہ ہے بلکہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ محکوم قوم رفتہ رفتہ حاکم کی تہذیب و تمدن کو اپنانے لگتی ہے اور اس کی اپنی تہذیب معدوم ہو کر رہ جاتی ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے حاکم قوم، محکوم کی تہذیب تمدن میں مدغم ہو جاتی ہے۔ فاروق اعظم نے حاکم و محکوم دونوں اقوام کی انفرادیت کو مجروح ہونے سے بچایا۔ ایک نظریاتی ملک میں ایسا کرنا ایک سیاسی تقاضا ہے اور مذہبی ضرورت بھی اگر

Marfat.com

غیر مسلموں کیلیے کوئی نیا لباس تجویز کیا جاتا تو شاید ہم اس کو سیاسی غلامی مسلط کرنے سے متعبر کر سکتے تھے لیکن ان کیلئے ان کا اپنا لباس مخصوص فرمایا اور اس طرح ایک طرف ان کو ذہنی غلامی سے آزاد کیا کہ محکومیت کی وجہ سے کہیں وہ اپنا لباس ترک کر کے مسلمانوں کا لباس نہ اپنالیں اور دوسری طرف مسلمانوں کی ملی انفرادیت کو مجروح ہونے سے بچالیا قومی تعمیر وتشکیل میں لباس ایک بڑی حقیقت ہے اس کو دور جدید میں خوب سمجھا جا رہا ہے۔ لیکن اس حزم واحتیاط کے باوجود اسلامی تہذیب وثقافت نے پورے جزیرہ عرب کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور آثار کفر ایسے مٹے کہ نام ونشان تک بھی باقی نہ رہا ۔فرانس کے مشہور مورخ ڈاکٹر تستاوَلی بان نے مقامی تہذیب وثقافت کی اُس حیرت انگیز تبدیلی کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے لکھا ہے:

ملک مصر میں مسلمانوں نے وہ اثر دکھایا کہ کبھی یونانیوں اور رومیوں کو بھی نصیب نہ ہوا تھا‘ مسلمانوں نے ان کی زبان‘ مذہب‘ تمدن وتہذیب جو ایک ہزار سال سے چلا آرہا تھا‘ سب کچھ اسطرح بدل کر رکھ دیا کہ لوگ اپنی تاریخ کو بھول گئے اور جدید علمی تحقیقات نے صدیوں بعد اس تہذیب کو گرد زمانہ کے اندر سے نکالا ہے۔

یہ انقلاب اس وقت آیا جب مقامی تہذیب وتمدن کی پُوری پُوری حفاظت کی گئی ہے۔ یقیناً اس حفاظت کا ایک پہلو یہ ہے کہ مسلمانوں کو اس سے بچائے رکھا گیا۔ لیکن اس کو کیا کیجئے کہ غیر مسلموں نے خود اپنی تہذیب تمدن کی حفاظت نہ کی اور مسلمانوں نے خود کو اس طرح بچائے رکھا کہ رفتہ رفتہ انہیں کی تہذیب سارے جزیرہ عرب میں پھیل گئی اور وہ سیاسی حیثیت کے ساتھ ساتھ تمدنی حیثیت سے بھی غالب آگئے اگر فاروق اعظم اس دوراندیشی سے کام نہ لیتے تو شاید وہ کچھ ہوتا جو آج ہو رہا ہے یا جو پچھلی صدیوں میں ہندوستان میں ہوا یہی مؤرخ ہندوستان میں مسلمانوں کے اثر ونفوذ کے بارے میں لکھتا ہے: البتہ ہندوستان میں مسلمانوں نے ایسا گہرا اثر نہیں ڈالا جیسا کہ مصر میں یہاں مفتوحین کا اثر فاتحین پر بہت زیادہ پڑا جس کی مثال اسلامی دنیا میں نہیں پائی جاتی۔

Marfat.com

دوسرا الزام: شراب بیچنے اور خنزیر کھانے پر پابندی عاید کی

یہ پابندی صرف مسلمانوں کے علاقوں میں تھی' وہ مسلمان جو محکوم نہ تھے حاکم تھے' ہندوستان میں تو اس قسم کی پابندیاں برطانوی دور میں بھی محکوم مسلمانوں کی خاطر لگائی گئی تھیں اگر فاروق اعظمؓ نے مسلمانوں کے جذبات کا خیال کرتے ہوئے یہ پابندی لگائی تو کونسا ظلم کیا جب کہ یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنے محلوں میں شراب پینے اور خنزیر کھانے کی عام اجازت تھی کیا کوئی ہوش مند محکوم اپنے حاکم کے مذہب میں حرام ہیں ان کے کھانے پینے کی کھلی چھٹی دے دے جب کہ وہ ملک کی نظریاتی اساس سے متصادم بھی ہوں؟

تیسرا الزام: ناقوس بجانے اور صلیب نکالنے کی اجازت نہیں دی

یہ پابندی صرف نماز کے اوقات میں تھی اور مسلمانوں کے علاقوں میں تھی برطانوی دور حکومت میں نماز کے اوقات میں بلکہ ویسے بھی مساجد کے آگے ناقوس بجانے کی بالکل ممانعت تھی پھر فاروق اعظمؓ نے کونسا ظلم کیا؟ جبکہ ان کو اپنے علاقوں میں ناقوس بجانے اور صلیب نکالنے کی ہر وقت اجازت تھی' کوئی پابندی نہ تھی۔ ٹی۔ ڈبلیو۔ آرنلڈ نے ان پابندیوں کا عادلانہ اور منصفانہ جائزہ لیا ہے اور صاف صاف لکھا ہے:

They were allowed free and undisturbed exercise of their religion with some restrictions imposed for the sake of preventing any friction between the adherents of the rival relgious, or arousingany fanaticism by the ostentatious exibition of religious symbols that were so offensive to Muslims feelings.

Marfat.com

ترجمہ: ذمیوں کو چند پابندیوں کے ساتھ آزادانہ اور بلا روک ٹوک مذہبی مراسم ادا کرنے کی اجازت تھی' اور یہ پابندی اس لیے لگائی تھی کہ کہیں وہ حریف مذہبوں کے ماننے والے آپس میں نہ لڑیں یا مذہبی نشانات کی نمود و نمائش سے' جو مسلمانوں کے جذبات و احساسات کو ٹھیس پہنچائیں تعصب و تشدد کی فضا نہ پیدا ہو جائے۔

چوتھا الزام: بچوں کو بتپسما (اصطباغ) دینے پر پابندی لگا دی

لیکن یہ پابندی صرف ان بچوں کیلیے تھی جن کے والدین مسلمان ہو چکے تھے' سن بلوغ تک ان کو اصطباغ دینے کی ممانعت تھی غالباً اس لیے کہ یہ اپنی دین و ملت کے بارے میں خود فیصلہ کر سکیں اس کے علاوہ اس پابندی سے بہت سی قانونی حکمتیں بھی وابستہ تھیں اگر عیسائی والدین کے بچوں پر یہ پابندی عائد ہوتی تو یقیناً ظلم ہوتا لیکن یہاں تو مسلم والدین کی اولاد کا ذکر ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ان کو مسلمان ہی گردانا جاتا لیکن عدل و انصاف کی حد ہے کہ ان بچوں کو بھی مہلت دی جا رہی ہے کہ لا اکراہ فی الدین افسوس کہ مؤرخین نے اس رواداری کو کس طرح غلط رنگ میں پیش کیا ہے!

پانچواں الزام: نئی عبادت گاہیں تعمیر کرنے کی ممانعت تھی

یہ ممانعت صرف ان شہروں میں تھی جو مسلمانوں نے آباد کیے تھے' جو شہر عیسائیوں نے آباد کیے تھے وہاں نئے معابد تعمیر کرنے' پرانے معابد کی مرمت وغیرہ کرنے کی اجازت تھی' چنانچہ قاضی ابو یوسف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

حضرت عمرؓ نے ذمیوں کو ان شہروں میں معابد بنانے کی اجازت دی جو انہوں نے آباد کیے تھے لیکن جو مسلمانوں نے آباد کیے ان میں آزادانہ معابد بنانے کی اجازت نہ تھی۔

کونسا عقلمند انسان ایسی پابندی کو نا معقول کہہ سکتا ہے خصوصاً اس زمانے کو پیش نظر رکھتے ہوئے جب کہ محکوم قومیں مجبور و مظلوم اور مقہور ہوا کرتی تھیں! یہی نہیں کہ عیسائیوں کو اپنے شہروں میں معابد بنانے کی اجازت تھی بلکہ ان معابد میں اسلام اور پیغمبر اسلام کو سب کچھ کہہ لینے کی بھی اجازت تھی۔

Marfat.com

اس رواداری کا اندازہ اس ایک واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے

ایک ذمی عیسائی نے سر بازار حضور ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کی مسلمانوں سے رہا نہ گیا اور اس نے ایک تھپڑ رسید کیا یہ معاملہ گورنر حضرت عمرو بن العاصؓ کے سامنے پیش ہوا ذرا غور تو کرو کس کمال کی رواداری و آزادی تھی کہ جناب رسالت مآب ﷺ کی شان میں گستاخانہ کلمات بھی کہتا ہے اور تھپڑ کھانے کے بعد عدالت میں فریادی بنتا ہے کیسی دیدہ دلیری ہے! لیکن نہیں نہیں خلافت فاروقی میں زبان و دل پر قفل نہیں ڈالے گئے تھے مسلمان جس نے تھپڑ مارا تھا پیش ہوا اس نے اپنی صفائی میں جو کچھ کہا ہر عادل و منصف اس کی صداقت پر گواہی دے گا اور اس بے مثال جذبہ ارادی پر داد دیئے بغیر نہ رہ سکے گا اس نے کہا:

یہ عیسائی اپنے گرجاؤں میں جو چاہیں کہیں لیکن شارع عام پر ان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ حضور ﷺ کی شان میں گستاخیاں کرتے پھریں بات سچی تھی مسلمانوں بری ہو گیا اور اس گستاخی پر گورنر نے عیسائی سے کوئی باز پرس نہ کی۔ مندرجہ بالا الزامات کے بارے میں ٹی ڈبلیو آرنلڈ لکھتا ہے۔

چھٹا الزام: جزیہ نافذ کیا گیا

کیا جدید اور قدیم حکومتوں میں کوئی ایسی حکومت ہے جس نے اپنی رعایا سے ٹیکس نہ لیا ہو؟ اور بغیر ٹیکس لیے اس کے سارے کام بنا دیے ہوں؟ نہیں نہیں ہرگز نہیں ہرگز نہیں تو پھر جزیہ لینا کونسا گناہ ہو گیا؟ کیا جزیہ کے نام سے چڑ ہے؟ اگر ایسا ہے تو اس کا بھی تدارک کر کے دکھا دیا گیا۔ کاش عقل سے عاری اور دل سے خالی دیوانے اس ٹیکس کی حقیقت و افادیت پر غور کرتے اور یہ سوچتے کہ اتنی حقیر قسم کے بدلے کیسے کیسے فوائد و منافع مل رہے ہیں:

(۱) جان کی حفاظت

(۲) مال کی حفاظت

(۳) ناموس کی حفاظت

Marfat.com

(۴) مذہب کی حفاظت

(۵) جہاد سے استثناء (کوئی غم نہیں ہمیشہ سکون وچین کی زندگی بسر کیجئے)

(۶) اپنے دشمنوں کی مدافعت اور مقابلے سے بے فکری (کہ یہ کام خود مسلمانوں کا ہے کہ وہ ذمیوں کے دشمنوں سے لڑیں ذمیوں کا نہیں۔

یہ دل بہلانے والی باتیں نہیں جیسی دور جدید کی سیاست میں ہوا کرتی ہیں' یہ جھوٹی ضمانت نہیں سچی ضمانت ہے' خدا اور اس کے رسول کی ضمانت اس سے بڑھ کر اور کیا ضمانت ہوگی آج ایک ٹیکس نہیں بیسیوں ٹیکس لیے جاتے ہیں لیکن پھر بھی جان کا خوف 'مال کا خوف' ناموس کا خوف سر پر منڈلا رہا ہے کوئی جان لے لے' کوئی مال نہ لوٹ لے' کوئی ناموس کو خاک میں نہ ملا دے یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ خلافت اسلامی اور دوسری حکومتوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے وہاں کم لیا جاتا ہے بہت دیا جاتا ہے اور یہاں بہت لیا جاتا ہے اور کم دیا جاتا ہے اس لینے میں معقولیت ہے ان کے لینےمیں معقولیت نہیں ڈاکٹر طہٰ حسین نے جزیہ کی معقولیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

چوں کہ جزیہ خالصتاً غیر مسلموں کی فوجی حفاظت کے سلسلے میں لیا جاتا ہے اس لیے جہاں وہ حفاظت نہ کر سکے جزیہ واپس کر دیا جائے گا جنگ یرموک سے قبل عساکر اسلامیہ حمص اور دمشق سے واپس ہوئے تو حضرت عمرؓ نے جزیہ کی تمام رقم واپس دینے کا حکم دیا۔

فاروق اعظم کے فراخدلانہ حکم کا یہ اثر ہوا کہ جب عساکر اسلامیہ حمص چھوڑ کر یرموک کی طرف روانہ ہوئیں تو وہاں کے غیر مسلم باشندوں نے عہد کیا اور گواہی دی:

جب تک ہم زندہ ہیں رومی یہاں نہیں آنے پائیں گے خدا کی قسم رومیوں کی نسبت کہیں بڑھ کر تم ہم کو محبوب ہو۔

ڈاکٹر حسین جزیہ کی معقولیت پر بحث کرتے ہوئے آگے چل کر لکھتے ہیں:

اگر کسی ذمی نے کسی فوجی مہم میں حصہ لیا تو اس کا سال بھر کا جزیہ معاف کر دیا گیا اور اگر کسی نے کچھ عرصے کے لیے فوج میں خدمات انجام دیں تو اس عرصے کے لیے جزیہ معاف کر دیا گیا۔

اگر غیر مسلموں کی طرف سے یہ سوال کیا جائے کہ فاروق اعظمؓ نے تمام غیر مسلم

Marfat.com

رعایا کو جنگی خدمات کا مکلف بنا کر کیوں نہ جزیہ سے سبکدوش فرمایا؟ تو میں عرض کروں گا کہ ایسی جنگ کے لیے غیر مسلموں کو مجبور کرنا جو خالص دینی اور مذہبی تھی اور جس میں انکے ہم مذہب مسلمانوں کے خلاف صف آراء تھے' کہاں کی دانائی تھی؟ اگر ایسا کیا جاتا تو یقیناً ظلم ہوتا لیکن یہ ہرگز ظلم نہیں کہ فوجی خدمات سے سبکدوش کر کے صرف فوجی اخراجات میں ان کو شریک کیا جائے۔ یہ تو عین کرم ہے۔ ڈاکٹر حسین نے بڑی دل لگتی بات لکھی ہے وہ لکھتے ہیں:

جزیہ کی طرح ٹیکس اسلام سے قبل بھی رائج تھے لیکن اسلام سے قبل جزیہ لینے میں اور اسلام میں جزیہ لینے میں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔ اسلام پوری ذمہ داری کے ساتھ جزیہ لیتا ہے اور انہوں نے کوئی ذمہ داری محسوس نہ کی۔

دُور کیوں جایئے دور جدید کی حکومتوں کا جائزہ لیں گے تو معلوم ہوگا کہ جس مد میں ٹیکس وصول کیا جاتا ہے' پوری دیانت کے ساتھ اس میں خرچ نہیں کیا جاتا بلکہ بعض اوقات صرف لیا جاتا ہے خرچ نہیں کیا جاتا۔

یہ جزیہ جس کا مخالفین نے بہت چرچا کیا ہے کوئی لمبی چوڑی رقم نہ تھی بلکہ بہت ہی معمولی' چنانچہ ٹی ڈبلیو۔ آرنلڈ نے لکھا ہے:

But this lizah was too moderate to contribute aburden, seeing that it released them from the compulsory military serrices that was incumbent on their Muslim fellow subjects.

ترجمہ: لیکن یہ جزیہ تو بہت ہی واجبی تھا' ایسا نہ تھا کہ اس کو بارگراں تصور کیا جاتا خصوصاً جب کہ یہ دیکھا جائے کہ جزیہ کے بدلے لازمی فوجی خدمت سے ذمیوں کو چھٹکارہ مل گیا تھا حالانکہ یہ فوجی خدمت ان کی ساتھی مسلم رعایا پر فرض تھی

ایک ہی حقیقت ہے جس کا دل صاف تھا اس نے اس طرح بیان کیا ہے اور جس کے دل میں کھوٹ تھا اس نے اس طرح بیان کیا ہے۔ دیکھئے فلپ کے ہٹی اس حقیقت کو کس انداز سے بیان کرتا ہے۔

Marfat.com

As Dhimis, the subject peoples, would enjoy. The Protection of the Muslims and have no military duty to perform, since they were barred by religious from service in the Muslim army; but they would have a heavy tribute to pay.

یہ جزیہ جس کو ہٹی بار گراں سے تعبیر کرتا ہے اور اسکی تفصیل تو ملاحظہ ہو آرنلڈ نے جزیہ کے تین درجات کا ذکر کیا ہے جو امراء متوسطینؒ اور عام ذمیوں کے لیے مخصوص تھے:

1. Five dinar for the rich.

(ترجمہ) امراء کے لیے پانچ دینار

2. Four for the middle classes.

متوسطین کے لیے چار۴ دینار

3. And three for the poor.

غرباء کے لیے۳ دینار

پھر یہ معمولی رقم بھی جبراً وقہراً نہ لی جاتی تھی بلکہ ممکنہ حد تک رعایت
آج کل ٹیکس کے معاملے میں یہ مراعات نہیں دی جاتی
فاروق اعظم نے حاملین کو ہدایت کردی تھی:

لایکلفوا فوق طاقتهم

سفر شام کے دوران فاروق اعظمؓ نے دیکھا کہ ایک عامل جزیہ وصول کرنے کے لیے ذمیوں کو سزا دے رہا ہے' آپ نے اس حرکت سے اس کو باز نہ رکھا اور فرمایا

لاتعذب الناس فان الذين يعذبون الناس فى الدنيا يعذبهم الله يوم القيامة

ترجمہ: انہیں تکلیف نہ دو' اگر تم ان کو عذاب دو گے تو قیامت کے دن اللہ تعالی تمہیں عذاب دے گا۔

Marfat.com

ذرا بتاؤ تو سہی یہ خدا ترسی آج کس جہاں ستان میں ہے؟

ایک مرتبہ ایک ذمی کو بھیک مانگتے دیکھا فرمایا کیوں مانگتا ہے؟ عرض کیا گیا' جزیہ دینے کے لیے؟ آپ نے فورا جزیہ معاف فرمادیا اور بیت المال سے وظیفہ مقرر کردیا اور افسر خزانہ کو کیا دل لگتی بات تحریر فرمائی:

خدا کی قسم یہ ہرگز انصاف نہیں کہ ہم اس کی جوانی میں اس سے فائدہ اٹھائیں اور بڑھاپے میں اس کو رسوا کریں!

جب ان کے آقا جانوروں کے امان دیں تو کیا وہ انسانوں کو بھی امان نہ دیں گے ان کے آقا کی شان تو یہ تھی۔

وکذاحرش اقت الیک وسلمت وشکاالبعیر الیک حین رکا

بوڑھے ذمیوں کے لیے تو رعایت ہے ہی مگر وہ ذمی جس پر جزیہ واجب الادا ہو مرجائے تو اس کے ترکے سے جزیہ نہ لیا جاتا تھا اور نہ اس کے ورثاء سے حالانکہ اگر کسی مسلمان پر زکوٰۃ فرض ہوچکی ہے تو مرنے کے بعد اس کے ترکے سے ضرور ادا کی جائے گی ۔اتنی سہولتیں اور رعایتوں کے باوجود بھی جزیہ کو ظلم سے تعبیر کیا جائے تو یہ تعبیر بجائے خود ایک بڑا ظلم ہے:

اگر بقول مغربی مؤرخین جزیہ اسلام قبول نہ کرنے کا جرمانہ ہے تو پھر زکوٰۃ کے متعلق کیا کہا جائے گا کیا وہ اسلام قبول کرنے کا جرمانہ ہے۔جب کہ جزیہ صرف قابل جنگ مردوں سے لیا جاتا ہے اور زکوٰۃ صاحب استطاعت مرد وزن سب پر ہے۔اگر بعض مغربی مؤرخوں نے جزیہ کو جُرمانہ سمجھا یا اس زمانے کے بعض قبائل نے ایسا سمجھا تو یہ ان کی سمجھ کا پھیر ہے' چنانچہ بنو تغلب نے جب جزیہ کے بجائے عشرہ دینے پر آمادگی ظاہر کی (یعنی جزیہ سے دوگنی رقم جو مسلمانوں سے لی جاتی تھی) تو فاروق اعظم نے اجازت دے دی ۔انکار کیوں کیا جاتا کہ اس میں لینے والے کا نقصان نہ تھا' دینے والے کا نقصان تھا اور وہ خوشی خوشی اس نقصان کو برداشت کررہا تھا' جب کہ اس کو رعایت بھی دے دی گئی تھی لیکن اس نے اپنی کم سمجھی کی وجہ سے اس رعایت کو ذلت ورسوائی سمجھا ۔ٹی ۔پی ہیوز (T.P. Hughes) نے بنو تغلب کے اس واقعہ کا اس طرح ذکر کیا ہے:

Marfat.com

The tribe deeming in its pride thepayment of tribute (lizyah) an indignity, sent a deputation to the khaliph declaring their willingness to pay the tax if only it were levied under the same as that taken from the Muslims. Umar evinced his liberality by allowing the concession ; and so the Banu Irqhlib enjoyed the singular privilege of beeing assessed as christians of a double the (Ushr) instead of paying of lizyah.

ترجمہ: اس قبیلے (بنوتغلب) نے خود پسندی کی وجہ سے جزیہ ادا کرنا کسرِشان سمجھا اور خلیفہ کے پاس ایک وفد بھیجا' اس وفد نے خلیفہ کو جا کر یہ بتایا کہ بنوتغلب ٹیکس دینے پر رضامند ہیں بشرطیکہ یہ اسی نام سے لگایا جائے جس نام سے مسلمانوں پر لگایا جاتا ہے' حضرت عمرؓ نے اپنی وسعت نظری کا ثبوت دیتے ہوئے انکو یہ رعایت دی چنانچہ بنوتغلب نے یہ واحد اور غیر معمولی رعایت حاصل کی اور عیسائی ہوتے ہوئے جزیہ کے بجائے اس سے دوگنا عُشر لیا گیا (جو مسلمانوں سے لیا جاتا تھا)

ان دلداریوں اور رعایتوں کے بارے باوجود اب بھی اگر کوئی جزیہ پر اعتراض کرتا ہے تو پھر ہم اس سے پوچھیں گے۔

Is there a government any where to day in this twentieth century that levies no taxes on its subjects for the maintenance of peace and order?

Marfat.com

ترجمہ: کیا اس بیسویں صدی میں کہیں ایسی حکومت ہے جو ملک میں امن و امان برقرار رکھنے کے لیے اپنی رعایا پر کسی قسم کا ٹیکس نہیں لگاتی؟

ساتویں الزام کا جواب اُوپر کسی مقام پر دے دیا گیا ہے اب ہم آٹھویں الزام کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ یعنی

فاروق اعظمؓ نے غلامی کو رواج دیا

یہ الزام سراسر غلط ہے کہ فاروق اعظم نے غلامی کو رواج دیا' کوئی نسل اور کوئی بھی زمانہ ایسا نہ گزرا جس میں غلامی نہ رہی ہو۔ ارسطو اور افلاطون نے باآں ہمہ علم وحکمت غلامی کو جائز رکھا...... یہودیوں' ایرانیوں یونانیوں سب نے ہی اس کو جائز سمجھا...... دہرم شاستر میں غلام کو' دوپائی مویشی سے تعبیر کیا گیا ہے...... ماضی بعید کی بات کیوں کیجئے' ماضی قریب میں جب امریکہ دریافت ہوا تو صرف بیس سال میں ۳ لاکھ غلام افریقہ سے حاصل کیے گئے اور پھر ۱۷۸۶ھ تک صرف ایک علاقے میں ۶ لاکھ ۱۰ ہزار غلام بھیجے گئے ان غلاموں کو بھیڑ بکریوں کی طرح جہازوں میں لادا جاتا تھا اور انسانیت سوز سلوک کیا جاتا تھا...... لیکن فاروق اعظمؓ نے صدیوں پہلے جوان غلاموں کے ساتھ کیا آج انہیں کے حسن سلوک کے نتیجے میں ان کی گردنیں آزاد ہوتیں ہیں۔ اٹھارویں صدی کے آخر اور پھر انیسویں صدی کے شروع میں غلاموں کی تجارت پر قانوناً پابندی لگادی گئی...... لیکن پھر بھی چوری چھپے یہ کاروبار اب تک جاری ہے' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کمزور کو غلام بنانا انسان کی فطرت انسانی کی اس کمزوری کو دیکھتے ہوئے جو کچھ کیا بہت کچھ ہے اور اس وقت اس سے زیادہ ممکن نہ تھا ...... آپ نے اس سلسلے میں یہ اصطلاحات کیں کہ غلامی نہ رہی بلکہ فرزندی ہوگئی

ذرا ان اصلاحات کو ملاحظہ فرمائیں جن کا ذکر طبری' فتوح البدان' کنز العمال غیرہ میں کیا گیا ہے:

(۱) غلامی کو ختم کرنے کے لیے پہلا قدم یہ اُٹھایا کہ اہل عرب کا غلام بنانا قانوناً ممنوع قرار دے دیا

(۲) مفتوحہ ممالک میں جو قیدی غلام بنالیے گئے تھے (قیدیوں کو غلام بنانے کی رسم

Marfat.com

بہت قدیم ہے) ان میں پیشہ وروں اور کاشت کاروں کو آزاد کر دیا گیا اور آئندہ ایسے لوگوں کو غلام بنانا ممنوع قرار دے دیا۔

(۳) جس لونڈی کے ہاں اولاد ہو جائے اس کی فروخت ممنوع قرار دے دی گئی گویا اب اس کی حیثیت ایک رفیقہ حیات کی سی ہو گئی۔

(۴) غلام کو یہ اختیار دیا گیا کہ اگر وہ چاہے تو اپنے آقا سے معاہدہ کر کے مخصوص رقم کے عوض آزادی حاصل کر لے۔

(۵) ایک خاندان کے غلام افراد کو مختلف مقامات پر رکھنا ممنوع قرار دیا گیا' ایک ہی جگہ رکھنا لازم کر دیا گیا...... اس سے پہلے باپ کسی کے پاس ہوتا تو بیٹا کسی کے پاس۔ بیٹی کہیں ہوتی تو ماں کہیں ...... فاروق اعظم نے مفارقت کی اس چبھن کو محسوس کیا اور وہ رعایت دی جو آج سرکاری ملازموں کو بھی حاصل نہیں چنانچہ عہد فاروقی میں جب سرکاری ملازم باپ بیٹے کو مختلف مقامات پر متعین کیا گیا تو باپ مسمط بن سود نے کہا کہ جب لونڈی غلام کو یہ حق حاصل ہے تو تم کو کیوں نہیں؟

(۶) پہلے جنگی قیدیوں میں شہزادوں اور شہزادیوں کی مٹی پلید ہوتی تھی۔ بلکہ صدیاں گزر جانے کے بعد ۱۸۵۷ میں انگریز حاکموں نے مسلمان شہزادوں اور شہزادیوں کے ساتھ جو کچھ کیا وہ کتنا اذیت ناک ہے!

...... فاروق اعظمؓ نے قیدی شہزادوں اور شہزادیوں کے ساتھ امتیازی سلوک کیا چنانچہ شاہ مصر مقوقس کی بیٹی اور مانوسہ کو ایک سردار قیس بن ابی العاص کے ساتھ واپس مقوقس کے پاس بھیج دیا۔

(۷) مجاہدین کی تنخواہ کے ساتھ ساتھ ان کے غلاموں کی بھی اتنی تنخواہیں مقرر کی گئیں ...... کیا آج دنیا کے کسی ملک میں فوجیوں اور فوجی افسروں اور انکے ملازموں کی ایک ہی تنخواہ ہے؟

(۸) حاکموں اور افسروں پر لازم تھا کہ غلاموں کی عیادت کریں' نہ کرتے تو ملازمت سے برطرف کر دیے جاتے ...... کیا کسی حکومت نے اپنے افسروں کو یہ ہدایت کی ہے کہ اپنے غلاموں کے لیے نہیں' ملازموں ہی کی عیادت کیا کریں اور کیا ایسا نہ کرنے پر کبھی کسی کو

Marfat.com

ملازمت سے برطرف کیا گیا ہے؟......اللہ دور فاروقی میں غلاموں کی وہ شان تھی جو ہمارے ملازموں کی بھی نہیں۔

(۹) فاروق اعظمؓ غلاموں کو اپنے ساتھ کھلاتے پلاتے تھے اور دوسروں کو ترغیب دیتے تھے کہ غلاموں سے نفرت نہ کریں بلکہ اپنے ساتھ کھلائیں پلائیں۔ آپ فرماتے تھے:

خدا ان لوگوں پر لعنت کرے جن کو غلاموں کے ساتھ کھانے سے عار ہے۔

آج اپنے ملازم کے ساتھ ایک معمولی افسر نہیں کھا سکتا صدر' وزیر اعظم اور وزرا کی بات تو بہت اونچی ہے......ذرا بتاؤ تو سہی جس شخص کے ساتھ امیر المومنین کھا رہا ہے۔ وہ معاشرے کا ذلیل ترین فرد ہے یا معزز ترین؟ یہ سارے حقائق و واقعات بتا رہے ہیں کہ فاروق اعظمؓ نے غلامی کی حقیقت کو یکسر بدل کر رکھ دیا' وہ غلامی نہ رہی آقائی ہو گئی......اس کو یہ بھی حق دے دیا گیا کہ وہ اگر کسی دشمن سے معاہدہ کر لے تو وہ معاہدہ خلافت اسلامیہ کی طرف سے سمجھا جائے گا......آج بڑے سے بڑے ذمہ دار افسر کو یہ اختیار نہیں کہ وہ کسی غیر ملک اور غیر قوم سے معاہدہ کر لے......ان عظیم الشان رعایتوں سے اسلامی معاشرے میں غلام کی عظمت کا اندازہ ہو سکتا ہے غلام کا نام رہ گیا' غلامی نہ رہی......عملاً غلامی مٹا دیا گیا اسی لیے غلاموں اور لونڈیوں کی اولاد میں بڑے بڑے ائمہ حدیث اور صاحب کمال پیدا ہوئے۔

ہاں ایک بات رہ گئی اور وہ یہ کہ پوچھنے والا پوچھ سکتا ہے کہ ان رعایتوں کے باوجود پھر غلام سے کام کیوں لیا جاتا تھا' گھر بیٹھے کیوں نہیں کھلایا جاتا تھا تو ہم دور جدید کے ترقی یافتہ ممالک کے آقاؤں سے نہیں والدین سے پوچھتے ہیں کہ تم اپنی اولاد کو گھر بیٹھے کیوں نہیں کھلاتے اور ان کو کام کرنے پر کیوں مجبور کرتے ہو اور گھر کے اخراجات میں ذمہ دار کیوں بناتے ہو؟......یہ کیا ظلم کرتے ہو؟......غلام سے تو اس کی صلاحیت کے مطابق کام لیا جاتا تھا اور وہ کھلایا جاتا تھا جو آقا کے گھر میں پکتا تھا' پہنایا وہ جاتا تھا جو آقا کے گھر میں پہنا جاتا تھا لیکن تم تو اپنی اولاد کے ساتھ بھی یہ نہیں کرتے' جتنا وہ دیتا ہے اس سے زیادہ تم اس پر خرچ نہیں کرتے اور اگر منہ مانگے پیسے نہ دے تو تم اس کو نکال دیتے ہو......آخر یہ کیا ظلم کرتے ہو؟ تم ایسے بے رحم باپ ہو کہ تمہارے بچے تم سے گریزاں ھیں اور وہ ایسے رحیم و کریم آقا تھے کہ آزاد ہونے پر بھی غلام ان کے پیچھے پیچھے لگے رہتے تھے۔

Marfat.com

لیکن انسان محسن کش واقع ہوا ہے' وہ اپنے رب کا ناشکر گزار بندہ ہے...... ان الانسان لربہ لکنود...... جس محسن انسانیت نے غلاموں کو آقا بنا دیا اس محسن کو ایک غلام نے جام شہادت پلا دیا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون!

اس حکایت خونچکاں کو کیا بیان کیا جائے کہ سننے کے لیے پتھر کا جگر چاہیے ...... فارس کے غلام بظاہر اطاعت گزار تھے لیکن عرب مسلمان کے خلاف ان کے دل میں حسد کی آگ بھڑک رہی تھی کہ انہوں نے ان کی شاہی کو خاک میں ملا دیا تھا اور ان کے تخت کو روندا تھا...... ان لوگوں نے فاروق اعظم سے انتقام لینے کی ٹھانی...... فارس کے انہیں غلاموں میں حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کا غلام فیروز بھی تھا فاروق اعظم کے پاس اپنے آقا کی شکایت لے کر آیا' شکایت نامعقول تھی رد کر دی گئی' چلا گیا لیکن دل میں غبار لے کر گیا ...... دوسرے دن علی الصبح خنجر لے کر مسجد میں آیا اور چھپ کر بیٹھ گیا' جوں ہی فاروق اعظم نماز فجر کی امامت کیلیے آگے بڑھے کمین گاہ سے نکل کر اس سفاک نے دودھاری خنجر سے پے در پے چھ وار کیے فاروق اعظم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا ہاتھ پکڑ کر آگے کیا اور خود زخموں کی تاب نہ لا کر گر پڑے...... درد و کرب کا عالم ہے' عزیز و اقارب یاد نہیں آ رہے 'غیر مسلم رعایا کی یاد ہے' وصیت فرما رہے ھیں تو انہیں کے حقوق کے بارے میں...... ذرا یہ الفاظ تو ملاحظہ فرمائیں:

واوصیه بذمة الله ذمه رسوله ان یوفی لهم بعدهم وان یقاتل من ورایهم ران لایکلفوا فوق طاقتهم

ترجمہ: ہونے والے خلیفہ کو وصیت کی جاتی ہے کہ جن کو خدا اور رسول کا ذمہ دیا گیا ہے یعنی ذمی ان سے جو عہد لیا گیا ہے وہ پورا کیا جائے' ان کی حمایت میں لڑا جائے اور ان کو ان کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دی جائے۔

ذرا قلب فاروقی کی وسعت تو دیکھیے کہ غیر مسلم غلام شہید کر رہا ہے...... عین ممکن تھا کہ بلکہ فطرت انسانی کا تقاضا تھا کہ جو کچھ کہا جاتا ان کے خلاف کہا جاتا' لیکن نہیں جو کچھ کہا گیا انکے حق میں کہا گیا...... اللہ اللہ ان حضرات کے جذبات پر شریعت کی کیسی عملداری تھی:

Marfat.com

جہاں کر دیا نرم ' نرما گئے وہ

جہاں کر دیا گرم ' گرما گئے وہ

ہاں ہاں یہ خلافت فاروقی ہے' ہنسی کھیل نہیں ...... یہ شاہی نہیں جو جذبات کے سہارے چلتی ہے' یہ خلافت ہے جو محبت اور عشق کے سہارے چلتی ہے۔

زخم کاری تھا' جان بر نہ ہو سکے' دس برس چھ مہینے مسند خلافت کو رونق بخشی اور ۶۳ سال کی عمر شریف میں ذی الحجہ ۲۳ھ میں جان عزیز جان آفرین کے سپرد کر دی۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

بہر گل از زیر محل بر آروسر

گلے برقت کرناید بصد بہار

(ماہنامہ ضیائے بھیرہ کے فاروق اعظم نمبر سے ماخوذ پروفیسر محمد مسعود کی تحریر)

یہ حضرت عمر کا (جو مختصر نویس مشہور ہیں اور غالباً تھے بھی) سب سے لمبا خط ہے اور اس کا مضمون عالی و فوجی اقدار پر مشتمل ہے۔

''میں تم کو اور تمہاری فوج کو تاکید کرتا ہوں کہ

(۱) ہر حال میں خدا سے ڈرتے رہیں کیونکہ خدا کا خوف دشمن کے مقابلہ میں بہترین ہتھیار اور جنگ کی سب سے مؤثر چال ہے۔

(۲) تم اور تمہاری فوج دشمن سے جتنے چوکنا رہیں اس سے زیادہ ''معاصی'' سے ہوشیار رہیں کیوں کہ فوج کو دشمن سے اتنا نقصان نہیں پہنچتا جتنا خود اپنے معاصی سے پہنچتا ہے۔

(۳) مسلمانوں کی فتح کا راز یہ ہے کہ ان کا دشمن گرفتار ''معاصی'' ہے اگر ایسا نہ ہو تو ہم دشمن پر فتح نہ پاسکیں، کیوں کہ ہماری تعداد اس سے کم ہے اور ہمارے ہتھیار اس کے ہتھیاروں سے گھٹیا ہیں، اگر ''معاصی'' میں ہم دشمن کے برابر ہوں تو وہ وقت میں ہم سے بڑھ جائے گا اور اگر ہم اپنی راست بازی کی قوت سے اس پر غلبہ نہ پاسکیں تو اپنی فوجی قوت سے یقیناً نہیں پاسکیں گے۔

Marfat.com

(۴) تم کو یاد رہے کہ خدا کی طرف سے ایسے فرشتے مامور ہیں جو تمہارے چال چلن پر نظر رکھتے ہیں، جن کو تمہارے ہر فعل کا علم ہوتا ہے، ان سے غیرت کرو اور خدا کی نافرمانی (معاصی) سے بچتے رہو۔

(۵) یہ نہ کہو کہ دشمن چوں کہ برا ہے اس لئے کبھی ہم پر فتح نہ پا سکے گا کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بعض قوموں پر ان سے بڑی قومیں غالب آجاتی ہیں جس طرح مجوسی کافر بنو اسرائیل پر غالب آگئے جب کہ بنو اسرائیل نے نافرمانیوں سے خدا کو ناراض کیا۔

(۶) خدا سے دُعا مانگو کہ تمہارے اندر "معاصی" سے بچنے کی طاقت پیدا ہو اور یہ دُعا اسی خلوص سے ہو جس سے دشمن پر فتح پانے کی دُعا مانگتے ہو' میں بھی اپنے اور تمہارے لئے خدا سے یہ دُعا مانگتا ہوں۔

(۷) کوچ کی حالت میں فوج کے آرام کا خیال رکھو اور اتنا زیادہ ان کو نہ چلاؤ کہ تھک جائیں۔

(۸) ایسی جگہ ٹھہرنے سے ان کو نہ روکو، جہاں سہولت و آرام ہو، تاکہ وہ جب دشمن کے مقابل ہوں تو ان کی توانائی بحال ہو۔

(۹) دوران کوچ' ہر ہفتہ ایک دن اور ایک رات قیام کرو دو تاکہ فوج کو آرام ملے اور وہ اپنے ہتھیار اور سامان درست کر سکیں۔

(۱۰) جن لوگوں سے تم صلح کرو یا جو جزیہ دے کر تمہاری پناہ میں آجائیں، ان کی بستیوں سے دور پڑاؤ ڈالو اور کسی کو ان بستیوں میں نہ جانے دو سوائے اس شخص کے جس کی سیرت پر تم کو پورا پورا بھروسہ ہو۔

(۱۱) تمہارا کوئی سپاہی یا فوجی افسر بستی والوں کی کسی چیز پر ناجائز قبضہ نہ کرے۔ کیوں کہ تم نے ان کی حفاظت ان کی جان مال اور آبرو کے احترام کا ذمہ لیا ہے اور یہ ایک آزمائش ہے جس طرح اپنے مواخذات سے عہدہ برآ ہونے کی ذمہ داری ان کے (یعنی ذمیوں اور اہل معاہدہ) کے لئے ایک آزمائش ہے جب تک وہ اس ذمہ داری کو خوبی سے انجام دیتے رہیں،

Marfat.com

تمہارا فرض ہے کہ تم ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔

(۱۲) جن لوگوں سے تم نے صلح کی ہو ان پر ظلم وستم کر کے دشمن پر فتح پانے کی خواہش نہ کرو۔

(۱۳) جب دشمن کے علاقہ میں پہنچو تو تحقیق حال کے لئے جاسوس بھجوادو، دشمن کے حالات سے پوری طرح باخبر رہو۔

(۱۴) تمہارے پاس جاسوس اور مشورہ کے لئے ایسے عرب یا مقامی غیر عرب ہوں جن کی نیک نیتی اور حق گوئی پر تم کو اعتماد ہو، کیوں کہ عادتاً جھوٹا اگر سچی خبر بھی لائے تو تم کو اس سے فائدہ نہ ہوگا اور دھوکہ باز تمہارے خلاف جاسوسی کرے گا نہ کہ تمہارے حق میں۔

(۱۵) دشمن کے علاقہ سے قریب پہنچ کر تم کو چاہئے کہ ادھر ادھر رسالے بھیجو اور دشمن اور اپنے درمیان دستے پھیلا دو، یہ دستے رسد اور فوجی اہمیت کی چیزوں کو دشمن تک پہنچنے سے باز رکھیں اور رسالے دشمن کی دفاعی خامیاں دریافت کریں۔

(۱۶) رسالوں کے لئے ایسے لوگ منتخب کرو جو بہادر اور صائب رائے ہوں اور ان کو تیز رفتار گھوڑے دو۔

(۱۷) دستوں میں ایسے لوگ ہوں جن کو جہاد کی لگن ہو اور جو تلواروں کے نیچے پامردی سے ڈٹے رہیں

(۱۸) رسالوں اور دستوں کے انتخاب میں ذاتی دلچسپی کو دخل نہ دو، کیوں کہ ایسا کرنے سے تمہارے مشن کو جو نقصان پہنچے گا اور تمہاری لیاقت پر جو حرف آئے گا وہ اس فائدہ سے کہیں زیادہ ہوگا جو دوستوں کے ساتھ رعایت کرنے سے ممکن ہے۔

(۱۹) رسالے اور دستے اسی سمت کو بھیجو جہاں ان کے شکست کھانے، نقصان اٹھانے یا تباہ ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔

(۲۰) جب دشمن تمہارے سامنے آئے تو اپنی بکھری ہوئی فوجیں،

Marfat.com

رسالے اور دستے سب اپنے قریب جمع کر لو اور اپنی قوت اور چالوں سے کام لینے کے لئے تیار ہو جاؤ۔

(۲۱) جب تک دشمن خود حملہ آور نہ ہو لڑنے میں جلدی نہ کرو، تاکہ تم اس کی فوجی خامیوں اور دفاعی کمزوریوں سے واقف ہو سکو اور اپنے گرد و پیش سے مقامی باشندوں کی طرح باخبر ہو جاؤ، اس واقفیت کے بعد تم اس بصیرت سے لڑ سکو گے جس سے دشمن لڑنے پر قادر ہو گا۔

(۲۲) اس کے علاوہ تم اپنی فوج پر پہرہ دار مقرر کرو اور حتی المقدور شب خون سے چوکنا رہو۔

(۲۳) اگر کوئی ایسا قیدی جس کو امان نہ دی گئی ہو تمہارے پاس لایا جائے تو اس کی گردن مار دو تاکہ دشمن کے دل میں ڈر بیٹھ جائے، اللہ تمہارا اور تمہارے ساتھیوں کا نگہبان ہے اور اسی کی مدد پر فتح کا دارومدار ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے نام

اگر تم معلوم کرنا چاہو کہ خدا تمہیں کتنا چاہتا ہے تو یہ دیکھو کہ لوگ تمہیں کتنا چاہتے ہیں یاد رہے کہ لوگوں کو تم سے جتنا زیادہ فائدہ پہنچے گا اتنا ہی زیادہ انعام خداوندی سے تم بہرہ ور ہو گے۔

(ابن عبدربہ جلد ۲ صفحہ ۳۱۲، حضرت عمرؓ کے سرکاری خطوط صفحہ ۱۹۴)

ایک دوسرے قول کے مطابق خط کی دوسری شکل یوں تھی

اے (بنو اہیب کے) سعد، جب خدا کسی بندہ کو چاہتا ہے تو اسے لوگوں کو چہیتا بنا دیتا ہے پس یہ معلوم کرنے کے لئے کہ خدا تمہیں کتنا چاہتا ہے یہ دیکھو کہ لوگ تمہیں کتنا چاہتے ہیں یاد رہے کہ خدا کو جتنا خوش رکھو گے اتنا ہی اس کے انعام و اکرام سے بہرہ ور ہو گے (ازالۃ الخفاء ج ۲ صفحہ ۱۸۲)

Marfat.com

حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کے نام

ساحل شام کے اہم ترین شہر قیسار یہ کی فتح عرب راویوں نے ہجرت کے مختلف سالوں میں بتائی ہے، ۱۶، ۱۸، ۱۹ھ اور ۲۰ھ فتوح الشام نے جو اس خط کا ماخذ ہے فتح کا مہینہ رجب اور سال ۱۹ دیا ہے اور خط کا مخاطب حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کو قرار دیا ہے حالانکہ وہ جیسا کہ مشہور ہے۔ ۱۸ھ کے طاعون میں وفات پا چکے تھے۔ فتوح الشام کی رو سے وہ ۱۹ھ اور اس کے بعد کئی سال تک زندہ رہتے ہیں۔ خط کا سیاق وسباق حسب تصریح فتوح الشام یہ ہے کہ حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ نے ۱۹ھ میں فتح قیسار یہ کی خوشخبری جس شخص کی معرفت بھیجی، وہ نہایت پر تکلف کپڑوں میں ملبوس تھا جو شکست خوردہ بزنطی، فوج کے مال غنیمت سے مسلمانوں کے ہاتھ آئے تھے، خلیفہ کو یہ لباس دیکھ کر افسوس ہوا۔ انہیں یہ خبر بھی ملی کہ مسلمان زندگی کے تنعمات میں پڑتے جا رہے ہیں۔ انہوں نے حضرت ابوعبیدہؓ کو لکھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ کے بندے عمر بن خطاب کی طرف سے حضرت ابو عبیدہؓ عامر بن جراح رضی اللہ عنہ کے نام۔ میں اس خدا کا سپاسگزار ہوں جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اس کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہوں۔ مجھے اس خبر سے مسرت ہوئی کہ خدا نے مسلمانوں کو فتح عظیم عنایت کی اور قیصر کے خزانے عطا کیے جن کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ کیا تھا عنقریب کسریٰ کے خزانے بھی مسلمانوں کے قبضہ میں آ جائیں گے، مجھے معلوم ہوا ہے کہ (فوج کے) بدوعرب لذائذ دنیوی کے شیفتہ ہو گئے ہیں اور ان پر فریب دنیا کا جادو چل گیا ہے جنت کی نعمتوں اور اس کے محلوں کو بھول گئے ہیں۔ ساٹن اور ریشم کے کپڑوں میں اترا کر چلتے ہیں۔ گیہوں کی روٹی اور حلوہ کھانے لگے، تن وزبان کی لذتوں نے آخرت کی طرف سے انہیں غافل کر دیا ہے ابن جراحؓ مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ وہ نماز سے بے اعتنائی برتنے لگے ہیں اور مفروضہ احکامات کو بھولتے جا رہے ہیں۔ اصیل گھوڑوں کی رسالہ فوج بھیج کر

Marfat.com

ان کی خبر لو۔ ان کی بے راہ روی پر چشم پوشی سے نہیں سختی سے کام لو۔ ورنہ وہ خود تمہیں نقصان پہنچانے کے در پے ہو جائیں گے ان میں اسے اگر کوئی اس فرض کی انجام دہی میں کوتاہی کرے جو اسلام کی طرف سے اس پر عائد ہوتا ہے تو ان کو قانونی سزا دو تمہیں یاد رہے کہ تم حاکم ہو اور ہر حاکم خدا کے سامنے رعیت کی بے راہ روی کے لئے جواب دہ ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے، اگر ہم دنیا میں اس کو سیادت عطا کریں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، نیک کاموں کا حکم دیں گے اور بُرے کاموں سے روکیں گے۔

ان مکناھم فی الارض اقاموالصلوٰۃ واتوالزکوٰۃ و امرو باالمعروف ونھو اعن المنکر

رسول اللہ ﷺ نے تمہارے بارے میں فرمایا ہے: حضرت ابو عبیدہؓ اس قوم کے امین ہیں۔ پس امانت کا حق پورا پورا ادا کرو اور جو نماز نہ پڑھے اسے سزا دو، رسول اللہ ﷺ اور ہم باتیں کرتے ہوتے کہ نماز کا وقت آجاتا پھر وہ اور ہم نماز میں ایسے مشغول ہو جاتے گویا نہ وہ ہمیں جانتے ہوں نہ ہم ان کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مسجدوں کو اپنا گھر قرار دیا ہے نیز یہ کہ جو لوگ مسجدوں میں عبادت کرتے ہیں وہ میرے مہمان ہیں اور بڑا خوش نصیب ہے وہ شخص جو گھر پر پاک وصاف ہو کر مجھ سے ملنے آئے، ایسے شخص کی عزت میزبان پر لازم ہے، رسول اللہ ﷺ نے مزید فرمایا ہے: سارے فرائض خدا نے میرے لئے مصرف دنیا تک فرض کئے ہیں مگر نماز ایسا فرض ہے جسے آسمان پر بھی ادا کرنے کی تاکید کی ہے میرا خط پا کر حضرت عمرو بن عاص کو حکم دینا کہ وہ اپنے لشکر کے ساتھ فوج کشی کریں اور حضرت عامر بن ربیعہ کو اور دوسرے مشائخ صحابہ کو پیش پیش رکھیں، اس کے علاوہ جس قدر فوج ہو سکے ربیعہ اور جد بن صالح کو علاقہ میسوپوٹامیہ فتح کرنے بھیجو، خدا سے دُعا ہے کہ تمہاری مدد فرمائے والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکتہ۔

(فتوح الشام واقدی ج ۲ صفحہ ۵۶، ۵۷)

Marfat.com

حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ کے نام

حضرت امیر معاویہؓ جب شام کے ساحلی شہر (ے کا صور، یافا وغیرہ) فتح کر چکے تو انہوں نے خلیفہ کو لکھا کہ اگر اجازت ہو تو جزیرہ قبرص (Cyprus) پر چڑھائی کروں، قبرص ساحل شام سے اتنا قریب ہے کہ وہاں کے پرندوں کی آواز سنائی دیتی ہے، وہ بہت زرخیز ہے اور قدرتی نعمتوں سے مالا مال مختلف اقسام کے میوے اور پھل وہاں ہوتے ہیں، اور اس پر قبضہ کرنا بھی آسان ہے، حضرت عمر فاروقؓ نے مصر کے گورنر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے سمندری سفر کے بارے میں رائے لی تو انہوں نے خطرات کا مہیب نقشہ کھینچا اور فوج کشی کی مخالفت میں رائے دی، حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت امیر معاویہؓ کو لکھا:

تمہیں معلوم ہو کہ خدا نے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دیکھ بھال کا بار میرے کندھوں پر رکھا ہے، اس بارے میں عہدہ برآ ہونے کے لئے میں خدا کی مدد کا طالب ہوں، میں کسی طرح مناسب نہیں سمجھتا کہ انہیں سمندر کے خطروں میں مبتلا کروں اور کشتیوں پر سوار ہو کر جزیرۂ قبرص پر چڑھائی کی اجازت دوں پھر بھی مزید اطمینان کے لئے میں نے خود اس معاملہ میں غور وخوض کیا اور ان لوگوں کی رائے بھی معلوم کی جو سمندر کے حالات سے واقف ہیں اور سمندری سفر کا تجربہ رکھتے ہیں ان کی رائے یہ ہے کہ اس خطرناک اقدام سے اجتناب کیا جائے لہٰذا تم قبرص پر چڑھائی کا خیال چھوڑ دو اور پھر کبھی سمندری جہاد کے بارے میں مجھ سے خط و کتابت نہ کرنا والسلام (ابن اعثم صفحہ ۶۲)

روایات میں خط کی ایک اور شکل یوں بھی بیان کی گئی ہے۔

ہم نے سنا ہے کہ ساحل شام کے سامنے دنیا کا سب سے لمبا سمندر ہے جو رات دن خدا سے اس بات کی اجازت مانگتا رہتا ہے کہ اسے زمین پر بہنے کی اجازت دی جائے تاکہ وہ زمین کو غرقاب کر دے، پھر میں کیسے اسلامی لشکر کو ایسے سخت کافر پر سفر کرنے بھیجوں خدا کی قسم، ایک مسلمان کی جان میری نظر میں ساری بزنطی حکومت سے زیادہ عزیز ہے۔ خبردار بحری فوج کشی کی ممانعت

Marfat.com

میں میرے حکم کی خلاف ورزی نہ کرنا تمہیں اس سزا کا علم ہے جو میں نے علاء (بن حضرمی) کو دی تھی جب انہوں نے میری بلا اجازت (جنوبی فارس پر) فوج کشی تھی،

بزنطی قیصر کے نام

ذیل کے چاروں خط شاید قیساریہ (۱۸ھ) کے بعد لکھے گئے قیساریہ شام میں بزنطیوں کا آخری گڑھ تھا، اس کے سقوط بزنطی قیصر نے شام میں جارحانہ کارروائی بند کر دی تھی اور مدینہ سے دوستانہ تعلقات پیدا کرنے کا خواہشمند ہو گیا تھا، عربی اخبار و آثار کے بعض ناقل کہتے ہیں کہ اس نے حضرت عمر فاروقؓ سے درخواست کی کہ مجھے ایسے چند جامع لفظ لکھ بھیجئے جن میں ''سارا علم'' سمودیا گیا ہو انہوں نے لکھا:

رعایا کے لئے وہی بات پسند کرو جو خود اپنے لئے پسند کرتے ہو، اور جو بات خود تمہیں پسند نہ ہو وہ رعایا کے لئے بھی پسند نہ کرو، اگر ایسا کرو گے تو ساری عقل و دانش کے مالک بن جاؤ گے، نظر سے اوجھل لوگوں کو ان لوگوں پر قیاس کرو جو نظر کے سامنے ہیں اس طرح تمہاری واقفیت کا دائرہ نہایت وسیع ہو جائے گا۔

وہ فیصلہ کر سکتے ہو جو تم سمجھو کہ مسلمانوں کے مفاد میں ہے

(مدینۃ الکبریٰ ج ا صفحہ ۴۰۱ حضرت عمرؓ کے سرکاری خطوط صفحہ ۱۳۵)

حضرت عمیر بن سعدؓ کے نام

حمص کا گورنر ہوئے ایک سال گزر گیا لیکن اس اثناء میں حضرت عمیرؓ نے خلیفہ کو نہ تو کوئی خط لکھا نہ سرکاری روپیہ (جزیہ، لگان، زکوٰۃ وغیرہ) بھیجا، حضرت عمر فاروقؓ کے دل میں مختلف وسوسے پیدا ہوئے اور انہوں نے حضرت عمیرؓ کو یہ خط لکھا:۔

میرا خط پڑھتے ہی چل دو، جتنا خراج (جزیہ، لگان، زکوٰۃ وغیرہ) وصول کیا ہو ساتھ لے لینا۔

Marfat.com

خط کی دوسری شکل

میں نے تمہیں گورنر بنایا تھا، معلوم نہیں تم میری حسب ہدایت راستبازی

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے نام تین اہم خطوط

حضرت سعدؓ کو جاسوسوں سے معلوم ہوا کہ فارسی فوجیں رستم اور دوسرے بڑے سالاروں کی کمان میں مدائن سے روانہ ہو کر قادسیہ کے مضافات میں آ پہنچی ہیں حضرت سعدؓ نے مرکز کو رپورٹ بھیجی جس میں لکھا تھا کہ فارسیوں کا ایک بڑا سالار جس کا نام رستم ہے بہت بڑی فوج کے ساتھ جس میں ہاتھی بھی ہیں ہم سے لڑنے آ گیا ہے اور اس وقت ہم سے صرف پندرہ میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس کے اور یزدجرد کے درمیان جو مدائن کے قصر ابیض میں مقیم ہے نوے میل سے زیادہ مسافت ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے لکھا:۔

تمہارا خط آیا معلوم ہوا کہ دشمن کہاں تک پہنچ گیا ہے اور تمہارے اور ابن کسریٰ کے درمیان کتنا فاصلہ ہے جو خدا کی رہنمائی کا طالب ہوتا ہے خدا اس کا دل اسلام کے لئے کھول دیتا ہے ایک وفد ابن کسریٰ کے پاس بھیجو جو اسے اسلام جزیہ یا جنگ کی دعوت دے، وہ اگر اسلام لے آئے تو اس کے حقوق و ذمہ داریاں وہی ہوں گی جو تمہارے ہیں اور اگر جزیہ دینا چاہے اور اسلام نہ لائے تو اس کا اچھا عمل اس کے کام آئے گا اور برے عمل سے نقصان اٹھائے گا اسے جان کی امان دی جائے گی۔ اس کی قلمرو بحال رہے گی اور اس کے خلاف کسی قسم کی ناحق کارروائی نہیں کی جائے گی اور اگر وہ اسلام اور جزیہ دونوں سے انکار کر دے تو پھر تمہیں اس سے لڑتے ہوئے نہ تو گھبرانا چاہئے نہ اسکی بڑی فوج ہتھیاروں کی خبروں سے پریشان ہونا چاہئے، اللہ سے مدد مانگو اور فتح کے لئے اسی پر بھروسہ کرو، جب تم دشمن سے مقابل ہو تو اپنے سورماؤں کو آگے بڑھاؤ لیکن اس شان سے نہیں کہ ان کی بے قدری ظاہر ہو اور نہ انہیں اندھا دھند خطرہ کے منہ میں جھونکو، جنگ کے شدائد صبر اور ہمت سے برداشت کرو۔

صبر فتح کی کنجی ہے، جنگ جیتو تو بھاگتی ہوئی مشرک فوجوں کو پیچھے سے موت کے گھاٹ اتار دو۔ دشمن کے جوانوں کو قتل کر دو لیکن ان کے بچوں اور عورتوں پر ہاتھ نہ اٹھاؤ، اپنی فوج کے عقب میں بھی دشمن کے کسی فرد کو نہ چھوڑو، فارسی اگر صلح کی پیش کش کریں تو اس شرط پر قبول کر لو کہ وہ اپنا گھر بار چھوڑ کر جلاوطن ہو جائیں گے، میری ہدایت گرہ میں باندھ لو۔ اور اس کے مطابق عمل کرو۔

(حضرت عمرؓ کے سرکاری خطوط از ڈاکٹر خورشید احمد فاروق صفحہ ۱۵۴)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے نام (دوسرا خط)

مجھے القاء ہوا ہے کہ دشمن کو تمہارے مقابلہ میں شکست ہوگی پس شک وشبہ کو دل سے نکال دو اور خوف خدا کو اس کی جگہ دو، تمہارا کوئی فوجی اگر مذاق میں بھی کسی فارسی کو امان دے یا ایسا اشارہ کرے جس کا مطلب امان ہو یا زبان سے ایسا لفظ نکالے جسے فارسی چاہئے سمجھتا نہ ہو لیکن اس کے ملک میں امان کی علامت سمجھا جاتا ہو تو اس لفظ یا اشارہ سے امان نافذ کر دو میدان جنگ میں ہنسنے اور ہنسانے میں محترز رہو، دشمن سے کیا ہوا وعدہ وفا کرو، وفا لو بے وفائی کے موقع پر بھی اچھا اثر دکھاتی ہے۔ لیکن غداری اگر غلطی سے بھی کی جائے تو اس کا انجام تباہی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ غداری سے تمہاری طاقت کم ہوگی، دشمن کی طاقت بڑھے گی تمہاری فتح شکست سے اور دشمن کی شکست فتح سے بدل جائے گی میں تمہیں ایسے طرز عمل سے باز رہنے کی تاکید کرتا ہوں جو مسلمانوں کے لئے نازیبا ہو یا جس سے ان کی طاقت کو نقصان پہنچے۔ (طبری جلد ۴ صفحہ ۹۰)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے نام (تیسرا خط)

حضرت زہر بن حویہ جشمی حضرت سعدؓ کی فوج میں ایک نوعمر کمانڈر تھے، تلوار بازی اور تیراندازی میں انہیں غیر معمولی مہارت تھی، جنگ قادسیہ میں بہت سے فارسی انکی تلوار کا شکار ہوئے ان میں سے ایک بہت بڑا فوجی افسر جالیسوس تھا، حضرت زہرہؓ نے اسکی وردی اور ہتھیار اتار لئے، وردی پر اتنا قیمتی کام تھا کہ اس کی قیمت پینتیس ہزار روپے (ستر ہزار درہم)

اٹھی حضرت زہرہؓ وردی پہن کر حضرت سعدؓ کے پاس آئے تو انہوں نے وردی اتار لی اور ترشی سے کہا کہ تم نے میری اجازت کا بھی انتظار نہیں کیا اور وردی پر قابض ہو گئے حضرت زہرہؓ کو یہ سختی ناگوار گذری اور انہوں نے شکایتی خط خلیفہ کو لکھا، حضرت سعدؓ نے بھی حضرت زہرہؓ کی بے ضابطگی اور اس قدر قیمتی وردی پر تن تنہا قابض ہونے کی شکایت کی تو حضرت عمر فاروقؓ کا یہ خط موصول ہوا

> ”تم زہرہ جیسے سورما کا دل دکھاتے ہو وہ جنگ کی آگ میں بری طرح جلا ہے اور یہ آگ ابھی ٹھنڈی بھی نہیں ہوئی ہے، تم اس کا حوصلہ توڑتے ہو اور اس کا دل برا کرتے ہو، وردی اور ہتھیار جو اس نے جالینوس کو مار کر لئے ہیں اسے دے دو اور بلند پایہ کارگزاری کے لئے مجاہدین قادسیہ سے اسے پانچ سو درہم زیادہ دو۔ (بصری ج ۴ صفحہ ۱۳۵)

حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن عتبانؓ کے نام

ہرفران صوبہ اہواز کا فارسی حاکم تھا اس کے علاقہ کا جنوبی حصہ مسلمانوں نے ۱۶ ہجری میں فتح کر لیا تھا۔ ۱۷ ہجری میں اس نے مسلمانوں سے مقابلہ کی تاب نہ لا کر اپنے باقی علاقہ کے لئے جو جندی سابور رامہرمزسوس اور مہر جانقدق پر مشتمل تھا جزیہ کے بالمقابل سمجھوتہ کر لیا تھا، اس سمجھوتہ کی خبر شاہ فارس یزدجرد کو ہوئی جو اس وقت دے اور بقول بعض مرد میں جنگی منصوبے بنا رہا تھا تو اسے سخت کوفت ہوئی اور اس نے صوبہ فارسی کے گورنر شہرک اور وہاں کے دوسرے فوجی منصب دروں کو لکھا: معلوم ہوتا ہے کہ تم اپنے شاندار مذہب کو خیر باد کہہ چکے ہو، تم نے عربوں کی طرف سے آنکھیں بند کر لی ہیں، انہوں نے پہلے مغربی و جنوبی عراق اور پھر مدائن پر قبضہ کیا لیکن تم نے کوئی خبر نہ لی، پھر جب وہ راہواز کی طرف متوجہ ہوئے تب بھی تم نے ہرمزان کی مدد نہیں کی اور اسے مجبوراً عربوں سے سمجھوتہ کرنا پڑا یہی نہیں ان عربوں نے خود تمہاری زمین پر حملہ کیا (علاء حضری کی فارس پر فوج کشی کی طرف اشارہ ہے) اور تم ایسے غافل رہے کہ وہ صحیح سلامت تمہارے ملک سے بچ کر نکل گئے۔ اب غیرت و حمیت سے کام لو اور ہرمزان کی مدد کے لئے سپاہی اور جانور بھیجو تا کہ وہ جنگ کے لئے تیار ہو سکے اور راہواز کو عربوں کے پنجے سے نکال لے۔

دوسرا خط ہرمزان کو لکھا جس میں تھا کہ میں نے فارس کے گورنر شہرک کو فرمان بھیجا ہے کہ ایک لشکر تمہاری مدد کو لے کر جائے، خاطر جمع رکھو اور جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ، یزد جرد نے اہواز کے مفتوحہ شہروں کو بھی سفارتیں بھیجیں اور سارے علاقہ میں بغاوت کی لہر دوڑا دی۔ یہاں کے کئی شہر پہلے ہی جزیہ کے معاہدے توڑ چکے تھے ان میں سے ایک تستر کا عظیم قلعہ بند شہر تھا، ۱۷ھ اور بقول بعض ۲۰ھ ہجری میں تستر کا محاصرہ ہوا، فارسیوں کی طرف سے ہرمزان خود جنگ کی قیادت کر رہا تھا قلعہ بند فوجیں جب چاہتیں خون کی ہولی کھیل کر پھر قلعہ بند ہو جاتیں، جب محاصرہ کو کئی مہینے گزر گئے اور مسلمان پڑے پڑے اکتا گئے تو ایک فارسی نے قلعہ میں دخل ہونے کے ایک خفیہ راستہ کی نشاندہی کی مسلمان اس راستہ سے قلعہ میں گھس گئے اور اسے فتح کر لیا ہرمزان نے قریب کے ایک دوسرے پہاڑی قلعہ میں پناہ لی اور اس شرط پر ہتھیار ڈالنے کو تیار ہوا کہ حضرت عمر فاروقؓ خود اس کی قسمت کا فیصلہ کریں، شرط مان لی گئی اور ایک وفد جس میں مشہور دانائے عرب حضرت احنف بن قیس تھے، ہرمزان اور خمس کے ساتھ مدینہ روانہ ہوا۔ اہواز کی کئی بغاوتوں اور ہرمزان کی دوبارہ معاہدہ شکنی سے حضرت عمر فاروقؓ کو شبہ پیدا ہوا کہ مسلمان جزیہ گزار فارسیوں سے بدسلوکی کرتے ہوں گے۔ انہوں نے وفد کے ارکان سے کہا:

مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مسلمان ذمیوں پر ظلم وستم کرتے ہیں جبھی وہ بغاوت پر مجبور ہو جاتے ہیں وفد کے اکابر: جہاں تک ہمیں معلوم ہے مسلمانوں کا سلوک ذمیوں کے ساتھ اچھا ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ:۔ پھر یہ بغاوتیں کیوں ہوتی ہیں؟

دانائے عرب حضرت احنف بن قیسؓ امیر المومنین آپ نے فارس میں پیش قدمی سے ہمیں باز رکھا ہے آپ کا فرمان ہے کہ جتنا علاقہ ہمارے پاس ہے اسی پر اکتفا کریں، بات یہ ہے کہ شاہ فارس زندہ ہے اور اپنی قوم کے درمیان موجود ہے۔ وہاں کے باشندے برابر ہمارے ساتھ برسرپیکار رہیں گے کیونکہ جب کسی ملک میں دو حریف بادشاہ ہوتے ہیں تو وہ لڑتے ہیں کہ ان میں سے ایک فریق دوسرے کو نکال دیتا ہے، اہل فارس کو عہد شکنی پر ابھارنے

Marfat.com

والا ان کا بادشاہ ہے اور وہ برابر ایسا کرتے رہیں گے الا یہ کہ آپ ہمیں ان کے ملک میں پیش قدمی کی اجازت دیں۔ اگر آپ نے اجازت دی تو ہم شاہ کو اس کی کشور، قوت اور عظمت کے حصار سے باہر نکال دیں گے۔ پھر فارسیوں کی اُمیدیں ٹوٹ جائیں گی اور ان کے دل میں ایسی مایوسی گھر کر لے گی کہ آئندہ کبھی بغاوت کی جرأت نہیں کریں گے۔

حضرت عمر فاروقؓ حضرت احنفؓ کی باتوں سے متاثر ہوئے اور بولے تمہارا خیال صحیح معلوم ہوتا ہے

ابھی وہ تجویز پیش قدمی پر غور کر ہی رہے تھے کہ خبر آئی یزدجرد کی فوجیں نہاوند میں جمع ہو رہی ہے اور کچھ عراق کے سرحدی شہروں کی طرف بڑھ آئی ہیں، حضرت عمر فاروقؓ کی ساری توجہ اس نئے خطرہ سے نبٹنے کی طرف مرکز ہو گئی نہاوند کی خون ریز جنگ سے فارغ ہونے کے بعد حضرت عمر فاروقؓ نے محسوس کیا کہ حضرت احنفؓ کی تجویز پر عمل کرنا ناگزیر ہے اور جب نہاوند کے بعد دو تازہ بغاوتیں دینور اور ہمدان کے فارسیوں نے جزیہ کا معائنہ توڑ کر کیں تو حضرت عمر فاروقؓ نے بلا تاخیر پیش قدمی کی کارروائی شروع کر دی، فارس میں چار نئے محاذ مقرر کیے اور ان پر الگ الگ سالاروں کی ماتحتی میں بصرہ اور کوفہ سے فوجیں بھیجیں، ان میں سے ایک سالار حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن عتبانؓ گورنر کوفہ تھے۔ خلیفہ نے انہیں اصفہان کے محاذ پر بھیجا اور حضرت زیاد بن حنظلہ کو جو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے عہد میں کوفہ کے قاضی تھے وہاں کا گورنر مقرر کیا، دوسری طرف انہوں نے بصرہ کے گورنر حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو لکھا کہ ایک فوج لے کر اہواز کی راہ سے اصفہان کی طرف بڑھیں اور حضرت ابن عتبانؓ کی فوجوں میں ضم ہو جائیں، اصفہان فارس کے وسط میں ایک اہم تمدنی وتجارتی مرکز تھا، جہاں سے ہو کر کئی بڑی سڑکیں ملک کے مختلف صوبوں کو جاتی تھیں، حضرت ابن عتبانؓ کے نام حضرت عمر فاروقؓ کے خط کا مضمون یہ تھا:

کوفہ سے مدائن کا رخ کرو اور وہاں پہنچ کر مسلمانوں کو جنگ پر جانے کی دعوت دو جو لوگ برضا و رغبت تمہارے ساتھ جانے کو تیار ہوں انہیں ساتھ لے لو اور مجھے صورت حال سے مطلع کرو۔

(طبریٰ ج ۴ صفحہ ۲۴۸ حضرت عمرؓ کے سرکاری خطوط)

Marfat.com

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے نام:

جب حضرت ابوموسیٰؓ سوس کے محاصرہؓ میں مشغول تھے یزدجرد نے صوبہ فارس کے پایہ تخت اصطخر سے ایک فوج سوس کی مدد کو بھیجی جس میں کئی درجن اساورہ تھے، یہ فوج ابھی راستہ ہی میں تھی کہ سوس کا کمانڈر جزیہ گزار ہو گیا۔ اس اثناء میں ایک دوسری فوج نے رامہرمز کے پہاڑی شہر پر قبضہ کرلیا جو سوس سے قریب دوسو میل جنوب مشرق میں واقع تھا۔ سوس کے بعد حضرت ابوموسیٰؓ نے تستر کا محاصرہ کیا۔ ان کی مدد کے لئے کوفہ سے بھی ایک فوج آگئی، یہ اساورہ پہلے ہی مسلمان کے جوشِ جہاد اور مسلسل فتوحات سے مرعوب ہو کر باور کر چکے تھے کہ حکومت فارس کے اقبال کا تارہ غروب ہو چکا ہے، سوس اور امہرمز جیسے مستحکم شہروں کی تازہ شکست نے ان کے حوصلے اور زیادہ پست کر دیئے انہوں نے مسلمان ہونے کا فیصلہ کرلیا ان کے دس آدمیوں کا ایک وفد حضرت ابوموسیٰؓ کے پاس آیا جو اس وقت تستر کا محاصرہ کئے ہوئے تھے وفد کے لیڈر شیرویہ اسواری نے کہا کہ ذیل کی شرطوں پر ہم اسلام لانے کو تیار ہیں (۱) آپ کے ساتھ ملکر فارسیوں سے لڑیں گے (۲) آپ کی باہمی لڑائیوں میں غیر جانبدار رہیں گے (۳) اگر کوئی عرب ہم سے لڑے گا تو آپ ہماری مدد کریں گے (۴) ہم جس شہر میں چاہیں گے آباد ہو جائیں گے (۵) ہم جس قبیلہ سے چاہیں گے منسلک ہو جائیں گے (۶) ہمیں ممتاز درجہ کا وظیفہ (شرف عطاء دیا جائے (۷) آپ کا خلیفہ ہمارے عہد نامہ پر دستخط کرے گا۔

حضرت ابوموسیٰؓ نے شرائط خلیفہ کو لکھ بھیجیں انہوں نے اسارده کے مطالبے منظور کر لئے، شاہی گھرانے کے سارے افسر مسلمان ہو گئے اور تستر کے محاصرہ میں مسلمانوں کے دوش بدوش لڑنے لگے ایک دن حضرت ابوموسیٰؓ نے ان کے لیڈر سیاہ سے کہا کہ میں سمجھتا تھا کہ تمہارے ساتھی جنگ میں کارہائے نمایاں کر کے دکھائیں گے مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم لوگ اوپر ہی دل سے لڑ رہے ہو۔ سیاہ بھی نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں۔ ہمارے سینوں میں وہ جوش اور لگن نہیں جو آپ کے سینوں میں ہے، اس کے علاوہ آپ نے ہمیں ممتاز درجہ کا وظیفہ بھی نہیں دیا۔ حضرت ابوموسیٰؓ نے سیاہ کی شکایت سے خلیفہ کو مطلع کیا تو یہ

Marfat.com

جواب آیا:۔

شاہی فوجی افسروں کی شجاعت اور جنگی کارکردگی کو نظر میں رکھ کر انہیں سب سے اونچا وظیفہ دو جتنا زیادہ سے زیادہ کسی عرب کو دیا گیا ہو۔ (طبریٰ ج ۴ صفحہ ۲۱۸)

چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے سو افسروں کے لئے درجہ اول (دو ہزار درہم) اور ان کے چوٹی کے چھ افراد کے لئے ممتاز درجہ دو ہزار پانچ سو درہم کا وظیفہ مقرر کر دیا۔

اکابر فوج کی تحقیقاتی کمیٹی کے نام

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سوس فتح کر کے تُستر کی طرف بڑھے تو انہیں معلوم ہوا کہ والیٔ اہواز ہرمزان اپنے خزانے لے کر تستر چلا گیا ہے اور وہاں فارسیوں اور کردوں پر مشتمل ایک فوج تیار کر لی اور ایک دوسری فوج یزدجرد نے بھی اس کی مدد کے لئے بھیجدی ہے اس خبر سے حضرت ابوموسیٰؓ گھبرا گئے اور انہوں نے مدینہ سے کمک طلب کی' حضرت عمر فاروق نے بلا تاخیر کوفہ کے گورنر حضرت عمار بن یاسرؓ اور حلوان کے عامل حضرت جریر بن عبداللہ بجلیؓ کو فرمان بھیجے کہ وہ فوراً حضرت ابوموسیٰ کی مدد کے لئے فوج لے کر جائیں یہ دونوں فوجیں جب پہنچیں تو حضرت ابوموسیٰ کے ہاتھ مضبوط ہو گئے اور انہوں نے اطمینان کا سانس لیا محاصرہ کی ضروریات سے فاضل فوج انہوں نے حضرت جریر بن عبداللہؓ اور حضرت نعمان بن مقرنؓ کی کمان میں رامہرمز بھیج دی اور انہیں تاکید کی کہ وہاں کے باشندوں کو مسلمان ہونے کی دعوت دیں اور اس سخت سے کوئی فارسی فوج تستر کی مدد کو آئے تو اسے ٹھکانے لگا دیں' حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رامُہر مُز کے باہر خیمہ زن ہوئے اور حضرت نعمان بن مقرنؓ شہر کے نواح میں چلے گئے اور کئی قلعے فتح کر لئے جب رامہرمز کے باشندوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تو حضرت جریر نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ کئی سخت مقابلوں کے بعد شہر کے کمانڈر نے ہار مان لی جو لوگ بھاگ سکے وہ بھاگ گئے باقی قید کر لیے گئے اور ان کے بال بچے' سامان اور جانور فوج نے آپس میں بانٹ لئے۔ اس واقعہ کی خبر حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو ہوئی جو ہنوز تستر کے محاذ پر تھے تو وہ آزردہ ہوئے اور انہوں نے اکابر فوج سے کہا: میں نے رامہرمز کے باشندوں کو چھ ماہ کی مہلت اور امان دی

Marfat.com

تھی تاکہ وہ قبول اسلام کے بارے میں خوب غور کرلیں لیکن حضرت جریرؓ اور کوفہ کی فوجوں نے جلد بازی کی مقررہ مدت گزارنے سے پہلے شہر کا محاصرہ کر کے اسے بزور شمشیر فتح کر لیا اور اہل شہر کے بال بچوں، مال ومتاع اور مویشیوں کو آپس میں بانٹ لیا، اس سنگین معاملہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟ اکابر فوج نے کہا: آپ صورت حال سے خلیفہ کو مطلع کر دیجئے اور ان کے فیصلہ کے مطابق عمل کیجئے۔ حضرت ابوموسیٰ نے حضرت جریر بن عبداللہ کی جارحانہ کاروائی کی شکایت خلیفہ کو لکھی انہوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی فوج کے اکابر کی ایک تحقیقاتی کمیٹی مقرر کر دی اور اسے لکھا:

اس معاملہ کی تحقیق کر کے معلوم کرو کہ حضرت ابوموسیٰؓ نے (جیسا کہ ان کا دعوی ہے) رامہرمز کے باشندوں کو چھ ماہ کی مہلت دی تھی یا نہیں اور آیا انکو کوئی تحریری معاہدہ اس باب میں ان سے لکھا گیا تھا، حضرت ابوموسیٰؓ سے بھی حلف لیا جائے اور اگر وہ ازروئے حلف کہیں کہ انہوں نے چھ ماہ کی مہلت دی تھی تو وہ تمام غلام اور لونڈیاں جو رامہرمز سے لائی گئی ہوں تو اسے روک لیا جائے حتی کہ اس سے بچہ پیدا ہو پھر اسے اختیار دیا جائے چاہے وہ اسلام لا کر مسلمانوں کے ساتھ رہے اور چاہے رامہرمز لوٹ جائے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے نام خطوط:

تستر کا قلعہ دشوار گزار پتھریلی زمین میں واقع تھا اور دو طرف سے دریائے دُجیل اسے گھیرے ہوئے تھا۔ ایک فارسی نے قلعہ کا وہ خفیہ راستہ مسلمانوں کو بتا دیا جو دریا میں کھلتا تھا ان کی ایک چیدہ جماعت دریا سے ہو کر قلعہ میں گھس آئی اور اس کے پھاٹک کھول دیئے۔ شہر پر مسلمان قابض ہو گئے بہت سی عورتیں ان کے ہاتھ آئیں ایک خاصی تعداد حاملہ تھی، حضرت عمر فاروقؓ کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے لکھا:

کوئی مسلمان حاملہ عورت سے اس وقت تک ہم بستر نہ ہو جب تک اسکے بچہ نہ ہو جائے مسلمانو، مشرکوں کی اولاد میں شریک نہ ہو کیونکہ نطفہ ہی سے سلیقہ پیدا ہوگا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے نام (پہلا خط)

ایک بہادری غازی کو حضرت ابوموسیٰؓ نے کسی وجہ سے مال غنیمت کا پورا حصہ نہیں دیا وہ بگڑا اور حضرت ابوموسیٰؓ سے کچھ ترش باتیں کیں، گورنر نے غصہ ہو کر اس کے بیس کوڑے لگوائے اور اسکے لمبے بال کٹوا دیئے وہ شخص خلیفہ کے پاس آیا اور بالوں کا گچھا جیب سے نکال کر ان کے سینہ پر دے مارا، حضرت عمر فاروقؓ کو حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی سختی ناگوار ہوئی اور انہوں نے یہ خط بھیجا:

فلاں نے تمہاری مجھ سے یہ شکایت کی ہے میری طرف سے تاکید ہے کہ اگر تم نے اس کو مجمع عام میں مارا ہوا ہو تو تم بھی سب کے سامنے بیٹھو اور اس کو بدلہ لینے دو اور اگر تم نے اسے اکیلے میں مارا ہے تو اسی طرح اس کے سامنے بیٹھ کر بدلہ لینے دو۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے نام (دوسرا خط)

حج یا عمرہ کے موقع پر ایک شخص حضرت عمر فاروقؓ کے پاس روتا آیا اور بولا میں نے شراب پی تھی۔ اس کی پاداش میں حضرت ابوموسیٰؓ نے میرے کوڑے مارے میرا سر منڈوایا میرا منہ کالا کر کے سڑکوں پر گشت کرایا اور منادی کرادی کہ کوئی میرے ساتھ نہ تو کھائے پیئے اور نہ اٹھے بیٹھے۔ اس رسوائی سے مجھے ایسی اذیت پہنچی ہے، کہ کبھی دل چاہتا ہے کہ حضرت ابوموسیٰؓ کو مار ڈالوں اور کبھی سوچتا ہوں آپ سے درخواست کروں کہ آپ مجھے شام بھجوادیں جہاں کوئی مجھے جاننے والا نہ ہو اور کبھی خیال آتا ہے کہ دارالحرب چلا جاؤں اور غیر مسلموں کے ساتھ زندگی گزار دوں، حضرت عمر فاروقؓ نے اس شخص کو دلاسا دیا اور یہ پُرعتاب خط گورنر کو بھیجا:

سلام علیک فلاں تمیمی نے مجھ سے تمہاری زیادتیوں کی شکایت کی ہے، خدا کی قسم تم نے پھر یہ کبھی حرکت کی (شراب نوشی کی سزا میں سر منڈوایا اور منہ کالا کر کے سڑکوں پر گشت کرایا) تو میں بھی تمہارا منہ کالا کرا کے سڑکوں پر گشت کراؤں گا۔ اگر تم میری دھمکی آزمانا چاہتے ہو تو یہ حرکت کر کے دیکھ لو۔

Marfat.com

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے نام (تیسرا خط)

واضح ہو کہ خدا کی نظر میں سب سے زیادہ خوش نصیب حاکم وہ ہے جس کی ذات سے رعیت کو سکھ اور آرام ملے اور خدا کی میزان میں وہ حاکم نہایت بدنصیب ہے جس کی بد اعمالیوں سے رعیت تباہ ہو' خبردار تن آسانی اور شکم نوازی تمہارا مقصد حیات نہ ہو جائے۔ اگر تم نے ایسا کیا تو یقیناً تمہارے ماتحت بھی ایسا ہی کریں گے اور تمہاری مثال اس چوپائے کی سی ہوگی جو گھاس کا ہرا بھرا میدان دیکھے اور موٹا ہونے کے لئے اس میں گھس جائے حالانکہ موٹاپے میں اس کی موت مضمر ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری کے نام (چوتھا خط)

واضح ہو کہ کام کو خوش اسلوبی سے انجام دینے کا دارمدار اس بات پر ہے کہ آج کا کام کل پر نہ چھوڑا جائے کیونکہ اگر تم ایسا کرو گے تو کام بہت بڑھ جائیں گے اور تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا کہ کون سا کام پہلے کروں اور کون سا بعد میں' اس طرح بہت سے کام ضائع ہو جائیں گے۔ اگر حاکم ان ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوگی جو حاکم کی طرف سے اس پر عائد ہوتی ہیں' اگر حاکم نفس کوش ہوگا تو رعایا بھی نفس کوش ہو جائے گی' حاکموں کے ظلم و بے اتفاقی کی وجہ سے رعیت ان سے دور بھاگتی ہے' خدا کی پناہ مانگتا ہوں کہ رعیت کی طرف سے میرے دل میں انحراف پیدا ہو' انحراف جس کی وجہ پرانے کینے دنیاوی مفادات اور ذاتی مصلحتیں ہوتی ہیں' رعایا کے معاملات سے دلچسپی لو اور اسکے ساتھ انصاف کرنے بیٹھا کرو' چاہے دن میں ایک گھنٹہ کے لئے کیوں نہ ہو۔

حضرت عمرو بن عاصؓ کے نام

مصر میں داخل ہو کر مسلمانوں کو جہاں سب سے پہلے اپنی کمزوری اور نارسائی کا احساس ہوا وہ بابلیون کا قلعہ تھا اور قلعہ کے مشرق، شمال اور جنوب میں خندق تھی اور مغرب میں دریائے نیل اس کی اونچی اور چوڑی فصیل کا محافظ تھا، قلعہ کی کمان ایک لائق بزنطی جنرل کے ہاتھ میں تھی اور خود گورنر مصر مقوقس دارالسلطنت اسکندریہ سے فوج کا دل

بڑھانے اور رہنمائی کرنے آ گیا تھا، حضرت عمرو بن عاصؓ نے بار بار قلعہ پر ہجوم کیے لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ قلعہ کے باہر بھی کئی ماہ تک غیر فیصلہ کن چھڑپیں ہوئیں، حضرت عمرو بن عاصؓ مقدور بھر کوشش کر چکے تھے، محاصرہ کو موثر بنانے اور جنگ کا فیصلہ کرنے کے لئے مزید فوج کی سخت ضرورت تھی، اُنہوں نے کمک کے لئے مرکز سے درخواست کی، حضرت عمر فاروقؓ نے بلاتاخیر چار ہزار غازیوں کی ایک فوج چار سالاروں کی سرکردگی میں جن کے لیڈر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے داماد اور رسول ﷺ کے عزیز زبیر بن عوام تھے روانہ کی اور سپہ سالار کو یہ مراسلہ بھیجا:۔

چار ہزار کی کمک بھیج رہا ہوں' ہر ہزار پر میں نے ایسے سورما کو سالار مقرر کیا ہے جو خود ہزار مردوں کے مساوی ہے: زبیر بن عوام' مقداد بن عمرو' عبادہ بن صامت اور مسلمہ بن مخلد (خارجہ بن خدافتہ دوسری روایت) اب تمہارے پاس بارہ ہزار کے برابر فوجی قوت ہے اور بارہ ہزار کے ہارنے کی وجہ قلت تعداد نہیں ہوسکتی۔

بارہ ہزار کی تفصیل: چار ہزار حضرت عمرو بن عاصؓ کے ساتھی، چار ہزار کمک اور چار ہزار کے مساوی چاروں سالار' یہ مصری محدث لیث بن سعد کی رائے ہے، چند دوسرے مصری راویوں نے جن میں ابن لہیعہ اور یزید بن حبیب شامل ہیں تصریح کی ہے کہ کمک کی تعداد بارہ ہزار تھی اور سب ملا کر مسلمان پندرہ ہزار سے زیادہ تھے۔

سات ماہ کے طویل محاصرہ کے بعد محرم ۲۰ھ میں بابلیون کا قلعہ فتح ہوا۔ بابلیون کے ماتحت اراضی کے بارے میں اکابر فوج کے درمیان اختلاف پیدا ہوا۔ ایک فریق کی رائے تھی کہ اسے زمینداروں کے پاس چھوڑ دیا جائے اور ان سے جزیہ لگان وصول کیا جائے، دوسرے فریق کا جس کی ترجمانی زبیر بن عوام کر رہے تھے مطالبہ تھا کہ چونکہ قلعہ بزور شمشیر فتح ہوا اس لئے اس کی ماتحت اراضی و املاک فوج میں تقسیم کر کے باشندوں کو غلام بنالینا چاہئے جب باہمی گفتگو سے یہ قضیہ طے نہ ہوسکا تو حضرت عمر فاروقؓ سے رجوع کیا گیا۔ ان کا یہ فرمان آیا:۔

اراضی زمینداروں کے پاس رہنے دو (اور لگان لگاؤ) تاکہ آنے والی نسلیں اس

Marfat.com

کی آمدنی سے جہاد کر سکیں۔

ایک اور روایت کے مطابق اس خط کی دوسری شکل یوں ہے

بسم اللہ الرحمٰن، مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم سب مل کر مسلمانوں کے وظیفے اور غازیوں کی روزی غصب کرنا چاہتے ہو۔ اگر میں مصر کی اراضی تمہارے درمیان بانٹ دوں تو اگلی نسلیں دشمنوں سے جہاد کے لیے کیسے مسلح ہوں گی، اگر میرے کندھوں پر مجاہدوں اور فوج کی سواری کے جانوروں نیز ان کی روزی کا بوجھ نہ ہوتا تو میں مصر کی اراضی تمہارے درمیان بانٹ دیتا۔ لہٰذا اسے اس وقت تک کے لئے وقف کر دو جب تک مسلمان! غازیوں کی آخری جماعت باقی ہے۔ والسلام

(حضرت عمرؓ کے سرکاری خطوط از ڈاکٹر خورشید احمد فاروق صفحہ ۲۵۶)

سات ماہ کے محاصرہ کے بعد جب بابلیوں فتح ہوا اور اس کی خبر حضرت عمر فاروقؓ کو ہوئی تو انہوں نے لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، سلام علیک، میں خدا کا سپاس گزار ہوں اور اس کے نبی ﷺ پر درود بھیجتا ہوں، جب میرا خط موصول ہو تو خدا کے دشمنوں کو جہاں جہاں وہ ہوں ٹھکانے لگا دو اور ان کے ساتھ کوئی رعایت یا نرمی نہ برتو، رعیت کے معاملات سے دلچسپی لو اور جہاں تک ممکن ہو انکے ساتھ انصاف کرو۔ لوگوں کی خطائیں معاف کرو خدا تمہاری بھی معاف کر دے گا، رعایا سے مروجہ قوانین کی پابندی کراؤ اور ان پر لگائے ہوئے ٹیکسوں کا ریکارڈ رجسٹروں میں رکھو، انصاف کے ذریعہ امن و عافیت کو فروغ دو، حکومت و اقتدار آنی جانی ہے، جو چیز باقی رہے گی وہ اچھی شہرت ہے یا ان مٹ بدنامی (فتوح الشام و مصر از واقدی ج ۲ صفحہ ۴۰)

بابلیوں کی عظیم الشان فتح نے باقی مصر کی فتح کے لئے راستہ ہموار کر دیا، یہ مرکزی شہر مصر کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا تھا، مسلمانوں کو پہلی بڑی رکاوٹ کا اسی محاذ پر سامنا کرنا پڑا، کئی ماہ تک ناکام محاصرہ کرنے کے بعد انہوں نے مدینہ سے کمک طلب کی، ان کی

Marfat.com

موجودہ تعداد چار ہزار کے لگ بھگ تھی، مدینہ سے بقول بعض چار ہزار اور بقول بعض بارہ ہزار فوج چار سالاروں کی سرکردگی میں وارد ہوئی، بزنطی فوجوں سے کھلے میدان میں ایک بڑے معرکہ کے بعد جس میں وہ بری طرح ہارے مسلمانوں نے بالیون کا بھرپور محاصرہ شروع کیا گو کچھ عرصہ بعد مسلمانوں نے قلعہ پر بزور شمشیر قبضہ کرلیا، مقوقس اور بزنطی جنرل کافی فوج کے ساتھ قلعہ کے مغربی دروازہ سے جو دریائے نیل میں کھلتا تھا قریب کے قلعہ بند جزیرہ روضہ منتقل ہوگئے اور کشتیوں کا وہ پل توڑ دیا۔ جو قلعہ کو جزیرہ سے ملاتا تھا، پاس ہی ایک دوسرا پل شرقی کنارہ سے غربی کنارہ تک عام لوگوں کے لئے تھا وہ بھی توڑ دیا گیا، مسلمان اب سخت مشکل میں تھے، اول تو دریا کی جنگ کا انہیں تجربہ نہ تھا دوسرے ساری کشتیاں اور کشتی ساز پہلے ہی غائب کردیئے گئے تھے، مزید براں دریا میں باڑھ آئی ہوئی تھی، جزیرہ میں محصور دشمن کو ہرانا ضروری تھا کیونکہ بغیر اسکے نہ تو بالائی مصر پر قبضہ ممکن تھا اور نہ زیریں پر جہاں پایہ بخت اسکندریہ تھا دوسری طرف مقوقس کو شام وفارس میں قیصر و کسریٰ اور مصر میں اپنی ہزیمت کے بعد مسلمانوں سے جنگ وپیکر بے سود نظر آئی اور اس نے صلح کرنا چاہی۔ قبطی اکابر تو صلح کے لئے تیار ہوگئے لیکن بزنطی فوجی لیڈروں نے کہا ہم دب کر صلح نہیں کرسکتے، بڑے بحث ومباحثہ کے بعد طے ہوا۔ کہ مقوقس صرف قبطیوں کی طرف سے صلح کرے اور اگر قیصر اس کی منظوری دے دے تو اس میں بزنطیون کو بھی شامل کرلیا جائے، صلح کے شرائط یہ تھے:

۱۔ مصر کے سارے قبطی جن کی بھاری اکثریت تھی، بچوں، بوڑھوں اور اپاہجوں کو چھوڑ کر دو دینار (دس روپے) سالانہ جزیہ ادا کریں گے اور جہاں جہاں مسلمان فوجیں جائیں گی قبطی انکے لئے سڑکیں اور پل درست کریں گے اور غلہ نیز چارہ کے لئے منڈیاں کھولیں گے اور جو مسلمان مسافر دیہاتوں سے گزریں گے انہوں وہاں کے باشندے تین دن تک مفت کھانا! کھلائیں گے۔

۲۔ مصری باشندوں کے مال ودولت سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔

۳۔ بزنطیوں کو حق ہوگا کہ چاہیں جزیہ دے کر مصر میں رہیں یا ملک چھوڑ دیں۔

مقوقس نے بابلیون میں اپنی شکست اور صلح کی رپورٹ جب بزنطی قیصر ہرقل کو

Marfat.com

قسطنطنیہ بھیجی تو وہ سخت ناراض ہوا اور مقوقس کو ایک پر عتاب خط بھیجا جس میں تھا کہاں بارہ ہزار مسلمان اور کہاں تمہاری لاکھوں کی جمعیت، تف ہے تم پر میں صلح مسترد کرتا ہوں۔ اور حکم دیتا ہوں کہ جب تک دم میں دم ہے لڑتے رہو اور اگر قبطی تمہارا ساتھ نہ دیں تو ملک میں ایک لاکھ بزنطی ہیں ہتھیاروں سے لیس انہیں لے کر نکلو اور ان مٹھی بھر فاقہ مست عربوں کا لقمہ بنالو، بایں ہمہ مقوقس اپنے معاہدہ پر قائم رہا۔

(حضرت عمرؓ کے سرکاری خطوط بحوالہ ابن عبدالحکم صفحہ ۱۷)

حضرت عمرو بن عاصؓ کے نام

یہ خط لطائف الاخبار الاول فیمن تصرف فی مصر من ارباب الدول (قلمی) سے ماخوذ ہے۔ اس کے مولف محمد بن عبدالمعطی اسحاقی لکھتے ہیں کہ جب حضرت عمرو بن عاصؓ نے خلیفہ سے اس بات کی شکایت کی کہ مصر کے کاشتکاروں سے بہت سا لگان وصول نہیں کیا انہوں نے لکھا:

گورنر، تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ جب لگان وصول کرنے کا وقت آئے اور اس کی مقدار وشرح پہلے سے رجسٹروں میں مندرج کر دی گئی ہو تو اس مقدار وشرح میں کوئی ردوبدل نہ کیا جائے، کاشت کاروں کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں ہونی چاہئے ہم دنیا میں ان کے ساتھ بے انصافی کر سکتے ہیں لیکن آخرت میں وہ ہمارا گریبان پکڑیں گے ہر حاکم رعیت کی فلاح و بہبود کا ذمہ دار ہوتا ہے تمہیں معلوم رہے کہ ظلم وہ دروازہ ہے جس میں داخل ہونے والے پر خدا نے لعنت کی ہے، ہمارا تکیہ عدل وانصاف پر ہے اور اسی کو ہم نافذ کرتے ہیں ہماری اس پالیسی پر تم بھی چلو اور ہمارے حکم کی خلاف ورزی نہ کرو، گو میں تم سے دور رہتا ہوں لیکن خدا تمہارے پاس موجود ہے اور تمہارے عمل سے واقف ہے، تمہارا خط موصول ہوا جس میں تم نے لکھا ہے کہ کاشت کاروں پر بہت سا لگان باقی رہ گیا ہے۔ اس کے باوجود ان کی کوئی چیز نیلام نہ کرانا ورنہ وہ تباہ ہو جائیں گے اور ان کی فصلوں کا تخمینہ لگانے کے لئے ایماندار لوگ مقرر کرو اور جب تمہیں معلوم ہو جائے کہ کھیتی پر کوئی آفت نہیں آئی ہے فواسیھم بشئ من المونۃ وجذ الایام تجدزر؟ ظالموں کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ

ان کا ٹھکانا کہاں ہے وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

(حضرت عمرؓ کے سرکاری خطوط صفحہ ۲۸۴)

مصر کے پولیس افسر نے فسطاط میں اپنے مکان کی چھت پر ایک کمرہ بنوایا، پڑوس کے مسلمانوں نے حضرت عمر فاروقؓ سے شکایت کی کہ کھڑکی یا روشن دان سے پولیس افسر یا اس کے متعلقین ان کے گھروں میں جھانکتے ہیں، حضرت عمر فاروقؓ نے گورنر کو لکھا:۔

مجھے معلوم ہوا ہے کہ (پولیس افسر) حضرت خارجہ بن حذافہ نے (چھت پر) ایک کمرہ پڑوسیوں کو جھانکنے کے لئے بنوایا ہے، میرا خط پا کر ان کا کمرہ گروا دینا والسلام،

(ابن عبدالحکم صفحہ ۱۰۴ سیوطی ۱/۸۱)

بیت المقدس (ایلیاء) کا صلح نامہ

یہود و نصاریٰ کے سب سے بڑے متبرک شہر بیت المقدس کا کئی بار محاصرہ ہوا لیکن وہاں کے اکابر نے قیصر کی مدد کے بھروسہ پر ہتھیار نہ ڈالے فتح یرموک اور حکومت شام کے متروکہ علاقہ پر قبضہ کرنے کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ نے بیت المقدس کا از سر نو اور ہر بار سے زیادہ سخت محاصرہ کیا۔ شہر کے باشندے جب متوقع مدد کی طرف سے مایوس ہو چکے تو اس شرط پر جزیہ دینے کو تیار ہو گئے کہ حضرت عمر فاروقؓ خود آ کر جزیہ کی دستاویز پر دستخط ثبت کریں، حضرت ابو عبیدہؓ نے یہ شرط مان لی اور حضرت عمر فاروقؓ کو بلایا، وہ آئے اور یہ صلح نامہ لکھوایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ کے بندے عمر امیر المومنین کی طرف سے اہل ایلیا (بیت المقدس) کی جان، مال، عبادت گاہوں، صلیبوں، شہر کے بیماروں تندرستوں اور ہر مذہب و ملت کے لوگوں کو امان دی جاتی ہے ان کے کنیسوں میں نہ تو سکونت اختیار کی جائے گی، نہ انہیں ڈھایا جائے گا نہ ان کے کسی حصہ یا متعلقہ اراضی پر قبضہ کیا جائے گا نہ ان کی (سونے چاندی کی) صلیبوں یا مال و دولت کا حصہ کم کیا جائے گا انہیں اپنا مذہب بدلنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا اور نہ کسی کو کوئی نقصان پہنچایا جائے گا اور نہ ان کے ساتھ ایلیاء میں کوئی یہودی

Marfat.com

رہے گا، اہل ایلیاء پر لازم ہے کہ اتنا جزیہ دیں جتنا شام کے دوسرے شہر ادا کرتے ہیں، ان پر لازم ہے کہ ایلیاء سے بزنطیوں اور ڈاکوؤں کو نکال دیں جو بزنطی نکلیں گے ان کی جان اور مال بزنطی حکومت کی عملداری میں پہنچنے تک محفوظ رہے گی اور جو بزنطی ٹھہرنا چاہیں انہیں بھی امان ہے بشرطیکہ وہ اہل ایلیاء کے برابر جزیہ دینے کو تیار ہوں (ایلیاء کے باشندوں میں سے) جو اسے گرجے اور صلیبیں چھوڑ کر اور اپنا مال و متاع لے کر بزنطیوں کے ساتھ جانا چاہیں وہ اور ان کے گرجے نیز صلیبیں بزنطی حکومت کی عملداری میں پہنچنے تک محفوظ رہیں گی۔ ایلیاء میں فلاں کے آنے سے پہلے جو کاشتکار موجود تھے ان میں سے جو چاہیں اہل ایلیاء کے برابر جزیہ دے کر وہاں (ایلیاء) رہ سکتے ہیں اور جو چاہیں بزنطیوں کے ساتھ جا سکتے ہیں اور جو چاہیں اپنے اہل و عیال کے پاس دیہاتوں کو لوٹ جائیں۔ ان کاشتکاروں سے اگلی فصل کٹنے تک لگان نہیں لیا جائے گا، اس دستاویز میں جو وعدہ کیا گیا ہے اس کے ضامن خدا رسول خلفاء اور مسلمان ہیں بشرطیکہ اہل ایلیاء مقررہ جزیہ ادا کرتے رہیں۔
(طبری جلد ۴ صفحہ ۱۵۹)

جندی سابور کی فوج کے نام

عرب فوجیں رام ہرمز، ایزج، بستر اور سوس فتح کر کے اہواز کے آخری اہم شہر جندی سابور کا محاصرہ کئے ہوئے تھیں کہ ان کے ایک غلام نے کسی کو اطلاع کئے بغیر ایک تیر میں پروانہ امان باندھ کر شہر پناہ کے اندر پھینکا شہر کے لوگوں کو (سخت پریشانی میں یہ پیغام ملا تو انہوں نے دروازے کھول دیئے اور ان کے چوپائے باہر نکل آئے، مسلمان یہ حال دیکھ کر حیران ہوئے اور اہل شہر سے دروازہ کھولنے کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے کہا کہ تم نے جو پروانہ امان تیر میں باندھ کر پھینکا تھا اسے دیکھ کر ہم نے دروازے کھول دیئے ہیں اور جزیہ دے کر اپنی جان، مال اور مذہب کی امان چاہتے ہیں، مسلمانوں نے کیمپ میں تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ ایک غلام نے یہ اقدام کیا تھا، ان کے فوجی اکابر نے کہا کہ پروانہ امان ہماری

Marfat.com

بغیر اجازت ایک غلام نے پھینکا تھا۔ ہم اس کے پابند نہیں ہیں۔

اعیان شہر: یہ پروانہ امان آپ ہی کی طرف آیا ہے اسے چاہے آپ نے بھیجا ہو یا آپ کے غلام نے اگر آپ اس کا احترام کرنے کو تیار نہیں ہیں تو ہم شہر پناہ کے دروازے بند کئے لیتے ہیں اس باب میں حضرت عمر فاروقؓ سے رجوع کیا گیا تو انہوں نے لکھا:

خدا نے ایفائے عہد کا مرتبہ بہت بلند رکھا ہے تم اس وقت تک باوفا نہیں ہو سکتے جب تک ایفائے عہد کی صحت میں شک کے باوجود ایفائے عہد نہ کرو۔ جندی سابور کے باشندوں کے ساتھ جو وعدہ غلام کے پروانہ میں کیا گیا ہے اسے پورا کرو اور اہل شہر کو امان دے دو۔ (طبری ج۴ صفحہ ۲۳۱)

نہاوند کی فارسی فوجوں کے نام

حضرت نعمانؓ کو حکم تھا کہ لڑنے سے پہلے فارسیوں کو اسلام کی دعوت دیں، اس کے علاوہ حضرت عمر فاروقؓ نے براہ راست بھی یہ مراسلہ بھیجا جسے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے فارسی فوجوں کو پڑھ کر سنایا:۔

ہم تمہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتے ہیں جس کی خدا اور رسول ﷺ نے دعوت دی ہے اگر تم نے ایسا کیا تو تم ہمارے بھائی ہو، تمہیں وہ سارے حقوق ملیں گے۔ جو ہمیں حاصل ہیں۔ اور تم نے ایسا کیا تو ہمارے بھائی ہوتے ہمیں وہ سارے حقوق ملیں گے جو ہمیں حاصل ہیں اور تم پر وہ ساری ذمہ داریاں عائد ہوں گی جو ہم پر عائد ہیں اگر تم مسلمان نہیں ہونا چاہتے تو جزیہ دو اور اگر جزیہ دینے کے لئے بھی تیار نہیں تو ہم تمہارے خلاف خدا سے مدد کے طلب گار ہوں گے۔ (حضرت عمرؓ کے سرکاری خطوط صفحہ ۱۹۹)

اہل رُعاش کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حضرت عمر امیر المومنین کی طرف سے اہل رُعاش کو۔ سلام علیکم میں اس خدا کا سپاسگذار ہوں جس کے سوا کوئی اور عبادت کے لائق نہیں، تم نے مسلمان

Marfat.com

ہونے کا دعویٰ کیا پھر مرتد ہو گئے تم میں سے جو ارتداد سے توبہ کرے اور راہ راست پر آ جائے اسے ارتداد کی سزا نہیں ملے گی اور ہم اس کے ساتھ اچھا سلوک کریں گے، یہ بات یاد رکھو اور تباہی سے بچو، تم میں سے اسلام لانے والوں کو خوش رہنا چاہئے اور جو نجرانی عیسائیت پر اڑا رہے گا وہ ماہ صوم کی آخری تہائی کے بعد اگر نجران میں ٹھہرا تو اسلام کی امان سے محروم کر دیا جائے گا واضح ہو کہ یعلی گورنر یمن نے مجھے لکھا ہے کہ انہوں نے نہ تو کسی کو اسلام لانے پر مجبور کیا اور نہ کسی کو مارا پیٹا ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اس پر دباؤ ڈالا ہو اور دھمکایا ہو جس کی انہیں اجازت نہیں دی گئی تھی میں نے یعلی کو حکم دیا ہے کہ تم سے پیداوار کا آدھا لگان لیں جب تک تمہارا طرز عمل ٹھیک ہے میں تمہیں ہرگز نہیں نکالوں گا۔

(حضرت عمرؓ کے سرکاری خطوط صفحہ ۱۳۶)

حضرت عمر بن خطابؓ کی وصیت اپنے جانشین کے نام

میں اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو مہاجرین اولین کے بارے میں...... کرتا ہوں کہ وہ ان کا حق پہچانے اور ان کی عزت و احترام کا خیال کرے اور جو انصار دار ہجرت اور دار ایمان یعنی مدینہ منورہ میں مہاجرین سے پہلے رہے تھے ان کے بارے میں بھی اسے وصیت کرتا ہوں کہ وہ ان کے نیک آدمیوں سے قبول کرتا رہے اور ان کے بروں کو معاف کرتا رہے اور میں اسے شہریوں کے بارے میں بھی بھلائی کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ لوگ اسلام کے مددگار لوگوں سے فرض زکوٰۃ و صدقات کا مال جمع کرنے والے اور امیر کو لا کر دینے والے اور دشمن کے خط غصہ کا سبب بننے والے ہیں ایسے شہریوں سے صرف ضرورت سے زائد مال ان کی رضامندی سے لیا جائے اور میں اسے دیہاتیوں کے بارے میں بھی بھلائی کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ لوگ عرب کی اصل اور اسلام کی جڑ ہیں وہ خلیفہ ایسے دیہاتیوں کے جانوروں میں صرف کم عمر کے جانور لے اور ان سے لے کر ان کے فقیروں میں تقسیم کرے دے اور اللہ اور اس کے رسول علیہ السلام کی طرف سے ان دیہاتیوں کے لئے جو عہد اور ذمہ داری خلیفہ پر عائد ہوتی ہے وہ اسے پوری طرح سے ادا کرے اور ان دیہاتیوں کے بعد والے علاقہ میں جو دشمن اور کافر رہتے ہیں ان سے یہ خلیفہ جنگ کرے اور ان

Marfat.com

دیہاتیوں کی طاقت سے زیادہ کا ان کو مکلّف نہ بنائے

حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے بعد جو اس امر خلافت کا والی بنے اسے یہ معلوم ہونا چاہئے کہ میرے بعد بہت سے دور اور نزدیک کے لوگ اس سے خلافت لینا چاہیں گے میرے بعد والے زمانہ میں لوگوں میں امارت کی طلب پیدا ہو جائے گی میرے زمانہ میں لوگوں میں یہ امارت کی طلب بالکل نہیں ہے اس لئے میں تو لوگوں سے اس بات پر بہت جھگڑتا ہوں کہ وہ کسی اور کو خلیفہ بنا کر مجھے اس سے نجات دے دیں اور میں صرف اس وجہ سے خلیفہ بنا ہوں کہ مجھے اپنے سے زیادہ مضبوطی اور قوت سے امر خلافت کو سنبھالنے والا کوئی نظر نہیں آتا اگر میرے علم میں کوئی آدمی ایسا ہوا اس امر خلافت کو مجھ سے زیادہ مضبوطی اور قوت سے سنبھال سکے تو میں ایک لمحہ کے لئے خلیفہ نہ بنوں بلکہ اسے ہی بنا دوں کیونکہ ایسے آدمی کی موجودگی میں خلیفہ بننے سے مجھے زیادہ محبوب یہ ہے کہ آگے کر کے میری گردن اُڑا دی جائے۔

حضرت عمر بن خطابؓ کی حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ کو وصیت

حضرت صالح بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں خلیفہ بننے کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت ابو عبیدہؓ کو لکھا جس میں انہوں نے حضرت ابو عبیدہ کو حضرت خالدؓ کے لشکر کا امیر بنایا اس میں یہ مضمون تھا۔

"میں تمہیں اس اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جو کہ باقی رہے گا اور اس کے علاوہ باقی تمام چیزیں فنا ہو جائیں گی اور اسی نے ہمیں گمراہی سے نکال کر ہدایت دی اور وہی اندھیروں سے نکال کر ہمیں نور کی طرف لے آیا میں نے تمہیں خالد بن ولید کے لشکر کا امیر بنا دیا ہے چنانچہ مسلمانوں کے جو کام تمہارے ذمہ ہیں ان کو تم پورا کرو اور مال غنیمت کی اُمید میں مسلمانوں کو ہلاکت کی جگہ نہ لے جاؤ کسی جگہ پڑاؤ کرنے سے پہلے آدمی بھیج کر مسلمانوں کے لئے مناسب جگہ تلاش کر لو اور یہ بھی معلوم کر لو کہ اس جگہ پہنچنے کا راستہ کیسا ہے؟ اور جب بھی کوئی جماعت بھیجو تو بھرپور جماعت بنا کر بھیجو تھوڑے آدمی نہ بھیجو اور مسلمانوں کو ہلاکت میں ڈالنے سے بچو اللہ تعالیٰ تمہیں میرے ذریعہ اور مجھے تمہارے ذریعہ

Marfat.com

سے آزمار ہے ہیں اپنی آنکھیں دنیا سے بند رکھو اور اپنا دل اس سے ہٹالو۔ اس کا خیال رکھو کہ کہیں دنیا کی محبت تمہیں ہلاک نہ کر دے جیسے کہ تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر چکی ہے اور تم ان لوگوں کی ہلاکت کی جگہیں دیکھ چکے ہو۔"

حضرت عمر بن خطابؓ کی حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو وصیت

حضرت محمد اور حضرت طلحہ رحمۃ اللہ علیہما کہتے ہیں حضرت عمرؓ نے پیغام بھیج کر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ جب وہ آ گئے تو حضرت عمرؓ نے ان کو عراق کی لڑائی کا امیر بنایا اور یہ وصیت فرمائی:

"اے سعد! اے قبیلہ بنو وہیب کے سعد! تم اللہ سے اس بات سے دھوکہ میں نہ پڑ جانا کہ لوگ تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ماموں اور صحابہ کہتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں مٹاتے بلکہ برائی کو اچھائی سے مٹاتے ہیں اللہ کی اطاعت کے علاوہ اللہ کا کسی سے کوئی رشتہ نہیں ہے۔ اللہ کے ہاں بڑے خاندان کے لوگ اور چھوٹے خاندان کے لوگ سب برابر ہیں اللہ ان سب کے رب ہیں اور وہ سب اس کے بندے ہیں جو عافیت میں ایک دوسرے سے آگے بڑھتے نظر آتے ہیں لیکن یہ بندے اللہ کے انعامات اطاعت سے ہی حاصل کر سکتے ہیں تو نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بعثت سے لے کر ہم سے جدا ہونے تک جس کام کو کرتے ہوئے دیکھا ہے اس کام کو غور سے دیکھنا اور اس کی پابندی کرنا کیونکہ یہی اصل کام ہے یہ میری تمہیں خاص نصیحت ہے اگر تم نے اسے چھوڑ دیا اور اس کی طرف توجہ نہ دی تو تمہارے عمل ضائع ہو جائیں گے اور تم خسارے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔"

"میں نے تمہیں عراق کی لڑائی کا امیر بنایا ہے لہٰذا تم میری وصیت یاد رکھو تم ایسے کام کے لئے آگے جا رہے ہو جو سخت دشوار بھی ہے اور طبیعت کے خلاف بھی ہے حق پر چل کر ہی تم اس سے خلاصی پا سکتے ہو۔ اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو بھلائی کا عادی بناؤ اور بھلائی کے ذریعہ ہی مدد طلب کرو تمہیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ ہر اچھی عادت حاصل کرنے کے لئے کوئی چیز ذریعہ بنا کرتی ہے بھلائی حاصل کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ صبر ہے۔ ہر

Marfat.com

مصیبت اور ہر مشکل میں ضرور صبر کرنا اس طرح تمہیں اللہ کا خوف حاسل ہوگا اور تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ کا خوف دو باتوں سے حاصل ہوتا ہے ایک اللہ کی اطاعت سے دوسرے اس کی نافرمانی سے بچنے سے جس کو دنیا سے نفرت ہو اور آخرت سے محبت ہو وہی آدمی اللہ کی اطاعت کرتا ہے اور جسے دنیا سے محبت اور آخرت سے نفرت ہو وہی اللہ کی نافرمانی کرتا ہے اور دلوں میں اللہ تعالیٰ کچھ حقیقتیں پیدا کرتے ہیں ان میں سے بعض چھپی ہوئی ہوتی ہیں اور دلوں میں اللہ تعالیٰ کچھ حقیقتیں یہ ہے کہ حق بات کے بارے میں اس کی تعریف کرنے والا اور اسے بُرا کہنے والا دونوں اس کے نزدیک برابر ہوں کہ حق بات پر چلنے سے مقصود اللہ کا راضی ہونا ہے لوگ چاہے بُرا کہیں یا تعریف کریں اس سے کوئی اثر نہ لے) اور چھپی ہوئی حقیقتیں دو نشانیوں سے پہچانی جاتی ہیں ایک یہ ہے کہ حکمت و معرفت کی باتیں اس کے دل سے اس کی زبان پر جاری ہونے لگیں۔ دوسری یہ ہے کہ لوگ اس سے محبت کرنے لگیں لہٰذا لوگوں کے محبوب بننے سے بے رغبتی اختیار نہ کرو (بلکہ اسے اپنے لئے اچھی چیز سمجھو) کیونکہ انبیاء علیہم السلام نے لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت ڈال دیتے ہیں اور جب کسی بندے سے نفرت کرتے ہیں تو لوگوں کے دلوں میں اس کی نفرت پیدا فرما دیتے ہیں لہٰذا جو لوگ تمہارے ساتھ دن رات بیٹھتے ہیں ان کے دلوں میں تمہارے بارے میں محبت یا نفرت کا جو جذبہ ہے تم اللہ کے ہاں بھی اپنے لئے وہی سمجھ لو (تاریخ طبری ج ۳ صفحہ ۹۲)

حضرت سعید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بیت المال کے خزانچی حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ کو فرمایا، ہر مہینہ ایک مرتبہ بیت المال کا سارا مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیا کرو اس کے کچھ عرصہ بعد فرمایا نہیں ہر ہفتہ کا سارا مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیا کرو۔ اس کے کچھ عرصہ بعد فرمایا روزانہ بیت المال کا سارا مال تقسیم کر دیا کرو اس پر ایک آدمی نے کہا اے امیر المومنین! اگر آپ بیت المال کے کچھ مال رہنے دیں تو اچھا ہے مسلمانوں کو اچانک کوئی ضرورت پیش آجاتی ہے اس میں کام آجائے گا یا بیرون والے کسی وقت مدد مانگ لیتے ہیں تو ان کو دیا جا سکتا ہے حضرت عمرؓ نے اس سے فرمایا تمہاری زبان پر یہ شیطان بول رہا ہے اور اس کا جواب اللہ مجھے سکھلایا ہے اور اس کے خطر سے مجھے بچا رہا ہے اور وہ یہ ہے کہ میں نے ان تمام ضرورتوں کے لئے وہی سب کچھ تیار کیا

Marfat.com

ہوا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیار کیا ہوا تھا اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت (ہر مصیبت کا علاج اور ہر ضرورت کا انتظام اللہ و رسول ﷺ کی ماننا ہے) بیہقی ج ۱ صفحہ ۳۵۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت عمرؓ کے پاس عراق سے مال آیا۔ حضرت عمرؓ سے تقسیم فرمانے لگے۔ ایک آدمی نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر المومنین! ہوسکتا ہے کہ کسی بھی دشمن حملہ آور ہو جائے یا مسلمانوں پر اچانک کوئی مصیبت آپڑے تو ان ضرورتوں کے لئے اگر آپ اس مال میں سے کچھ بچا کر رکھ لیں تو اچھا ہے یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا تمہیں کیا ہو گیا اللہ تمہیں مارے! یہ بات تمہاری زبان سے شیطان نے کہلوائی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب مجھے بتایا ہے اللہ کی قسم! کل کو پیش آنے والی ضرورت کے لئے میں آج اللہ کی نافرمانی نہیں کر سکتا نہیں میں مال جمع کر کے نہیں رکھ سکتا بلکہ میں تو مسلمانوں کی ضرورتوں کے لئے وہ کچھ تیار رے رکھوں گا جو حضور اکرم ﷺ نے تیار کیا تھا اور وہ ہے اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت اور تقویٰ اور تقویٰ مال جمع کرنا نہیں ہے بلکہ مال دوسروں پر خرچ کرنا ہے۔

حضرت سلمہ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر المومنین مسلمانوں پر کوئی ناگہانی مصیبت آجاتی ہے یا اچانک کوئی ضرورت پیش آجاتی ہے اس لئے اس مال میں سے کچھ بچا کر آپ بیت المال میں رکھ لیں تو بہت اچھا ہو گا حضرت نے فرمایا تم نے ایسی بات کہی ہے جو شیطان ہی سامنے لا سکتا ہے۔ اللہ نے مجھے اس کا...... ہے اور اس کے فتنہ سے بچا لیا ہے آئندہ سال کی ضروریات کے ڈر سے اس میں سال اللہ کی نافرمانی کروں میں نے مسلمانوں کی ضروریات کے لئے اللہ کا تقویٰ چھوڑا ہوا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا و یرزقہ من حیث لا یحتسب

(سورۃ طلاق آیت ۲، ۳)

ترجمہ: اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے مضرتوں سے نجات نکال دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا

''البتہ شیطان کی یہ بات میرے بعد والوں کے لئے فتنہ بن جائے گی (حیاۃ الصحابہ ج ۲ صفحہ ۲۹۴ ابن عساکر کنزالعمال)

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا:

''امابعد! میں یہ چاہتا ہوں کہ سال میں ایک دن ایسا بھی ہو کہ بیت المال میں ایک درہم بھی باقی نہ رہے اور اس میں سارا سال مال نکال کر تقسیم کر دیا جائے تاکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے یہ بات کھل کر آجائے کہ میں نے ہر حق دار کو اس کا حق دے دیا ہے۔''
(طبقات ابن سعد ج ۳ صفحہ ۲۱۸)

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت حذیفہ کو یہ لکھا کہ لوگوں کو ان کے عطایا اور ان کے مقررہ وظیفے سب دے دو، حضرت حذیفہؓ نے جواب میں لکھا ہم سب کچھ دے چکے ہیں لیکن پھر بھی بہت سا مال بچا ہوا ہے حضرت عمرؓ نے انہیں جواب میں لکھا یہ مال غنیمت مسلمانوں کا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ عمر یا اس کی آل اولاد کا نہیں ہے اس لئے اسے بھی مسلمانوں میں ہی تقسیم کر دو۔

(حیات الصحابہ بحوالہ طبقات ابن سعد)

خلفاء راشدین کا نظام تعلیم و تربیت

کسی مملکت کی ترقی اور اور تمدن کا اندازہ اس کی تعلیمی حالت سے لگایا جاسکتا ہے ۔معاشی خوشحالی کے بعد رعایا کو زیور علم سے آراستہ کرنا' اپنے مذہب و ثقافت سے شناسا کرنا رہن سہن کے اقدار کی تعلیم دینا' اپنے ماضی و حال سے نئی نسل کو باخبر رکھنا اور مستقبل کے وقائع سے خبردار کرنا' یہ سب حکومت اور اہل اقتدار کی ذمہ داری ہوتی ہے' تعلیمی اصلاحات میں خاص طور پر اس بات کا لحاظ کرنا ضروری ہوتا ہے کہ جس مذہب اور دین پر ملک قائم ہے جن شعائر کی پاسداری انکے قانون کا حصہ ہے' جس نظام کو آئینی حیثیت حاصل ہے' اس دین اور مذہب کو تعلیم میں اساسی مرتبہ ملنا ضروری ہے' ورنہ مملکت کا مذہب اگر اسلام ہو اس کا نظام تعلیم سارے کا سارا انگریزی یا کسی دوسرے مذہب کا آئینہ دار ہو تو اپنی قوم سے اور نئی نسل کے تازہ شگوفوں کے ساتھ اس سے بڑا فریب کوئی نہیں ہوسکتا' ایسی صورت حال میں

یہی حالت پیدا ہوگی' آج ہم جسکا شکار ہیں' کہ اسلام کے نام پر ملک قائم کیا ہے' تعلیمی نظام پر استوار رہا۔ ۶۸ سال گزر جانے کے بعد بھی ہم اپنے مذہب اور دین کو مملکت کے شعبوں میں رائج نہ کر سکے۔ ظاہر ہے جو تعلیم ہماری نسل کو پڑھائی جاتی ہے جس طرز کا درس ہم نے اپنے نونہال کو دیا ہے جب یہ نسل اقتدار کی مسند پر براجمان ہوگی تو اس سے اسلامی نظام کے عملاً نفاذ کا مطالبہ کرنا ایسا ہی ہے جیسے گندم کی بوائی کر کے چنے کاٹنے کی اُمید رکھیں۔

کسی ملک کے نظام کو کامیاب بنانے کے لئے ضروری ہے کہ اس کا نظام تعلیم اس کے دین اور مذہب سے ہم تنگ ہو' آج پورا عالم اسلام اسی المیے سے دوچار ہے' خلافت راشدہ کے دور میں ایسا نہیں ہوا کہ اسلام مذہب قرار پایا اور اس کے نظام تعلیم کے لئے قیصر وکسریٰ کی سلطنتوں سے ریزہ چینی کی گئی ہو۔

آنحضرت ﷺ اور آپکے خلفاء کے دور میں جو اسلام کا نظام تعلیم رائج کیا گیا اس کی بنیاد یہ تھی کہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو قرآن وحدیث کی تعلیم دی جائے۔ دینی تہذیب اور اسلامی کلچر کا درس دیا جائے' ان کو بچپن سے ہی اسلام کے آفاقی نظام اور اعلیٰ نصب العین سے پوری طرح واقف کرایا جائے۔

آنحضرت ﷺ کے دور کا پہلا مدرسہ اور سکول

عہد نبوی میں دینی تعلیم کا پہلا مدرسہ مسجد نبوی میں قائم کیا گیا' جس کو احادیث کی اصطلاح میں صفہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس مدرسہ میں ابتدائی طالب علم اسی (۸۰) کے قریب تھے۔ آنحضرت ﷺ نے کئی مواقع پر لوگوں کے لکھنے' پڑھنے اور دینی آداب سکھانے کا اہتمام فرمایا۔ متعدد قیدیوں کا جزیہ مقرر کیا گیا کہ وہ مدینہ کے دس بچوں کو لکھنا اور پڑھنا سکھا دیں۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ کو لکھنا سکھایا تھا۔ ایک روایت کے مطابق آنحضرت ﷺ نے حضرت سعید بن العاص کو اس بات پر مامور کیا تھا کہ وہ مدینہ کے لوگوں کو لکھنا پڑھنا سکھایا کریں۔

دیہات کے لوگوں کی تعلیم

متعدد روایات کے مطابق آنحضرت ﷺ دیہات کے علاقوں میں عوام کو اسلامی

Marfat.com

تعلیم دینے کے لئے مدینہ سے صحابہ کو روانہ کیا کرتے تھے۔ بئر معونہ کا مشہور واقعہ اس پر شاہد ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے بھی دیہات کے مسلمانوں کو اسلامی تہذیب زندگی کی تعلیم کے لئے تنخواہ دار معلم مقرر کئے تھے۔ آپ نے مستحق طلباء کے لئے وظائف بھی مقرر کئے تھے۔

عہد فاروقی میں تعلیم کا خصوصی انتظام

حضرت عمرؓ کے دور میں اسلامی تعلیم کے لئے باقاعدہ معلم مقرر کئے گئے' دینی مدارس کے خصوصی شعبے قائم کئے گئے' پوری مملکت کے ہر صوبے' ہر ضلعے اور ہر شہر میں بچوں کی تعلیم و تربیت کے مراکز' کا اہتمام کیا گیا۔ بن عطا کی روایت ہے:

قال ثلاثة كانوا بالمدينة يعلمون الصبيان و كان عمر بن الخطاب يرزق كل واحد منهم خمسة عشر درهما كل شهر "

(کنزل العمال ج ۲ بحوالہ مسند ابی شیبہ)

(وضیف بن عطاء) نے کہا کہ انہوں نے دیکھا کہ مدینہ منورہ میں تین آدمیوں کو حضرت عمرؓ نے بچوں کی تعلیم کیلئے مقرر کیا تھا اور حضرت عمرؓ ان کو ہر ماہ فی کس ۱۵ درہم تنخواہ دیا کرتے تھے۔

گورنروں کو تعلیم کے فروغ کا حکم

کنز العمال ہی کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر فاروق نے گورنروں کو لکھا:

"اپنے اپنے علاقوں سے ان لوگوں کی ایک فہرست فوراً دفتر خلافت روانہ کی جائے جن کو قرآن کریم حفظ ہے' تا کہ ان کو بڑے بڑے تعلیمی مدارس کے لئے مختلف علاقوں میں مامور کیا جائے" (ایضاً ج ۱ صفحہ ۲۱۷)

دوسری قوموں کی زبانیں سیکھنے کا حکم

اسلام میں اقوام عالم کی تاریخی معلومات کا حصول اور دوسری قوموں کی زبانیں

Marfat.com

سیکھنے کا نہ صرف یہ کہ جواز ہے بلکہ اس حوصلہ افزائی کی گئی ہے' اسلام کا تقاضا صرف یہ ہے کہ کسی کی زبان سیکھنا ایک فن کا درجہ رکھتا ہے' اسے کسی لحاظ سے بھی ناجائز قرار نہیں دیا جا سکتا' ہمارے ساتھ یہ سانحہ ہوا کہ ہم انگریزی سیکھتے سیکھتے انگریز ہی ہو گئے' ہمارا تمدن بدل گیا' معاشرتی اقدار مختلف ہو گئیں' کیا یہ المیہ نہیں ہے کہ آج ساٹھ برس گزر جانے کے باوجود ہم پر انگریزی زبان کا بھوت سوار ہے اور ہم اردو زبان کو سرکاری حیثیت دینے کے باوجود اپنے دفاتر سے اس کو نہ نکال سکے۔ یہ ہے وہ رکاوٹ جو ہمیں اغیار کی طرف جانے سے روکتی ہے کہ نا معلوم کس وقت تک ہم دوسروں کی طرف جاتے جاتے اپنا آپ بھول جائیں گے' ورنہ اسلام نہ دوسروں کی زبانیں سیکھنے سے روکتا ہے اور نہ جدید معلومات کے حصول سے منع کرتا ہے' نہ مختلف فنون میں مہارت حاصل کرنے میں رکاوٹ ہے۔

آنحضرت ﷺ نے حضرت زید بن ثابتؓ کو یہود کی زبان (سریانی) سیکھنے کا حکم دیا جاتا کہ اس کے ذریعے مختلف مواقع پر ان سے معاہدات وغیرہ کے سلسلے میں گفتگو ہو سکے۔

علم وفنون کی ترقی:

خلفائے راشدین کے مقدس دور تک تعلیم کا مفہوم ومقصد صرف مذہبی تعلیم تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس کی بڑی اشاعت کی۔ مذہب اسلام کی بنیاد قرآن کی تعلیم پر ہے اس لئے اس کی حفاظت اور تعلیم واشاعت کا بڑا اہتمام کیا گیا۔ آپ نے تمام مفتوحہ ممالک میں قرآن کی تعلیم کے مکتب قائم کئے اور انکے لئے تنخواہ دار معلم متعین کئے ان مکتبوں میں کتابت کی تعلیم کا بھی اہتمام تھا۔

حضرت عمرؓ نے حفاظ قرآن صحابہ کو مختلف مقامات پر قرآن کا درس دینے کے لئے بھیجا۔ چنانچہ حضرت عبادہ بن صامتؓ معاذ بن جبلؓ ابودرداشام بھیجے گئے۔ انہوں نے حمص' فلسطین اور شام میں درس جاری کئے۔ بدوؤں کے لئے قرآن کی تعلیم کو لازمی قرار دیا۔ آپ نے ایک معلم ابوسفیان کو چند آدمیوں کی جمعیت میں اس کام پر مامور کیا کہ وہ قبائل میں پھر کر ہر شخص کا امتحان لیں اور جس شخص کو قرآن کو کوئی حصہ یاد نہ ہوا سے سزا دیں۔

حضرت عمر فاروق نے اپنے دور خلافت میں سورہ بقرا اور نساء' مائدہ' حج اور نور کا جن میں احکام ہیں یاد کرنا ضروری قرار دیا۔ علاوہ ازیں آپ نے قرآن پاک کے صحیح

Marfat.com

پڑھنے اور اعراب کی تصحیح کے لئے ادب عربیت کی تعلیم کی تاکید کی۔ نیز لغت نہ جاننے والے لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم دینے کی ممانعت کردی۔ آپ نے قرآن کی تعلیم کی ترقی اور ترویج کے لئے طلباء کے وظائف مقرر کئے۔ اور ہر قسم کے فن جاننے والوں کے ناموں کا اعلان کردیا ۔ تاکہ تمام لوگ ایسے لوگوں سے استفادہ کرسکیں۔ مملکت اسلامیہ میں نہ صرف ہزاروں حفاظ کرام پیدا ہوگئے بلکہ دیگر علوم وفنون کو بھی ترقی ہوئی۔

حضرت عمرؓ نے حکومت کی تنظیم اور مذہبی خدمات کے علاوہ رفاہ عامہ کے بہت سے کام بھی انجام دیے ہیں آپ کے عہد میں متعدد کئی شہر آباد ہوئے جن میں کوفہ اور بصرہ قابل ذکر ہیں۔ آپ نے بڑے بڑے شہروں میں مسافروں کی سہولت کے لیے مسافر خانے تعمیر کرائے۔ ذرائع آمدورفت کو بہتر بنانے کی غرض سے سڑکوں اور پلوں کی تعمیر کا بھی خاص اہتمام کیا۔

مکہ اور مدینہ اسلام کے مرکز تھے لیکن ان کے راستے نہایت خراب اور ویران تھے حضرت عمر فاروق نے ۱۷ ہجری میں مکہ سے مدینہ تک ہر منزل پر چوکیاں، سرائیں اور حوض تعمیر کروائے ۔ علاوہ ازیں آپؓ نے بڑے بڑے شہروں میں رہائشی مکانات کے علاوہ مساجد، ایوان ہائے حکومت بیت المال، مہمان خانے اور جیل خانے تعمیر کروائے ۔ مزید برآں تحفظ امن کے خاطر متعدد چھاؤنیاں قلعے اور فوجی چوکیاں قائم کروائیں۔

بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ آپؓ نے پرانے رومی اور یونانی سکوں کی اصلاح کی اور ایک نیا درہم جاری کیا لیکن خلیفہ عبدالملک کے زمانے تک رومی اور یونانی سکے ہی اسلامی خلافت میں رائج رہے آپ نے غلامی کے رواج کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ آپ نے ایک قانون نافذ کیا۔ کوئی عربی نسل مرد یا عورت غلام نہیں بنایا جاسکتا۔ نیز اگر لونڈی سے اولاد ہوجائے تو وہ لونڈی آزاد تصور کی جائے گی۔

آپؓ نے اپنے دور خلافت میں بکثرت مساجد تعمیر کروائیں۔ شام کے عمال کو حکم بھیجا کہ ہر شہر میں ایک مسجد تعمیر کی جائے۔ کوفہ میں ہر ہر قبیلہ کی مسجد الگ الگ تعمیر کروائی ۔ روضۃ الاحباب کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ نے چار ہزار مساجد تعمیر کروائی اور ان میں تنخواہ دار امام اور مؤذن مقرر کیے۔

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی انسان دوست تعلیمات کے تیسرے امین

سیدنا حضرت عثمان غنیؓ

جن کی انسانوں پر شفقت اور عفو و درگذر ہی ان کی مظلومانہ موت کا سبب بن گئے۔

بیر رومہ کی خریداری

مدینہ آنے کے بعد مہاجرین کو پانی کی سخت تکلیف تھی تمام شہر میں صرف بیر رومہ ایک کنواں تھا جس کا پانی پینے کے لائق تھا، لیکن اس کا مالک ایک یہودی تھا اور اُس نے اس کو ذریعہ معاش بنا رکھا تھا، حضرت عثمانؓ نے اس عام مصیبت کو دفع کرنے کے لئے اس کنوئیں کو خرید کر وقف کر دینا چاہا، سعی بلیغ کے بعد یہودی صرف نصف حق فروخت کرنے پر راضی ہوا۔ حضرت عثمانؓ نے بارہ ہزار درہم میں نصف کنواں خرید لیا اور شرط یہ قرار پائی کہ ایک دن حضرت عثمانؓ کی باری ہوگی اور دوسرے دن اس یہودی کے لئے یہ کنواں مخصوص رہے گا۔

جس روز حضرت عثمانؓ کی باری ہوتی تھی اس روز مسلمان اس قدر پانی بھر کر رکھ لیتے تھے کہ دو دن تک کے لئے کافی ہوتا تھا یہودی نے دیکھا کہ اب اس سے کچھ نفع نہیں ہو سکتا تو وہ بقیہ نصف بھی فروخت کرنے پر راضی ہو گیا حضرت عثمانؓ نے آٹھ ہزار درہم میں اس کو خرید کر عام مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا اس طرح اسلام میں حضرت عثمانؓ کے فیض کرم کا یہ پہلا ترشح تھا، جس نے توحید کے تشنہ لبوں کو سیراب کیا۔

یہ مسلمہ تاریخی واقعہ ہے جس سے کسی کو انکار نہیں کہ حضرت عثمانؓ صحابہ کرامؓ میں سب سے زیادہ دولت مند اور متمول تھے، ان کی دولت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ہزار ہا

روپے بیرومہ کی خریداری پر صرف کئے، ایک بیش قرار رقم سے مسجد نبوی ﷺ کی توسیع کی اور لاکھوں روپے سے ''جیش عسرت'' کو آراستہ کیا۔ اب سوال یہ ہے کہ راہ خدا میں جس کے جو دوسخا کا یہ حال ہو وہ اپنی دولت سے ذوالقربیٰ کے ساتھ کچھ صلہ رحم نہیں کر سکتا تھا؟ اس کے متعلق ایک موقع پر خود حضرت عثمانؓ نے یہ تقریر فرمائی تھی جس سے اس الزام کی حقیقت پورے طور سے واضح ہو جاتی ہے۔

قالو انی احب اهل بیتی واعطیهم فاما حبی فانه لمیمل معهم علی جور هل احمل الحقوق علیهم و اها عطائوهم فانی ما اعطیهم من جمالی ولا استعل احوال المسلمین نفسی ولا لاحدمن الناس ولا کنت اعطی العطیة الکبیرة المرغیة من صلب مالی فی ازمان رسول الله وابی بکر و عمر رضی الله عنهما وانا یومز شعیح حریص افحین اتیت علی اسنان اهل بیت و فنی عمری و دعت الذی لی فی اهل قال الملحدون ما قالو وانی والله ما حملت علی مصر من الامصار فضلا میجوز ذالک لمن قاله ولقد ردوته علیهم وما قد مر علی الا الاخماس ولا یحل لی منها شئی، فولی المسلمون وصنعها فی اهلمها دونی ولا یتلفت من مال الله بقلس مما فوقه و ما ابتلغ منه ما اکل الا من مالی.

''لوگ کہتے ہیں کہ مدینہ میں اپنے خاندان والوں سے محبت رکھتا ہوں اور انکے ساتھ فیاضی کرتا ہوں لیکن میری محبت نے مجھے ظلم کی طرف مائل نہیں کیا ہے بلکہ میں صرف ان کے واجبی حقوق ادا کرتا ہوں اسی طرح فیاضی بھی اپنے ہی مال تک محدود ہے مسلمانوں کا مال نہ میں اپنے لئے حلال سمجھتا ہوں اور نہ کسی دوسرے کے لئے میں رسول اللہ ﷺ اور ابوبکرؓ و عمرؓ کے عہد میں بھی اپنے مال سے گراں قدر عطیے دیا کرتا تھا حالانکہ میں اس زمانہ میں بخیل وحریص تھا اوراب جبکہ میں اپنی خاندانی عمر کو پہنچ چکا ہوں زندگی ختم ہو چکی ہے اور اپنا تمام

سرمایہ اپنے اہل وعیال کے سپرد کر دیا ہے تو ملحدین ایسی باتیں مشہور کرتے ہیں خدا کی قسم! میں نے کسی شہر پر خراج کا کوئی بار ایسا نہیں ڈالا ہے کہ اس قسم کا الزام دینا جائز ہو اور جو کچھ وصول ہوا وہ ان ہی لوگوں کے رفاہ و بہبود پر صرف ہو میرے پاس صرف خمس آتا ہے اور اس میں سے بھی میرے لئے کچھ لینا جائز نہیں مسلمانوں نے اس کو میرے مشورہ کے بغیر مستحقین میں صرف کیا، خدا کے مال میں ایک پیسہ کا تصرف نہیں کیا جاتا میں اس سے کچھ نہیں لیتا ہوں ، یہاں تک کہ کھاتا بھی ہوں تو اپنے ہی مال سے"

حضرت عتبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیعت کرنے کے بعد لوگوں میں بیان کیا جس میں ارشاد فرمایا اما بعد! مجھ پر خلافت کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے جسے میں نے قبول کر لیا ہے غور سے سنو! میں (حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے) پیچھے چلوں گا اور اپنے پاس سے گھڑ کر نئی باتیں نہیں لاؤں گا توجہ سے سنو! اللہ کی کتاب اور اس کے نبی ﷺ کی سنت کے بعد میرے اُوپر تمہارے تین حق ہیں پہلا حق یہ ہے کہ جس چیز میں آپ لوگ متفق ہیں اور اس کا ایک راستہ مقرر کر لیا ہے اس میں میں اپنے سے پہلوں کے طریقہ پر چلوں اور دوسرا حق یہ ہے کہ جس چیز میں آپ سب لوگوں نے مل کر کوئی راستہ مقرر نہیں کیا ہے اُس میں میں خیر والوں کے راستے پر چلوں اور تیسرا حق یہ ہے کہ میں آپ لوگوں سے اپنے ہاتھ روکے رکھوں آپ لوگوں کو کسی قسم کی سزا نہ دوں،۔ ہاں آپ لوگ ہی خود کوئی ایسا کام کر بیٹھیں جس پر سزا دینا میرے ذمہ واجب ہو تو یہ الگ بات ہے، غور سے سنو دنیا سر سبز و شاداب ہے اور تمام لوگوں کے دلوں میں اس کی رغبت رکھی ہوئی ہے اور بہت لوگ اس کی طرف مائل ہو چکے ہیں لہٰذا تم دنیا کی طرف مت جھکو اور اس پر بھروسہ نہ کرو یہ بھروسے کے قابل نہیں اور یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ یہ دُنیا صرف اُسے چھوڑتی ہے جو اسے چھوڑ دے۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عثمانؓ بن عفان رضی اللہ عنہ

Marfat.com

نے بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا اے ابن آدم یہ بات جان لو کہ موت کا فرشتہ تمہارے لئے مقرر کیا گیا ہے جب سے تم دنیا میں آئے ہو وہ تمہیں چھوڑ کر دوسروں کے پاس جا رہا تھا لیکن اب اس نے دوسروں کو چھوڑ کر تمہارے پاس آنے کا ارادہ کر لیا ہے اس لئے اپنے بچاؤ کا سامان لے لو اور موت کی تیاری کر لو اور غفلت سے کام نہ لو کیونکہ موت کا فرشتہ تم سے بالکل غافل نہیں ہے اور اے ابن آدم! جان لو کہ اگر تم اپنے بارے میں غفلت میں پڑ گئے اور تم نے موت کی تیاری نہ کی تو تمہارے علاوہ کوئی اور تیاری نہں کرے گا اور اللہ سے ملاقات ضرور ہونی ہے اس لئے اپنے لئے نیک اعمال لے لو اور یہ کام دوسروں پر نہ چھوڑو، فقط والسلام!

حضرت عثمان غنی کی نرم خوئی اور اقرباء نوازی

حضرت عثمان غنی فطرتاً نرم خو تھے اور اپنی فطری نرمی کی وجہ سے معمولی واقعات سے چشم پوشی کر جایا کرتے تھے۔ اس سے مخالفوں کو بھی اعتراض کا موقعہ مل گیا۔ قریش کے ان نوجوانوں نے جنہیں آپؓ سے کوئی فائدہ نہ پہنچا تھا۔ برملا نکتہ چینی شروع کر دی اور عمال کا سختی سے محاسبہ نہ کرنے کو نہایت بدنما شکل میں مشہور کرنا شروع کر دیا۔ نتیجتاً اس سے دوسروں پر نہایت ناگوار اثر پڑا۔

حضرت عثمان غنیؓ مالدار تھے ہی لیکن اس کے ساتھ ساتھ حلیم الطبع اور اقرباء پرور بھی تھے۔ اپنی جیب خاص سے بنی امیہ کی بڑی مدد کرتے تھے۔ اس کنبہ پروری میں اپنے بہت سے عزیزوں جن میں حکومت کی اہلیت نہ تھی اور جس سے آپؓ بے خبر تھے کو حکومت کے ذمہ دار عہدوں پر فائز کر دیا تھا۔ ان کی بدعنوانیوں کے باعث لوگوں کو حضرت عثمان غنیؓ پر نکتہ چینی کرنے کا موقعہ مل گیا۔ علاوہ ازیں آپؓ کے مخالفین نے آپ کی اس اقرباء پروری کو غلط رنگ میں پیش کیا اور کہا کہ حضرت عثمان غنیؓ بیت المال سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں ۔حضرت عثمان غنیؓ نے بار بار اعلان کیا کہ وہ بیت المال سے عام روزینہ بھی نہیں لیتے۔ جیسے کہ پیشرو خلفاء لیتے تھے۔ لیکن فتنہ انگیزوں کو تو کوئی وجہ جواز چاہیے تھا۔

ان اسباب کی بنا پر یہودیوں اور مجوسیوں (اہل فارس) کو جن کے مذہبی وقار اور

Marfat.com

حکومت کو اسلام نے مٹایا تھا۔ بدلہ لینے کا موقع ملا گیا۔ چنانچہ ملت اسلامیہ کی وحدت کو منتشر کرنے اور نظام خلافت کو درہم برہم کرنے کے لئے جو انقلاب عثمان غنیؓ کے دور خلافت میں برپا کیا گیا۔ اس کی روح وروان یہی دو قومیں تھیں۔

۲۳ ہجری سے اس انقلاب اور فتنے کو جو بظاہر حضرت عثمان غنیؓ کے خلاف اور بالواسطہ ملت اسلامیہ کا شیرازہ بکھیرنے کے برپا کیا گیا' کا اصل محرک ایک نومسلم یہودی عبداللہ بن سبا تھا۔ یہ شخص بڑا ذہین' مکار اور سازشی واقع ہوا تھا۔ چونکہ اسلام نے سب سے زیادہ صدمہ یہودیت کو پہنچایا تھا۔ اس لئے یہودی اسلام اور مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن تھے۔ وہ عہد نبوی ہی سے اسلام کا شیرازہ بکھیرنے کے درپے تھے۔ لیکن عہد فاروقیؓ تک وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔ حضرت عثمان غنیؓ کے زمانے میں جب نظام خلافت میں اموی عمال کی بعض بدعنوانیوں اور چند دیگر اسباب کی بناء پر شیخین کے عہد کی سی استواری نہ رہی تو عبداللہ بن سبا کو یہودیوں کی پرانی عداوت نکالنے کا موقع مل گیا۔ چونکہ یہودی مذہب پر قائم رہ کر وہ اپنے مقصد میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لیے اس نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر حضرت عثمان غنیؓ بلکہ درحقیقت عالم اسلام کے خلاف ایک بہت بڑی سازش کی۔

بنی امیہ اور بنی ہاشم میں عہد قدیم سے عداوت چلی آ رہی تھی۔ مگر اسلام نے اس کو دبا دیا تھا۔ لیکن وہ دلوں سے مٹی نہ تھی۔ ابن سبا نے سب سے پہلے بنی ہاشم اور اہل بیت کا حامی ہونے کی آڑ لے کر اس قدیم دشمنی کو ابھار اور خلفائے ثلاثہ خصوصاً حضرت عثمان غنی اور بنی امیہ کے خلاف پروپیگنڈہ شروع کر دیا اور سادہ لوح مسلمانوں کو بہکانے اور امت میں تفرقہ ڈالنے کے لئے اس نے کئی ایک گمراہ کن عقائد گھڑ لیے مثلاً رسول اللہ ﷺ حضرت مسیح علیہ السلام کی طرح ایک دن اس دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے اور ہر نبی کا ایک وصی ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے وصی حضرت علیؓ ہیں۔ اس لیے جو لوگ اس وقت خلافت پر قابض ہیں۔ وہ سب غاصب اور ظالم ہیں۔ اصل اور جائز حق صرف علیؓ کا ہے۔ حضرت عثمان غنیؓ نے ظلم سے خلافت حاصل کی ہے۔ وغیرہ

اس قسم کا غلط پروپیگنڈہ کر کے وہ لوگوں کو گمراہ کرتا۔ عثمانی عمال کی سختیوں اور

Marfat.com

بدعنوانیوں کی من گھڑت داستانیں مشہور کرتا اور حضرت عثمان غنیؓ کی کنبہ پروری کے فرضی قصے بیان کر کے ہر ممکن طریقے سے مسلمانوں میں تفریق کا بیج بوتا۔ اس نے عالم اسلام اور نظام خلافت کو درہم برہم کرنے کے لئے اپنی سازش کے جال کو تمام اسلامی مراکز میں بچھا دیا اور ہر جگہ خفیہ خط و کتابت کے ذریعے ایسا وسیع اور منظم پروپیگنڈہ کیا گیا کہ تھوڑی ہی مدت میں سارے ملک کی فضا خراب ہو کر رہ گئی۔

ابن سبا کو اپنے مقصد میں توقع سے بڑھ کر کامیابی ہوئی۔ اس نے تمام صوبوں کا دورہ کیا اور جہاں گیا' وہیں اپنی خفیہ جماعت قائم کر دی۔ اس کا معمول تھا کہ ایک شہر سے دوسرے شہر کو اور موہجات سے مراکز کو عثمانیؓ حکام کے فرضی مظالم سے محفوظ نہیں۔ دمشق والے بصرہ کے حالات پر ترس کھاتے اور بصرہ والوں کو مصر کے حالات پر رونا آتا۔ اس سازش کو کچھ ایسے منظم طریقے سے چلایا گیا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں سارا ملک اس کی لپیٹ میں آ گیا۔ ابن سبا کے پروپیگنڈہ سے ایرانی بہت متاثر ہوئے۔ ایرانی جو فطرتاً پرست واقع ہوئے تھے۔ اس مسلک کے حامی تھے کہ جس طرح قدیم ایران میں شہنشاہی ایک خاص خاندان کی ملکیت ہوتی تھی۔ اسی طرح خلافت بھی اہل بیت کا موروثی حق بن جائے۔ بدیں وجہ انہوں نے سبائی عقائد کی پرزور حمایت کی۔ علاوہ ازیں اکثر لوگوں نے ذاتی رنجشوں کی بناء پر ابن سبا کا ساتھ دیا۔ مزید برآں بعض مخلص مسلمان بھی محض غلط فہمیوں کا شکار ہو کر اور جھوٹے پروپیگنڈہ سے متاثر ہو کر ابن سبا کے گروہ میں شامل ہو گئے۔

عبداللہ بن سبا نے اپنی تحریک کا آغاز بصرہ سے کیا۔ جہاں اسے خاطر خواہ پذیرائی حاصل ہوئی۔ مگر جب عبداللہ بن عامر والی بصرہ کو اس سازش کا علم ہوا تو اس نے ابن سبا کو وہاں سے نکال دیا۔ پھر یہ کوفہ پہنچا۔ یہاں امیر معاویہؓ گورنر تھے ان کی انتظامی قابلیت اور سیاسی سوجھ بوجھ بے نظیر تھی۔ ان کی موجودگی میں شام میں کسی بیرونی سازش کا پنپنا قریب قریب ناممکن تھا۔ اس لیے ابن سبا کو شام سے بصد حسرت و یاس مصر کا رخ کرنا پڑا۔ مصر میں سبائی تحریک کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ کیونکہ مصر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیض یافتہ لوگ بہت کم تھے۔ عوام دین سے مقابلتاً کم آگاہ تھے۔ اور ابن سبا جیسے ہشیار اور زیرک فتنہ گر کے باآسانی آلہ کار بن سکتے تھے۔ دریں اثنا بصرے اور کوفہ

Marfat.com

کی انقلابی جماعتوں سے اس کا تعلق قائم رہا۔ اور اسکے نمائندے وہاں آتے جاتے رہتے۔ الغرض قریب قریب ہر جگہ ابن سبا کے پروپیگنڈہ کا کچھ نہ کچھ اثر ضرور ہوا۔ خصوصاً عراق جسمیں مختلف اقوام کی مخلوط آبادی کی وجہ سے شر و فساد کی فطری صلاحیت تھی۔ سبائی فتنے کا مرکز بن گیا۔ چنانچہ کوفہ اور بصرہ میں اعلانیہ حضرت عثمان غنیؓ کے مخالف پیدا ہو گئے۔

۳۴ ہجری میں جب صوبوں کے عمال کانفرنس میں شرکت کے لئے مدینہ گئے ہوئے تھے۔ مختلف صوبوں میں انقلابیوں نے شورش پیدا کرنے کی کوشش کی۔ کوفہ میں انہوں نے مسجد میں ایک جلسہ عام کیا۔ جہاں یزید بن قیس نے اعلان کیا کہ حضرت عثمان غنیؓ کو خلافت سے علیحدہ کر دینا چاہیے۔ عین اس موقعہ پر افواج کوفہ کے سالار قعقاع بن عمرو نے جلسہ میں آ کر یزید بن قیس کو گرفتار کر لیا۔ گرفتار ہو جانے کے بعد اس نے کہا کہ میں صرف سعید بن العاصؓ حاکم کوفہ کی علیحدگی چاہتا ہوں۔ چنانچہ قعقاع نے اسے چھوڑ دیا۔

دریں اثنا مالک بن اشتر نخعی بھی کوفہ میں آ گیا۔ اس نے لوگوں کو سعید ابن العاص کے خلاف بھڑکانا شروع کر دیا اس کا اثر یہ ہوا کہ سعید ابن العاص کی مدینہ واپسی آنے پر لوگوں کو برملا کہہ دیا کہ ہم تجھے اپنا حاکم بنانا نہیں چاہتے اس پر سعید مدینہ واپس چلے گئے اور انکی جگہ ابو موسیٰ اشعریؓ حاکم کوفہ مقرر ہوئے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ قریش سے نہ تھے۔ ان کے تقرر پر قریش نوازی کا الزام ختم ہو جانا چاہیے تھا مگر فتنہ پردازوں کا وہی عالم رہا۔

سبائی فتنہ پردازوں نے سازش کی کہ کچھ لوگ مدینہ جائیں اور برملا امیر المومنین حضرت عثمان غنیؓ پر الزامات عائد کیئے جائیں۔ پھر ساری مملکت اسلامیہ میں پھیل کر لوگوں کو یہ یقین دلائیں کہ ہمارے الزامات صحیح ہیں۔ بعد ازاں دوبارہ مدینہ جائیں اور خلیفہ کے مکان پر محاصرہ کر لیں۔ اگر وہ خلافت سے علیحدگی کے لئے تیار نہ ہوں تو انہیں قتل کر دیا جائے۔ لیکن چند مخبروں نے اس سازش کی خبر دربار خلافت میں پہنچا دی۔ جس کی وجہ سے سبائی اپنے پروگرام پر عمل نہ کر سکے۔

حضرت عثمانؓ کا تحقیقاتی کمیشن

ابو موسیٰ اشعری کے عامل کوفہ مقرر ہو جانے کے بعد فتنہ انگیزی کا خاتمہ ہو جانا

چاہیے تھا۔ مگر مخالفین کی شرانگیزی کا وہی عالم رہا۔ اسی دوران ابن سبا کی ریشہ دوانیاں جاری رہیں۔ اس نے اپنے نقیبوں اور ایجنٹوں کے ذریعے عوام کو حکومت کے خلاف بدظن کرنے کا کام جاری رکھا اس کے ساتھ ہی عبداللہ بن سبا نے ایک اور چال چلی۔ اس نے مختلف اشخاص سے مقتدر صحابہؓ کو اور ایک شہر سے دوسرے شہر کے معتبر لوگوں کو خطوط لکھوانے کا سلسلہ شروع کیا۔ ان خطوط میں اس شہر کے حکام کی من گھڑت برائیوں اور بدنظمیوں کا ذکر بے حد مبالغہ آمیزی سے کر کے انہیں اصلاح احوال کے لئے ابھارا جاتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر شہر میں مقتدر لوگوں کو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ دوسرے شہروں میں حالات بہت مخدوش ہو گئے ہیں اور سارے ملک میں بدنظمی اور کنبہ پروری کے دور دورہ ہے۔

ان خطوط سے متاثر ہو کر بعض صحابہؓ نے حضرت عثمان غنیؓ کو مشورہ دیا کہ مختلف صوبوں کے اندرونی حالات معلوم کرنے کے لئے مقتدر اور معتبر عمائد کو بھیجا جائے اور ان کا وہاں جانا بالکل اچانک اور خفیہ ہو۔ چنانچہ ۳۵ ہجری میں حضرت عثمان غنیؓ نے اسامہ بن زید کو بصرہ محمد بن مسلمہؓ کو کوفے عبداللہ بن عمرؓ کو شام اور عمار بن یاسرؓ کو مصر کی جانچ پڑتال پر مامور کیا۔ ان مقتدر صحابہؓ پر مشتمل تحقیقاتی کمیشن کو مندرجہ ذیل امور کے متعلق تحقیقات کر کے دربار خلافت میں رپورٹ پیش کرنے کی تاکید کی گئی۔

۱۔ کیا عمال رعیت پر ظلم کرتے ہیں اور سختی سے کام لیتے ہیں؟

۲۔ کیا عوام کے حقوق خطرے میں ہیں؟

ان بزرگوں نے اپنے اپنے معینہ علاقوں کے عوام سے مل کر حالات کی تحقیقات کی اور حضرت عمار بن یاسر کے سوا سب نے یہ اتفاقیہ بیان دیا کہ ہر جگہ حالات بالکل ٹھیک ہیں۔ اور لوگوں کے حقوق کو کسی قسم کا خطرہ نہیں۔

عمار بن یاسرؓ سادہ دل بزرگ تھے۔ وہ سبائیوں کے دام فریب میں مبتلا ہو گئے سبائیوں نے حضرت عمار بن یاسرؓ کا استقبال کیا اور حکومت کے مظالم سے آپ کو آگاہ کیا۔ بظاہر متقی لوگوں کی زبانی عمال کے خلاف باتیں سن کر حضرت ابن یاسر بتقاضائے بشریت ان کے جال میں پھنس گئے اور اپنے اطور پر تحقیقات مکمل کر کے دربار خلافت میں پیش کرنے کی بجائے وہ بھی سبائیوں کے ساتھ مل کر نکتہ چینی کرنے لگے۔ حضرت عمار بن یاسرؓ

Marfat.com

اس وجہ سے بھی سازشوں سے متاثر ہو گئے تھے کہ والی مصر عبداللہ بن سعد آنحضور ﷺ کا مخالف رہ چکا تھا۔ اور فتح مکہ کے موقع پر جن لوگوں کو معاف نہ کیا گیا تھا۔ ان میں یہ بھی تھا۔ اگرچہ آخر میں حضرت عثمان غنی کی سفارش پر اسے معافی دے دی گئی تھی۔

حضرت عثمان غنیؓ کا اعلان عام

تحقیقاتی کمیٹیوں کی رپورٹ کے بعد حضرت عثمان غنیؓ نے اعلان کیا کہ میرا عمل امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر ہے۔ مجھ پر کنبہ پروری کا الزام ہے۔ لیکن یاد رکھو کہ میرے رشتہ داروں کا حق عام مسلمانوں سے زیادہ نہیں۔ اگر کسی مسلمان کو مجھ سے اور میرے عمال سے کوئی شکایت ہو یا ان پر ظلم ہوا ہو۔ وہ حج کے موقعہ پر بیان کر کے مجھ سے اور میرے عمال سے اپنا حق حاصل کرے یا صدقہ کر دے کہ خدا صدقہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ یہ اعلان ایسا موثر تھا کہ سارے مسلمان اسے پڑھ کر رو دیئے اور حضرت عثمان غنیؓ کے حق میں دعا کی۔

عمال کی کانفرنس

اس اعلان کے ساتھ ہی تمام صوبوں کے عاملوں کو حج کے موقعہ پر طلب کیا اور ان کے سامنے شکایات اور افواہوں کی تحقیقات کرا چکے ہیں اور ان کی رپورٹ بھی آپکے سامنے ہے۔ اگر کوئی خرابی ہمارے طرز عمل میں ہوتی تو انہیں ضرور نظر آجاتی۔ لہذا یہ تمام افواہیں بے بنیاد ہیں اور ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ اس پر حضرت عثمان غنیؓ نے فرمایا 'اگر ایسا ہے تو مجھے مشورہ دو کہ کس صورت سے ان افواہوں کا تدارک کیا جائے؟

سعید ابن العاصؓ نے مشورہ دیا کہ چونکہ یہ ایک خفیہ سازش کا نتیجہ ہے۔ اس کا علاج صرف یہ ہے سازشیوں کو گرفتار کر کے قتل کر دیا جائے۔ عبداللہ بن سعد نے مشورہ دیتے ہوئے کہا کہ جب آپ لوگوں کے حقوق ادا کرتے ہیں۔ تو آپ ان سے بھی ان کے فرائض کا مطالبہ کیجئے۔ امیر معاویہؓ نے کہا' کہ میرے صوبہ شام میں مکمل امن وامان ہے۔ ہے وہاں آپ کو کسی فتنے کی خبر نہ ملے گی۔ عمرو بن العاصؓ نے کہا کہ آپ نرمی سے زیادہ کام لیتے ہیں اور عمر فاروقؓ سے زیادہ لوگوں کو ڈھیل دیتے ہیں۔ آپؓ کو ابوبکر صدیقؓ اور عمر

Marfat.com

فاروقؓ کے طریقے کو اختیار کرنا چاہیے۔ سختی کے موقعہ پر سختی کیجئے اور نرمی کے موقعہ پر نرمی سے کام لیجئے۔ یہ مشورہ سن کر حضرت عثمان غنیؓ نے جواب دیا:

”ہر ہونے والا واقعہ کا ایک دروازہ ہوتا ہے جس سے وہ آتا ہے۔

اس امت کے لیے جس حادثے کا خوف ہے وہ آکر رہے گا۔ اگر اس کا دروازہ بند بھی کر دیا جائے تو وہ بزور کھول دیا جائے گا۔ لیکن اس کو نرمی سے بند کروں گا۔ البتہ حدود اللہ میں نرمی نہ برتوں گا۔ اگر یہ دروازہ بزور کھولا گیا تو مجھ پر کسی کی حجت نہ باقی رہ جائے گی۔ خدا جانتا ہے کہ میں نے لوگوں کی بھلائی میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی تم لوگوں میں سکون پیدا کرو۔ ان کے حقوق پورے کرو۔ خدا کے حقوق میں کسی قسم کی مداہنت (چرب زبانی کرنا، جو بات دل میں ہو اس کے برخلاف ظاہر کرنا) نہ کرو۔“

امیر المومنین حضرت عثمان غنیؓ نے حج کے موقعہ پر تمام عمال کو طلب کر کے افواہوں اور فتنہ کے انسداد کی ہر ممکن کوشش کی۔ حج کے موقعہ پر سب عمال جمع ہوئے لیکن کسی نے ان کے خلاف کوئی شکایت نہ کی۔ حج کے بعد مدینے واپس آکر حضرت عثمان غنیؓ نے اکابر صحابہ حضرت علیؓ طلحہؓ اور زبیرؓ کو بلا کر مملکت میں پھیل ہوئی شورش اور فتنہ انگیزی کے سد باب کے ضمن میں مشورہ طلب کیا۔ ان بزرگوں نے ہمدردانہ مشورے دیئے۔ حضرت عثمان غنیؓ نے ان پر کاربند ہونے کا وعدہ فرمایا۔

امیر معاویہؓ مکہ سے ساتھ آئے تھے۔ شام واپس جانے سے قبل انہوں نے عرض کیا کہ یہاں غیر مطمئن حالت کے پیش نظر آپ میرے ساتھ چلیں۔ وہاں آپکو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے جواب دیا۔ خواہ میرا سر تن سے جدا ہو جائے لیکن میں جوار رسول ﷺ کو نہیں چھوڑ سکتا اس پر امیر معاویہؓ نے کہا، اگر آپؓ چاہیں تو آپؓ کی حفاظت کے لئے شامی فوج کا ایک دستہ بھیج دوں۔ لیکن حضرت عثمان غنیؓ نے اس پیش کش کو بھی یہ کہ کر رد کر دیا کہ اپنی جان کے تحفظ کے لیے میں بیت المال پر بوجھ نہیں ڈال سکتا۔ علاوہ ازیں سپاہ کی موجودگی اہل مدینہ کے لئے باعث تکلیف ہوگی۔ امیر معاویہؓ نے پھر کہا مجھے ناگہانی حادثہ کا خطرہ ہے۔ فرمایا حسبی اللہ ونعم الوکیل اس کے جواب میں امیر معاویہؓ مایوس ہو کر شام واپس چلے گئے۔

مدینہ پر باغیوں کی یورش ۳۴ ہجری

حضرت عثمان غنیؓ اصلاح حال کی تدبیروں میں مصروف تھے کہ ۳۴ ہجری کے آخر میں جب کہ حج کی وجہ سے مدینہ خالی ہو جاتا تھا۔ کوفہ بصرہ اور مصر کے سبائیوں نے دربار خلافت میں صوبائی حکام کی بدعنوانیاں پیش کرنے کے بہانے مدینہ کا رخ کیا اور شہر سے دو میل دور ٹھہر گئے۔ حضرت عثمان غنیؓ نے جب حج سے واپس ہوئے تو آپؓ کو ان لوگوں کی آمد کی اطلاع ہوئی۔ آپؓ نے دو معتبر صحابہؓ کو ان کی آمد کی غرض و غایت معلوم کرنے کے لیے بھیجا۔ صحابہ نے واپس آ کر بتایا کہ آپ کی غلطیاں جتا جتا کر آپ کو خلافت سے علیحدہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اگر آپ ان کی خواہشات کے مطابق دستبردار نہ ہوئے تو وہ آپ کو قتل کر دیں گے۔ یہ سن کر حضرت عثمان غنی مسکرائے اور اکابر صحابہؓ کو بلا کر مشورہ کیا۔ سب نے متفقہ طور پر کہا کہ ان شرانگیزوں کو موت کے گھاٹ اتار دینا چاہیے تا کہ فتنہ نہ بڑھے۔ لیکن حضرت عثمان غنیؓ بغیر شرعی حق کے کسی کو قتل نہیں کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے مسجد نبوی میں سبائیوں کے وفد کو اکابر صحابہؓ کی موجودگی میں طلب کیا۔ اس موقعہ پر سبائیوں نے آپ پر بہت سے الزامات عائد کیئے اور آپؓ کی معزولی کا مطالبہ کیا۔ حضرت عثمان غنی نے ان سب الزامات کا تسلی بخش جواب دیا۔ غرض کہ آپؓ نے اس فتنہ کو رفع کرنے کی ہر ممکن کوشش کی اور مفسدین اپنے اپنے وطن کو واپس لوٹ گئے۔ لیکن یہ تباہ کن فتنہ شمع خلافت کو بجھا کر رہا۔ اس عظیم حادثے لکھنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سبائیوں (باغیوں) کے ان اعتراضات یا الزامات کا اجمالی جائزہ لیا جائے جن کی بناء پر حضرت عثمان غنیؓ کو مودر الزام ٹھرایا جاتا ہے۔

حضرت عثمان غنیؓ کے خلاف الزامات اور ان کا تجزیہ

پہلا الزام: صحابہ کبارؓ کو معزول کر کے ان کی جگہ اپنے خاندان کے نا تجربہ کار نوجوانوں کو مقرر کیا۔ مثلاً مغیرہ بن شعبہ، ابوموسی اشعریؓ، سعد بن ابی وقاص، عبداللہ بن مسعودؓ، عبداللہ بن ارقم اور عمرو بن العاصؓ کو ان کے عہدوں سے برطرف کیا گیا۔

Marfat.com

اس الزام کے تین حصے ہیں۔ اول یہ کہ اکابر صحابہؓ کو معزول کیا۔ دوم یہ کہ ان کی جگہ نااہل اور ناتجربہ کار نوجوانوں کو تعینات کیا۔ سوم یہ کہ اپنے خاندان کو فوقیت دی۔ لیکن حقیقتاً یہ تینوں اعتراضات بے بنیاد اور غلط فہمی پر مبنی معلوم ہوتے ہیں۔ اگر کسی عامل کی معزولی کے معقول اسباب موجود ہوں تو اسے برطرف کرنا کوئی جرم نہیں۔ حضرت عمر فاروقؓ نے خالد بن ولیدؓ جیسے نامور سپہ سالار اور سعد بن ابی وقاصؓ فاتح ایران کو ان کے عہدوں سے معزول کر دیا تھا اور مغیرہ بن شعبہؓ جیسے مدبر کی برطرفی کی وصیت کر گئے تھے۔

حضرت عثمان غنیؓ نے جب صحابہؓ کو برطرف کیا۔ ان کی برطرفی کے معقول اسباب موجود تھے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کو اس لیے معزول کیا کہ حضرت عمر فاروقؓ ان کی معزولی کی وصیت کر گئے تھے۔ ابوموسیٰ اشعریؓ کی برطرفی کی وجہ یہ تھی کہ عوام ان کے خلاف ہو گئے تھے اور حضرت عثمان غنیؓ سے ان کی معزولی کا مطالبہ کیا تھا۔ حالانکہ بصرہ سے معزولی کے چند برسوں بعد ان کو کوفہ کا والی مقرر کیا گیا۔ سعد بن ابی وقاصؓ کی معزولی کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے بیت المال سے ایک رقم قرض لی تھی جو انہوں نے متواتر تقاضوں کے باوجود ادا نہ کی۔ یہاں تک کہ ناظم بیت المال حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور سعد بن وقاص کے درمیان سخت کلامی ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کو محض پیرانہ سالی کی وجہ سے معزولی کیا گیا۔ اسی طرح عبداللہ بن ارقم کو بھی ضعف پیری اور کمزور صحت کی بناء پر برطرف کیا گیا۔ عمرو بن العاصؓ کی معزولی کا سبب یہ تھا کہ مصر جیسے زرخیز ملک کے خراج کی آمدنی برابر کم ہوتی جا رہی تھی۔ حضرت عثمان غنیؓ کے بار بار اصرار پر بھی عمرو بن العاصؓ نے خراج کے اضافے کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ حالانکہ اس کی گنجائش موجود تھی۔ جیسا کہ ان کے جانشین عبداللہ بن ابی سرح نے تھوڑے ہی عرصے میں خراج کو بڑھا کر دگنا کر دیا۔ عمرو بن العاصؓ کو اس وجہ سے بھی معزول کیا گیا کہ انہوں نے سکندریہ کی بغاوت فرد کرنے میں ذمیوں پر بعض ناروا زیادتیاں کی تھیں اور ان کو لونڈی غلام بنایا تھا۔

اس اعتراض کے حصہ دوم کہ اکابر صحابہؓ کی جگہ نااہل اور ناتجربہ کار نوجوانوں کو تعینات کیا۔ محض ایک غلط فہمی پر مبنی ہے۔ عمال کے تصور کا اصل معیار حکومت و جہانبانی کی صلاحیت ہے۔ حضرت عثمان غنیؓ نے جب لوگوں کا انتخاب کیا' وہ ان عہدوں کے لئے

Marfat.com

موزوں ترین اشخاص تھے۔ چنانچہ انہی کی شجاعت اور ہمتوں کا نتیجہ تھا کہ اسلامی حکومت کی سرحدیں برصغیر پاک و ہند، چین اور سپین تک وسیع ہوگئیں اور یہ کہنا بھی درست نہیں کہ صحابہؓ کو برخاست کر کے صرف نوجوانوں کی ہی مقرر کیا گیا بلکہ اس کے برعکس ہمارے سامنے مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً عبداللہ بن ارقمؓ ناظم بیت المال کے بجائے ایک بزرگ صحابی زید بن حارث کو مقرر کیا گیا اور سعد بن العاصؓ حاکم کوفہ کی جگہ ابوموسیٰ اشعری کو متعین کیا گیا۔

البتہ اس الزام کا حصہ سوم قابل غور ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اپنے خاندان کے افراد کو کلیدی عہدوں پر فائز کیا۔ حضرت عثمان غنیؓ کو خود بھی اس امر کا اعتراف تھا اور اس کے جواز میں ان کا مسلک تھا کہ آنحضورﷺ بھی قریش کو قبائل عرب پر ترجیح دیتے تھے اور قریش میں سے بنی ہاشم کا سب سے زیادہ خیال رکھا کرتے تھے۔

دوسرا الزام: حضرت عثمان غنیؓ کے خلاف یہ تھا کہ انہوں نے بعض اکابر صحابہؓ ابوذر غفاریؓ عمار یاسرؓ اور عبداللہ بن مسعود کے ساتھ ناروا سلوک کیا۔ مثلاً ابوذر غفاری کو جلاوطن کیا۔ عمار بن یاسر کے ساتھ سختی کی اور عبداللہ بن مسعود کا وظیفہ بند کر دیا۔

اس الزام پر ابوذر غفاریؓ کو جلاوطن کرنے کا واقعہ بالکل غلط ہے۔ حضرت عثمان غنیؓ نے انہیں جلاوطن نہیں کیا تھا بلکہ وہ خود ایک ویرانے میں گوشہ نشین ہوگئے تھے۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ حضرت ابوذار غفاریؓ سرمایہ داری کے سخت خلاف تھے۔ ان کے عقیدہ کے مطابق کل کے لئے کچھ بچا رکھنا ناجائز تھا۔ اپنے ان عقائد کی انہوں نے شام میں خوب تبلیغ کی۔ جس کے نتیجے میں بہت سے لوگ ان کے ہم خیال ہوگئے۔ امیر معاویہ کو ان کی سرگرمیوں سے شام میں نقص امن کا خطرہ پیدا ہوا اور انہوں نے اپنے پاس بلا بھیجا اور کہا، آپ میرے پاس رہیے۔ آپؓ کے تمام اخراجات کی کفالت میں کروں گا۔ حضرت ابوذر غفاری ایک بے نیاز بزرگ تھے۔ جواب دیا، مجھے تمہاری دنیا کہ ضرورت نہیں ہے اور مکہ کے قریب ایک ویرانے میں گوشہ نشینی اختیار کر لی۔

عمار بن یاسرؓ کے ساتھ بھی کوئی سختی نہیں ہوئی۔ لیکن چونکہ وہ سبائی جماعت سے متاثر ہوگئے تھے۔ اس لئے حضرت عثمان غنیؓ نے انکی فہمائش ضرور کی اور یہ کوئی جرم نہیں ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے سیاسی مصلحت کی بنا پر اپنے کئی ایک عمال کو اعلانیہ سزا دی تھی۔

Marfat.com

عبداللہ بن مسعود کا وظیفہ ضرور بند کیا گیا' اس کا سبب یہ تھا کہ حضرت عثمان غنیؓ تمام امت کو ایک قرآن پر متحد کرنا چاہتے تھے۔ تا کہ امت مسلمہ کسی تفرقہ کا شکار نہ ہو۔ عبداللہ بن مسعود کے پاس ایک علیحدہ مصحف تھا' جسے دوسرے تمام مصاحف کی طرح ضائع کرنے کے لئے طلب کیا گیا۔ لیکن عبداللہ بن مسعود اسے دینے پر آمادہ نہ ہوئے۔ ان کا مصحف خواہ انہیں کتنا ہی عزیز کیوں نہ رہا ہو۔ لیکن جس مصحف کی بناء پر حضرت عثمان غنیؓ نے اسے طلب گیا تھا۔ اس کی اہمیت کے لحاظ سے عبداللہ بن مسعود کا انکار کرنا قطعاً نا مناسب تھا۔

تیسرا الزام: یہ تھا کہ بیت المال کا روپیہ بیجا طور پر صرف کیا اور اپنے اعزاز کو بڑی بڑی رقمیں عطا کیں۔ مثلاً چچا زاد بھائی مروان بن حکم کو طرابلس کے مال غنیمت کا پانچواں حصہ دے دیا۔ اپنے رضائی بھائی عبداللہ بن ابی سرح کو خمس کا پانچواں حصہ عطا کیا اور عبداللہ بن خالد کو پچاس ہزار دیئے۔

یہ الزام سراسر بے بنیاد ہے۔ جہاں تک مروان بن حکم کو خمس دینے کا تعلق ہے اصل واقعہ یہ ہے کہ اس نے طرابلس کے مال غنیمت میں سے خمس (حکومت کا حصہ) کو پانچ لاکھ درہم میں خریدا تھا۔ اور یہ ساری رقم بیت المال میں جمع کردی گئی تھی۔ عبداللہ بن ابی سرح اور عبداللہ بن خالدؓ کو جو رقمیں دی گئیں وہ ان کے شاندار فتوحات کے صلے میں عطا کی گئی تھی۔ لیکن جب مسلمانوں نے اعتراض کیا تو ان سے یہ رقمیں واپس لے لی گئیں۔ مخالفین (سبائیوں) نے بعد بعد میں ان واقعات کو غلط رنگ میں پیش کیا۔ حضرت عثمان غنی کی داد و دہش کی غلط داستانیں اس لئے مشہور ہوگئی تھیں کہ آپؓ ہی متمول اور دولت مند انسان تھے اور ساتھ ساتھ فیاض بھی واقعہ ہوئے تھے۔ آپ اپنی ذاتی دولت میں سے اپنے عزیزوں کی مدد کرتے رہتے جسے مخالفین غلط رنگ میں پیش کرتے رہتے تھے۔ ورنہ اصل حقیقت یہ ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ کو بیت المال سے فائدہ اٹھانے کی احتیاج ہی نہ کی تھی بلکہ خلفاء میں وہی ایک ایسے بزرگ تھے جو اپنے واجبی مصارف کے لئے بھی بیت المال سے کچھ نہ لیتے تھے۔ آپ نے اپنی ایک تقریر میں اس الزام کی تردید کرتے ہوئے کہا۔

"لوگ کہتے ہیں کہ میں اپنے خاندان والوں سے محبت کرتا ہوں اور ان کو نوازتا

رہتا ہوں لیکن میری محبت نے مجھے ظلم کی طرف مائل نہیں کیا۔ سمجھتا ہوں۔ اور نہ کسی دوسرے کے لئے۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروق کے زمانے میں بھی اپنے ذاتی مال سے ان کو بڑی بڑی رقمیں دیا کرتے تھے۔ خدا کی قسم! میں نے کسی ملک پر خراج کا کوئی مزید بار نہیں ڈالا ہے۔ بلکہ جس ملک سے جو بھی آمدنی ہوئی وہ وہاں کے لوگوں کی ضرورت اور فلاح و بہبود میں ہی صرف ہوئی۔ میرے پاس صرف خمس آتا ہے جس میں سے میں کچھ لینا جائز نہیں سمجھتا۔ علاوہ ازیں خدا کے مال میں ایک پیسہ کا تصرف نہیں کیا جاتا۔ حتی کہ میں کھانا بھی اپنے ذاتی مال سے کھاتا ہوں۔''

چوتھا الزام: یہ تھا کہ حضرت عثمان غنیؓ نے بقیع کی چراگاہ کو اپنے لیے مخصوص کرلیا ہے اور عام لوگوں کو اس سے فائدہ اٹھانے سے روک دیا ہے۔

یہ الزام بھی سراسر غلط فہمی پر مبنی تھا' اصل حقیقت یہ تھی کہ یہ چراہ گاہ عہد فاروقی سے ہی بیت المال کے مویشیوں کے لئے وقف چلی آتی تھی۔ اس کی وضاحت خود حضرت عثمان غنیؓ نے اپنے ایک بیان میں اس طرح فرمائی۔

''میں نے ان چراگاہوں کو مخصوص قرار دیا ہے جو مجھ سے قبل مخصوص ہو چکی تھیں۔ میرے پاس اس وقت دو انٹوں کے سوا کوئی مویشی نہیں۔ وہ بھی صرف حج کی سواری کے لئے رکھے ہوئے ہیں۔ حالانکہ خلافت سے پہلے میں عرب میں سب سے زیادہ اونٹوں اور بکریوں کا مالک تھا۔''

پانچواں الزام: یہ تھا کہ اموی عمال کی بدعنوانیوں کا کوئی تدارک نہیں کیا گیا۔

یہ الزام سرتاپا من گھڑت ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ آپ کے علم میں جو بدعنوانی آتی تھی۔ آپؓ اس کا تدارک فرماتے تھے۔ چنانچہ انقلاب کے سلسلہ میں جب عمال کے خلاف شکائتیں دربار خلافت میں پہنچیں تو آپؓ نے ساری مملکت میں اعلان کرادیا کہ ''میں ہر سال حج کے موقعہ پر اپنے عمال کے کاموں کا محاسبہ کیا کروں گا۔ میں نے آغاز خلافت سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اپنا نصب العین بنایا ہے۔ میرے پاس عمال کی جو شکایت پہنچتی ہے۔ اس کا پورا تدارک کرتا ہوں۔ تاہم جس کو اگر کوئی شکایت ہو۔ وہ میرے پاس حج کے موقعہ پر پیش کرے اور مجھ سے اور میرے عامل سے اپنا حق لے یا

Marfat.com

معاف کر دے کہ خدا معاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔"

عہد عثمانی کا دستور تھا کہ جب کسی عہدہ دار کے خلاف عوام کو کوئی شکایت ہوتی اور وہ اس کی معزولی کا مطالبہ کرتے تو حضرت عثمان غنیؓ فوراً اسے معزول کر دیتے۔ چنانچہ اہل کوفہ کی شکایت پر سعید بن العاصؓ کو معزول کر کے ان کی جگہ حضرت موسیٰ اشعریؓ کو مقرر فرمادیا۔

چھٹا الزام: یہ تھا کہ حضرت عثمان غنیؓ مجرموں پر شرعی حدود جاری کرنے میں غفلت برتتے ہیں۔ اس الزام کے ثبوت میں سبائیوں نے دو واقعات پیش کیے۔ اول یہ کہ حضرت عمرؓ کے صاحبزادے عبداللہ سے ہمزان اور جفسنہ کے قتل کا قصاص نہیں لیا گیا۔ دوم ولید بن عقبہ پر شراب خوری کی حد جاری کرنے میں غیر معمولی تاخیر کی گئی۔

پہلے واقعہ کی تفصیل یوں ہے کہ حضرت عمرؓ کے صاحبزادے سے عبیداللہ نے خوزستان کے نومسلم ہرمزان اور جفینہ نامی عیسائی کو اس شبہ کی بناء پر قتل کر دیا کہ فاروق اعظمؓ کے قتل میں وہ بھی شریک تھے۔ ان پر شرعی حد جاری کرنے کے بارے میں حضرت عثمان غنیؓ نے رائے لی تو سوائے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے باقی صحابہ کبارؓ نے متفقہ طور پر کہا کہ عبیداللہ کو قصاص میں موت کے گھاٹ اتار دینا قرین مصلحت نہیں۔ عمرو بن العاص نے کہا کہ امیر المومنین! اگر آپؓ عبیداللہؓ کو معاف کر دیں گے تو امید ہے کہ خدا آپؓ سے ان کا مواخذہ نہیں کرے گا۔ نیز یہ واقعہ آپؓ کی خلافت سے ایک دو دن پہلے کا ہے اس لیے اس کی ذمہ داری آپؓ پر عائد نہیں ہوتی۔ اس پر آپ نے امام وقت کی حیثیت سے قصاص کو دیت میں بدلتے ہوئے۔ مقتولین کا خون بہا اپنی گرہ سے ادا کر دیا۔

ولید بن عقبہ پر شراب خوری کی تہمت کے ثبوت میں قابل اعتماد شہادتیں بڑی دیر کے بعد ملی تھیں۔ اس لئے حد جاری کرنے میں تاخیر ہو گئی تھی۔ ورنہ سزا دینے میں غفلت نہ برتی گئی۔

ساتواں الزام: حضرت عثمان غنی پر یہ لگا گیا کہ آپؓ نے ایک قرآن کے علاوہ باقی سب قرآنوں کو جلوا دیا۔

حضرت عثمان غنیؓ کے اس فعل کو مورد الزام ٹھہرانا سخت غلطی ہے۔ کیونکہ یہ قدم اٹھا

Marfat.com

کرانہوں نے دنیائے اسلام کو ایک بہت بڑے فتنہ سے بچالیا۔ یہ تو آپؓ کا ایک بہت بڑی مذہبی خدمت اور امت اسلامیہ پر ایک تعظیم احسان ہے۔ اگر آپؓ یہ خدمت سرانجام نہ دیتے تو مسلمان ایک قرآن پر متحد نہ ہوتے بلکہ دوسرے اہل کتاب کی طرح وہ بھی ایک قرآن کی بجائے کئی قرآنوں کے پیروکار ہوتے۔

آٹھواں الزم: حضرت عثمان غنیؓ کے خلاف یہ تھا کہ انہوں نے بعض بڑی بدعتیں جاری کیں۔ مثلاً سنت رسول ﷺ اور سنت شیخین کے خلاف منیٰ کے مقام پر دو کے بجائے چار رکعت نماز پڑھی۔

اس الزام کی تردید میں حضرت عثمان غنیؓ نے کہا کہ ''جب میں مکہ میں پہنچا تو یہاں قیام کی نیت کرلی اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص کس مقام پر اقامت کی نیت کرے تو اس کو مقیم کر طرح نماز پڑھنی چاہیے۔

نواں الزم: یہ عائد کیا گیا کہ ''حضرت عثمان غنیؓ نے حکم بن عاص کو جسے رسول اللہ ﷺ نے جلاوطن کردیا تھا۔ اپنے دور خلافت میں اسے دوبارہ مدینے بلالیا تھا۔''

یہ اعتراض مخالفین کی غلط فہمی کا نتیجہ تھا۔ امر حقیقت یہ تھا کہ آنحضور ﷺ وسلم کی زندگی کے آخری ایام میں حضرت عثمانؓ نے حکم بن عاص کو واپس بلانے کی اجازت حاصل کر لی تھی۔ عوام کو چونکہ اس واقعہ کا علم نہیں تھا۔ اس لیے انہیں اعتراض کرنے کا موقعہ مل گیا۔

دسواں الزام: یہ لگایا گیا کہ حضرت عثمان غنیؓ نے مصری وفد کے ساتھ بدعہدی کی یہ الزام سرتاپا بے بنیاد اور حقیقت سے عاری ہے اصلیت اس کی یہ ہے کہ شرپسند آپؓ کو شہید کرنے پر تلے ہوئے تھے اور جب کوئی معقول عذران کے ہاتھ نہ آیا تو انہوں نے ایک جھوٹا فرمان جاری کر کے اسے حضرت عثمان غنیؓ کے نام منسوب کیا اور مشہور یہ کیا کہ اس فرمان میں خلیفہ نے حاکم مصر کو ہدایت کی ہے کہ جونہی مصری وفد واپس پہنچے ان سب کو تہہ تیغ کردیا جائے۔ ادھر عثمان غنیؓ حدود مملکت میں برپا فتنہ انگریزی اور شورش کے سد باب کی تدابیر سوچ رہے تھے کہ باغیوں نے مدینہ پر ۳۵ھ میں دوسری بار یورش کردی اور حضرت عثمان غنی کو خلافت سے دستبردار کرنے پر مجبور کرنے کا آخری قدم اٹھانے کا فیصلہ کرلیا۔ چنانچہ شوال ۳۵ ہجری میں حج کے موقع پر باغیوں کے قافلے حج کے بہانے بصرہ، کوفہ اور

Marfat.com

مصر سے ایک ہی وقت روانہ ہوئے اور مدینہ سے چند میل باہر پہنچ کر ٹھہر گئے۔ باغیوں کی تعداد اٹھارہ سو سے تین ہزار تک تھی۔ حضرت عثمان غنیؓ کی رحم دلی اور رواداری کو یہ لوگ ان کی کمزوری پر محمول کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ صحابہؓ ہمارے فریب سے متاثر ہیں اور فساد کے وقت شاید ان میں سے اکثر ان کا ساتھ دیں گے۔ مگر اہل مدینہ میں سوائے عمار بن یاسر، محمد بن ابوبکر اور محمد بن حذیفہ کے علاوہ کوئی بھی انکا ساتھ نہ تھا۔ نیز یہ لوگ عثمان غنیؓ کے قتل پر تو متفق تھے لیکن آئندہ خلیفہ کے متعلق ان میں اختلاف رائے تھا۔ مصر والے حضرت علی کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے۔ جب کہ اہل بصرہ طلحہؓ کو اور اہل بصرہ زبیرؓ کے حق میں تھے۔ ان کے نمائندے ان تینوں صحابہ کے پاس پہنچے مگر تینوں نے انہیں ڈانٹ کر واپس کر دیا۔ اسی آمد و رفت میں یہ راز بھی کھلا کہ ان اصحاب کی طرف سے شہروں میں جعلی خطوط لکھے گئے ہیں۔ اس پر اشتر نخعی باغیوں سے علیحدہ ہو گئے۔

اب باغیوں نے شہر میں غنڈہ گردی شروع کر دی اور مفسدین نے گورنر مصر عبداللہ ابن ابی سرح کی معزولی کا مطالبہ کیا۔ حضرت عثمان غنیؓ کو نماز جمعہ کے بعد نرمی سے سمجھانے کی کوشش کی مگر ان لوگوں نے آپ کی ایک بات نہ سنی اور آپ کو پتھر مار کر زخمی کر دیا۔ حضرت علیؓ اور دوسرے صحابہؓ کے مشورہ پر آپؓ نے مصریوں کا مطالبہ منظور کرتے ہوئے عبداللہ بن ابی سرح کو معزول کر دیا۔ اور ان کی خواہش کے مطابق محمد بن ابی بکر کو والئ مصر مقرر فرما دیا۔

بعد ازاں تمیں مہاجر و انصار کے سمجھانے بجھانے پر مفسدین واپس چلے گئے اور حضرت عثمان غنیؓ نے حضرت علیؓ کے مشورے کے مطابق عام مسلمانوں کے سامنے تقریر کر کے اپنے آئندہ طرز عمل اور عوام کے لئے اصلاحی اقدامات کی وضاحت کی۔ یہ تقریر اتنی موثر تھی کہ سارے سامعین رو دیئے۔

جب مفسدین واپس ہو گئے تو اہل مدینہ یہ سمجھے کہ اب فساد رفع دفع ہو گیا۔ چنانچہ سب لوگ اپنے کام کاج میں مصروف ہو گئے۔ مگر تیسرے ہی دن مفسدین پھر پلٹ آئے اور مدینہ کی گلیاں دفعتاً ان کے نعروں سے گھوڑوں کی ٹاپوں سے گونج اٹھیں اور ہر طرف ''انتقام انتقام'' کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ حضرت علیؓ نے ان سے واپسی کا سبب

Marfat.com

پوچھا انہوں نے کہا ہمیں راستہ میں ایک سرکاری ہرکارہ مصر کی جانب جاتے ہوئے ملا۔ ہمیں شبہ ہوا۔ تلاشی لینے پر اس کے پاس حاکم مصر کے نام حضرت عثمان غنیؓ کا فرمان ملا۔ جس میں ہم لوگوں کے قتل اور دوہری سخت قسم کی سزائیں دینے کا حکم تھا۔ اس لیے اب ہم بد عہدی اور فریب کاری کا انتقام لینے آئے ہیں۔ اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ چند روز قبل آپؓ سب مدینہ سے نکلے اور اپنے اپنے شہروں یعنی مصر' کوفہ' اور بصرہ کی راہ لی اور اتنی جلدی تم پھر سب اکٹھے واپس پلٹ آئے ہو۔ اگر اہل مصر کو راہ میں دربار خلافت کا قاصد ملا اور وہ واپس آ گئے تو اہل کوفہ اور اہل بصرہ کو اتنی جلدی واپس لوٹنے کی اطلاع کیسے مل گئی۔ اس پر مفسدین بے سروپا قسم کی باتیں بنانے لگے اور کوئی معقول جواب نہ دے سکے۔

حضرت عثمان غنیؓ کو اس واقعہ کی اطلاع دی گئی تو آپؓ نے حیرت کے ساتھ لاعلمی کا اظہار کیا اور کہا کہ نہ ایسا حکم میں نے لکھا' نہ کسی سے لکھوایا اور نہ اس کے متعلق کوئی علم ہے اس پر باغیوں نے کہا' تو پھر یہ یقیناً مروان کی شرارت ہے۔ لہذا اسے ہمارے حوالے کر دیجئے۔ آپؓ نے تحقیقات کرانے کا وعدہ کیا۔ باغیوں نے جو ہر حالت میں حضرت عثمان غنیؓ کی معزولی کا بہانہ چاہتے تھے کہا بہر حال کچھ بھی ہو' جو خلیفہ اس قدر غافل ہو کہ اس کی لاعلمی میں ایسے امور پیش آ جائیں اور اسے خبر تک نہ ہو۔ وہ کسی طرح بھی خلافت کے لئے موزوں نہیں ہو سکتا۔ اس لیے آپؓ خلافت سے دستبردار ہو جایئے۔ اس پر حقیقت عثمان غنیؓ نے جواب دیا۔

"خدا نے مجھے جو خلعت پہنایا ہے' اسے میں اپنے ہاتھوں سے نہ اتاروں گا' اور حضورﷺ کی وصیت کے مطابق اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک صبر کروں گا۔"

لیکن باغی کوئی معذرت سننے کے لئے تیار نہ ہوئے۔ بلکہ انہوں نے دھمکی دیتے ہوئے کہا' "اگر تم خلافت سے دستبردار نہیں ہوتے تو ہم تم کو قتل کر کے چھوڑ دیں گے اور جو شخص مزاحم ہوگا' اسکا مقابلہ بھی کریں گے۔"

حضرت عثمان غنیؓ کے خلافت سے دستبردار ہونے کے انکار پر مفسدین نے کاشانہ خلافت کا محاصرہ کر لیا جو چالیس دن تک مسلسل قائم رہا۔ محاصرے کے دوران جاں نثاروں کی ایک جماعت حضرت عثمان غنیؓ کی حفاظت کے لئے سینہ سپر تھی۔ لیکن آپؓ نے یہ

Marfat.com

اصرار سب کو واپس کر دیا۔ تاہم حضرت امام حسینؓ ابن عباسؓ محمد بن طلحہؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ ایسے نوجوان واپس نہ گئے۔

آخر میں باغیوں نے پانی تک بند کر دیا۔ حضرت علی اور ام المومنین حبیبہ کو معلوم ہوا تو یہ دونوں باغیوں کو سمجھانے کے لئے گئے۔ لیکن اب باغیوں کو جوش انتقام جنون کی حد تک پہنچ گیا تھا۔ ان میں خطا وثواب کی کوئی تمیز نہ رہ گئی تھی۔ حتیٰ کہ حرم نبیؐ کا بھی انہوں نے احترام نہ کیا۔ اس وقت مدینہ کی حالت نہایت خطرناک ہوگئی تھی۔ باغیوں پر کسی کو قابو نہ تھا۔ ہر شخص کی جان خطرے میں تھی، صحابہ بالکل مجبور اور بے بس ہو کر رہ گئے تھے۔ چنانچہ بہت صحابہؓ مدینہ چھوڑ کر چلے گئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے سفر حج کا ارادہ کیا۔ اکابر صحابہؓ نے ان پر آشوب حالات میں گوشہ نشینی مناسب سمجھی۔ اس وقت صرف تین بزرگ حضرت علیؓ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ موجود تھے۔ جو نہ تو بے تعلق رہ سکتے تھے اور نہ ان حالات پر قابو تھا۔ حضرت علی کا جب تک بس چلا وہ برابر باغیوں کو سمجھاتے رہے۔ لیکن آخر وہ بھی مجبور ہو گئے تھے۔ چنانچہ حضرت عثمان غنیؓ نے جب آخری مرتبہ بلا بھیجا اور آپؓ نے جانے کا قصد کیا تو آپؓ کو زبردستی روک لیا گیا۔ آپؓ نے مسلمانوں کی شیرازہ بندی کے تحفظ کے لئے آخری کوشش کرتے ہوئے ایک دن قصر خلافت کے اوپر سے تقریر فرمائی۔

> "لوگو! تم میرے قتل کے کیوں درپے ہو میں تمہارا والی اور مسلمان بھائی ہوں خدا کی قسم! جہاں تک میرے بس میں تھا۔ میں نے ہمیشہ اصلاح کی کوشش کی لیکن بہرحال میں انسان ہوں، اس لیے اصابت رائے کے ساتھ لغزشیں بھی ہوئیں۔"

بعد ازاں حضرت عثمان غنیؓ نے قصر خلافت سے باغیوں کے سامنے بار بار اپنی صفائی پیش کی اور اپنی اسلامی خدمات یاد دلائیں۔ مگر ان پر کچھ اثر نہ ہوا۔ بالآخر تنگ آ کر آپؓ نے فرمایا۔

> "یاد رکھو! بخدا اگر تم مجھے قتل کر دیا تو پھر تا قیامت نہ ایک ساتھ نماز پڑھو گے اور نہ ایک ساتھ جہاد کروں گے۔"

جب باغیوں پر کسی افہام و تفہیم کا اثر نہ ہوا اور وہ فتنہ انگیزی پر ڈٹے رہے تو فدا

ئین اسلام نے حاضر ہو کر جاں نثاری کی اجازت چاہی۔ حضرت زید بن ثابتؓ انصاری کی جماعت کی معیت میں پہنچے اور عرض کیا' انصار حاضر خدمت ہیں اور دوبارہ اپنے انصار اللہ ہونے کا ثبوت دینے کی اجازت کے منتظر ہیں۔ حضرت عثمان غنیؓ نے فرمایا' اگر جنگ مقصود ہے تو اس کی اجازت نہ دوں گا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے عرض کیا' قصر خلافت میں ہم لوگ خاصی تعداد میں ہیں۔ اجازت ہو تو جانبازی کے جوہر دکھائیں۔ فرمایا خدا کے واسطے میرے لیے خون ریزی نہ کی جائے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ نے عرض کیا کہ آپؓ امت کے امام ہیں اور مصیبت میں مبتلا ہیں۔ اس لیے تین صورتوں میں ایک صورت اختیار فرمائیے۔ آپ کے پاس کافی قوت ہے ہم لوگوں کی معیت میں نکلئے اور مقابلہ کیجئے۔ آپؓ حق پر ہیں یا پھر قصر خلافت کے عقب سے دروازہ توڑے دیتے ہیں۔ آپؓ سواری پر بیٹھ کر مکہ نکل جائیں۔ وہاں حرم شریف میں لوگ جنگ نہ کریں گے۔ یا پھر شام چلے جایئے۔ وہاں کے لوگ وفادار ہیں اور معاویہؓ موجود ہیں۔ اس پر حضرت عثمان غنیؓ نے فرمایا۔

''میں مقابلہ نہ کروں گا' کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا وہ پہلا خلیفہ بننا نہیں چاہتا جس کے ہاتھوں آپؐ کی امت کی خون ریزی کا آغاز ہوا' مکہ بھی نہ جاؤں گا کہ یہ سر پھرے (باغی) وہاں بھی خون ریزی سے باز نہ آئیں گے اور میں آنحضور صلعم کی اس پیش گوئی کا مصاق بننا نہیں چاہتا کہ قریش کا ایک مکہ کی حرمت اٹھائے گا اور اس پر نصف نہ تا قیامت عذاب موجود ہے لیکن دار الہجرت اور جوار رسول علیہ ﷺ کو نہ چھوڑوں گا۔''

غرض پاسبان امت نے کسی صورت میں بھی اپنے تحفظ کے لئے مسلمانوں کو خون ریزی پسند نہ کی بلکہ فرمایا کہ ''اس وقت میرا سب سے بڑا خیر خواہ وہ ہے جو اپنے ہاتھ اور اسلحہ کو روکے رکھے۔'' گھر میں اس وقت بیس غلام تھے۔ آپؓ نے ان کو بلا کر آزاد کر دیا۔

شہادت

حاجیوں کی واپسی کا زمانہ قریب آتا جا رہا تھا اور بعض صوبوں سے فوجوں کے آنے کی خبر بھی تھی۔ اس لیے باغیوں نے جلد سے جلد خلیفۃ الرسول حضرت عثمان غنیؓ کی شمع

حیات بجھا دینے کا فیصلہ کرلیا۔ادھر آنحضورﷺ کی پیش گوئی کے مطابق حضرت عثمان غنیؓ کو اپنی شہادت کا پورا یقین تھا اور صبر و استقامت کے ساتھ ہر وقت اس کے منتظر تھے غنیؓ کو اپنی شہادت ہونے والی تھی۔ ذوالحجہ کا مہینہ اور جمعہ کا روز تھا اور آپؓ روزہ سے تھے اس دن آپؓ نے خواب میں دیکھا کہ آنحضورﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروقؓ تشریف فرما ہین اوران سے کہہ رہے ہیں۔عثمان غنیؓ جلد کرو آپؓ آج ہمارے ساتھ افطار کریں گے۔آپ سمجھ گئے کہ آج سفر آخرت کا دن ہے۔لہذا آپؓ نے ایک پائجامہ جسے آپؓ نے کبھی نہ پہنا تھا۔زیب تن کیا۔کہ شہادت کے وقت ستر نہ کھل جائے۔بیس غلام آزاد کیے اور کلام اللہ کھول کراس کی تلاوت میں مصروف ہو گئے۔

باغیوں نے قصر خلافت پر حملہ کر دیا۔حضرت امام حسینؓ جو عبداللہ بن زبیر محمد بن مسلمہ اور بہت سے دیگر صحابہؓ زادوں کی معیت میں قصر خلافت کے دروازے پر متعین تھے ۔ مدافعت میں زخمی ہوئے جب باغیوں کو اندر داخل ہونے کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو انہوں نے پھاٹک میں آگ لگادی اور کچھ لوگ قصر خلافت کے ملحقہ مکانوں کے ذریعہ اوپر چڑھ کر اندر داخل ہو گئے ۔حضرت عثمان غنی اس وقت تلاوت میں مصروف تھے۔سب سے پہلے محمد بن ابی بکرؓ جو باغیوں کے سرغنہ تھے۔آگے بڑھے اور آپؓ کی ریش مبارک پکڑلی اور گستاخانہ کلمے کہے۔آپؓ نے اسے ڈانٹا اور کہا' اے بھتیجے! اگر آج ابوبکر صدیقؓ زندہ ہوتے تو انیں تمہاری یہ حرکت پسند نہ آتی ۔ وہ یہ سن کر اور نادم ہوکر واپس لوٹ گئے ۔لیکن ایک دوسرے شخص کنانہ بن بشر نے آگے بڑھ کر پیشانی مبارک پر لوہے کی لاٹ اس زور سے ماری کہ حضرت عثمان غنیؓ پہلو کے بل گر پڑے ۔زبان مبارک پر بسم اللہ تو کلت علی اللہ چڑھ کر مسلسل کئی وار کیے' آپ کی زوجہ محترمہ بے تابانہ آپؓ کو بچانے کے لئے دوڑیں دریں اثنا سودان ابن عمران نے تلوار کا وار کیا۔وفادار بیوی حضرت نائیلہ نے وار کو اپنے ہاتھ پر روکنے کی کوشش کی اور تین انگلیاں کٹ کر الگ ہوگئیں۔اس وار نے حضرت عثمان غنیؓ کی شمع حیات بجھادی۔شہادت کے وقت آپؓ یہ آیت تلاوت فرمارہے تھے۔

فسیکفیکھم اللہ وھو السمیع العلیم"

یہ حادثہ جمعہ کے دن ۱۸ ذوالحجہ ۳۵ ہجری کو وقوع پذیر ہوا۔شہادت کے وقت آپؓ کی عمر بیاسی سال مدت خلافت ۱۲ دن کم بارہ سال تھی۔

سخاوت و فیاضی

حضرت عثمان غنیؓ طبعاً فیاض واقع ہوئے تھے۔ سینکڑوں بیواؤں یتیموں اور اپنے اعزہ کی کفالت کرتے تھے۔ ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد کیا کرتے تھے۔ حضرت عثمان غنیؓ نے فیاضی اور اپنے مال و دولت سے اس وقت اسلام اور مسلمانوں کو فائدہ پہنچایا جب امت میں کوئی دوسرا شخص انکے ہم پایہ نہ تھا۔ مسلمان مکہ سے ہجرت کر کے جب مدینہ آئے تو یہاں صرف ایک ہی میٹھے پانی کا کنواں "بیر رومہ" تھا جو ایک یہودی کی ملکیت تھا۔ جسے اس نے اسے اپنا ذریعہ معاش بنا رکھا تھا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے رفاہ عام کے خیال سے "بیر رومہ" کو بیس ہزار درہم میں خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا۔ اسی طرح جب مسلمانوں کی تعداد بڑھی اور مسجد نبوی میں جگہ کی تنگی کے باعث نمازیوں کو تکلیف ہونے لگی۔ تو حضرت عثمان غنیؓ نے ایک گرانقدر رقم صرف کر کے مسجد نبوی کی توسیع کا اہتمام کیا۔

آپؓ کی فیاضی کا سب سے نمایاں کارنامہ یہ ہے کہ آپؓ نے غزوہ تبوک کے موقعہ پر نہایت فراخ دلی کے ساتھ اسلامی فوج کی امداد کی ایک تہائی فوج (دس ہزار) کے لئے رسد اور ساز و سامان فراہم کیا۔ ساتھ ہی ایک ہزار اونٹ، ستر گھوڑے اور ایک ہزار دینار نقد بھی آنحضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیئے۔ چنانچہ عثمان غنیؓ کے اس فیاضانہ اقدام پر خوش ہو کر آنحضور صلعم نے فرمایا" آج کے بعد عثمان غنیؓ کو ان کا کوئی عمل نقصان نہیں پہنچا سکتا۔"

حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں مدینہ منورہ میں سخت قحط پڑا۔ انہیں اونٹوں کا ایک قافلہ حضرت عثمان غنیؓ کا غلہ لے کر باہر سے آیا۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق نے سارا غلہ معمولی قیمت پر غرباء کے لیے خریدنا چاہا لیکن حضرت عثمان غنیؓ نے فروخت کرنے سے انکار کر دیا اور گھر آ کر عام اعلان فرمایا کہ جسے غلہ کی ضرورت ہو آ کر مفت لے جائے پھر جب حضرت عمر فاروقؓ سے ملے تو کہنے لگے۔ آپؓ مجھے میرے غلے کی بہت ہی تھوڑی قیمت دے رہے تھے مگر میں نے اپنا غلہ خداوند تعالی کے ہاتھ بہت زیادہ قیمت پر بیچا ہے

Marfat.com

اعزہ واحباب سے حسن سلوک

بیواؤں، غریبوں اور یتیموں کے علاوہ حضرت عثمان غنیؓ نے اپنے اعزہ اور رشتہ داروں سے بھی بڑی شفقت وفیاضی کا برتاؤ کیا کرتے تھے۔ اپنی بیٹی کو جہیز میں ایک لاکھ درہم دیے۔ اپنے چچا حکم بن العاص کی اولاد کو ایک لاکھ درہم عطا فرمائے۔ مزید برآں اپنے احباب میں جس کو قرض دیتے اکثر واپس نہ لیتے۔

صبر وتحمل

حضرت عثمان غنیؓ صبر وتحمل اور عفو درگزر کا پیکر تھے۔ مصائب وآلام کو نہایت صبر وسکون کے ساتھ برداشت کرتے تھے۔ شہادت کے موقعہ پر چالیس دن تک جس بردباری ضبط اور تحمل کا اظہار کیا وہ آپؓ کے اخلاق وکردار کا ایک عظیم اور روشن پہلو ہے۔ سینکڑوں وفاشعار غلام، اور ہزاروں مہاجر وانصار آپؓ کے تحفظ کے لئے مرمٹنے پر تیار تھے مگر صبر وتحمل کے اس عظیم پیکر نے خون ریزی کی اجازت نہ دی۔ اگر آپؓ چاہتے تو باغیوں کے خون کی ندیاں بہہ جاتیں لیکن آپؓ نے جان دے دی۔ صبر وتحمل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔

ایثار

حضرت عثمان غنیؓ نے ہمیشہ مسلمانوں کے لئے مال میں ایثار سے کام لیا اور اپنے دور خلافت میں ذاتی اخراجات کے لئے بیت المال سے ایک پائی تک وصول نہ کی۔ اس طرح گویا اپنا مقررہ وظیفہ عام مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے چھوڑ دیا۔ حضرت عمر فاروق کا سالانہ وظیفہ پانچ ہزار درہم تھا۔ اس حساب سے حضرت عثمان غنیؓ نے اپنے بارہ سالہ دور خلافت میں ساٹھ ہزار درہم کی گرانقدر رقم مسلمانوں کے لئے چھوڑ دی جوان کے جذبہ ایثار کی ایک اعلیٰ مثال ہے۔

عہد عثمانی کے کارنامے

امیر المومنین حضرت عثمان غنیؓ کو اگرچہ اطمینان وسکون کے ساتھ حکومت کرنے کا

موقعہ صرف پانچ سال ملا۔ اس قلیل مدت میں آپؓ نے امت اسلامیہ کی گرانقدر خدمات انجام دیں۔ آپؓ نے اپنے دور خلافت میں مفتوحہ علاقوں میں رونما ہونے والی بغاوتوں کو فرو کیا اور بہت سے ممالک کو زیر نگین کر کے مملکت اسلامیہ کی حدود کو وسعت دی۔ اس کے ساتھ ساتھ نظام خلافت جو حضرت عمر فاروقؓ ہی کے زمانے میں اتنا مکمل اور منضبط بنیادوں پر استوار ہو چکا تھا کہ اس میں کسی ترمیم و اضافہ کی بالکل گنجائش نہ تھی۔ تاہم اس کے جو جو گوشے تشنہ تکمیل رہ گئے تھے۔ ان کی تکمیل کی۔ علاوہ ازیں صیغہ فوج کی اصلاح، بحری فوج اور اسلامی بیڑے کا قیام اور رفاہ عامہ کے کام بھی آپؓ کے دور خلافت کے وہ کارنامے ہیں جن کے ذکر کے بغیر آپؓ کے دور خلافت کی صحیح اور مکمل عکاسی ممکن نہیں۔ ذیل میں عہد عثمانی کے ان کارناموں کا اجمالی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

بغاوتوں کا استیصال حسن تدبر اور حسن عمل سے!

حضرت عمر فاروق کے انتقال کے فوراً بعد ہی ملک کے مختلف گوشوں میں بغاوتیں اور شورشیں پھوٹ پڑی تھیں۔ ایران کے متعدد صوبے باغی ہو گئے۔ خراسان، آرمینیا اور آذر بائیجان کے علاقوں نے مسلمانوں کی سیادت سے منہ موڑ لیا۔ مصر و سکندریہ میں رومیوں نے علم بغاوت بلند کر دیا۔ قیصر روم پہلے سکندریہ اور بعد ازاں شام پر چڑھ آیا۔ غرض کہ ہر طرف خلفشار برپا ہو گیا تھا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے نہایت مستعدی اور سرگرمی سے نہ صرف ان شورشوں اور بغاوتوں کا استیصال کیا بلکہ آہستہ آہستہ اپنے حسن تدبر اور حسن عمل سے مفتوحہ اقوام کے جذبہ خودسری کو اس طرح ختم کر دیا کہ مسلمانوں کو باہمی کشمکش کے موقعوں پر بھی انہیں سرتابی کی ہمت نہ ہوئی۔

فتوحات کی وسعت

بغاوتوں کے استیصال کے ساتھ ساتھ عہد اسلامی میں فتوحات کی وسعت کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ چنانچہ افریقہ میں طرابلس اور مراکش مفتوح ہوئے۔ ایران کی فتح تکمیل کو پہنچی۔ ایران متصل مشرقی ممالک میں افغانستان خراسان اور ترکستان کا ایک حصہ زیر نگیں ہوا۔ آرمینیا اور آذر بائیجان کے غیر مفتوحہ علاقے فتح ہوئے ایشیائے کوچک کا ایک وسیع علاقہ

Marfat.com

ملک شام میں شامل ہوا۔ بحیرہ روم کے جزیرہ قبرص پر قبضہ ہوا اور سپین پر حملہ ہوا۔ ان فتوحات کے نتیجہ میں مملکت اسلامیہ کی حدود سندھ اور کابل سے لے کر یورپ کی سرحد تک جا پہنچیں۔

نظام خلافت

حضرت عمر فاروقؓ نے نظام خلافت کا جو دستور العمل مرتب کیا تھا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے اسے بعینہٖ قائم رکھا۔ البتہ انتظامی ضروریات اور حالات کے مطابق اس میں تبدیلیاں کیں اور جن شعبوں میں ترقی کی گنجائش تھی ان کو ترقی بھی دی۔ چنانچہ اسی نظم ونسق کا اثر تھا کہ ملکی محاصل میں غیر معمولی اضافہ ہوگیا۔ حضرت عمر کے عہد میں مصر کا خراج بیس ہزار دینار تھا۔ لیکن عہد عثمانی میں تعداد چالیس لاکھ تک پہنچ گئی۔ اسلامی حکومت کی ابتدا مجلس شوریٰ سے ہوئی۔ فاروق اعظم نے اس کو زیادہ منظم کر دیا تھا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے بھی اس نظام کو اپنے ابتدائی عہد میں قائم رکھا۔ مہماتی امور اور ملکی فلاح و بہبود اور فتنہ وفساد کی بیخ کنی کے لیے اکابر صحابہؓ اور حکومت سے صلاح ومشورہ لیتے رہے۔ لیکن آخر میں جب مروان بن حکم نے حضرت عثمان غنیؓ کے اعتماد سے ناجائز فائدہ اٹھا کر خلافت کے کاروبار میں اثر ونفوذ پیدا کر لیا تو نظام شوریٰ میں کچھ برہمی پیدا ہوگئی۔ تاہم جب کبھی آپؓ کو کسی معاملے کی طرف توجہ دلائی جاتی آپؓ فوراً اس کے تدارک کی سعی کرتے اور نیک مشوروں کو قبول کرنے میں ہرگز تامل نہ فرماتے۔ چنانچہ ولید بن عقبہؓ کی شراب نوشی کی طرف توجہ دلائی گئی تو تحقیق کے بعد آپؓ نے اس کو فوراً معزول کر دیا اور شرعی حد جاری کر دی۔ اسی طرح جب کسی والی کے خلاف کوئی شکایت ہوتی تو آپ فوراً اسے معزول کر دیتے۔ چنانچہ سعد بن ابی وقاصؓ کو بیت المال کا قرض ادا نہ کرنے کے الزام میں معزول کر دیا۔ سعید بن العاصؓ اور حضرت موسیٰ اشعریؓ کو رعایا کی شکایت پر علیحدہ کر دیا۔

اگرچہ مجلس شوریٰ کا باقاعدہ نظام آپؓ کے دور خلافت کے آخر میں درہم برہم ہو کر رہ گیا تھا۔ تاہم معاشرے کے ہر شخص کو اپنے حقوق کی حفاظت اور حکام کے طریق کار پر نکتہ چینی کا حق حاصل تھا۔ عمال حکومت کی بدعنوانیوں کے احتساب کے سلسلے میں یہ

امر خاص طور پر پیش نظر رکھنے کے لائق ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ طبعاً نہایت حلیم الفطرت خطا پوش اور نرم دل تھے۔ آپؓ میں عفو و درگزر کا پہلو غالب تھا اور مواخذہ و احتساب کی وہ سختی نہ تھی جو حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت کی امتیازی خصوصیت ہے۔ آپؓ بعض ایسے امور سے چشم پوشی فرما جاتے تھے۔ جس پر حضرت عمر فاروقؓ بڑے سے بڑے عہدیدار کو بھی معاف نہ کرتے تھے۔ تاہم اپنی تمام تر نرم خوئی کے باوجود حضرت عثمان غنی کسی ایسی بدعنوانی کو نظر انداز نہ کرتے تھے جس کے باعث اخلاق عامہ، ملکی نظم و نسق اور اصول اسلام پر کوئی اثر نہ پڑتا ہو۔ لیکن عمال حکومت کو سزا دینے سے ہمیشہ عدل و انصاف کے جملہ تقاضوں کو پورا کرتے اور دریافت حال کے للئے دربار خلافت سے تحقیقاتی وفود روانہ کرتے جو تمام ممالک محروسہ میں دورہ کر کے عمال کے طرز عمل اور رعایا کی حالت کا اندازہ کرتے تھے۔ محمد بن مسلمہؓ عبداللہ بن عمرؓ اسامہ بن زید اور عمار بن یاسر عموماً اس خدمت پر مامور کیے جاتے تھے۔ ۲۵ ہجری میں ملک کی عام حالت دریافت کرنے کے لئے جو فود روانہ کیے گئے ان میں یہی حضرات تھے۔

ملک کی حالت سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے حضرت عثمان غنیؓ کا یہ معمول تھا کہ جمعہ کے دن خطبہ شروع کرنے سے قبل لوگوں سے اطراف ملک کی خبریں پوچھتے۔ نیز تمام ملک میں اعلان عام تھا کہ جس کسی کو کسی والی سے شکایت ہو وہ حج کے موقعہ پر بیان کرلے۔ اس موقعہ پر تمام عمال لازمی طور پر طلب کیے جاتے تھے۔ اس لیے آپؓ بالواسطہ شکایتوں کی تحقیقات کر کے تدارک فرماتے۔

نظام خلافت کے ضمن میں حضرت عثمان غنیؓ کے دور خلافت میں صوبوں کی تقسیم قریب قریب وہی رہی جو عہد فاروقیؓ میں تھی۔ البتہ شام کے ملک کو جو کئی صوبوں میں منقسم تھا۔ ایک صوبہ بنا دیا گیا اور امیر معاویہؓ پورے صوبے کے والی مقرر ہوئے۔ اس اقدام سے فتوحات کو بڑا فائدہ پہنچا۔ علاوہ ازیں نئے مفتوحہ علاقوں کے مزید نئے صوبے بنائے گئے۔

بیت المال

خلافت عثمانیؓ میں بہت سے نئے ملک فتح ہوئے اور خراج کی آمدنی میں بہت

Marfat.com

زیادہ اضافہ ہوا۔اس کے علاوہ عثمان غنیؓ کی سعی اور صوبائی عمال کے حسن انتظام سے پرانے محاصل میں اضافے کی وجہ حضرت عثمان غنیؓ نے عوام کو مزید خوش حالی سے ہمکنار کرنے کے لئے بیت المال سے جو روزینہ ملتا تھا۔آپ نے اس روزینہ کے علاوہ کھانا بھی مقرر کردیا ۔بیت المال کی آمدنی میں اضافے کی وجہ سے حضرت عثمان غنیؓ نے عوام کی فلاح و بہبود کے لئے متعدد رفاہ عامہ کے کام سرانجام دیئے۔

صیغہ فوج

عثمانی عہد میں صیغہ فوج میں مستعدی اور حسن کارکردگی پیدا کرنے کے لئے بعض اہم تبدیلیاں اور اصلاحات کی گئیں۔بعض صوبوں میں انتظامی اور فوجی شعبہ جات بہم تھے انہیں الگ الگ شعبوں میں منقسم کردیا گیا۔علاوہ ازیں سپاہیوں کی اقتصادی خوشحالی اور ان کے حوصلہ افزائی کے لئے تنخواہ میں سوسو درہم کا اضافہ کیا گیا۔

ملکی دفاع کی مضبوطی کے پیش نظر نئے مفتوحہ علاقوں میں جوجی چھاؤنیاں قائم کی گئیں ۔امیر معاویہؓ نے بحیرہ روم کے ساحل پر انطاقیہ سے لے کر طرطوس تک فوجی نو آبادیاں قائم کردیں ۔عہد فاروقیؓ میں تمام ملک میں فوجی گھوڑوں اور اونٹوں کی پرورش و پرداخت کے لئے متعدد چراگا ئیں بنائی گئیں تھیں۔حضرت عثمان غنیؓ نے ان میں اور اضافہ کیا اور چراگاہوں کے قریب چشمے جاری کرائے۔یہ چراگاہیں اتنی وسیع تھیں کہ صرف ایک مربع کی چراگاہ میں چالیس ہزار اونٹ پرورش پاتے تھے۔اور وہ وسعت میں ہر طرف سے چھ چھ میل تھی۔علاوہ ازیں حضرت عثمان غنیؓ نے چراگاہوں کے نگران افسروں کی رہائش کے لئے مکانات تعمیر کروائے۔

بحری فوج

اسلامی بحری فوج کا قیام حضرت عثمان غنیؓ کے دور خلافت کا ایک بہت بڑا کارنامہ ہے۔عہد فاروقی میں فارس کی بحری جنگ میں مسلمانوں کو سخت مالی وجانی نقصان پہنچا تھا۔اس لیے حضرت عمر فاروقؓ بحری جنگ کے خلاف تھے۔امیر معاویہؓ نے حضرت عمر

Marfat.com

فاروق سے بارہا بحیرہ روم میں فوجیں اتارنے کی اجازت چاہی لیکن فارس کے تلخ تجربے کی بناء پر دربار خلافت کی اجازت نہ ملی۔ حضرت عمر فاروقؓ کی شہادت کے بعد امیر معاویہؓ نے حضرت عثمان غنیؓ سے ایک جنگی بحری بیڑہ تیار کرنے کی درخواست کی۔ آپؓ نے بھی اپنے پیش رو کے خطوط پر چلتے ہوئے پہلے انکار کیا۔ لیکن امیر معاویہؓ کے بار بار اصرار پر اس شرط کے ساتھ اجازت دی کہ بحری جنگ میں شرکت کے لئے کسی کو مجبور نہ کیا جائے' چنانچہ اجازت ملنے پر امیر معاویہ نے پہلا اسلامی بحری بیڑہ تیار کیا اور عبداللہ بن قیس حارثی اس کے امیر البحر مقرر کیے گئے۔ اسی بحری بیڑے سے امیر معاویہؓ نے بحیرہ روم کے جزیرہ قبرص پر قبضہ کیا۔

قبرص کی فتح سے امیر معاویہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح والئی مصر کے حوصلے بڑھ گئے اور انہوں نے چند برسوں کے اندر اسلامی بحری بیڑے کو اتنی ترقی دی کہ وہ اس عہد کے سب سے طاقتور رومی بحری بیڑے سے بھی بڑھ گیا۔ چنانچہ ۳۱ ہجری میں جب قیصر روم نے چھ سو جہازوں پر مشتمل بحری بیڑے کے ساتھ ساحل شام پر حملہ کیا تو اسلام بحری بیڑے نے رومی بیڑے کو عبرت ناک شکست دی۔ اسلامی بحری بیڑے کے قیام کے بعد بحیرہ روم پر مسلمانوں کا تسلط قائم ہو گیا۔

رفاہ عامہ کے کام

اسلامی دور خلافت میں رفاہ عامہ کے متعدد کام سرانجام پائے۔ رعایا کی فلاح و بہبود کے لیے سڑکیں' پل اور مسافر خانے تعمیر کیے گئے۔ کوفہ میں عقیل اور ہبار کے مکانات خرید کر ایک وسیع مہمان خانہ تعمیر کرایا گیا۔ مسافروں کے آرام و آسائش کے لیے مدینہ منورہ اور مسجد کی راہ میں ایک سرائے تعمیر کی گئی اور اس کے متصل ایک بازار قائم کیا گیا اور میٹھے پانی کا کنواں بھی کھدوایا گیا جو بیر السائب کے نام سے مشہور ہے۔ علاوہ ازیں سرکاری دفاتر کے لئے وسیع عمارتیں تعمیر کروائی گئیں۔ حضرت عثمان غنیؓ کے ان رفاہی کاموں کے نتیجے میں مسافروں کے لئے سفر آرام دہ بے خطر ہو گیا۔

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت کے چوتھے امین

سیدنا حضرت علی المرتضیٰؓ کی انسان دوست زندگی

خلیفہ منتخب ہونے کے بعد حضرت علی المرتضیٰؓ کا پہلا خطبہ

حضرت علیؓ جب خلیفہ مقرر ہوئے تو آپؓ نے بیعت کے بعد فرمایا:

''لوگو! میں تم ہی میں سے ایک آدمی ہوں۔ جو حقوق تمہارے لئے ہیں وہی میرے لئے بھی ہیں اور جو ذمہ داریاں تم پر عائد ہوتی ہیں وہ مجھ پر بھی عائد ہوتی ہیں۔ میں تمہیں تمہارے نبی ﷺ کے طریقہ پر چلاؤں گا اور مجھے جن باتوں کے نفاذ کا حکم دیا گیا ہے' انہیں تم پر نافذ کردوں گا۔ سن لو! حق میں بڑی وسعت ہے اور جس کے لئے حق تنگ ثابت ہوا اس کے لئے ظلم و جور اور زیادہ تنگ ہوگا۔ لوگو آگاہ رہو! ایسا نہ ہو کہ کل کو تم میں سے وہ لوگ جن پر دنیا چھا گئی اور وہ عمارتوں کے مالک بنے' جن لوگوں نے نہریں نکالیں' گھوڑوں پر سواری کی' غلام چھوکروں کو خدمت گار بنایا' انہیں جب اس عیش و عشرت سے محروم کر دوں اور ان کے اصل حقوق کی حدود میں واپس لاؤں تو وہ کہنے لگیں کہ ابن ابی طالب نے ہمیں ہمارے حقوق سے محروم کر دیا۔ سنو! رسول اللہ ﷺ کے صحابی مہاجرین و انصار میں سے جو کوئی بھی یہ سمجھتا ہے کہ محبت رسول ﷺ کی وجہ سے اس کو دوسروں پر فضیلت حاصل ہے وہ جان لے کہ یہ فضیلت کل کو اللہ کے حضور کام آئے گی اور وہی اس کا اجر و ثواب عطا کرے گا۔ آگاہ رہیں کہ جس شخص نے بھی خدا اور اس کے رسول ﷺ کی دعوت پر لبیک کہا' ہماری ملت کی تصدیق کی' ہمارے دین میں داخل ہوا اور ہمارے قبلہ کی طرف رخ کیا' وہ

اسلام کے دیئے ہوئے حقوق کا مستحق اور اسکی مقرر کردہ حدود کا پابند ہو گیا۔تم سب اللہ کے بندے ہو اور مال غنیمت اللہ کا مال ہے' یہ تمہارے درمیان مساوی طور پر تقسیم کیا جائے گا۔ اس کے سلسلے میں کسی کو کسی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے' متقی لوگوں کے لئے اللہ کے پاس بہترین جزا ہے۔"

(اسلام میں عدل اجتماعی از سید قطب صفحہ ۴۵۶)

حضرت علیؓ کے امور مملکت کی خصوصیات

حضرت علی المرتضیٰؓ کا دور حکومت ساڑھے پانچ سال تک ۲۲ لاکھ مربع میل کے وسیع و عریض خطے تک محیط رہا۔

آپؓ کے دور میں مسلمانوں کے مابین حضرت عثمان ذوالنورینؓ کے قاتلوں سے انتقام لینے کے لئے جنگ جمل اور جنگ صفین کے روح فرسا واقعات پیش آئے۔ تاہم حکومت وخلافت مصطفوی کی اصلی روح' عدل اجتماعی اور مساوات حقیقی' خلیفہ چہارمؓ کے دور حکومت میں مصطفوی شریعت اور خلفاء ثلاثہؓ کے منہاج پر قائم رہی۔

آپؓ نے خلافت اسلامیہ کے باب میں جس درخشندہ عہد کو فروغ دیا وہ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ سے مشابہت اور مطابقت رکھتا ہے۔

مسلمانوں کے باہمی اختلاف اور قاتلان عثمانؓ کی چیرہ دستیوں نے خود حضرت علیؓ کو اپنے گرد گھومنے والے ایک طبقے سے بیزار کر دیا تھا۔

حضرت اسد اللہ الغالبؓ کے دور حکومت کے اصول وضوابط کو سمجھنے کے لئے گورنر مصر کے نام لکھے جانے والے ایک خط پر غور کرنا ضروری ہے۔ حضرت علیؓ کی طرف سے ارسال کیا جانے والا یہ خط ایک طرف حکومتی اصولوں کا شاہکار ہے دوسری طرف خلافت راشدہ کے زریں عہد کا آئینہ دار ہے۔ یہ خط حضرت علیؓ کے نظام سلطنت کا روشن آئینہ ہے۔ آپ فرماتے ہیں

"یہ ہے وہ وصیت جس کو اللہ کے بندے علی امیر المومنین نے مالک اشتر کو جب اسے مصر کا گورنر بنایا' روانہ کیا' تا کہ ملک کا خراج جمع کرے' اس کے

Marfat.com

دشمنوں سے لڑے' اس کے باشندوں کے فلاح و بہبود کا خیال رکھے' مالک کے تقویٰ اور اطاعت خداوندی کو مقدم رکھنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ آدمی کی سعادت' خدا اور رسول ﷺ کے فرائض وسنن کی بجا آوری میں ہے۔ اس سے انکار بدبختی ہے۔

رعایا میں دو قسم کے دو آدمی ہوں گے۔ تمہارے دینی بھائی یا مخلوق خدا ہونے کے لحاظ سے تمہارے جیسے آدمی۔ لوگوں سے غلطیاں تو ہوتی ہی ہیں۔ جان بوجھ کے یا بھولے چوکے سے ٹھوکریں کھاتے ہی رہتے ہیں۔ تم اپنے عفو کا دامن خطا کاروں کے لئے اسی طرح پھیلا دینا' جس طرح تمہاری آرزو ہے کہ خدا تمہاری خطاؤں کے لئے اپنا دامن عفو وکرم پھیلا دے' کبھی نہ بھولنا کہ تم رعایا کے افسر ہو' خلیفہ تمہارا افسر ہے اور خدا خلیفہ کے اوپر حاکم ہے۔' خلیفہ نے تمہیں گورنر بنایا ہے اور مصر کی ترقی و اصلاح کی ذمہ داری تمہیں سونپ دی ہے۔ خدا سے لڑائی نہ مول لینا کیونکہ آدمی کے لئے خدا سے کوئی بچاؤ نہیں۔ خدا کے عفو و رحمت سے کبھی بھی بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ عفو پر کبھی نادم نہ ہونا۔ سزا دینے پر کبھی شیخی نہ بگھارنا' غصہ آتے ہی دوڑ نہ پڑنا' بلکہ جہاں تک ممکن ہو غصے سے بچنا اور غصے کو پی جانا۔

خبردار! رعایا سے کبھی نہ کہنا کہ میں تمہارا حاکم بنا دیا گیا ہوں اور اب میں ہی سب کچھ ہوں' سب کو میری تابعداری کرنی چاہئے' اس ذہنیت سے دل میں فساد پیدا ہوتا ہے' دین میں کمزوری آتی ہے اور بربادی کے لئے بلاوا آتا ہے۔

وزراء اور مشیروں کے بارے میں حضرت علیؓ کا ارشاد گرامی

بدترین وزیر وہ ہے جو شریروں کی طرف داری کرے اور گناہوں میں ان کا ساجھی ہو۔ ایسے آدمی کو اپنا وزیر نہ بنانا۔ کیونکہ اس قسم کے لوگ گنہگاروں کے مددگار اور ظالموں کے ساتھی ہوتے ہیں' ان کی جگہ تمہیں ایسے آدمی مدد دیں گے جو عقل و تدبیر میں ان کے برابر ہوں گے مگر گناہوں سے ان کی طرح

Marfat.com

برے نہ ہوں گے۔ نہ کسی ظالم کی اس کے ظلم میں مدد کی ہوگی نہ کسی گنہگار کا اس کے گناہ میں ساتھ دیا ہوگا۔ یہ لوگ تمہیں کم تکلیف دیں گے۔ تمہارے بہترین مددگار ثابت ہوں گے۔ تم سے پوری ہمدردی رکھیں گے اور گناہ سے اپنے سب رشتے کاٹ دیں گے۔ ایسے ہی لوگوں کو تم صحبتوں اور عام درباروں میں اپنا مصاحب بنانا۔

پھر یہ بھی یاد رہے کہ خاص الخاص لوگوں میں بھی وہی تمہاری نگاہوں میں سب سے زیادہ مقبول ہوں جو زیادہ سے زیادہ کڑوی بات تم سے کہہ سکتے ہوں اور ان کاموں میں تمہارا ساتھ دینے سے انکار کر سکتے ہوں جو خدا اپنے بندوں کے لئے ناپسند فرما چکا ہے۔ اہل تقویٰ و صدق کو اپنا مصاحب بنانا۔ انہیں ایسی تربیت دینا کہ تمہاری جھوٹی تعریف کبھی نہ کریں کیونکہ تعریف کی بھرمار سے آدمی میں غرور پیدا ہوتا ہے اور تمہارے سامنے نیکوکار اور خطاکار برابر نہ ہوں۔ ایسا کرنے سے نیکوں کی ہمت پست ہو جائے گی اور خطاکار اور بھی شوخ ہو جائیں گے ہر آدمی کو وہ جگہ دینا جس کا وہ اپنے عمل کے لحاظ سے مستحق ہے اور تمہیں جاننا چاہئے کہ رعایا میں اپنے حاکم کے ساتھ حسن ظن اس طرح پیدا ہوتا ہے کہ حاکم رعایا پر رحم و کرم کی بارش کرتا رہے۔ اس کی تکلیفیں دور کرے اور کوئی ایسا مطالبہ نہ کرے جو اس کے بس سے باہر ہو۔ یہ اصول تمہارے لئے کافی ہیں' اس سے رعایا کا حسن ظن تمہیں بہت سی مشکلوں سے نجات دے گا۔ خود تمہارے حسن ظن کے سب سے زیادہ مستحق وہ ہوں جو تمہارے امتحان میں سب سے اچھے اتریں اسی طرح تمہارے سوءظن کے بھی سب سے زیادہ مستحق وہی ہوں جو آزمائش میں سب سے برے نکلیں۔

فوج کے بارے میں حضرت علیؓ کی ہدایات:

اپنی فوج کے معاملے میں ہوشیاری سے کام لینا۔ انہی لوگوں کو افسر بنانا جو تمہارے خیال میں اللہ و رسول ﷺ کے اور تمہارے امام کے سب سے زیادہ

Marfat.com

خیر خواہ ہوں، ساف دل ہوں، ہوشمند ہوں، جلد غصے میں نہ آجاتے ہوں، عذر معذرت قبول کر لیتے ہوں، کمزوروں پر ترس کھاتے ہوں، زبردستوں پر سخت ہوں نہ سختی انہیں جوش میں لے آتی ہو نہ کمزوری انہیں بٹھا دیتی ہوں۔

عدالت کے معاملات میں ارشاد مرتضویؓ

مشتبہ معاملات پیش آئیں اور تمہاری بصیرت وعلم کام نہ دے تو انہیں اللہ کی طرف اور اللہ کے رسول ﷺ کی طرف لوٹانا کیونکہ خدا مسلمانوں کی ہدایت کے لئے فرماتا ہے۔

"یاایھا الذین امنو اطیعو اللہ واطیعو الرسول واولی الامر منکم"...... الخ

"اللہ کی طرف معاملے کو لوٹانا یہ ہے کہ کتاب محکم اور نص صریح کی طرف لوٹا جائے اور رسول کی طرف لوٹانا یہ ہے کہ جامع سنت نبوی کو لیا جائے نہ کہ اسے جس میں اختلاف پڑ گیا ہے۔"

پھر ملک میں انصاف قائم کرنے کے لئے ایسے لوگوں کا انتخاب کرنا جو تمہاری نظر میں سب سے افضل ہوں، ہجوم معاملات سے تنگ دل نہ ہوتے ہوں، اپنی غلطی پر اڑے رہنا ہی ٹھیک نہ سمجھتے ہوں اور حق کے ظاہر ہو جانے پر باطل ہی سے چمٹے نہ رہتے ہوں، طماع نہ ہوں، اپنے فیصلوں پر غور کرنے کے عادی ہوں، فیصلے کے وقت شکوک وشبہات پر رکنے والے ہوں، صرف دلائل کو اہمیت دیتے ہوں، مدعی اور مدعا علیہ سے بحث میں اکتا نہ جاتے ہوں، واقعات کی تہ تک پہنچنے سے جی نہ چراتے ہوں اور حقیقت کھل جانے پر اپنے فیصلے میں بے باک اور بے لاگ ہوں۔ یہ ایسے لوگ ہوں جنہیں نہ تعریف بے خود کر دیتی ہو نہ چاپلوسی مائل کر سکتی ہو۔ مگر ایسے لوگ کم ہوتے ہیں۔

تمہارا فرض ہے کہ قاضیوں کے فیصلوں کی جانچ کرتے رہو۔ اپنے دربار میں انہیں ایسا درجہ دو کہ تمہارے کسی مصاحب اور درباری کو ان پر دباؤ ڈالنے یا انہیں نقصان پہنچانے کی ہمت نہ ہو سکے۔ قاضیوں کو ہر قسم کے خوف سے بالکل آزاد ہونا چاہئے۔

Marfat.com

گورنروں کے نام خط میں آپ کی ہدایات

عمال حکومت کے معاملات پر بھی تمہیں نظر رکھنا ہوگی۔ اخراجات کی جانچ پڑتال کرنا ہوگی۔ رو رعایت سے یا صلاح و مشورے کے بغیر کسی کو عہدہ نہ دینا۔ کیونکہ ایسا کرنے سے ظلم و خیانت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اچھے گھرانوں اور سابقین اسلام کے خدمت گزاروں میں تجربہ کار اور باحیا لوگوں ہی کو منتخب کرنا کہ ان کے اخلاق اچھے ہوتے ہیں۔ اپنی آبرو کا خیال رکھتے ہیں۔ طمع کی طرف کم جھکتے ہیں اور انجام پر زیادہ نظر رکھتے ہیں۔ عہدے داروں کو بہت اچھی تنخواہیں دینا۔ اس سے یہ لوگ اپنی حالت درست کرسکیں گے اور حکومت کے اس مال سے بے نیاز رہیں گے جو ان کے ہاتھ میں ہوگا۔ اس پر بھی حکم عدولی کریں یا امانت میں خلل ڈالیں تو تمہارے پاس ان پر حجت ہوگی مگر ضروری ہے کہ ان کاموں کی جانچ پڑتال کرتے رہنا۔ نیک لوگوں کو مخبر بنا کر ان پر چھوڑ دینا۔ یہ اس لئے کہ جب انہیں معلوم ہوگا کہ خفیہ نگرانی بھی ہو رہی ہے تو امانت داری اور رعایا سے مہربانی میں اور زیادہ چست ہو جائیں پھر اگر ان میں سے کوئی شخص خیانت کی طرف ہاتھ بڑھائے اور تمہارے جاسوسوں سے تصدیق ہو جائے تو بس یہ شہادت کافی ہے۔ تم بھی سزا کا ہاتھ بڑھانا جسمانی اذیت کے ساتھ خیانت کی رقم بھی اگلوالینا۔ خائن کو ذلت کی جگہ کھڑا کرنا اور پوری طرح اسے رسوا کر ڈالنا۔"

(از کتاب علی ابن ابی طالب صفحہ ۱۷۳)

حضرت علی المرتضیٰؓ کا یہ تاریخ ساز خط بلاشبہ حکومت و امارت اور خلافت و سلطنت کے باب میں نیز انسان دوستی کے حوالے سے عظیم الشان شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے۔

عہد حاضر کے حکمران اگر حضرت علیؓ کی ان ہدایات کی پاسداری کرلیں تو ان کی حکومتیں صحیح معنی میں اسلامی فلاحی اور عوامی حکومتیں بن سکتی ہیں۔

Marfat.com

بیت المال کے بارے میں حضرت علی المرتضیٰؓ کا بے مثال کردار

حضرت ام کلثومؓ فرماتی ہیں' ایک مرتبہ نارنگیاں آئیں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ نے ایک ایک نارنگی اٹھالی' 3 حضرت علیؓ نے دیکھا تو ان سے چھین کر لوگوں میں تقسیم کر دیں۔

کتاب الخراج میں یہ بھی ہے کہ حضرت علیؓ مال غنیمت تقسیم فرماتے تو برابر حصے لگا کر قرعہ ڈالتے تھے تا کہ اگر حصوں میں کمی بیشی واقع ہو جائے تو وہ اسکی ذمہ داری سے بری ہوں۔

ایک بار اصفہان سے مال آیا جس میں ایک روٹی بھی تھی۔ حضرت علیؓ نے باقی مال کے ساتھ اس روٹی کے بھی سات ٹکڑے کر دیئے اور قرعہ ڈال کر تقسیم کر دیا۔

امیر المومنین علیؓ کی خواہش ہوتی تھی کہ جو مال آیا ہے اسے فوری طور پر مستحقین میں تقسیم کر دیا جائے۔ جب مال ختم ہو جاتا تو بیت المال میں جھاڑو دلوا کر مکمل صفائی کرائی جاتی۔

قاضی ابو یوسف کی ایک تصریح کے مطابق دوسری مرتبہ جب اصفہان سے مال آیا تو آپؓ نے اسے چند دیانتدار لوگوں کی تحویل میں رکھوایا۔ حضرت ام کلثومؓ نے اس میں سے ایک مشکیزہ شہد اور ایک مشکیزہ گھی منگوا لیا۔ حضرت علیؓ نے امانت کے مال کا جائزہ لیا تو وہ مشکیزے مال سے کم نکلے' آپؓ نے ان کی نسبت محافظ افراد سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا ہم یہ دونوں مشکیزے لائے دیتے ہیں' آپؓ نے فرمایا ''تم کو اصل واقعہ بیان کرنا ہوگا۔'' انہوں نے کہا کہ ہم نے دونوں مشکیزے ام کلثومؓ کے پاس بھیج دیئے ہیں۔ آپؓ نے فرمایا ''بہت افسوس ہے کہ میں نے تمہیں کہا تھا یہ سامان لوگوں میں تقسیم کر دینا تم نے ام کلثومؓ کے پاس بھیج دیا۔'' یہ کہہ کر دونوں مشکیزے منگوا لئے' ان میں سے جو استعمال ہو چکا تھا اس کی قیمت لگوائی جو تین درہم ٹھہری' آپؓ نے ام کلثومؓ کے یہاں سے تین درہم منگوا کر بیت المال میں جمع کرا دیئے اور مشکیزوں کو لوگوں میں تقسیم کر دیا۔

Marfat.com

حضرت علی بن ابی طالبؓ کا بیت المال غریبوں میں تقسیم

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک سال تین مرتبہ لوگوں میں مال تقسیم کیا اس کے بعد ان کے پاس اصبہان سے اور مال آ گیا تو آپ نے اعلان فرمایا (اے لوگو!) میں صبح صبح آ کر چوتھی مرتبہ مال پھر لے جاؤ۔ میں تمہارا خزانچی نہیں ہوں (کہ یہ مال جمع کر کے رکھوں) چنانچہ وہ سارا مال تقسیم کر دیا یہاں تک کہ رسیاں بھی تقسیم کر دیں۔ کچھ لوگوں نے تو رسیاں لے لیں اور کچھ نے واپس کر دیں۔

حضرت علی بن ربیعہؓ والبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ابن نباج نے حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا اے امیر المومنین! مسلمانوں کا بیت المال سونے چاندی سے بھر گیا ہے یہ سن کر حضرت علیؓ نے کہا اللہ اکبر! اور ابن نباج پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوئے اور مسلمانوں کے بیت المال پر پہنچے اور یہ شعر پڑھا۔

هذا اجناهى وخياره فيه

وكل جان تيده الىٰ فيه

یہ میرے چنے ہوئے پھل ہیں اور جو پھل عمدہ تھے وہ انہی میں ہیں (میں نے نہیں کھایا اور میرے علاوہ) ہر پھل چننے والے کا ہاتھ اس کے منہ کی طرف جا رہا تھا میں نے اس بیت المال میں سے کچھ نہیں لیا ہے۔

اے ابن نباج! کوفہ والوں کو میرے پاس لئے آؤ۔ چنانچہ لوگوں کو اعلان کر کے بلایا گیا (جب لوگ آ گئے تو) حضرت علیؓ نے بیت المال کا سارا مال لوگوں میں تقسیم کر دیا اور تقسیم کرتے ہوئے وہ یوں فرما رہے تھے اے سونے! اے چاندی! میرے علاوہ کسی اور کو دھوکہ دو۔ (اور لوگوں سے کہہ رہے تھے) لے لو لے لو اور یونہی تقسیم کرتے رہے یہاں تک کہ نہ کوئی دینار بچا اور نہ کوئی درہم۔ پھر ابن نباج سے فرمایا اس بیت المال میں پانی چھڑک دو۔ (اس نے پانی چھڑک دیا) پھر آپ نے اس میں دو رکعت نماز پڑھی۔

(حیاۃ الصحابہ ج۲ صفحہ ۲۹۵)

Marfat.com

حضرت مجمع تیمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ بیت المال کا (سارا مال تقسیم کر کے اس) میں جھاڑو دیا کرتے تھے اور اس میں نماز پڑھا کرتے اور وہاں سجدہ کیا کرتے تا کہ یہ بیت المال قیامت کے دن آپ کے حق میں گواہی دے۔

حضرت علاء کے والد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت علی بن ابی طالبؓ کو فرماتے ہوئے سنا میں نے تمہارے مال غنیمت میں سے کھجوروں کے اس برتن کے علاوہ کچھ نہیں لیا اور یہ بھی مجھے دیہات کے ایک چوہدری نے ہدیہ میں دیا تھا۔ پھر حضرت علیؓ بیت المال تشریف لے گئے اور جتنا مال اس میں تھا وہ سارا تقسیم کر دیا اور پھر وہ یہ شعر پڑھنے لگے۔

اظع من کانت لہ قوصرہ

یاکل منہا کل یوم مرہ

وہ آدمی کامیاب ہو گیا جس کے پاس ایک ٹوکرا ہو جس میں سے وہ روزانہ ایک مرتبہ کھالے (کامیابی کے لئے تھوڑی دنیا بھی کافی ہے)

حضرت عنترہ وشیبانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ ہر صنعت والے سے اس کی صنعت کاری اور دستکاری میں سے جزیہ اور خراج وصول کیا کرتے تھے یہاں تک کہ سوئی والوں سے سوئیاں، سوئے، دھاگے اور رسیاں لیا کرتے تھے۔ پھر اسے لوگوں میں تقسیم کر دیا کرتے اور روزانہ بیت المال کا سارا مال شام تک تقسیم کر دیا کرتے اور رات کو اس میں کچھ نہ ہوتا البتہ کسی ضروری کام میں مشغول ہو جاتے اور مال تقسیم کرنے کی اس دن ضرورت نہ ملتی تو پھر وہ مال بیت المال میں رات بھر رہ جاتا لیکن اگلے دن صبح صبح جا کر اسے تقسیم کر دیتے اور فرمایا کرتے اے دنیا! مجھے دھوکہ نہ دے' جا کسی اور کو جا کر دھوکہ دے۔ (حیاۃ الصحابہ دوم)

تبدیلی حکومت کے نام پر مسلمانوں کا قتل درست نہیں

حاکم نے ابوعریف کے واسطے سے نقل کیا ہے، معاویہؓ کے مقابلہ میں حسن بن علیؓ کی جو فوج تھی، میں اس کے مقدمۃ الجیش میں تھا۔ ہم بارہ ہزار تھے اور ہماری تلواریں اہل

Marfat.com

شام سے جنگ کے لئے گویا (بھی سے خون ٹپکا رہی تھیں۔ ہمارے سردار ابو عمر طہ تھے۔ جب ہم کو یہ خبر پہنچی کہ حسن بن علیؓ اور معاویہؓ کے درمیان صلح ہوگئی تو گویا غصہ اور گرمی کی وجہ سے ہماری کمریں ٹوٹ گئیں۔ حضرت حسن بن علیؓ جب کوفہ آئے تو ہم میں سے ایک آدمی نکل کر ان کی طرف گیا۔ اس کا نام ابو عامر سفیان بن لیل تھا۔ اس نے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: السلام علیک یا مذل المومنین السلام علیک اے مسلمانوں کو ذلیل کرنے والے) حضرت حسن بن علیؓ نے فرمایا: اے ابو عامر ایسا مت کہو۔ میں نے مسلمانوں کو ذلیل نہیں کیا ۔ بلکہ مجھے یہ بات پسند نہیں آئی کہ میں اقتدار کے لئے لوگوں کو قتل کروں (لم اذل المومنین ولکنی کرهت ان اقتلهم فی طلب الملک، البدایه والنهایه، جلد ۸)

حضرت علی بن ابی طالبؓ کی اپنے امیروں کو وصیت

حضرت مہاجر عامری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھی کو ایک شہر کا گورنر بنا رکھا تھا اسے یہ خط لکھا:

”اما بعد! تم اپنی رعایا سے زیادہ دیر غائب نہ رہو (جب کسی ضرورت کی وجہ سے ان سے الگ ہونا پڑے تو ان کے پاس لدی واپس آجاؤ) کیونکہ امیر کے رعایا سے الگ رہنے کی وجہ سے لوگ تنگ ہوں گے اور خود امیر کو لوگوں کے حالات تھوڑے معلوم ہوسکیں گے بلکہ جن سے الگ رہے گا ان کے حالات بالکل معلوم نہ ہوسکیں گے جب امیر لوگوں کے ساتھ میل جول نہیں رکھے گا بلکہ الگ رہے گا تو اسے سُنی سنائی باتوں پر ہی کام چلانا پڑے گا اس طرح سارا دارومدار سنانے والوں پر آجائے گا اور سنانے والوں میں غلط لوگ بھی ہوسکتے ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ پھر اس کے سامنے بڑی چیز کو چھوٹا اور چھوٹی چیز کو بڑا اور اچھی چیز کو برا اور بری چیز کو اچھا بنا کر پیش کیا جائے گا اور یوں حق باطل کے ساتھ خلط ملط ہوجائے گا اور امیر بھی انسان ہی ہے۔ لوگ اس سے چھپ کر جو کام کر رہے ہیں وہ ان کو نہیں جانتا ہے اور انسان کی ہر بات پر ایسی

Marfat.com

نشانیاں نہیں پائی جاتی ہیں جن سے پتہ چل سکے کہ اس کی یہ بات سچی ہے یا جھوٹی، لہٰذا اب اس کا حل یہی ہے کہ امیر اپنے پاس لوگوں کی اامدورفت کو آسان اور عام رکھے (جب لوگ اس کے پاس زیادہ آئیں گے تو اسے حالات زیادہ معلوم ہوسکیں گے اور پھر یہ فیصلہ صحیح کر سکے گا) اور اس طرح یہ امیر ہر ایک کو اس کا حق دے سکے گا اور ایک کا دوسرے کو دینے سے محفوظ رہے گا لہٰذا تم ان دو قسم کے آدمیوں میں سے ایک قسم کے ضرور ہو گے یا تو تم سخی آدمی ہو گے اور حق میں خرچ کرنے میں تمہارا ہاتھ بہت کھلا ہو گا اگر تم ایسے ہو اور تم نے لوگوں کو دینا ہی ہے اور ان سے اچھے اخلاق سے پیش آنا ہی ہے تو پھر تمہیں لوگوں سے الگ رہنے کی کیا ضرورت ہے؟ اور اگر تم کنجوس ہو۔ اپنا سب کچھ روک کر رکھنے کی طبعیت رکھتے ہو تو پھر تو لوگ چند دن تمہارے پاس آئیں گے اور جب انہیں تم سے کچھ ملے گا نہیں تو وہ خود ہی مایوس ہو کر تمہارے پاس آنا چھوڑ دیں گے۔ اس صورت میں بھی تمہیں ان سے الگ رہنے کی ضرورت نہیں ہے اور ویسے بھی لوگ تمہارے پاس اپنی ضرورتیں ہی لے کر آتے ہیں کہ یا تو کسی ظالم کی شکایت کریں گے یا تم سے انصاف کے طالب ہوں گے اور ضرورتیں ایسی ہیں کہ ان کے پورا کرنے میں تم پر کوئی بوجھ نہیں پڑتا لہٰذا لوگوں سے الگ رہنے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے میں نے جو کچھ لکھا ہے اس پر عمل کرکے اور اس سے فائدہ اُٹھاؤ اور میں تمہیں صرف وہی بتائیں لکھ رہا ہوں جن میں تمہارا فائدہ ہے اور جن سے تمہیں ہدایت ملے گی۔ ان شاء اللہ (کنزالعمال ج۵ صفحہ ۵۸)

قبیلہ ثقیف کے ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مجھے عکبرا شہر کا گورنر بنایا اور وہاں کے مقامی لوگ جو کہ ذمی تھے وہ میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو حضرت علیؓ نے مجھ سے فرمایا:

''عراق کے دیہاتی لوگ دھوکہ باز ہوتے ہیں خیال رکھنا کہیں تمہیں دھوکہ نہ دے دیں۔ لہٰذا ان کے ذمہ جو حق ہے وہ ان سے پورا وصول کرنا۔''

پھر مجھ سے فرمایا شام کو میرے پاس آنا۔ چنانچہ جب میں شام کو خدمت میں حاضر ہوا تو مجھ سے فرمایا:۔

''میں نے صبح تم کو جو کہا تھا وہ ان لوگوں کو سنانے کے لئے کہا تھا۔ رقم کی وصولی کے لئے ان میں سے کسی کو کوڑا نہ مارنا اور نہ دھوپ میں کھڑا کرنا اور ان سے شرعی حق کے بغیر اپنے لئے بکری اور گائے نہ لینا۔ ہمیں تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم ان سے عفو لیں اور جانتے ہو کہ عفو کسے کہتے ہیں؟ جسے وہ آسانی سے دے سکے (اور وہ اس کی ضرورت سے زائد ہو) کنز العمال ج ۳ صفحہ ۱۶۶)

اور بیہقی کی روایت میں یہ مضمون بھی ہے کہ ان کا غلہ اور گرمی سردی کے کپڑے اور ان کھیتی اور بار برداری کے کام آنے والے جانور نہ بیچنا اور پیسوں کی وصولی کے لئے کسی کو دھوپ میں کھڑا نہ کرنا۔ اس امیر نے کہا پھر تو میں جیسا آپ کے پاس سے جا رہا ہوں ایسا ہی خالی ہاتھ واپس آجاؤں گا حضرت علیؓ نے فرمایا (کوئی بات نہیں) چاہے تم جیسے جا رہے ہوں ویسے ہی واپس آجاؤ۔ تیرا ناس ہو! ہمیں یہی حکم دیا گیا ہے کہ ہم ان سے ضرورت سے زائد مال نہ ہی لیں۔ (بیہقی ج ۹ صفحہ ۲۰۵)

حضرت صالح کمبل فروش رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میری دادی جان نے یہ بیان کیا کہ میں نے ایک مرتبہ دیکھا کہ حضرت علیؓ نے ایک درہم کی کھجوریں خریدیں اور انہیں اپنی چادر میں ڈال کر اٹھانے لگے تو میں نے ان سے کہا یا کسی مرد نے ان سے کہا اے امیر المومنین آپ کی جگہ میں اُٹھا لیتا ہوں حضرت علیؓ نے فرمایا نہیں میں نے یہ کھجوریں بچوں کے لئے خریدی ہے اس لئے) بچوں کا باپ ہی ان کے اٹھانے کا زیادہ حقدار ہے۔

حضرت زاذان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ بازار میں تنہا تشریف لے جاتے حالانکہ آپ امیر المومنین تھے جسے راستہ معلوم نہ ہوتا اسے راستہ بتاتے گمشدہ چیز کا اعلان کرتے کمزور کی مدد کرتے اور دکاندار اور سبزی فروش کے پاس سے گزرتے تو انہیں قرآن کی یہ آیت سناتے

تلک الدار الاخرۃ نجعلها للذین لا یریدون علوا فی الارض ولا فسادا

Marfat.com

(سورۃ قصص آیت ۸۳)

ترجمہ: ''یہ عالم آخرت ہم ان ہی لوگوں کے لئے خاص کرتے ہیں جو دنیا میں نہ بڑا بننا چاہتے ہیں اور نہ فساد کرنا'' اور فرماتے کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو لوگوں کے حاکم ہیں اور انہیں تمام لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے اور وہ عدل وانصاف اور تواضع والے ہیں۔

حضرت ابومطر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں مسجد سے باہر نکلا تو آیک آدمی نے مجھے پیچھے سے آواز دے کر کہا اپنی لنگی اونچی کرلے کیونکہ لنگی اونچا کرنے سے پتہ چلے گا کہ اپنے رب سے زیادہ ڈرنے والے ہو اور اس سے تمہاری لنگی زیادہ صاف رہے گی اور اپنے سر کے بال صاف کرلے اگر تو مسلمان ہے میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ حضرت علیؓ تھے اور ان کے ہاتھ میں کوڑا بھی تھا پھر حضرت علیؓ چلتے چلتے اونٹوں کے بازار میں پہنچ گئے اور فرمایا تو ضرور لیکن قسم نہ کھاؤ کیونکہ قسم کھانے سے سامان تو بک جاتا ہے لیکن برکت ختم ہو جاتی ہے پھر ایک کھجور والے کے پاس آئے تو دیکھا کہ ایک خادمہ رو رہی ہے، حضرت علیؓ نے اس سے پوچھا کیا بات ہے؟ اس خادمہ نے کہا اس نے مجھے ایک درہم کی کھجوریں دیں لیکن میرے آقا نے انہیں لینے سے انکار کر دیا ہے حضرت علیؓ نے کھجور والے سے کہا تم اس سے کھوریں واپس لے لو اور اسے درہم دے دو کیونکہ یہ تو بالکل بے اختیار ہے (اپنے مالک کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں کرسکتی) وہ لینے سے انکار کرنے لگا میں نے کہا کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون ہیں؟ اس آدمی نے کہا نہیں میں نے کہا یہ حضرت علیؓ امیر المومنین ہیں اس نے فوراً کھجوریں لے کر اپنی کھجوروں میں ڈال لیں اور اسے ایک درہم دے دیا اور کہا اے امیر المومنین میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھ سے راضی رہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا جب تم لوگوں کو پورا دو گے تو میں تم سے بہت زیادہ راضی رہوں گا پھر کھجور والوں کے پاس سے گذرتے ہوئے فرمایا مسکین کو کھلایا کرو اس سے تمہاری کمائی بڑھ جائے گی پھر مچھلی والوں کے پاس پہنچ گئے تو فرمایا کہ ہمارے بازار میں وہ مچھلی نہیں بکنی چاہئے جو پانی میں مر کر اوپر تیرنے لگ گئی ہو پھر آپ کپڑے کے بازار مین پہنچ گئے یہ کھدر کا بازار تھا ایک دکاندار سے کہا اے بڑے میاں مجھے ایک قمیص تین درہم کی دے دو۔ اس دکنادار نے حضرت علیؓ کو پہچان لیا تو

اس سے قمیص نہ خریدی اور دوسرے دکاندار کے پاس گئے جب اس نے بھی پہچان لیا تو اس سے بھی نہ خریدی پھر نوجوان لڑکے سے تین درہم کی قمیص خریدی وہ حضرت علیؓ کو نہ پہچان سکا اور اسے اس کی آستین گٹے تک لمبی تھی اور خود قمیص ٹخنے تک تھی پھر اصل دکاندار کپڑے کا مالک آ گیا تو اسے لوگوں نے بتایا کہ تیرے بیٹے نے امیر المومنین کے ہاتھ تین درہم میں قمیص بیچی ہے تو اس نے بیٹے سے کہا تم نے ان سے دو درہم کیوں نہ لئے چنانچہ وہ ایک درہم لے کر حضرت علیؓ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا یہ درہم لے لیں حضرت علیؓ نے فرمایا یہ بات ہے؟ اس نے کہا اس قمیص کی قیمت دو درہم تھی میرے بیٹے نے آپ سے تین درہم لے لئے علیؓ نے فرمایا اس نے اپنی رضامندی سے تین درہم میں بیچی اور میں نے اپنی خوشی سے تین میں خریدی۔

امیر المومنینؓ، عدالت کے سامنے

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زرہ گم ہوئی، جب تلاش کی تو ایک یہودی کے پاس سے ملی ' آپ رضی اللہ عنہ نے اس یہودی سے فرمایا: ''یہ میری زرہ ہے' میں نے یہ زرہ نہ فروخت کی ہے اور نہ کسی کو ہبہ کی تھی۔ یہودی نے کہا: ''یہ میری زرہ ہے' کیونکہ یہ میرے قبضہ میں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ چلو! قاضی کے پاس چلتے ہیں چنانچہ دونوں قاضی شریح کی عدالت میں گئے۔ شریح نے کہا جی امیر المؤمنین! آپ رضی اللہ عنہ کیا کہتے ہیں؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ یہ زرہ جو اس یہودی کے پاس ہے 'میری زرہ ہے میں نے یہ زرہ نہ بیچی ہے اور نہ کسی کو ہبہ کی ہے۔ شریح نے پھر اس یہودی سے کہا کہ ہاں تم کیا کہتے ہو؟ یہودی نے کہا کہ یہ میری زرہ ہے اور میرے قبضہ میں ہے۔ پھر شریح نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے امیر المؤمنین! آپ رضی اللہ کے پاس کوئی بینہ (ثبوت) ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جی ہاں! یہ قنبر (حضرت علی رضی اللہ عنہ کا غلام) اور حسن رضی اللہ عنہ میرے گواہ ہیں کہ یہ زرہ میری ہے۔ شریح نے کہا کہ بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں تو جائز نہیں ہے۔ لہٰذا فیصلہ یہ ہے کہ یہ زرہ اس یہودی ہی کی ہے وہ یہودی اس فیصلہ سے بہت متاثر ہوا اور متعجب ہو کر کہنے لگا: امیر المومنین مجھے خود اپنے

Marfat.com

قاضی کے پاس لے کر آئے اور ان کے قاضی نے بھی انکے خلاف فیصلہ سنا دیا' میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ دین' دین حق ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ اے امیر المومنین! یہ زرہ آپ رضی اللہ عنہ ہی کی ہے لے لیجئے۔ (تاریخ المدینۃ المنورہ ج ا صفحہ ۲۲۰)

پانی کا چشمہ اور زمین فقراء کیلئے صدقہ

امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ' کو چشمہ والی زمین عطیہ میں دی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے قریب قطعہ اراضی خرید کیا پھر پانی کے لیے اس جگہ کنواں کھودنے کا حکم دیا' دریں اثناء کہ لوگ کھدائی کر رہے تھے کہ زمین کے اندر سے پانی کا میٹھا ٹھنڈا چشمہ پھوٹ پڑا۔ لوگ دوڑتے ہوئے آئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خوشخبری سنائیں' جب خبر دی گئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے متواضعانہ انداز میں اپنا سر جھکا لیا اور فرمانے لگے یہ تو وارث کے لیے ہی خوشی کی بات ہے۔ پھر اپنی آواز کو بلند کرتے ہوئے فرمایا: ''لوگوں میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں' پھر تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے پانی کا یہ چشمہ اور زمین فقراء و مساکین پر صدقہ کر دی' جو اللہ کی راہ میں دور اور قریب کے مسافروں کے لیے امن و صلح دونوں حالتوں میں وقف ہے' اس دن کے لیے جس دن کچھ چہرے تو سفید ہو گے اور کچھ چہرے سیاہ ہو گے' تا کہ اللہ تعالیٰ اس (صدقہ) کے ذریعہ مجھے دوزخ سے بچائے اور دوزخ کی آگ کو مجھ سے دور ہٹا دے۔ (ایضاً)

چھ کے چھ درہم صدقہ کر دیئے

ایک مرتبہ پھٹے پرانے کپڑے پہنے ایک فقیر آیا' جو فقر و ذلت کا مارا ہوا تھا اور بدن بھی نہایت کمزور اور نحیف تھا۔ بارگاہ مرتضوی رضی اللہ عنہ میں حاضر ہو کر دست سوال دراز کیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اپنی اماں کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ ابا جان فرماتے ہیں گھر میں کچھ رقم ہے آپ رضی اللہ عنہ گئے اور پھر تھوڑی دیر بعد واپس آ گئے اور کہنے لگے: وہ کہتی ہیں کہ انہوں نے یہ چھ درہم آنے کے لیے

Marfat.com

رکھ چھوڑے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کسی بندے کا ایمان اس وقت تک صادق نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنی چیز کی بہ نسبت اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں پر زیادہ بھروسہ نہیں کرتا جو اس کے پاس ہیں۔ پھر فرمایا: ان سے جا کر کہو کہ چھ کے چھ درہم بھیج دو۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے چھ کے چھ درہم بھیج دیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہ چھ کے چھ درہم اس سائل کو دے دیئے۔ ابھی حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی مجلس سے اٹھے نہیں تھے کہ ایک آدمی آیا جس کے پاس اونٹ تھا' وہ اس کو بیچنا چاہتا تھا' حضرت رضی اللہ عنہ نے پوچھا: بھائی! یہ اونٹ کتنے کا ہے؟ اس نے کہا کہ ایک سو چالیس درہم کا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کو یہیں باندھ دو میں تجھے اس کی قیمت بعد میں دے دوں گا اس آدمی نے ایسا ہی کیا اونٹ باندھا اور جہاں سے آیا تھا چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک اور آدمی آیا اس نے پوچھا یہ اونٹ کس کا ہے؟ حضرت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرا ہے اس نے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ آپ اس کو بیچیں گے؟ حضرت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں' اس آدمی نے پوچھا: آپ رضی اللہ عنہ یہ اونٹ کتنے کا بیچیں گے؟ حضرت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دوسو درہم کا اس آدمی نے کہا کہ ٹھیک ہے' میں نے یہ اونٹ خرید لیا۔ اس نے اونٹ پکڑا اور دوسو درہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیے۔ پھر حضرت رضی اللہ عنہ نے ایک سو چالیس درہم اس آدمی کو دے دیے جس سے اونٹ خریدا تھا اور باقی ساٹھ درہم لے کر حضرت فاطمۃ الزاہراء رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ وہی ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کی زبان سے یہ وعدہ کیا ہے کہ:

من جاء بالحسنة فله عشر امثالها

''یعنی جو ایک نیکی لائے گا اس کو اس گنا ملے گا''۔

(امیر المومنین علی ابن ابی طالب صفحہ ۶۳)

ایک بدکار عورت کا واقعہ

ایک دن حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ مدینہ کی گلیوں میں چلے جارہے تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ کچھ لوگ غیظ وغضب کی حالت میں ایک عورت کو گھسیٹتے جارہے ہیں وہ عورت خوف کے مارے کانپ رہی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پکار کر کہا: تم اس عورت کو کیوں گھسیٹ رہے ہو؟ لوگوں نے بتایا کہ اس عورت نے بد کاری کی ہے' اسی لیے امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو سنگ سار کرنے کا حکم دیا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس عورت کو ان کے ہاتھوں سے چھینا اور ان لوگوں کو خوب سرزنش فرمائی۔ چنانچہ وہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شکایت کی ان کی بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ضرور کسی بات کے معلوم ہونے پر ایسا کیا ہوگا' جاؤ' ان کو میرے پاس بھیجو' حضرت علی رضی اللہ عنہ غصہ کی حالت میں آئے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: آپ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو کیوں واپس کر دیا اور ان کو اس بدکار عورت پر حد قائم کرنے سے کیوں منع کیا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے امیر المومنین! کیا آپ رضی اللہ عنہ نے رسول کریم ﷺ کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا "تین طرح کے لوگوں سے قلم اٹھا لیا گیا ہے (یعنی وہ بے قصور ہیں) ایک سونے والا آدمی یہاں تک کہ وہ بیدار ہو جائے' دوسرا نابالغ جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے اور تیسرا گناہ میں مبتلا آدمی جب تک باہوش نہ ہو" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تبسم فرمایا اور کہا کہ اے امیر المومنین! اس عورت کو کبھی دیوانہ پن کا دورہ پڑتا ہے' ہوسکتا ہے کہ وہ آدمی اس کے پاس اس حالت میں آیا ہو کہ اسے دیوانہ پن کا دورہ پڑا ہو۔ (یہ سن کر) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو رہا کر دیا۔

(مسند احمد ج ا صفحہ ۱۵۵)

Marfat.com

فقیہ کے اوصاف

حضرت علی رضی اللہ عنہ محراب کے پاس بیٹھے تھے' آپ رضی اللہ عنہ کی زبان سے کلمات تشکر وتضرع جاری تھے'لوگ آپ رضی اللہ عنہ کے اردگرد حلقہ بنائے آپ رضی اللہ عنہ سے علمی استفادہ کر رہے تھے کہ ایک آدمی نے عرض کیا یا امیر المومنین! آپ رضی اللہ عنہ ہمیں فقیہ (عالم) سے آگاہ کیجیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ دوزانوں ہو کر بیٹھے اور فرمایا کہ کیا میں تم کو حقیقی فقیہ سے آگاہ کردوں؟ (حقیقی فقیہ) وہ ہے جو لوگوں کو اللہ کی رحمت سے نا اُمید نہ کرے'ان کو ان امور کا اجازت نہ دے جو خدا تعالیٰ کی نافرمانی کا ذریعہ بنتے ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف نہ کرے اور قرآن کو بے رغبتی ظاہر کرتے ہوئے نہ چھوڑے ایسی عبادت میں کوئی بھلائی نہیں جس میں فقاہت نہ ہو اور اس فقہ میں کوئی بھلائی نہیں جس پر پرہیز گاری نہ ہو اور تلاوت میں خیر و بھلائی نہیں جس میں تدبر نہ ہو۔

(حلیۃ الاولیاء ج ا صفحہ ۷۷)

حضرت رضی اللہ عنہ کی یمن روانگی

حضرت علی کرم اللہ وجہہ ابھی نوعمر تھے عمر بیس سال سے کچھ تجاوز ہوگی کہ رسول ﷺ نے ان کو یمن (بحثیت قاضی) بھیجا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (بوقت روانگی) عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ مجھے یمن بھیج رہے ہیں' وہاں کے لوگ مجھ سے قضا کے بارے میں پوچھیں گے اور مجھے اس کا علم نہیں ہے! نبی کریم ﷺ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی' پھر شفقت بھرے انداز میں فرمایا: علی رضی اللہ عنہ! میرے قریب آؤ حضرت رضی اللہ عنہ قریب ہوئے حضرت اقدس ﷺ نے اپنا دست مبارک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سینہ پر مارا پھر یہ دعا فرمائی: اے اللہ: اس کی زبان کو راست گو اور دل کو ثبات واستقلال عطا فرما۔'' اے علی رضی اللہ عنہ! جب دو فریق تیرے پاس مقدمہ لے کر آئیں تو جب تک تم دوسرے کی بات سن نہ لو ان کے درمیان فیصلہ نہ کرنا جیسا کہ پہلے کی بات سنی ہو' جب تم اسی طرح کرو گے تو تیرے لیے فیصلہ کرنا واضح ہو جائے گا۔'' حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس ذات کی قسم جس نے دانے کو پیدا کیا اور مخلوق کو پیدا کیا ہے اس کے بعد مجھے دو آدمیوں کے درمیان کبھی فیصلہ کرنے میں کوئی تردد نہیں ہوا۔ (مسند احمد ج ا صفحہ ۹۶)

حضرت علی کا اللہ کی راہ میں خرچ کرنا

منبر کے قریب ہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ چادر لپیٹے بیٹھے تھے اور قرآن حکیم کی آیات کو دوہرا رہے تھے کہ ایک آدمی آیا اور اس نے پوچھا: اے ابن عباس رضی اللہ عنہما! یہ آیت کریمہ کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے:

"الذین ینفقون اموالھم باالليل والنھار سرا و علانیه" (البقرۃ:۲۷۶)

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت' حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی' ان کے پاس چار درہم تھے' ایک درہم رات کے وقت خرچ کیا' ایک درہم دن کے وقت خرچ کیا اور ایک پوشیدہ طور پر اور ایک اعلانیہ طور پر (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا۔ (اسد الغابہ صفحہ ۷۷)

والی بصرہ عبداللہ ابن عباسؓ کے نام آپؓ کا مکتوب:

آپؓ نے خط میں تحریر فرمایا

"تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ بصرہ وہ جگہ ہے جہاں شیطان اُترتا ہے اور فتنے سر اُٹھاتے ہیں۔ یہاں کے باشندوں کو حسن سلوک سے خوش رکھو۔ اور ان کے دلوں سے خوف کی گرہیں کھول دو مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تم بنی تمیم سے درشتی کے ساتھ پیش آتے ہو، اور ان پر سختی روا رکھتے ہو، بنی تمیم تو وہ ہیں کہ جب بھی ان کا کوئی ستارہ ڈوبتا ہے، تو اس کی جگہ دوسرا اُبھر آتا ہے اور جاہلیت اور اسلام میں کوئی ان سے جنگ جوئی میں بڑھ نہ سکا اور پھر انہیں ہم سے قرابت کا لگاؤ اور عزیز داری کا تعلق بھی ہے کہ اگر ہم اس کا خیال رکھیں گے تو اجر پائیں گے اور اس کا لحاظ نہ کریں گے تو گنہگار ہوں گے۔ دیکھو ابن عباس! خدا تم پر رحم کرے (رعیت کے بارے میں) تمہارے ہاتھ اور زبان سے جو اچھائی اور برائی ہونے والی ہو اس میں جلد بازی نہ کیا کرو۔ کیونکہ ہم دونوں اس ذمہ داری میں برابر کے شریک ہیں تمہیں اس حسن ظن کے مطابق ثابت ہونا

Marfat.com

چاہیئے جو مجھے تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے بارے میں میری رائے غلط ثابت نہ ہونا چاہیئے۔"

یہ لوگ مجوسی تھے اس لیے حضرت کے حاکل کا رویہ ان کے ساتھ ویسانہ تھا جو عام مسلمانوں کے ساتھ تھا جس سے متاثر ہو کر ان لوگوں نے امیر المومنین کو شکایت کا خط لکھا اور اپنے حکمران کے تشدد کا شکوہ کیا جس کے جواب میں آپ نے اپنے حاکل کو تحریر فرمایا کہ وہ ان سے ایسا برتاؤ کریں کہ جس میں نہ تشدد ہو اور نہ اتنی نرمی کہ وہ اس سے ناجائز فائدہ لے کر شرانگیزی پر اُتر آئیں کیونکہ انہیں پوری ڈھیل دے دی جائے تو وہ حکومت کے خلاف ریشہ دوانیوں میں کھو جاتے ہیں اور کوئی نہ کوئی فتنہ کھڑا کر کے ملک کے نظم ونسق میں روڑے اٹکاتے ہیں اور پوری طرح سختی وتشدد کا برتاؤ اس لیے روا نہیں رکھا جا سکتا کہ وہ رعایا میں شمار ہوتے ہیں اور اس اعتبار سے ان کے حقوق کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ مکتوب کا متن بمع ترجمہ حسب ذیل ہے۔

اما بعد فان دهاقين اهل بدك شكوا منك غلظة و قسوة احتقار واجطرة ، ونظرت فلم ارهم اهلا لان يدلو لشركهم ولا ان يقصو ايجفوا لعهدهم فالبس لهم جلبابا من اللين لشربه يطرب من الشدة داداول لهم بين القرة والزافه، وامزج لهم بين التقريب والارنا مالا بعادو الافصاء ان شاء الله.

(نہج البلاغہ، مکتوب ۱۹)

تمہارے شہر کے زمینداروں نے تمہاری سختی امنگ تحقیر آمیز برتاؤ، اور تشدد کے رویہ کی شکایت کی ہے میں نے غور کیا تو وہ شرک کی وجہ سے اس قابل تو نظر نہیں آتے کہ انہیں نزدیک کر لیا جائے اور معاہدہ کی بناء پر انہیں دور پھینکا اور دھتکارا بھی نہیں جا سکتا لہٰذا ان کے لیے نرمی کا ایسا شعار اختیار کرو جس میں کہیں کہیں سختی کی بھی جھلک ہو، اور کبھی سختی کر لو اور کبھی نرمی برتو، اور قرب وبعد اور نزدیکی دوری کے بین بین راستہ اختیار کرو۔ ان شاء اللہ

زیادہ ابن ابیہ کے نام دو مکاتیب

جب کہ عبداللہ ابن عباس بصرہ، نواحی اھواز اور فارس وکرمان پر حکمران تھے اور یہ بصرہ میں ان کا قائم مقام تھا آپؓ نے اس کے پاس درج ذیل خط ارسال فرمایا۔

(۱) میں اللہ کی سچی قسم کھاتا ہوں کہ اگر مجھے یہ پتہ چل گیا کہ تم نے مسلمانوں کے مال میں خیانت کرتے ہوئے کسی چھوٹی یا بڑی چیز میں ہیر پھیر کیا ہے تو یاد رکھو کہ میں ایسی مار ماروں گا کہ جو تمہیں تہی دست، بوجھل پیٹھ والا اور بے آبرو کر کے چھوڑے گی۔ والسلام!

(۲) میانہ روی اختیار کرتے ہوئے فضول خرچی سے باز آؤ، آج کے دن کل کو بھول نہ جاؤ، صرف ضرورت بھر کے لیے مال روک کر باقی محتاجی کے دن کے لیے آگے بڑھاؤ۔

کیا تم یہ آس لگائے بیٹھے ہو کہ اللہ تمہیں عجز وانکساری کرنے والوں کا اجر دے گا! حالانکہ تم اس کے نزدیک متکبروں میں سے ہو؟ اور یہ طمع رکھتے ہو کہ وہ خیرات کرنے والوں کا ثواب تمہارے لیے قرار دے گا؟ حالانکہ تم عشرت سامانیوں میں لوٹ رہے ہو، اور بیکسوں اور بیواؤں کو محروم کر رکھا ہے انسان اپنے ہی کیے کی جزا پاتا ہے اور جو آگے بھیج چکا ہے وہی آگے بڑھ کر پائے گا۔

والسلام (نہج البلاغہ مکتوب نمبر ۲۱)

امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰؓ کی زندگی ایک مزدور اور کاشتکار کی زندگی تھی۔ چنانچہ آپ دوسروں کے کھیتوں میں کام کرتے اور بنجر اور افتادہ زمینوں میں آب رسانی کے وسائل مہیا کر کے انہیں آباد کرتے اور کاشت کے قابل بنا کر ان میں باغات لگاتے اور چونکہ یہ زمینیں آپ کی آباد کردہ ہوتی تھیں اس لیے آپ کی ملکیت میں داخل تھیں۔ مگر آپ نے کبھی مال پر نظر نہ کی اور ان زمینوں کو وقف قرار دے کر اپنے حقوق ملکیت کو اٹھا لیا۔ البتہ قرابت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا لحاظ کرتے ہوئے ان اوقاف کی تولیت یکے بعد دیگرے امام حسن اور امام حسینؓ کے سپرد کی۔ لیکن ان کے حقوق میں کوئی امتیاز گوارا نہیں کیا، بلکہ دوسری اولاد کی

Marfat.com

طرح انہیں بھی صرف اتنا حق دیا کہ وہ گزارے بھر کا لے سکتے ہیں۔اور بقیہ عامہ مسلمین کے مفاد اور امور خیر میں صرف کرنے کا حکم دیا، چنانچہ ابن ابی الحدید تحریر کرتے ہیں۔

قد علم کل احد ان علیا علیه السلام استخرج عیوناً کثیرة بکدیمینه بالدینة وینبع و سویعة واحیابها مواتا کثیر اثم خروجها عن ملکه و تصدق بها علی المسلمین ولم یمت و شی منها نی ملکه (شرح ابن ابی الحدید ج ۳ صفحه ۲۲۳)

سب کو معلوم ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مدینہ اور ینبع اور سواحیہ میں بہت سے چشمے کھود کر نکالے اور بہت سی افتادہ زمینوں کو آباد کیا اور پھر ان سے اپنا قبضہ اٹھالیا اور مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا اور وہ اس حالت میں دنیا سے اٹھے کہ کوئی چیز آپ کی ملکیت میں نہ تھی۔

حضرت علیؓ کی ایک اہم وصیت

جن کارندوں کو زکوۃ وصدقات کے وصول کرنے پر مقرر کرتے تھے ان کے لیے یہ ہدایت نامہ تحریر فرماتے تھے اور ہم نے اس کے چند ٹکڑے یہاں پر اس لیے درج کیے ہیں کہ معلوم ہو جائے کہ آپ ہمیشہ حق کے ستون کھڑے کرتے تھے اور ہر چھوٹے بڑے اور پوشیدہ وظاہر امور میں عدل کے نمونے قائم فرماتے تھے۔

اللہ وحدہ لاشریک کا خوف دل میں لیے ہوئے چل کھڑے ہو، اور دیکھو! کسی مسلمان کو خوفزادہ نہ کرنا اور اس (کے املاک) پر اس طرح سے نہ گذرنا کہ اسے ناگوار گزرے اور جتنا اس کے مال میں اللہ کا حق نکلتا ہو اس سے زائد نہ لینا۔ جب کسی قبیلے کی طرف جانا تو لوگوں کے گھروں میں گھسنے کے بجائے پہلے ان کے کنوؤں پر جا جا کر اترنا پھر سکون ووقار کے ساتھ ان کی طرف بڑھنا یہاں تک کہ جب ان میں جا کر کھڑے ہو جاؤ۔ تو ان پر سلام کرنا اور آداب و تسلیم میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھنا اس کے بعد ان سے کہنا کہ اے اللہ کے بندو! مجھے اللہ کے ولی اور اس کے خلیفہ نے تمہارے پاس بھیجا ہے کہ اگر تمہارے

Marfat.com

مال میں اللہ کا کوئی حق نکلتا ہے تو اُسے وصول کروں لہذا تمہارے مال میں اللہ کا کوئی واجب الادا حق ہے کہ جسے اللہ کے ولی تک پہنچاؤ! اگر کوئی کہنے والا کہے کہ نہیں تو پھراس سے دھرا کر نہ پوچھنا اور اگر کوئی ہاں کہنے والا ہاں کہے تو اسے ڈرائے دھمکانے یا اس پر سختی و تشدد کیے بغیر اس کے ساتھ ہولینا اور جو سونا یا چاندی درہم و دینار وہ دے لے لینا اور اگر اس کے پاس گائے، بکری یا اونٹ ہوں تو ان کے غول میں اس کی اجازت کے بغیر داخل نہ ہونا کیونکہ ان میں زیادہ حصہ تو اسی کا ہے اور جب (اجازت کے بعد) ان تک جانا تو یہ انداز اختیار نہ کرنا کہ جیسے تمہیں اس پر پورا قابو ہے اور تمہیں اس پر تشدد کرنے کا حق حاصل ہے دیکھو نہ کسی جانور کو بھڑکانا نہ ڈرانا اور نہ اس کے بارے میں اپنے غلط رویہ سے مالک کو رنجیدہ کرنا جتنا مال ہو اس کے دو حصے کر دینا اور مالک کو یہ اختیار دینا (کہ وہ جونسا حصہ چاہے پسند کرلے اور جب وہ کوئی سا حصہ منتخب کرے تو اس کے انتخاب سے تعرض نہ کرنا پھر بقیہ حصے کے دو حصے کر دینا اور مالک کو اختیار دینا (کہ وہ جو حصہ چاہے لے لے) اور جب وہ ایک حصہ منتخب کرلے تو اس کے انتخاب پر معترض نہ ہونا یونہی ایسا ہی کرتے رہنا یہاں تک کہ بس اتنا رہ جائے جتنے سے اس مال میں جو اللہ کا حق ہے وہ پورا ہو جائے تو اسے بس تم اپنے قبضہ میں کر لینا اور اس پر بھی اگر وہ پہلے انتخاب کو مسترد کر کے دوبارہ انتخاب کرنا چاہے تو اسے اس کا موقع دو اور دونوں حصوں کو ملا کر پھر نئے سرے سے وہی کرو جس طرح پہلے کیا تھا یہاں تک کہ اس کے مال سے اللہ کا حق لے لو۔ ہاں دیکھو! کوئی بوڑھا یا بالکل پھونس اُونٹ اور جس کی کمر شکستہ یا پیر ٹوٹا ہوا ہو، یا بیماری کا مارا ہو یا عیب دار ہو نہ لینا اور انہیں کسی ایسے شخص کی امانت میں سونپنا جس کی دینداری پر تم کو اعتماد ہو کہ جو مسلمانوں کے مال کی نگہداشت کرتا ہوا ان کے امیر تک پہنچا دے تا کہ وہ اس مال کو مسلمانوں میں بانٹ دے کسی ایسے ہی شخص کے سپرد کرنا جو خیر خواہ خداترس، امانتدار اور نگران ہو کر نہ تو ان پر سختی کرے، اور نہ دوڑا دوڑا کر انہیں لاغر وخستہ کرے نہ

Marfat.com

انہیں تھکا مارے اور نہ تلقب و مشقت میں ڈالے۔ پھر جو کچھ تمہارے پاس جمع ہوا سے جلد سے جلد ہماری طرف بھیجتے رہنا تاکہ ہم جہاں جہاں اللہ کا حکم ہے اُسے کام میں لائیں جب تمہارا امین اس مال کو اپنی تحویل میں لے لے، تو اُسے فہمائش کرنا کہ وہ اونٹنی اور اس کے دودھ پیتے بچے کو الگ الگ نہ رکھے اور نہ اس کا سارے کا سارا دودھ دوہ لیا کرے کہ بچے کے لئے ضرر رسانی کا باعث بن جائے اور اس پر سواری کر کے اُسے ہلکان نہ کر ڈالے۔ اس میں اور اس کے ساتھ کی دوسری اونٹنیوں میں (سواری کرنے اور دوہنے میں) انصاف و مساوات سے کام لے، تھکے ماندے اونٹ کو ستانے کا موقع دے اور جس کے کھر گھس گئے ہوں یا پیر لنگ کرنے لگے ہوں اُسے آہستگی اور نرمی سے لے چلے اور ان کی گزرگاہوں میں جو تالاب پڑیں وہاں انہیں پانی پینے کے لے اتارے اور زمین کی ہریالی سے اُن کا رخ موڑ کر (بے آب و گیاہ) راستوں پر نہ لے چلے اور وقتاً فوقتاً انہیں راحت پہنچاتا رہے اور جہاں تھوڑا بہت پانی یا گھاس سبزہ ہو انہیں کچھ دیر کے لیے مہلت دے تاکہ جب وہ ہمارے پاس پہنچیں تو وہ بحکم خدا موٹے تازے ہوں اور ان کی ہڈیوں کا گودا بڑھ چکا ہو وہ تھکے ماندے اور خستہ حال نہ ہوں تاکہ ہم اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق انہیں تقسیم کریں بیشک یہ تمہارے لیے بڑے ثواب کا باعث اور منزل ہدایت تک پہنچنے کا ذریعہ ہوگا۔ ان شاء اللہ

(نہج البلاغہ مکتوب نمبر ۲۶)

ایک کارندے کے نام کہ جسے زکوٰۃ اکٹھا کرنے کے لیے بھیجا تھا یہ عہد نامہ تحریر فرمایا۔

میں انہیں حکم دیتا ہوں کہ وہ اپنے پوشیدہ ارادوں اور مخفی کاموں میں اللہ سے ڈرتے رہیں جہاں نہ اللہ کے علاوہ کوئی گواہ ہوگا اور نہ اس کے ماسوا کوئی نگران ہے اور انہیں حکم دیتا ہوں کہ وہ ظاہر میں اللہ کا کوئی ایسا فرمان بجانہ لائیں کہ ان کے چھپے ہوئے اعمال اس سے مختلف ہوں اور جس شخص کا باطن و ظاہر اور کردار و گفتار مختلف نہ ہوں اس نے امانتداری کا فرض انجام دیا اور اللہ

کی عبادت میں خلوص سے کام لیا:

اور میں انہیں حکم دیتا ہوں کہ وہ لوگوں کو آزردہ نہ کریں اور نہ انہیں پریشان کریں اور نہ اُن سے اپنے عہدے کی برتری کی وجہ سے بے رخی برتیں کیونکہ وہ دینی بھائی اور زکوٰۃ و صدقات کے برآمد کرنے میں معین و مددگار ہیں۔"

یہ معلوم ہے کہ اس زکوٰۃ میں تمہارا بھی معین حصہ اور جانا پہچانا ہوا حق ہے اور اس میں بیچارے مسکین اور فاقہ کش لوگ بھی تمہارے شریک ہیں اور ہم تمہارا حق پورا پورا ادا کرتے رہیں تو تم بھی ان کا حق پورا پورا ادا کرو۔ نہیں تو یاد رکھو کہ روز قیامت تمہارے ہی دشمن سب سے زیادہ ہونگے، اور وائے ہو اس شخص کی جس کے خلاف اللہ کے حضور فریق بن کر کھڑے ہونے والے فقیر، نادار، سائل، دھتکارے ہوئے لوگ قرضدار اور بے خرچ مسافر ہوں۔ یاد رکھو! کہ جو شخص امانت کو بے وقعت سمجھتے ہوئے اسے ٹھکرا دے اور خیانت کی چراگاہوں میں چرتا پھرے اور اپنے کو اور اپنے دین کو اس کی آلودگی سے نہ بچائے تو اس نے دنیا میں بھی اپنے کو ذلتوں اور خواریوں میں ڈالا اور آخرت میں بھی رسوا و ذلیل ہوگا سب سے بڑی خیانت امت کی خیانت ہے اور سب سے بڑی فریب کاری پیشوائے دین کو دغا دینا ہے۔ والسلام!

محمد ابن ابی بکر کے نام ایک اہم مکتوب

حضرت علیؓ نے جب محمد بن ابوبکر کو مصر کی حکومت سپرد کی تو درج ذیل مکتوب گرامی ان کے پاس ارسال فرمایا۔

لوگوں سے تواضع کے ساتھ ملنا ان سے نرمی کا برتاؤ کرنا، نا کہ کشادہ روئی سے پیش آنا اور سب کو ایک نظر سے دیکھنا تا کہ بڑے لوگ تم سے اپنی ناحق طرف داری کی اُمید نہ رکھیں اور چھوٹے لوگ تمہارے عدل و انصاف سے ان (بڑوں) کے مقابلہ میں نا اُمید نہ ہو جائیں۔ کیونکہ اے اللہ کے بندو! اللہ تمہارے چھوٹے، بڑے، کھلے، ڈھکے اعمال کی تم سے باز پرس کرے گا اور

Marfat.com

اس کے بعد اگر وہ عذاب کرے تو یہ تمہارے خود ظلم کا نتیجہ ہے اور اگر وہ معاف کردے تو وہ اس کے کرم کا تقاضا ہے۔ (نہج البلاغہ عہد نامہ ۲۷)

ایک عامل کے نام مکتوب گرامی

تم ان لوگوں میں سے ہو جن سے دین کے قیام میں مدد لیتا ہوں اور گنہگاروں کی نخوت توڑتا ہوں اور خطرناک سرحدوں کی حفاظت کرتا ہوں پیش آنے والی مہمات میں اللہ سے مدد مانگو (رعیت کے بارے میں) سختی کے ساتھ کچھ نرمی کی آمیزش کیے رہو۔ جہاں تک نرمی مناسب ہو نرمی برتو اور جب سختی کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو تو سختی کرو۔ رعیت سے خوش خلقی اور کشادہ روئی سے پیش آؤ ان سے اپنا رویہ نرم رکھو۔ اور کنکھیوں اور نظر بھر کر دیکھنے اور اشارہ اور سلام کرنے میں برابری کرو تاکہ بڑے لوگ تم سے بے راہروی کی توقع نہ رکھیں اور کمزور تمہارے انصاف سے مایوس نہ ہوں والسلام۔

جب آپ کو ابن ملجم لعنہ اللہ ضربت لگا چکا تو آپ نے حسن اور حسینؓ سے فرمایا!

میں تم دونوں کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہنا، دنیا کے خواہشمند نہ ہونا، اگرچہ وہ تمہارے پیچھے لگے اور دنیا کی کسی ایسی چیز پر نہ کڑھنا جو تم سے روک لی جائے جو کہنا حق کے لیے کہنا اور جو کرنا ثواب کے لیے کرنا ظالم کے دشمن اور مظلوم کے مددگار بنے رہنا۔

میں تم کو اپنی تمام اولاد کو اپنے کنبہ کو اور جن جن تک میرا یہ نوشتہ پہنچے سب کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہنا اپنے معاملات درست اور آپس کے تعلقات سلجھائے رکھنا کیونکہ میں نے تمہارے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ آپس کی کشیدگیوں کو مٹانا عام نماز روزے سے افضل ہے۔

(دیکھو) یتیموں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا ان کے کام و دہن کے لیے فاقہ کی نوبت نہ آئے اور تمہاری موجودگی میں وہ تباہ و برباد نہ ہو جائیں اپنے ہمسایوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا کیونکہ ان کے بارے میں تمہارے پیغمبر ﷺ نے برابر ہدایت کی ہے اور آپ ﷺ اس حد تک ان کے

لیے سفارش فرماتے رہے کہ ہم لوگوں کو یہ گمان ہونے لگا کہ آپ انہیں بھی ورثہ دلائیں گے۔ قرآن کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا ایسا نہ ہو کہ دوسرے اس پر عمل کرنے میں تم پر سبقت لے جائیں۔ نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرنا کیونکہ وہ تمہارے دین کا ستون ہے اپنے پروردگار کے گھر کے بارے میں اللہ سے ڈرنا اسے جیتے جی خالی نہ چھوڑنا کیونکہ اگر یہ خالی چھوڑ دیا گیا تو پھر (عذاب سے) مہلت نہ پاؤ گے، جان، مال اور زبان سے راہ خدا میں جہاد کرنے کے بارے میں اللہ کو نہ بھولنا اور تم کو لازم ہے کہ آپس میں میل ملاپ رکھنا اور ایک دوسرے کی اعانت کرنا اور خبردار ایک دوسرے کی طرف سے بیٹھ پھیرنے اور تعلقات توڑنے سے پرہیز کرنا نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے سے کبھی ہاتھ نہ اٹھانا ورنہ بدکردار تم پر مسلط ہو جائیں گے۔ پھر دُعا یا مانگو گے تو قبول نہ ہوگی۔"

پھر ارشاد فرمایا اے عبدالمطلب کے بیٹو! ایسا نہ ہونے پائے کہ تم امیرالمومنین قتل ہو گئے امیرالمومنین قتل ہو گئے کے نعرے لگاتے ہوئے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنا شروع کر دو۔

دیکھو! میرے بدلے میں صرف میرا قاتل ہی قتل کیا جائے اور دیکھو! جب میں اس ضرب سے مر جاؤں تو اس ایک ضرب کے بدلے میں ایک ہی ضرب لگانا اور اس شخص کے ہاتھ پیر نہ کاٹنا، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ خبردار! کسی کے بھی ہاتھ پیر نہ کاٹو، اگرچہ وہ کاٹنے والا کتا ہی ہو۔ (وصیت نمبر ۴۷، نہج البلاغہ)

انسان دوستی کی ایک اہم ترین دستاویز

اس دستاویز کو (مالک) اشترنخعی کے لیے تحریر فرمایا۔ جب کہ محمد ابن ابی بکر کے حالات بگڑ جانے پر انہیں مصر اور اس کے اطراف کی حکومت سپرد کی یہ سب سے طویل عہد نامہ اور امیرالمومنینؑ کے توقیعات میں سب سے زیادہ محاسن پر مشتمل ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :

یہ ہے وہ فرمان جس پر کاربند رہنے کا حکم دیا ہے خدا کے بندے علی امیر المومنینؓ نے مالک ابن حارث اشتر کو جب مصر کا انہیں والی بنایا تاکہ وہ خراج جمع کریں دشمنوں سے لڑیں، رعایا کی فلاح و بہبود اور شہروں کی آبادی کا انتظام کرنا انہیں حکم ہے کہ اللہ کا خوف کریں، اس کی اطاعت کو مقدم سمجھیں اور جن فرائض وسنن کا اس نے اپنی کتاب میں حکم دیا ہے ان کا اتباع کریں کہ انہی کی پیروی سے سعادت اور انہی کے جھٹلانے اور برباد کرنے سے بدبختی دامنگیر ہوتی ہے اور یہ کہ اپنے دل اپنے ہاتھ اور اپنی زبان سے اللہ کی نصرت میں لگے رہیں۔ کیونکہ خدائے بزرگ و برتر نے ذمہ لیا ہے کہ جو اس کی نصرت کرے گا، وہ اس کی مدد کرے گا اور جو اس کی حمایت کے لیے کھڑا ہو گا وہ اسے عزت وسرفرازی بخشے گا۔

اس کے علاوہ انہیں حکم ہے کہ وہ نفسانی خواہشوں کے وقت اپنے نفس کو کچلیں اور اس کی منہ زوریوں کے وقت اُسے روکیں کیونکہ نفس برائیوں ہی کی طرف لے جانے والا ہے مگر یہ کہ خدا کا لطف وکرم شامل حال ہو۔

اے مالک! اس بات کو جانے رہو کہ تمہیں ان علاقوں کی طرف بھیج رہا ہوں کہ جہاں تم سے پہلے عادل اور ظالم کئی حکومتیں گزر چکی ہیں اور لوگ تمہارے طرز عمل کو اسی نظر سے دیکھیں گے۔ جس نظر سے تم اپنے اگلے حکمرانوں کے طور طریقے کو دیکھتے رہے ہو اور تمہارے بارے میں بھی وہی کہیں گے جو تم ان حکمرانوں کے بارے میں کہتے ہو۔ یہ یادرکھو کہ خدا کے نیک بندوں کا پتہ چلتا ہے اسی نیک نامی سے جو انہیں بندگان الٰہی میں خدا نے دے رکھی ہے لہٰذا ہر ذخیرہ سے زیادہ پسند تمہیں نیک اعمال کا ذخیرہ ہونا چاہیے تم اپنی خواہشوں پر قابو رکھو، اور جو مشاغل تمہارے لیے حلال نہیں ہیں ان میں صرف کرنے سے اپنے نفس کے ساتھ بخل کرو کیونکہ نفس کے ساتھ بخل کرنا ہی اس کے حق کو ادا کرنا ہے چاہے وہ خود اُسے پسند کرے یا ناپسند رعایا کے لیے اپنے دل کے اندر رحم

Marfat.com

ورافت اور لطف ومحبت کو جگہ دو۔ان کے لیے پھاڑ کھانے والا درندہ نہ بن جاؤ کہ انہیں نگل جانا غنیمت سمجھتے ہو۔اس لیے کہ رعایا میں دو قسم کے لوگ ہیں ایک تو تمہارے دینی بھائی اور دوسرے تمہارے جیسی مخلوق خدا' ان کی لغزشیں بھی ہوں گی خطاؤں سے بھی انہیں سابقہ پڑے گا اوران کے ہاتھوں سے جان بوجھ کر یہ بھولے چوکے سے غلطیاں بھی ہوں گی تم ان سے اسی طرح عفوودرگزر سے کام لینا جس طرح اللہ سے اپنے لیے عفوودرگزر کو پسند کرتے ہو۔اس لیے کہ تم ان پر حاکم ہو اور تمہارے اوپر تمہارا امام حاکم ہے اور جس (امام) نے تمہیں والی بنایا ہے اس کے اوپر اللہ ہے اور اس نے تم سے ان لوگوں کے معاملات کی انجام دہی چاہی ہے اور ان کے ذریعہ تمہاری آزمائش کی ہے اور دیکھو، خبردار! اللہ سے مقابلہ کے لیے نہ اُترنا۔اس لیے کہ اس کے غضب کے سامنے تم بے بس ہو اور اس کے عفو ورحمت سے بے نیاز نہیں ہو سکتے تمہیں کسی کو معاف کرنے پر پچھتانا اور سزا دینے پر اترانا نہ چاہیے غصہ میں جلد بازی سے کام نہ لو جب کہ اس کے ٹال دینے کی گنجائش ہو کبھی یہ نہ کہنا کہ میں حاکم بنایا گیا ہوں لہٰذا میرے حکم کے آگے سر تسلیم ختم ہونا چاہیے' کیونکہ یہ دل میں فساد پیدا کرنے دین کو کمزور بنانے اور بربادیوں کو قریب لانے کا حلیہ ہے اور کبھی حکومت کی وجہ سے تم میں تمکنت یا غرور پیدا ہو تو اپنے سے بالاتر اللہ کے مالک کی عظمت کو دیکھو اور خیال کرو کہ وہ تم پر وہ قدرت رکھتا ہے کہ جو خود تم اپنے آپ پر انہیں رکھتے یہ چیز تمہاری رعونت وسرکشی کو مارے گی اور تمہاری طغیانی کو روک دے گی اور تمہاری کھوئی ہوئی عقل کو پلٹا دے گی۔''

خبردار! کبھی اللہ کے ساتھ اس کی عظمت میں نہ ٹکراؤ اور اس کی شان وجبروت سے ملنے کی کوشش نہ کرو کیونکہ اللہ ہر جبار وسرکش کو نیچا دکھاتا ہے اور ہر مغرور کے سر کو جھکا دیتا ہے۔

اپنی ذات کے بارے میں اور اپنے خاص عزیزوں اور رعایا میں سے اپنے دل پسند افراد کے معاملے میں اللہ اور حقوق الناس کے متعلق بھی انصاف کرنا کیونکہ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ظالم ٹھہرو گے اور جو خدا کے بندوں پر ظلم کرتا ہے تو بندوں

Marfat.com

کے بجائے اللہ اس کا حریف ودشمن بن جاتا ہے اور جس کا وہ حریف ودشمن ہو اس کی ہر دلیل کو کچل دے گا اور وہ اللہ سے برسرپیکار رہے گا، یہاں تک کہ باز آئے اور توبہ کرے، اور اللہ کی نعمتوں کو سلب کرنے والی اس کی عقوبتوں کو جلد بلاوا دینے والی کوئی چیز اس سے بڑھ کر نہیں ہے کہ ظلم پر باقی رہا جائے کیونکہ اللہ مظلوموں کی پکار سنتا ہے اور ظالموں کے لیے موقع کا منتظر رہتا ہے۔

تمہیں سب طریقوں سے زیادہ وہ طریقہ پسند ہونا چاہئے جو حق کے اعتبار سے بہترین، انصاف کے لحاظ سے سب کو شامل اور رعایا کے زیادہ سے زیادہ افراد کی مرضی کے مطابق ہو کیونکہ عوام کی ناراضگی خواص کی رضامندی کو بے اثر بنا دیتی ہے اور خاص کی ناراضگی عوام کی رضامندی کے ہوتے ہوئے نظر انداز کی جاسکتی ہے اور یہ یاد رکھو! کہ رعیت میں خاص سے زیادہ کوئی ایسا نہیں کہ جو خوش حالی کے وقت حاکم پر بوجھ بننے والا مصیبت کے وقت امداد سے کترانے والا انصاف سے ناک بھوں چڑھانے والا طلب وسوال کے موقعہ پر پنجے جھاڑ کر پیچھے پڑ جانے والا بخشش پر کم شکرگزار ہونے والا محروم کردیئے جانے پر بمشکل عذر سننے والا اور زمانہ کی ابتلاؤں پر بے صبری دکھانے والا ہو اور دین کا مضبوط سہارا مسلمانوں کی قوت اور دشمن کے مقابلہ میں سامان دفاع میں اُمت کے عوام ہوتے ہیں لہٰذا تمہاری پوری توجہ اور تمہارا پورا رخ اُنہی کی جانب ہونا چاہئے۔

اور تمہاری رعایا میں تم سے سب سے زیادہ دور اور سب سے زیادہ تمہیں ناپسند وہ ہونا چاہئے جو لوگوں کی عیب جوئی میں زیادہ لگا رہتا ہو کیونکہ لوگوں میں عیب تو ہوتے ہی ہیں حاکم کے لیے انتہائی شایان شان یہ ہے کہ ان پر پردہ ڈالے لہٰذا جو عیب تمہاری نظروں سے اوجھل رہا نہیں نہ اچھالنا کیونکہ تمہارا کام انہی عیبوں کو مٹانا ہے کہ جو تمہارے اوپر ظاہر ہوں اور جو چھپے ڈھکے ہوں ان کا فیصلہ اللہ کے ہاتھ ہے اس لیے جہاں تک بن پڑے عیبوں کو چھپاؤ تا کہ اللہ بھی تمہارے ان عیوب کی پردہ پوشی کرے جنہیں تم رعیت سے پوشیدہ رکھنا چاہتے ہو لوگوں سے کینہ کی ہر گرہ کو کھول دو اور دشمنی کی ہر رسی کاٹ دو اور ہر ایسے رویہ سے جو

Marfat.com

تمہارے لیے مناسب نہیں بے خبر بن جاؤ اور چغل خور کی جھٹ سے ہاں میں ہاں نہ ملاؤ، کیونکہ وہ فریب کار ہوتا ہے، اگر چہ خیر خواہوں کی صورت میں سامنے آتا ہے۔

اپنے مشورہ میں کسی بخیل کو شریک نہ کرنا کہ وہ تمہیں دوسروں کے ساتھ بھلائی کرنے سے روکے گا اور فقر وافلاس کا خطرہ دلائے گا۔ اور نہ کسی بزدل سے مہمات میں مشورہ لینا کہ وہ تمہاری ہمت پست کر دے گا اور نہ کسی لالچی سے مشورہ کرنا کہ وہ ظلم کی راہ سے مال بٹورنے کو تمہاری نظروں میں جائز بنا دے گا، یاد رکھو! کہ بخل، بزدلی اور حرص اگر چہ الگ الگ خصلتیں ہیں مگر اللہ سے بدگمانی ان سب میں شریک ہے۔ اس قسم کے لوگوں کو تمہارے مخصوصین میں سے نہ ہونا چاہئے کیونکہ وہ گہنگاروں کے معاون اور ظالموں کے ساتھی ہوتے ہیں ان کی جگہ تمہیں ایسے لوگ مل سکتے ہیں جو تدبیر ورائے اور کارکردگی کے اعتبار سے ان کے مثل ہوں گے مگر ان کی طرح گناہوں کی گرانباریوں میں دبے ہوئے نہ ہوں جنھوں نے نہ کسی ظالم کی اس کے ظلم میں مدد کی ہو۔ اور نہ کسی گنہگار کا اس کے گناہ میں ہاتھ بٹایا ہو ان کا بوجھ تم پر ہلکا ہوگا اور یہ تمہارے بہترین معاون ثابت ہوں گے اور تمہاری طرف محبت سے جھکنے والے ہوں گے اور تمہارے علاوہ دوسروں سے ربط ضبط نہ رکھیں گے انہی کو تم خلوت وجلوت میں اپنا مصاحب خاص ٹھہرانا پھر تمہارے نزدیک ان میں زیادہ ترجیح ان لوگوں کو ہونا چاہئے کہ جو حق کی گزری باتیں تم سے کھل کر کہنے والے ہوں اور ان چیزوں میں کہ جنہیں اللہ اپنے مخصوص بندوں کے لیے نا پسند کرتا ہے تمہاری بہت کم مدد کرنے والے ہوں چاہے وہ تمہاری خواہشوں سے کتنی ہی میل کھاتی ہوں پرہیز گاروں اور راستبازوں سے اپنے کو وابستہ رکھنا پھر انہیں اس کا عادی بنانا کہ وہ تمہارے کسی کارنامہ کے بغیر تمہاری تعریف کر کے تمہیں خوش نہ کریں۔ کیونکہ زیادہ مدح سرائی غرور پیدا کرتی ہے اور سرکشی کی منزل سے قریب کر دیتی ہے اور تمہارے نزدیک نیکوکار اور بد کرد ارو دونوں برابر نہ ہوں اس لیے کہ ایسا کرنے سے نیکوں کو نیکی سے بے رغبت

کرنا اور بدوں کو بدی پر آمادہ کرنا ہے ہر شخص کو اسی کی منزلت پر رکھو جس کا وہ مستحق ہے اور اس بات کو یاد رکھو کہ حاکم کو اپنی رعایا پر پورا اعتماد اسی وقت کرنا چاہئے جب کہ وہ ان سے حسن سلوک کرتا ہو اور ان پر بوجھ نہ لادے اور انہی ایسی ناگوار چیزوں پر مجبور نہ کرے جو ان کے بس میں نہ ہوں، تمہیں ایسا رویہ اختیار کرنا چاہئے کہ اس حسن سلوک سے تمہیں رعیت پر پورا اعتماد ہو سکے کیونکہ یہ اعتماد تمہاری طویل اندرونی الجھنوں کو ختم کر دے گا اور سب سے زیادہ اعتماد کے وہ مستحق ہیں جن کے ساتھ تم نے اچھا سلوک کیا ہو اور سب سے زیادہ بے اعتمادی کے مستحق وہ ہیں جن سے تمہارا برتاؤ اچھا نہ رہا ہو۔

اور دیکھو! اس اچھے طور طریقے کو ختم نہ کرنا کہ جس پر اس امت کے بزرگ چلتے رہے ہیں اور جس سے اتحاد و یک جہتی پیدا اور رعیت کی اصلاح ہوئی ہے اور ایسے طریقے ایجاد نہ کرنا کہ جو پہلے طریقوں کو کچھ ضرر پہنچائیں اگر ایسا کیا تو نیک روش کے قائم کر جانے والوں کو ثواب تو ملتا رہے گا مگر انہیں ختم کر دینے کا گناہ تمہاری گردن پر ہوگا اور اپنے شہروں کے اصلاحی امور کو مستحکم کرنے اور ان چیزوں کے قائم کرنے میں کہ جن سے اگلے لوگوں کے حالات مضبوط رہے تھے علماء و حکما کے ساتھ باہمی مشورہ اور بات چیت کرتے رہنا''۔

اور تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ رعایا میں کئی طبقے ہوتے ہیں جن کی سود و بہبود ایک دوسرے سے وابستہ ہوتی ہیں اور وہ ایک دوسرے سے بے نیاز نہیں ہو سکتے ان میں سے ایک طبقہ وہ ہے جو اللہ کی راہ میں کام آنے والے فوجیوں کا ہے دوسرا طبقہ وہ ہے جو عمومی و خصوصی تحریروں کا کام انجام دیتا ہے تیسرا انصاف کرنے والے قضاۃ کا ہے چوتھا حکومت کے وہ عمال جن سے امن اور انصاف قائم ہوتا ہے پانچواں خراج دینے والے مسلمان اور جزیہ دینے والے ذمیوں کا چھٹا تجارت پیشہ و اہل حرفہ کا ساتواں فقراء و مساکین کا وہ طبقہ ہے کہ جو سب سے پست ہے اور اللہ نے ہر ایک کا حق معین کر دیا ہے اور اپنی کتاب یا سنت نبوی ﷺ میں اس کی حد بندی کر دی اور وہ (مکمل) دستور ہمارے پاس

Marfat.com

محفوظ ہے۔

(پہلا طبقہ) فوجی دستے یہ بحکم خدا رعیت کی حفاظت کا قلعہ فرمانرواؤں کی زینت دین و مذہب کی قوت اور امن کی راہ ہیں رعیت کا نظم و نسق انہی سے قائم رہ سکتا ہے اور فوج کی زندگی کا سہارا وہ خراج ہے جو اللہ نے اس کے لیے معین کیا ہے کہ جس سے وہ دشمنوں سے جہاد کرنے میں تقویت حاصل کرتے اور اپنی حالت کو درست بناتے اور ضروریات کو بہم پہنچاتے ہیں پھر ان دونوں طبقوں کے نظم و بقاء کے لیے تیسرے طبقے کی ضروریات ہے کہ جو قضاۃ، عمال اور منشیان کا ہے کہ جن کے ذریعے باہمی معاہدوں کی مضبوطی اور خراج اور دیگر منافع کی جمع آوری ہوتی ہے اور معمولی اور غیر معمولی معاملوں میں ان کے ذریعہ وثوق و اطمینان حاصل کیا جاتا ہے اور سب کا دارومدار سوداگروں اور صناعوں پر ہے کہ وہ عوام کی ضروریات کو فراہم کرتے ہیں بازار لگاتے ہیں اور اپنی کاوشوں سے ان کی ضروریات کو مہیا کرا نہیں خود مہیا کرنے سے آسودہ کر دیتے ہیں اس کے بعد پھر فقیروں اور ناداروں کا طبقہ ہے جن کی اعانت و دستگیری ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب کے گزارے کی صورتیں پیدا کر رکھی ہیں اور ہر طبقے کا حاکم پر حق قائم ہے کہ وہ انکے لیے اتنا مہیا کرے جو ان کی حالت درست کر سکے اور حاکم خدا کے ان تمام ضروری حقوق سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا مگر اسی صورت میں کہ پوری طرح کوشش کرے اور اللہ سے مانگے اور اپنے کو حق پر ثابت و برقرار رکھے اور چاہے اس کی طبیعت پر آسان ہو یا دشوار بہر حال اس کو برداشت کرے فوج کا سردار اس کو بنانا جو اپنے اللہ کا اور اپنے رسول کا اور تمہارے (نام کا سب سے زیادہ خیر خواہ ہو سب سے زیادہ پاک دامن ہو اور بردباری میں نمایاں ہو۔ جلد غصہ میں نہ آ جاتا ہو۔ عذر معذرت پر مطمئن ہو جاتا ہو کمزوروں پر رحم کھاتا ہو اور طاقتوروں کے سامنے اکڑ جاتا ہو نہ بدخوئی اسے جوش میں لے آتی ہو اور نہ پست ہمتی اسے بٹھا دیتی ہو پھر ایسا ہونا چاہئے کہ تم بلند خاندان نیک گھرانے اور عمدہ روایات رکھنے

Marfat.com

والوں اور ہمت و شجاعت اور جود و سخاوت کے مالکوں سے اپنا ربط و ضبط بڑھاؤ کیونکہ یہی لوگ درگیوں کا سرمایہ اور نیکیوں کا سرچشمہ ہوتے پھر ان کے حالات کی اس طرح دیکھ بھال کرنا جس طرح ماں باپ اپنی اولاد کی دیکھ بھال کرتے ہیں اگر ان کے ساتھ کوئی ایسا سلوک کرو کہ جو ان کی تقویت کا سبب ہو تو اسے بڑا نہ سمجھنا اور اپنے کسی معمولی سلوک کو بھی غیر اہم نہ سمجھ لینا کہ اسے چھوڑ بیٹھو کیونکہ اس حسن سلوک سے ان کی خیر خواہی کا جذبہ اُبھرے گا اور حسن اعتماد میں اضافہ ہوگا اور اس خیال سے کہ تم نے اس کی بڑی ضرورتوں کو پورا کر دیا ہے کہیں انکی چھوٹی ضرورتوں سے آنکھ بند نہ کر لینا کیونکہ یہ چھوٹی قسم کی مہربانی کی بھی اپنی جگہ فائدہ بخش ہوتی ہے اور وہ بڑی ضرورتیں اہمیت رکھتی ہیں اور فوجی سرداروں میں تمہارے یہاں وہ بلند منزلت سمجھا جائے جو فوجیوں کی اعانت میں برابر کا حصہ لیتا ہو اور اپنے روپے پیسے سے اتنا سلوک کرتا ہو کہ جس سے ان کا اور ان کے پیچھے رہ جانے والے بال بچوں کا بخوبی گذارا ہو سکتا ہو تا کہ وہ ساری فکروں سے بے فکر ہو کر پوری یکسوئی کے ساتھ دشمن سے جہاد کریں اس لیے کہ فوجی سرداروں کے ساتھ تمہارا مہربانی سے پیش آنا ان کے دلوں کو تمہاری طرف موڑ دے گا۔

حکمرانوں کے لیے سب سے بڑی آنکھوں کی ٹھنڈک اس میں ہے کہ شہروں میں عدل و انصاف برقرار رہے اور رعایا کی محبت ظاہر ہوتی رہے اور ان کی محبت اسی وقت ظاہر ہوا کرتی ہے کہ جب ان کے دلوں میں میل نہ ہو اور ان کی خیر خواہی اسی صورت میں ثابت ہوتی ہے کہ وہ اپنے حکمرانوں کے گرد حفاظت کے لیے گھیرا ڈالے رہیں۔ ان کا اقتدار سر پڑا بوجھ نہ سمجھیں اور نہ ان کی حکومت کے خاتمہ کے لیے گھڑیاں گنیں لہٰذا ان کی اُمیدوں میں وسعت و کشائش رکھنا انہیں اچھے لفظوں سے سراہتے رہنا اور ان کارناموں کا تذکرہ کرتے رہنا اس لیے کہ ان کے اچھے کارناموں کا ذکر بہادروں کو جوش میں لے آتا ہے اور پست ہمتوں کو ابھارتا ہے ان شاء اللہ جو شخص جس کارنامے کو

Marfat.com

انجام دے اُسے پہچانتے رہنا اور ایک کا کارنامہ دوسرے کی طرف منسوب نہ کر دینا اور اس کی حسن کارکردگی کا صلہ دینے میں کمی نہ کرنا اور کبھی ایسا نہ کرنا کہ کسی شخص کی بلندی و رفعت کی وجہ سے اس کے معمولی کام کو بڑا سمجھ لو اور کسی کے بڑے کام کو اس کے خود پست ہونے کی وجہ سے معمولی قرار دے لو۔

جب ایسی شکلیں تمہیں پیش آئیں کہ جن کا حل نہ ہو سکے اور ایسے معاملات کو جو مشتبہ ہو جائیں تو ان میں اللہ اور رسول ﷺ کی طرف رجوع کرو، کیونکہ خدا نے جن لوگوں کو ہدایت کرنا چاہی ہے ان کے لیے فرمایا ہے اے ایمان دارو اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول ﷺ کی اور ان کی جو تم میں سے صاحبان امر ہوں اور اگر تم میں کسی بات پر اختلاف ہو جائے تو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو تو اللہ کی طرف رجوع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی کتاب کی محکم آیتوں پر عمل کیا جائے اور رسول کی طرف رجوع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے ان متفق علیہ ارشادات پر عمل کیا جائے جن میں کوئی اختلاف نہیں،

پھر یہ کہ لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرنے کے لئے ایسے شخص کو منتخب کرو جو تمہارے نزدیک تمہاری رعایا میں سب سے بہتر ہو، جو واقعات کی پیچیدگیوں سے ضیق میں نہ پڑ جاتا ہو اور نہ جھگڑا کرنے والوں کے رویہ سے غصہ میں آتا ہو، نہ اپنے کسی غلط نقطہ نظر پر اڑا تا تراتا ہو نہ حق کو پہچان کر اس کے اختیار کرنے میں طبیعت پر بار محسوس کرتا ہو نہ اس کا نفس ذاتی طمع پر جھک پڑتا ہو اور نہ بغیر پوری طرح چھان بین کئے ہوئے سرسری طور پر کسی معاملہ کو سمجھ لینے پر اکتفا کرتا ہو شک و شبہ کے موقعہ پر قدم روک لیتا ہو اور دلیل و محبت کو سب سے زیادہ اہمیت دیتا ہو فریقین کی بحث بحثی سے اکتا نہ جاتا ہو۔ معاملات کی تحقیق میں بڑے صبر و ضبط سے کام لیتا ہو اور جب حقیقت آئینہ ہو جاتی ہو تو بے دھڑک فیصلہ کر دیتا ہو وہ ایسا ہو جسے سراہنا مغرور نہ بنائے اور جانبداری پر آمادہ نہ کر دے اگرچہ ایسے لوگ کم ہی ملتے ہیں پھر یہ کہ تم خود ان کے فیصلوں کا بار بار جائزہ لیتے رہنا دل کھول کر انہیں اتنا دینا کہ جو ان کے ہر عذر کو غیر سموع

بنادے اور لوگوں کو انؓ سے کوئی احتیاج نہ رہے اپنے ہاں انہیں ایسے باعزت مرتبہ پر رکھو کہ تمہارے دربار رس لوگ انہیں ضرر پہنچانے کا کوئی خیال نہ کر سکیں تاکہ وہ تمہارے التفات کی وجہ سے لوگ کی سازش سے محفوظ رہیں اس بارے میں انتہائی بالغ نظری سے کام لینا۔

پھر اپنے عہدہ داروں کے بارے میں نظر رکھنا ان کو خواب آزمائش کے بعد منصب دینا کبھی صرف رعایت اور جانبداری کی بناء پر انہیں منصب عطا نہ کرنا اس لیے کہ یہ باتیں ناانصافی اور بے ایمانی کا سرچشمہ ہیں اور ایسے لوگوں کو منتخب کرنا جو آزمودہ وغیرت مند ہیں ایسے خاندانوں میں سے جو اچھے ہوں اور جن کی خدمات اسلام کے سلسلہ میں پہلے سے ثابت ہوں کیونکہ ایسے لوگ بلند اخلاق اور بے داغ عزت والے ہوتے ہیں حرص وطمع کی طرف کم جھکتے ہیں اور عواقب ونتائج پر زیادہ نظر رکھتے ہیں پھر ان کی تنخواہوں کا معیار بلند رکھنا کیونکہ اس سے انہیں اپنے نفوس کے درست رکھنے میں مدد ملے گی۔ اور اس مال سے بے نیاز رہیں گے جو ان ہاتھوں میں بطور امانت ہوگا' اس کے بعد بھی وہ تمہارے حکم کی خلاف ورزی یا امانت میں رخنہ اندازی کریں تو تمہاری حجت ان پر قائم ہوگی پھر ان کے کاموں کو دیکھتے بھالتے رہنا اور سچے اور وفادار مخبروں کو ان پر چھوڑ دینا کیونکہ خفیہ طور پر ان کے امور کی نگرانی انہیں امانت کے برتنے اور رعیت کے ساتھ نرم رویہ رکھنے کی باعث ہوگی' خائن مددگاروں سے اپنا بچاؤ کرتے رہنا اگر ان میں سے کوئی حیانت کی طرف ہاتھ بڑھائے اور متفقہ طور پر جاسوسوں کی اطلاعات تم تک پہنچ جائیں تو شہادت کے لیے بس اُسے کافی سمجھنا اسے جسمانی طور پر سزا دینا اور جو کچھ اس نے اپنے عہدہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سمیٹا ہے۔ اسے واپس لینا اور اسے ذلت کی منزل پر کھڑا کر دینا اور خیانت کی رسوائیوں کے ساتھ اسے روشناس کرانا اور ننگ ورسوائی کا طواق اس کے گلے میں ڈال دینا۔

مالگذاری کے معاملہ میں مالگذاری ادا کرنے والوں کا مفاد پیش نظر رکھنا،

Marfat.com

کیونکہ باج گزاروں کی بدولت ہی دوسروں کے حالات درست کئے جا سکتے ہیں سب اسی خراج اور خراج دینے والوں کے سہارے پر جیتے ہیں اور خراج کی جمع آوری سے زیادہ زمین کی آبادی کا خیال رکھنا کیونکہ خراج بھی تو زمین کی آبادی ہی سے حاصل ہو سکتا ہے اور جو آباد کئے بغیر خراج چاہتا ہے وہ ملک کی بربادی اور بندگان خدا کی تباہی کا سامان کرتا ہے اور اس کی حکومت تھوڑے دنوں سے زیادہ نہیں رہ سکتی۔

اب اگر وہ خراج کی گرانباری یا کسی آفت نا گہانی یا نہری و بارانی علاقوں میں ذرائع آب پاشی کے ختم ہونے یا زمین کے سیلاب میں گھر جانے یا سیرابی کے نہ ہونے کے باعث اس کے تباہ ہونے کی شکایت کریں تو خراج میں اتنی کمی کر دو جس سے تمہیں ان کے حالات کے سدھرنے کی توقع ہو اور ان کے بوجھ کو ہلکا کرنے سے تمہیں گرانی نہ محسوس ہو کیونکہ انہیں زیر باری سے بچانا ایک ایسا ذخیرہ ہے کہ جو تمہارے ملک کی آبادی اور تمہارے قلمرو حکومت کی زیب و زینت کی صورت میں تمہیں پلٹا دیں گے اور اس کے ساتھ تم ان سے خراج تحسین اور عدل قائم کرنے کی وجہ سے مسرت بے پایاں بھی حاصل کر سکو گے اور اپنے اس حسن سلوک کی وجہ سے کہ جس کا ذخیرہ تم نے ان کے پاس رکھ دیا ہے تم آڑے وقت پر ان کی قوت کے بل بوتے پر بھروسہ کر سکو گے اور رحم و رافت کے جلو میں جس سیرت عادلانہ کا تم نے انہیں خوگر بنایا ہے اس کے سبب سے تمہیں ان پر وثوق و اعتماد ہو سکے گا اس کے بعد ممکن ہے کہ ایسے حالات بھی پیش آئیں کہ جن میں تمہیں ان پر اعتماد کرنے کی ضرورت ہو تو وہ انہیں بطیب خاطر جھیل لے جائیں گے کیونکہ ملک آباد ہے تو جیسا بوجھ اس پر لادو گے وہ اٹھا لے گا اور زمین کی تباہی اس سے آتی ہے کہ کاشتکاروں کے ہاتھ تنگ ہو جائیں اور ان کی تنگ دستی اس وجہ سے ہوتی ہے کہ حکام مال و دولت کے سمیٹنے پر تل جاتے ہیں اور انہیں اپنے اقتدار کے ختم ہونے کا کھٹکا لگا رہتا ہے اور عبرتوں سے بہت کم فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔

Marfat.com

پھر یہ کہ اپنے منشیان دفاتر کی اہمیت پر نظر رکھنا اپنے معاملات ان کے سپرد کرنا جو ان میں بہتر ہوں اور اپنے ان فرامین کو جن میں مخفی تدابیر اور مملکت کے رموز و اسرار درج ہوتے ہیں خصوصیت کے ساتھ ان کے حوالے کرنا جو سب سے زیادہ اچھے اخلاق کے مالک ہوں جنہیں اعزاز کا حاصل ہونا سرکش نہ بنائے کہ وہ بھری محفلوں میں تمہارے خلاف کچھ کہنے کی جرأت کرنے لگیں اور ایسے بے پروانہ ہوں کہ لین دین کے بارے میں جو تم سے متعلق ہوں تمہارے کارندوں کے خطوط تمہارے سامنے پیش کرنے اور ان کے مناسب جوابات روانہ کرنے میں کوتاہی کرتے ہوں اور وہ تمہارے حق میں جو معاہدہ کریں اس میں کوئی خامی نہ رہنے دیں اور نہ تمہارے خلاف کسی ساز باز کا توڑ کرنے میں کمزوری دکھائیں اور وہ معاملات میں اپنے صحیح مرتبہ اور مقام سے نا آشنا ہوں کیونکہ جو اپنا صحیح مقام نہیں پہچانتا وہ دوسروں کے قدر و مقام سے اور بھی زیادہ ناواقف ہوگا۔ پھر یہ کہ ان کا انتخاب تمہیں اپنی فراست، خوش اعتمادی اور حسن ظن کی بناء پر نہ کرنا چاہئے کیونکہ لوگ تصنع اور حسن خدمات کے ذریعہ حکمرانوں کی نظروں میں سما کر تعارف کی راہیں نکال لیا کرتے ہیں حالانکہ ان میں ذرا بھی خیر خواہی اور امانت داری کا جذبہ نہیں ہوتا لیکن تم انہیں ان خدمات سے پرکھو، جو تم سے پہلے وہ نیک حاکموں کے ماتحت رہ کر انجام دے چکے ہوں اور جو عوام میں نیک نام اور امانت داری کے اعتبار سے زیادہ مشہور ہوں ان کی طرف خصوصیت کے ساتھ توجہ کرو۔ اس لیے کہ ایسا کرنا اس کی دلیل ہوگا کہ تم اللہ کے مخلص اور اپنے امام کے خیر خواہ ہو۔ تمہیں محکمہ تحریر کے ہر شعبہ پر ایک ایک افسر مقرر کرنا چاہئے جو اس شعبہ کے بڑے سے بڑے کام سے عاجز نہ ہو اور کام کی زیادتی سے بوکھلا نہ اٹھے یاد رکھو کہ ان منشیوں میں جو بھی عیب ہوگا۔ اور تم اس سے آنکھ بند رکھو گے اس کی ذمہ داری تم پر ہوگی۔

پھر تمہیں تاجروں اور صناعوں کے خیال اور ان کے ساتھ اچھے برتاؤ کی ہدایت کی جاتی ہے اور تمہیں دوسروں کو ان کے متعلق ہدایت کرنا ہے خواہ وہ ایک جگہ رہ

Marfat.com

کر بیوپار کرنے والے ہوں یا پھیری لگا کر بیچنے والے ہوں یا جسمانی مشقت مزدوری یا دستکاری سے کمانے والے ہوں کیونکہ یہی لوگ منافع کا سرچشمہ اور ضروریات کو خشکیوں تریوں میدانی علاقوں اور پہاڑوں ایسے دور افتادہ مقامات سے درآمد کرتے ہیں اور ایسی جگہوں سے کہ جہاں لوگ پہنچ نہیں سکتے اور نہ وہاں جانے کی ہمت کر سکتے ہیں۔ یہ لوگ امن پسند اور صلح جو ہوتے ہیں ان سے کسی فساد اور شورش کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ یہ لوگ تمہارے سامنے ہوں یا جہاں جہاں دوسرے شہروں میں پھیلے ہوئے ہوں تم ان کی خبر گیری کرتے رہنا ہاں! اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھو کہ ان میں ایسے بھی ہوتے ہیں جو انتہائی تنگ نظر اور بڑے کنجوس ہوتے ہیں جو نفع اندوزی کے لیے مال روک رکھتے ہیں اور اونچے نرخ معین کر لیتے ہیں۔ یہ چیز عوام کے لیے نقصان دہ اور حکام کی بدنامی کا باعث ہوتی ہے لہٰذا ذخیرہ اندوزی سے منع کرنا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ممانعت فرمائی ہے اور خرید و فروخت صحیح ترازوؤں اور مناسب نرخوں کے ساتھ سہولت سے ہونا چاہئے کہ نہ بیچنے والے کو نقصان ہو اور نہ خریدنے والے کو خسارہ ہو اس کے بعد بھی کوئی ذخیرہ اندوزی کے جرم کا مرتکب ہو تو اسے مناسب حد تک سزا دینا پھر خصوصیت کے ساتھ اللہ کا خوف کرنا' پسماندہ و افتادہ طبقہ کے بارے میں جن کا کوئی سہارا نہیں ہوتا۔ وہ مسکینوں محتاجوں فقیروں ور معذوروں کا طبقہ ہے ان میں کچھ تو ہاتھ پھیلا کر مانگنے والے ہوتے ہیں اور کچھ کی صورت سوال ہوتی ہے اللہ کی خاطر ان بے کسوں کے بارے میں اس کے اس حق کی حفاظت کرنا جس کا اس نے تمہیں ذمہ دار بنایا ہے ان کے لیے ایک حصہ بیت المال سے معین کر دینا اور ایک حصہ ہر شہر کے اس غلہ میں سے دینا جو اسلامی غنیمت کی زمینوں سے حاصل ہوا ہو کیونکہ اس میں دور والوں کا اتنا ہی حصہ ہے جتنا نزدیک والوں کا ہے اور تم ان سب کے حقوق کی نگہداشت کے ذمہ دار بنائے گئے ہو لہٰذا تمہیں دولت کی سرمستی ان سے غافل نہ کر دے کیونکہ کسی معمولی بات کو اس لیے نظر انداز نہیں کیا جائے گا

Marfat.com

کہ تم نے بہت سے اہم کاموں کو پورا کر دیا ہے لہٰذا اپنی توجہ ان سے نہ ہٹانا اور نہ تکبر کے ساتھ ان کی طرف سے اپنا رخ پھیرنا اور خصوصیت کے ساتھ خبر رکھو ایسے افراد کی جو تم تک پہنچ نہیں سکتے جنہیں آنکھیں دیکھنے سے کراہت کرتی ہوں گی اور لوگ انہیں حقارت سے ٹھکراتے ہوں گے تم ان کے لیے اپنے کسی بھروسے کے آدمی کو جو خوف خدا رکھنے والا اور متواضع ہو مقرر کر دینا کہ وہ ان کے حالات تم تک پہنچاتا رہے پھر ان کے ساتھ وہ طرز عمل اختیار کرنا جس سے قیامت کے روز اللہ کے سامنے حجت پیش کر سکو کیونکہ رعیت میں دوسروں سے زیادہ یہ انصاف کے محتاج ہیں اور یوں تو سب ہی ایسے ہیں کہ تمہیں ان کے حقوق سے عہدہ برآ ہو کر اللہ کے سامنے سرخرو ہونا ہے اور دیکھو یتیموں اور سال خوردہ بوڑھوں کا خیال رکھنا، کہ جو نہ کوئی سہارا رکھتے ہیں اور نہ سوال کے لیے اٹھتے ہیں اور یہی وہ کام ہے جو حکام پر گراں گذرا کرتا ہے ہاں خدا ان لوگوں کے لیے جو عقبیٰ کے طلب گار رہتے ہیں اس کی گرانیوں کو ہلکا کر دیتا ہے وہ اسے اپنی ذات پر جھیل لے جاتے ہیں اور اللہ نے جو ان سے وعدہ کیا ہے اس کی سچائی پر بھروسا رکھتے ہیں۔

اور تم اپنے اوقات کا ایک حصہ حاجتمندوں کے لیے معین کر دینا جس میں سب کام چھوڑ کر انہی کے لئے مخصوص ہو جانا اور ان کے لئے ایک عام دربار کرنا اور اس میں اپنے پیدا کرنے والے اللہ کے لیے تواضع وانکساری سے کام لینا اور فوجیوں، نگہبانوں اور پولیس والوں کو ہٹا دینا تاکہ کہنے والے بے دھڑک کہہ سکیں کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی موقعوں پر فرماتے سنا ہے کہ اس قوم میں پاکیزگی نہیں آسکتی جس میں کمزوروں کو کھل کر طاقتوروں سے حق نہیں دلایا جاتا پھر یہ کہ اگر ان کے تیور بگڑیں یا صاف صاف مطلب نہ کہہ سکیں تو اسے برداشت کرنا اور تنگ دلی اور نخوت کو ان کے مقابلہ میں پاس نہ آنے دینا اس کی وجہ سے اللہ تم پر اپنی رحمت کے دامنوں کے پھیلا دے گا اور اپنی فرماں برداری کا تمہیں ضرور اجر دے گا اور جو حسن سلوک کرنا اس طرح

Marfat.com

کہ چہرے پر شکن نہ آئے اور نہ دینا تو اچھے طریقے سے عذر خواہی کر لینا۔

پھر کچھ امور ایسے ہیں کہ جنہیں خود تم ہی کو انجام دینا چاہیے ان میں سے ایک حکام کے ان مراسلات کا جواب دینا ہے جو تمہارے منشیوں کے بس میں نہ ہوں اور ایک لوگوں کی حاجتیں جب تمہارے سامنے پیش ہوں اور تمہارے عملہ کے ارکان ان سے جی چرائیں تو خود انہیں انجام دینا ہے روز کا کام اسی روز ختم کر دیا کرو، کیونکہ ہر دن اپنے ہی کام کے لیے مخصوص ہوتا ہے اور اپنے اوقات کا بہتر و افضل حصہ اللہ کی عبادت کے لئے خاص کر دینا اگرچہ وہ تمام کام بھی اللہ ہی کے لئے ہیں جب نیت بخیر ہو اللہ ان سے رعیت کی خوش حالی ہو۔

ان مخصوص اشغال میں سے کہ جن کے ساتھ تم خلوص کے ساتھ اللہ کے لئے اپنے دینی فریضہ کو ادا کرتے ہو ان واجبات کی انجام دہی ہونا چاہئے جو اس کی ذات سے مخصوص ہیں تم شب و روز کے اوقات میں اپنی جسمانی طاقتوں کا کچھ حصہ اللہ کے سپرد کر دو اور جو عبادت بھی تقریب الٰہی کی غرض سے بجا لانا ایسی ہو کہ نہ اس میں کوئی خلل ہو اور نہ کوئی نقص چاہے اس میں تمہیں کتنی جسمانی زحمت اٹھانا پڑے اور دیکھو! جب لوگوں کو نماز پڑھانا تو ایسی نہیں کہ (طول دے کر) لوگوں کو بے زار کر دو، اور نہ ایسی مختصر کہ نماز برباد ہو جائے اس لیے کہ نمازیوں میں بیمار بھی ہوتے ہیں اور ایسے بھی جنہیں کوئی ضرورت در پیش ہوتی ہے چنانچہ جب مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف روانہ کیا تو میں نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ انہیں نماز کس طرح پڑھاؤں تو فرمایا کہ جیسی ان میں سب سے زیادہ کمزور و ناتواں کی نماز ہو سکتی ہے اور تمہیں مومنوں کے حال پر مہربان ہونا چاہئے اس کے بعد یہ خیال رہے کہ رعایا سے عرصہ تک روپوشی اختیار نہ کرنا کیونکہ حکمرانوں کا رعایا سے چھپ کر رہنا ایک طرح کی تنگ دلی اور معاملات سے بے خبر رہنے کا سبب ہے اور یہ روپوشی انہیں بھی ان امور پر مطلع ہونے سے روکتی ہے کہ جن سے وہ ناواقف ہیں جس کی وجہ سے بڑی چیز ان کی نگاہ میں چھوٹی اور چھوٹی چیز بڑی، اچھائی برائی اور

Marfat.com

برائی اچھائی ہو جایا کرتی ہے اور حق باطل کے ساتھ مل جل جاتا ہے اور حکمران بھی آخر ایسا ہی بشر ہوتا ہے جو ناواقف رہے گا ان معاملات سے جو لوگ اس سے پوشیدہ کریں اور حق کی پیشانی پر کوئی نشان نہیں ہوا کرتے کہ جس کے ذریعے جھوٹ سے سچ کی قسموں کو الگ کر کے پہچان لیا جائے اور پھر تم دو ہی طرح کے آدمی ہو سکتے ہو یا تو تم ایسے ہو کہ تمہارا نفس حق کی ادائیگی کے لئے آمادہ ہے تو پھر واجب حقوق ادا کرنے اور اچھے کام کر گذرنے سے منہ چھپانے کی ضرورت کیا؟ اور یا تم ایسے ہو کہ لوگوں کو تم سے کورا جواب ہی ملنا ہے تو جب لوگ تمہاری عطا سے مایوس ہو جائیں گے تو خود ہی بہت جلد تم سے مانگنا چھوڑ دیں گے اور پھر یہ کہ لوگوں کی اکثر ضرورتیں ایسی ہوں گی جن سے تمہاری جیب پر کوئی بار نہیں پڑتا جیسے کسی کے ظلم کی شکایت یا کسی معاملہ میں انصاف کا مطالبہ۔

اس کے بعد معلوم ہونا چاہئے کہ حکام کے کچھ خواص اور سر چڑھے لوگ ہوا کرتے ہیں جن میں خود غرضی دست درازی اور بد معاملگی ہوا کرتی ہے تم کو ان حالات کے پیدا ہونے کی وجوہ ختم کر کے اس گندے مواد کو ختم کر دینا چاہئے اور دیکھو! اپنے کسی حاشیہ نشین اور قرابت دار کو جاگیر نہ دینا اور اُسے تم سے توقع نہ بندھنا چاہئے کسی ایسی زمین پر قبضہ کرنے کی جو آبپاشی یا کسی مشترکہ معاملہ میں اس کے آس پاس کے لوگوں کے لیے ضرر کی باعث ہو، یوں کہ اس کا بوجھ دوسرے پر ڈال دے اس صورت میں اس کے خوش گوار مزے تو اس کے لیے ہوں گے نہ تمہارے لیے مگر اس کا بدنما دھبہ دنیا و آخرت میں تمہارے دامن پر رہ جائے گا۔

اور جس پر جو حق عائد ہوتا ہو اس پر اس حق کو نافذ کرنا چاہئے وہ تمہارا اپنا ہو یا بیگانہ ہو اور اس کے بارے میں تحمل سے کام لنا اور ثواب کے امیدوار رہنا چاہئے اُس سے اس کی زد تمہارے کسی قریبی عزیز یا کسی مصاحب خاص پر کیسی ہی پڑتی ہو اور اس میں تمہاری طبیعت کو جو گرانی محسوس ہو اور اسکے

اُخروی نتیجہ کو پیش نظر رکھنا کہ اس کا انجام بہر حال اچھا ہوگا۔

اور اگر رعیت کو تمہارے بارے میں کبھی یہ بدگمانی ہو جائے کہ تم نے اس پر ظلم و زیادتی کی ہے تو اپنے عذر کو واضح طور پر پیش کر دو، اور عذر واضح کر کے ان کے خیالات کو بدل دو، اس سے تمہارے نفس کی تربیت ہوگی اور رعایا پر مہربانی ثابت ہوگی اور اس عذر آوری سے ان کو حق پر استوار کرنے کا مقصد تمہارا پورا ہوگا۔

اگر دشمن ایسی صلح کی تمہیں دعوت دے کہ جس میں اللہ کی رضامندی ہو تو اسے کبھی ٹھکرانہ دینا کیونکہ صلح میں تمہارے لشکر کے لئے آرام و راحت خود تمہارے لئے فکروں سے نجات اور شہروں کے لئے امن کا سامان ہے لیکن صلح کے بعد دشمن سے چوکنا اور خوب ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ دشمن قرب حاصل کرتا ہے تا کہ تمہاری غفلت سے فائدہ اٹھائے لہٰذا احتیاط کو محفوظ رکھنا اور اس بارے میں حسن ظن سے کام نہ لو اور اگر اپنے اور دشمن کے رمیان کوئی معاہدہ کرو یا اُسے اپنے دامن میں پناہ دو تو پھر عہد کی پابندی کرو، وعدہ کا لحاظ رکھو، اور اپنے قول و قرار کی حفاظت کے لئے اپنی جان کو سپر بنا دو کیونکہ اللہ کے فرائض میں سے ایفائے عہد کی ایسی کوئی چیز نہیں کہ جس کی وجہ سے پر دیا اپنے الگ الگ نظریوں اور مختلف رایوں کے باوجود یکجہتی سے متفق ہو اور مسلمانوں کے علاوہ مشرکوں تک نے اپنے درمیان معاہدوں کی پابندی کی ہے اس لئے کہ عہد شکنی کے نتیجہ میں انہوں نے تباہیوں کا اندازہ کیا تھا لہٰذا اپنے عہد و پیمان میں غداری اور قول و قرار میں بدی نہ کرنا اور اپنے دشمن پر اچانک حملہ نہ کرنا کیونکہ اللہ پر جرأت جاہل اور بدبخت کے علاوہ دوسرا نہیں کر سکتا اور اللہ کے عہد و پیمان کی پابندی کو امن کا پیغام قرار دیا ہے کہ جسے اپنی رحمت سے بندوں میں عام کر دیا ہے اور ایسی پناہ گاہ بنایا ہے کہ جس کے دامن حفاظت میں پناہ لیتے اور اس کے جوار میں منزل کرنے کے لئے وہ تیزی سے بڑھتے ہیں لہٰذا اس میں کوئی جعلسازی فریب کاری اور

مکاری نہ ہونا چاہئے اور ایسا کوئی معاہدہ کرو ہی نہ کہ جس میں تاویلوں کی ضرورت پڑنے کا امکان ہو، اور معاہدہ کے پختہ اور طے ہو جانے کے بعد اس کے کسی مبہم لفظ کے دوسرے معنی نکال کر فائدہ اٹھانے کی کوشش نہ کرو اور اس عہد و پیمان خداوندی میں کسی دشواری کا محسوس ہونا تمہارے لئے اس کا باعث نہ ہونا چاہئے کہ تم اسے ناحق منسوخ کرنے کی کوشش کرو کیونکہ ایسی دشواریوں کو جھیل لے جانا کہ جن سے چھٹکارے کی اور انجام بخیر ہونے کی اُمید ہو۔ اس بدعہدی کرنے سے بہتر ہے، جس کے بُرے انجام کا تمہیں خوف اور اس کا اندیشہ ہو کہ اللہ کے یہاں تم سے اس پر کوئی جواب دہی ہوگی اور اس طرح تمہاری دنیا اور آخرت دونوں کی تباہی ہوگی۔

دیکھو! ناحق خونریزوں سے دامن بچائے رکھنا کیونکہ عذاب الٰہی سے قریب اور پاداش کے لحاظ سے سخت اور نعمتوں کے سلب ہونے اور عمر کے خاتمہ کا سبب ناحق سے زیادہ کوئی شئے نہیں ہے اور قیامت کے دن اللہ سبحانہ سب سے پہلے جو فیصلہ کرے گا وہ انہیں خونوں کا جو بندگان خدا نے ایک دوسرے کے بہائے ہیں لہٰذا ناحق خون بہا کر اپنے اقتدار کو مضبوط کرنے کی کبھی کوشش نہ کرنا کیونکہ یہ چیز اقتدار کو کمزور اور کھوکھلا کر دینے والی ہوتی ہے بلکہ اس کو بنیادوں سے ہلا کر دوسروں کو سونپ دینے والی ہے اور جان بوجھ کر قتل کے جرم میں اللہ کے سامنے تمہارا کوئی عذر چل سکے گا نہ میرے سامنے کیونکہ اس میں قصاص ضروری ہے اور اگر غلطی سے تم اس کے مرتکب ہو جاؤ اور سزا دینے میں تمہارا کوڑا یا تلوار یا ہاتھ حد سے بڑھ جائے اس لئے کہ کبھی گھونسا اور اس سے بھی چھوٹی ضرب ہلاکت کا سبب ہو جایا کرتی ہے تو ایسی صورت میں اقتدار کے نشہ میں بے خود ہو کر مقتول کا خون بہا اس کے وارثوں تک پہنچانے میں کوتاہی نہ کرنا۔

اور دیکھو خود پسندی سے بچتے رہنا اور اپنی جو باتیں اچھی معلوم ہوں ان پر اترانا نہیں اور نہ لوگوں کے بڑھا چڑھا کر سراہنے کو پسند کرنا کیونکہ شیطان کو جو

Marfat.com

مواقع ملا کرتے ہیں ان میں یہ سب سے زیادہ اس کے نزدیک بھروسے کا ذریعہ ہے کہ وہ اس طرح نیکوکاروں کی نیکیوں پر پانی پھیر دے۔

اور رعایا کے ساتھ نیکی کر کے کبھی احسان نہ جتانا اور جوان کے ساتھ حسن سلوک کرنا اُسے زیادہ نہ سمجھنا اور ان سے وعدہ کر کے بعد میں وعدہ خلافی نہ کرنا کیونکہ احسان جتانا نیکی کو اکارت کر دینا ہے اور اپنی بھلائی کو زیادہ خیال کرنا حق کی روشنی کو ختم کر دینا ہے اور وعدہ خلافی سے اللہ بھی ناراض ہوتا ہے اور بندے بھی چنانچہ اللہ سبحانہ خود فرماتا ہے

''خدا کے نزدیک یہ بڑی ناراضگی کی چیز ہے کہ تم جو کہو اُسے کرو نہیں۔''

اور دیکھو! وقت سے پہلے کسی کام میں جلد بازی نہ کرنا اور جب اس کا موقع آجائے تو پھر کمزوری نہ دکھانا اور جب صحیح صورت سمجھ میں نہ آئے تو اس پر مصر نہ ہونا اور جب طریق کار واضح ہو جائے تو پھر سستی نہ کرنا مطلب یہ ہے کہ ہر چیز کو اس کی جگہ پر رکھو اور ہر کام کو اس کے موقع پر انجام دو۔

اور دیکھو! جن چیزوں میں سب لوگوں کا حق برابر ہوتا ہے اُسے اپنے لئے مخصوص نہ کر لینا اور قابل لحاظ حقوق سے غفلت نہ برتنا جو نظروں کے سامنے نمایاں ہوں کیونکہ دوسروں کے لئے یہ ذمہ داری تم پر عائد ہے اور مستقل قریب میں تمام معاملات پر سے پردہ ہٹا دیا جائے گا اور تم سے مظلوم کی داد خواہی کر لی جائے گی دیکھو! غضب کی تندہی، سرکشی کے جوش ہاتھ کی جنبش اور زبان کی تیزی پر ہمیشہ قابو رکھو اور ان چیزوں سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ جلد بازی سے کام نہ لو اور سزا دینے میں دیر کو یہاں تک کہ تمارا غصہ کم ہو جائے اور تم اپنے اوپر قابو پالو اور کبھی یہ بات تم اپنے نفس میں پورے طور پر پیدا نہیں کر سکتے جب تک اللہ کی طرف اپنی بازگشت کو یاد کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ ان تصورات کو قائم نہ رکھو۔

اور تمہیں لازم ہے کہ گذشتہ زمانہ کی چیزوں کو یاد رکھو خواہ کسی عادل حکومت کا طریق کار ہو یا کوئی اچھا عمل درآمد ہو، یا رسول صلعم کی کوئی حدیث ہو، یا کتاب اللہ میں درج شدہ کوئی فریضہ ہو تو ان چیزوں کی پیروی کرو جن پر عمل

Marfat.com

کرتے ہوئے ہمیں دیکھا ہے اور ان ہدایات پر عمل کرتے رہنا جو میں نے اس عہد نامہ میں درج کی ہیں اور ان کے ذریعہ سے میں نے اپنی حجت تم پر قائم کردی ہے تاکہ تمہارا نفس اپنی خواہشات کی طرف بڑھے تو تمہارے پاس کوئی عذر نہ ہو۔

اور میں اللہ تعالیٰ سے اس کی وسیع رحمت اور ہر حاجت کے پورا کرنے پر عظیم قدرت کا واسطہ دے کر اس سے سوال کرتا ہوں کہ وہ مجھے اور تمہیں اس کی توفیق بخشے جس میں اس کی رضامندی ہے کہ ہم اللہ کے سامنے اور اس کے بندوں کے سامنے ایک کھلا ہوا عذر قائم کر کے سرخرو ہوں اور ساتھ ہی بندوں میں نیک نامی اور ملک میں اچھے اثرات اور اس کی نعمت میں فراوانی اور روز افزوں عزت کو قائم رکھیں اور یہ کہ میرا اور تمہارا خاتمہ سعادت وشہادت پر ہو، بے شک ہمیں اُسی کی طرف پلٹنا ہے

والسلام علی رسوله صلی الله علیه وآله الطیبین الطاهرین وسلم تسلیما کثیراً والسلام. (نہج البلاغہ)

ان اوراق سے امیر المومنین کے طرز جہانبانی کا جائزہ لے کر یہ فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ ان کے پیش نظر صرف قانون الٰہی کا نفاذ اور اصلاح معاشرت تھا، امن عامہ میں خلل ڈالنا نہ لوٹ کھسوٹ سے خزانوں کا منہ بھرنا اور نہ توسیع سلطنت کے لئے جائز و ناجائز وسائل سے آنکھ بند کر کے سعی و کوشش کرنا، دنیوی حکومتیں عموماً اس طرح کا قانون بنایا کرتی ہیں جس سے زیادہ سے زیادہ حکومت کو فائدہ پہنچے اور ہر ایسے قانون کو بدلنے کی کوشش کیا کرتی ہیں جو اس کے مفاد سے متصادم ہو اور اس کے مقصد کے لئے نقصان رساں ہو مگر اس دستور و آئین کی ہر دفعہ مفاد عمومی کی نگہبان اور نظام اجتماعی کی محافظ ہے اس کے نفاذ اجراء میں نہ خود غرضی کا لگاؤ ہے اور نہ مفاد پرستی کا شائبہ اس میں اللہ کے فرائض کی نگہداشت اور بلا تفریق مذہب وملت حقوق انسانیت کی حفاظت اور شکستہ حال وفاقہ کش افراد کی خبر گیری اور

Marfat.com

پسماندہ و افتادہ طبقہ کے ساتھ حسن سلوک کی ہدایت ایسے بنیادی عوامل ہیں جن سے حق و عدالت کے نشر، امن وسلامتی کے قیام اور رعیت کی فلاح بہبود کے سلسلہ میں پوری رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔

والی مکہ قثم ابن عباس کے نام ایک پیغام

اللہ کے یادگار دنوں کی یاد دلاؤ۔ اور لوگوں کے لئے صبح و شام اپنی نشست قرار دو مسئلہ پوچھنے والے کو مسئلہ بتاؤ جاہل کو تعلیم دو اور عالم سے تبادلہ خیالات کرو اور دیکھو لوگوں تک پیغام پہنچانے کے لئے تمہاری زبان کے سوا کوئی سفیر نہ ہونا چاہئے اور کسی ضرورت مند کو اپنی ملاقات سے محروم نہ کرنا اس لئے کہ پہلی دفعہ اگر حاجت تمہارے دروازوں سے ناکام واپس کر دی گئی تو بعد میں اُسے پورا کر دینے سے بھی تمہاری تعریف نہ ہوگی۔

اور دیکھو! تمہارے پاس جو اللہ کا مال جمع ہو اُسے اپنی طرف کے عیال داروں اور بھوکے ننگوں تک پہنچاؤ اس لحاظ کے ساتھ کہ وہ استحقاق اور احتیاج کے صحیح مرکزوں تک پہنچے اور جو اس سے بچ رہے اُسے ہماری طرف بھیج دو۔ تاکہ ہم اُسے ان لوگوں میں بانٹیں جو ہمارے گرد جمع ہیں۔

اور مکہ والوں کو حکم دو کہ وہ باہر سے آکر ٹھہرنے والوں سے کرایہ نہ لیں کیونکہ اللہ سبحانہ فرماتا ہے کہ اس میں عاکف اور بادی یکساں ہیں عاکف وہ ہے جو اس میں مقیم ہو اور بادی وہ ہے جو باہر سے حج کے لئے آیا ہوں۔ خداوند عالم ہمیں اور تمہیں پسندیدہ کاموں کی توفیق دے۔ والسلام

☆☆☆

Marfat.com

۲۷ ہزار مربع میل کے حکمران

حضرت سیدنا امیر معاویہؓ

کے انسان دوست اقدامات، اعلانات اور ہدایات

حضرت امیر معاویہؓ کے زمانے میں مسلمانوں کی طاقت میں اضافہ ہوا' حضرت عثمان کے زمانے سے باہمی خانہ جنگی کی وجہ سے فتوحات کا سلسلہ رک گیا تھا' آپ کے عہد حکومت میں یہ سلسلہ پوری قوت کے ساتھ جاری ہو گیا' حضرت معاویہؓ نے حضرت عثمانؓ کے زمانے ہی میں بحری فوج قائم کر لی تھی اور عبداللہ بن قیس حارثی کو اس کا افسر مقرر کیا تھا' اپنے عہد حکومت میں انہوں نے بحری فوج کو بہت ترقی دی' مصر و شام کے ساحلی علاقوں میں بہت سے جہاز سازی کے کارخانے قائم کیے چنانچہ ایک ہزار سات سو جنگی جہاز رومیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہتے تھے' بحری فوج کے کمانڈر جناوہ بن ابی امیہ تھے' اس عظیم الشان بحری طاقت سے آپ نے قبرص' روڈس جیسے اہم یونانی جزیرے سے فتح کیے اور اسی بحری بیڑہ سے قسطنطنیہ کے حملہ میں بھی کام لیا۔

ڈاک کا محکمہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں قائم ہو چکا تھا آپ نے اس کی تنظیم و توسیع کی اور تمام حدود سلطنت میں اس کا جال پھیلا دیا۔

آپ نے ایک نیا محکمہ دیوان خاتم کے نام سے بھی قائم کیا۔

نیز آپ نے خانہ کعبہ کی خدمت کے لیے متعدد غلام مقرر فرمائے اور دیبا و حریر کا بہترین غلاف بیت اللہ پر چڑھایا۔

آپ اکتالیس سال امیر رہے۔ حافظ ابن کثیرؒ آپ کے عہد حکومت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

واجمعت الرعایا علی بیعته فی سنة احدی واربعین کما قدمنا۔ فلم یزل مستقلدبالا مر فی هذة المدة الی هذالسنة الی کانت

Marfat.com

فیھا و فانہ 'والجھادُ فی بلاد العدو قائم" و کلمۃاللہ عالیۃ والغنائم ترد الیہ من اطواف الارض .والمسلمون معہ فی راحۃ و عدیل و صفح و عفو (البدایہ والنہایہ ج۸ صفحہ۱۱۹)

آپ کے دور حکومت میں جہاد کا سلسلہ قائم رہا' اللہ کا کلمہ بلند ہوتا رہا اور مال غنیمت' سلطنت کے اطراف سے بیت المال میں آتا رہا اور مسلمانوں نے راحت و آرام اور عدل و انصاف سے زندگی بسر کی۔

آپ تالیف قلب' عدل اونصاف اور حقوق کی ادائیگی میں خاص احتیاط برتتے تھے۔اسی وجہ سے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں' آپ کے متعلق فرمایا کرتے تھے:

مارأیت احدا بعد عثمان اقضٰ بحق من صاحب ھذاالباب

(ایضاً ج۸ صفحہ۱۳۳)

کہ میں نے حضرت عثمانؓ کے بعد حضرت معاویہؓ سے بڑھ کر کسی کو حق فیصلہ کرنے والا نہ پایا۔

حضرت ابواسحٰق السبیعیؒ فرمایا کرتے تھے:

''اگر تم حضرت معاویہ کو دیکھتے یا ان کا زمانہ پالیتے تو (عدل وانصاف کی وجہ سے) تم ان کو مہدی کہتے۔''

اور حضرت مجاہدؒ سے بھی منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے:

''اگر تم معاویہ کے دور کو پالیتے تو کہتے کہ مہدی تو یہ ہیں۔''

اسی طرح ایک بار امام اعمشؒ کی مجلس میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا تذکرہ ہوا تو امام اعمش فرمانے لگے:

''اگر تم حضرت معاویہؓ کے زمانے کو پالیتے تو تمہیں پتہ چل جاتا لوگوں نے پوچھا ان کے حلم و بردباری کا؟ فرمایا' نہیں! بلکہ ان کے عدل وانصاف کا۔''

آپ کی ان ہی خوبیوں کی وجہ سے حضرت امام اعمشؒ آپ کو''المصحف'' کے نام سے یاد کیا کرتے تھے۔

Marfat.com

آپ کا دور حکومت ہر اعتبار سے ایک کامیاب دور شمار کیا جاتا ہے۔ آپ کے دور میں مسلمان خوشحال رہے اور انہوں نے امن وچین کی زندگی گزاری' آپ نے رعایا کی بہتری اور دیکھ بھال کے لئے متعدد اقدامات کئے جن میں سے ایک انتظام آپ نے یہ کیا کہ ہر قبیلہ اور قصبہ میں آدمی مقرر کئے جو ہر خاندان میں گشت کر کے یہ معلوم کرتے کہ کوئی بچہ تو پیدا تو نہیں ہوا؟ یا کوئی مہمان باہر سے آکر تو یہاں نہیں ٹھہرا؟ اگر کسی بچے کی پیدائش یا کسی مہمان کی آمد کا علم ہوتا تو اس کا نام لکھ لیتے اور پھر بیت المال سے اس کے لئے وظیفہ جاری کر دیا جاتا تھا۔ (ابن تیمیہ منہاج السنہ ج ۳ صفحہ ۱۸۵)

امام بخاریؒ نے اپنی کتاب الادب المفرد میں بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ نے حکم دیا تھا کہ دمشق کے غنڈوں اور بدمعاشوں کی فہرست بنا کر مجھے بھیجی جائے اسکے علاوہ آپ نے رفاعہ عامہ کے لئے نہریں کھدوائیں' جو نہریں بند ہو چکی تھیں انہیں جاری کروایا مساجد تعمیر کرائیں اور عامۃ المسلمین کی بھلائی اور بہتری کے لئے اور کئی دوسرے اقدامات کئے۔ آپ کے ان اقدامات کی وجہ سے عوام بھی آپ سے محبت کرتے تھے اور آپ پر جان نثار کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔

ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

کانت سیرة معاویة مع رعیته من خیار امیر الولاة و کان رعیته یحبونه' وقد ثبت فی الصحیحین عن انبی ﷺ انه قال خیار ائمتکم الدین تحبونهم و یحبونکم و تصلون علیهم و یصلون علیکم . (منہاج السنہ ج ۳ صفحہ ۱۸۹)

حضرت معاویہ کا برتاؤ اپنی رعایا کے ساتھ بہترین حکمران کا برتاؤ تھا اور آپ کی رعایا آپ سے محبت کرتی تھی اور صحیحین بخاری و مسلم میں یہ حدیث ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تمہارے امراء میں سب سے بہتر امیر وہ ہیں کہ تم ان سے محبت کرتے ہو اور وہ تم سے اور تم ان پر نماز پڑھتے ہو اور وہ تم پر۔

یہی وجہ تھی کہ اہل شام آپ پر جان چھڑکتے تھے اور آپ کے حکم کی دل و جان سے تعمیل کرتے تھے' چنانچہ ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے اپنے لشکریوں سے مخاطب ہوتے

Marfat.com

ہوئے ارشاد فرمایا:

کیا یہ عجیب بات نہیں کہ معاویہؓ اکھڑ اجاہلوں کو بلاتے ہیں تو بغیر عطیہ اور داد و دہش کے اس کی پیروی کرتے ہیں اور سال میں دو تین بار جدھر چاہئیں ادھر انہیں لے جاتے ہیں میں تمہیں بلاتا ہوں' حالانکہ تم لوگ عقل مند ہو اور عطیات پاتے رہتے ہو مگر تم میری نافرمانی کرتے ہو' میرے خلاف کھڑے ہو جاتے ہو' اور میری مخالفت کرتے رہتے ہو۔

(تاریخ طبری ج ۵ صفحہ ۱۴۸)

آپ کی رعایا کا آپ پر فدا ہونے کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ آپ رعایا کے ایک ادنی فرد کی مصیبت اور اس کی تکلیف کو اپنی تکلیف محسوس کرتے تھے اور ان کی تکلیف دور کرنے میں کسی قسم کا کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑتے تھے چنانچہ ایک واقعہ سے اس بات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

حضرت ثابت جو ابوسفیان کے آزاد کردہ غلام تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں روم کے ایک غزوہ میں حضرت معاویہؓ کے ساتھ شریک تھا جنگ کے دوران ایک عام سپاہی اپنی سواری سے گر پڑا' اور اٹھ نہ سکا تو اس نے لوگوں کو مدد کے لئے پکارا سب سے پہلے جو شخص اپنی سواری سے اتر کر اس کی مدد کو دوڑا وہ حضرت معاویہ تھے آپ کے ان اوصاف اور آپ کے دور حکومت کی ان خصوصیات کا اعتراف عام موءرخین کے علاوہ خود شیعہ مورخین کو بھی کرنا پڑا۔ چنانچہ شیعی مورخ امیر علی لکھتے ہیں۔

مجموعی طور پر حضرت معاویہ کی حکومت اندرون ملک بڑی خوشحال اور پر امن تھی اور خارجہ پالیسی کے لحاظ سے بڑی کامیاب تھی۔

(حضرت معاویہؓ از: حکیم محمود احمد ظفر سیالکوٹی)

اور اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت معاویہ عام مسلمان کے معاملات میں دلچسپی لیتے اور انکی شکایات کو بغور سنتے اور پھر حتی الامکان انہیں دور فرماتے تھے۔

حضرت معاویہؓ کے روزمرہ کے معمولات

مشہور مورخ مسعودی نے آپ کے اوقات کا تفصیلی نقشہ کھینچا ہے مسعودی

Marfat.com

لکھتے ہیں:

آپ فجر کی نماز ادا کر کے زیر سلطنت ممالک سے آئی ہوئی رپورٹس سنتے پھر قرآن حکیم کی تلاوت فرماتے اور تلاوت کے بعد گھر تشریف لے جاتے اور وہاں ضروری احکامات جاری کرتے' پھر نماز اشراق ادا کر کے باہر تشریف لاتے اور خاص خاص لوگوں کو طلب فرماتے اور ان کے ساتھ دن بھر کے ضروری امور کے متعلق مشورہ کرتے' اس کے بعد ناشتہ لایا جاتا جو رات کے بچے ہوئے کھانے میں سے ہوتا پھر آپ کافی دیر تک مختلف موضوعات پر باتیں کرتے رہتے اور اس کے بعد گھر تشریف لے جاتے۔ تھوڑی دیر بعد باہر تشریف لاتے اور مسجد میں مقصورہ سے کمر لگا کر کرسی پر بیٹھ جاتے' اس وقت میں عام مسلمان جن میں کمزور' دیہاتی بچے' عورتیں سب شامل ہوتے' آپ کے پاس آتے اور ضرورتیں اور تکلیفیں بیان کرتے تھے' آپ ان سب کی دل دہی کرتے' ضرورتیں پوری فرماتے اور انکی تکلیفوں کو دور کرتے تھے۔ جب تمام لوگ اپنی حاجتیں بیان کر لیتے اور آپ انکے متعلق احکام جاری فرما دیتے اور کوئی باقی نہ بچتا تو آپ اندر تشریف لے جاتے اور وہاں خاص خاص لوگوں معززین اور اشراف قوم سے ملاقات فرماتے' آپ ان سے کہتے:

حضرت! آپ کو اشراف قوم اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ اس مجلس خصوصی میں حاضر ہونے کا شرف حاصل ہے' لہٰذا آپکا فرض ہے کہ جو لوگ یہاں حاضر نہیں ہیں انکی ضرورتیں بیان کریں''

وہ ضرورتیں بیان کرتے اور ان کو پورا فرماتے پھر دوپہر کا کھانا لایا جاتا اور اس وقت کاتب' بھی حاضر ہوتا وہ آپ کے سرہانے کھڑا ہو جاتا اور باریاب ہونے والوں کو ایک ایک کر کے پیش کرتا اور جو کچھ وہ اپنی مشکلات اور معروضات تحریر کر کے لاتے' آپ کو پڑھ کر سناتا رہتا آپ کھانا کھاتے جاتے اور احکام لکھواتے جاتے تھے اور ہر باریاب ہونے والا شخص جب تک حاضر رہتا کھانے میں شریک رہتا' پھر آپ گھر تشریف لے جاتے اور ظہر کی نماز کے

وقت تشریف لاتے۔ ظہر کی نماز کے بعد خاص مجلس ہوتی جس میں وزراء سے ملکی امور کے متعلق مشورہ ہوتا اور احکامات جاری ہوتے۔ یہ مجلس عصر تک جاری رہتی آپ عصر کی نماز ادا کرتے اور پھر عشاء کے وقت تک مختلف امور میں مشغول رہتے' عشاء کی نماز کے بعد امراء سے امور سلطنت پر گفتگو ہوئی۔ یہ گفتگو ختم ہوتی تو علمی مباحث چھڑ جاتے اور یہ سلسلہ رات گئے تک جاری رہتا مسعودی کا بیان ہے کہ آپ نے دن میں پانچ اوقات ایسے رکھے ہوئے تھے جن میں لوگوں کو عام اجازت تھی کہ وہ آئیں اور اپنی شکایات بیان کریں۔

(کامل ابن اثیر ج ۶ صفحہ ۱۰۳)

حلم' بردباری اور نرم خوی

آپ اس درجہ کے حلیم اور بردبار تھے کہ آپکا حلم ضرب المثل بن گیا' اور آپ کے تذکرہ کے ساتھ حلم کا تصور اتنا لازم ہوگیا کہ بغیر اسکے آپکا تذکرہ نامکمل ہے' آپ کے مخالفین آپ کے پاس آتے' مگر آپ اسے ہنسی میں ٹال دیتے' یہ وہ رویہ تھا جس نے بڑے بڑے سرداروں اور آپکے مخالفوں کو آپکے سامنے سر جھکانے پر مجبور کردیا' چنانچہ حضرت قبیصہ بن جابر کا قول ہے کہ:

''میں نے حضرت معاویہ سے بڑھ کر کسی کو بردبار نہیں پایا''

ابن عون کا بیان ہے کہ حضرت معاویہؓ کے زمانے میں ایک عام آدمی کھڑا ہوتا اور ان سے کہتا: اے معاویہؓ! تم ہمارے ساتھ ٹھیک ہو جاؤ ورنہ ہم تمہیں سیدھا کردیں گے' اور سیدنا معاویہؓ فرماتے: بھلا کس چیز سے سیدھا کرو گے؟ تو وہ جواب میں کہتا کہ لکڑی سے آپ فرماتے: اچھا پھر ہم ٹھیک ہو جائیں گے۔

حضرت مسعود کا واقعہ مشہور ہے کہ شروع میں آپکے مخالف تھے پھر وہ آپکے پاس اپنی کسی حاجت سے آئے' آپ نے وہ حاجت پوری کی' پھر انہیں بلایا اور فرمایا:

اے مسور! تم ہم پر کیا کچھ طعن و تشنیع کرتے رہے ہو؟

حضرت مسورؓ نے جواب دیا: اے امیر المومنین! جو کچھ ہوا اسے بھول جایئے

آپ نے فرمایا: نہیں: وہ سب باتیں جو تم میرے متعلق کہا کرتے تھے بیان کرو۔

چنانچہ حضرت مسور نے وہ تمام باتیں آپکے سامنے دوہرادیں جو وہ آپکے متعلق کہا کرتے تھے آپ نے خندہ پیشانی کے ساتھ تمام الزمات کو سنا اوران کا جواب دیا' آپ کے اس رویہ کا اثر یہ ہوا کہ اس واقعہ کے بعد حضرت مسور جب بھی حضرت معاویہ کا ذکر کرتے بہترین الفاظ میں کرتے اوران کے لئے دعائے خیر کیا کرتے تھے۔

آپ کے حلم اور بردباری کے واقعات' کتب تاریخ میں بھرے پڑے ہیں۔منہ پھٹ لوگ اور مخالفین آتے اور جس طرح منہ میں آتا' شکایتیں پیش کرتے مگر آپ انتاہی بردباری سے کام لیتے ان کی شکایات سنتے' انؓ کی تکلیفوں کو حتی الامکان دور کرتے اورانکو انعامات سے نوازتے تھے' اسی کا نتیجہ تھا کہ جب وہ آپ کی مجلس سے اٹھتے تو آپ کے گرویدہ ہوکر مجلس سے باہر آتے' خود حضرت معاویہؓ کا قول ہے کہ:

غصہ کے پی جانے میں جو مزہ مجھے ملتا ہے وہ کسی شے میں نہیں ملتا

مگر یہ سب حلم اور بردباری اس وقت تک ہوتی جب تک کہ دین اور سلطنت کے امور پر زد نہ پڑتی ہو اسی وجہ سے اگر کہیں سختی کرنے کا موقعہ ہوتا تو سختی بھی فرماتے اور اصولوں پر کسی قسم کی مدانیت برداشت نہ کرتے۔ چنانچہ آپؓ کا قول ہے:

انی لاا حول بین الناس وبین السنتھم مالم یحولو ابیننا وبین ملکنا

کہ میں لوگوں اوران کی زبانوں کے درمیان اس وقت تک حائل نہیں ہوتا جب تک کہ وہ ہمارے اور ہماری سلطنت کے درمیان حائل نہ ہونے لگیں۔''

اسی طرح ایک اور موقعہ پر حضرت معاویہؓ اصول سیاست بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''جہاں میرا کوڑا کام دیتا ہے وہاں تلوار کام میں نہیں لاتا جہاں زبان کام دیتی ہے وہاں کوڑا کام نہیں لاتا۔ اگر میرے اور لوگوں کے درمیان بال برابر تعلق بھی قائم ہو تو اسے قطع نہیں ہونے دیتا' جب لوگ اسے کھینچتے ہیں تو میں دیدیتا ہوں' اور جب وہ ڈھیل دیتے ہیں تو میں کھینچ لیتا ہوں۔

Marfat.com

عفو درگذر اور حسن اخلاق:

حق تعالیٰ نے آپ کو دیگر صفات محمودہ کے علاوہ حسن اخلاق اور عفو درگزر کی اعلیٰ صفات سے بھی نوازا تھا' ہم بیان کر چکے ہیں کہ مخالفین اور جہلاء آپ کے پاس آتے' بد تہذیبی کے ساتھ پیش آتے اور آپ بلند حوصلگی سے کام لے کر درگذر کرتے' اس سلسلہ میں ایک عجیب وغریب واقعہ کا ذکر کرنا بیجانہ ہوگا' جس سے حضرت معاویہ کے صبر وتحمل' فداکاری اور اطاعت رسول ﷺ پر روشنی پڑتی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی حیات بابرکت میں حضرت وائل بن حجرؓ جو "موت" کے بادشاہ کے بیٹے تھے' آپ کی خدمت میں اسلام قبول کرنے کے لیے حاضر ہوئے اور مشرف بہ اسلام ہونے کہ بعد کچھ روز آپ ﷺ کے پاس مقیم رہے جب وہ واپس ہونے لگے تو آنحضرت ﷺ نے حضرت معاویہؓ کو کسی ضرورت کی وجہ سے ان کے ساتھ کردیا' حضرت معاویہؓ انکے ساتھ ہو لیے۔ یہ پیدل تھے اور وائل بن حجرؓ اونٹ پر سوار' حضرت وائلؓ خاندانی شہزادے تھے اور نئے نئے اسلام لائے تھے' اس لئے شہزادگی کی خُو بُو ابھی باقی تھی اس لئے انہوں نے حضرت معاویہؓ کو ساتھ بٹھانا گوارا نہ کیا' کچھ دور تک تو حضرت معاویہ پیدل چلتے رہے مگر عرب کے صحرا کی گرمی' الامان والحفیظ جب پاؤں تپتی ہوئی ریت میں جھلسنے لگے تو تنگ آ کر حضرت وائلؓ کو گرمی کی شکایت کی اور کہا کہ:

مجھے اپنے ساتھ سوار کر لیجئے مگر وہ شہزادگی کی شان میں تھے۔ کہنے لگے: یہ کیوں کر ممکن ہے کہ میں تمہیں سوار کرلوں تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو بادشاہوں کے ساتھ سوار ہوسکتے ہوں" حضرت معاویہؓ نے کہا: اچھا! اپنے جوتے ہی دے دیجئے کہ ریت کی گرمی سے کچھ بچ جاؤں' مگر انہوں نے اس سے بھی انکار کر دیا اور کہنے لگے:

تمہارے لئے اتنا شرف کافی ہے کہ میری اونٹنی کا جو سایہ زمین پر پڑ رہا ہے اس پر پاؤں رکھ رکھ کر چلتے رہو' مختصر یہ ہے کہ انہوں نے حضرت معاویہؓ کو سوار ہونے دیا اور نہ اس قیامت خیز گرمی سے بچنے کا کوئی اور انتظام کیا۔ اور سارا راستہ حضرت معاویہؓ نے پیدل طے کیا۔ ظاہر ہے کہ حضرت معاویہ بھی خاندانی اعتبار سے کچھ کم رتبہ نہیں تھے وہ بھی سردار

Marfat.com

قریش کے بیٹے تھے۔ لیکن آنحضور ﷺ کے حکم کی اطاعت کے لئے پیشانی پر شکن لائے بغیر ان کے ساتھ چلتے رہے۔

مگر یہی وائل بن حجرؓ حضرت معاویہؓ کے پاس اس وقت جب وہ خلیفہ بن چکے ہیں آتے ہیں تو حضرت معاویہؓ انہیں پہچانتے ہیں اور وہ سارا واقعہ انکی آنکھوں کے گرد گھوم جاتا ہے مگر اس کے باوجود وہ سب کچھ بھلا کر انکی بھرپور مہمان داری کرتے ہیں اور انکے ساتھ انتہائی عزت و اکرام کا برتاؤ کرتے ہیں۔

(استیعاب ابن عبدالبر تحت الاصابہ ج ۳ صفحہ ۶۰۵ مطبوعہ مصر)

اس واقعہ سے آپ کے اخلاق کریمانہ، بلند حوصلگی اور عفو درگذر کا کچھ اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

اطاعت پیمبرؐ

اطاعت رسول ﷺ کی نادر مثال وہ واقعہ ہے جو مشکوۃ شریف میں منقول ہے کہ حضرت معاویہؓ اور اہل روم کے درمیان ایک مرتبہ صلح کا معاہدہ ہوا صلح کی مدت کے دوران آپ اپنی فوجوں کو روم کی سرحدوں پر مجمع کرتے رہے مقصد یہ تھا کہ جونہی مدت معاہدہ ختم ہوگی، فوراً حملہ کردیا جائیگا، رومی حکام اس خیال میں ہونگے کہ ابھی تو مدت ختم ہوئی ہے اتنی جلدی مسلمانوں کا ہم تک پہنچنا ممکن نہیں، اس لئے وہ حملہ کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہونگے اور اسطرح فتح آسان ہوجائے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا اور جیسے ہی مدت پوری ہوئی آپ نے پوری قوت سے رومیوں پر یلغار کردی وہ لوگ اس ناگہانی حملے کی تاب نہ لاسکے۔ اور پسپا ہونے لگے، آپ روم کا علاقہ فتح کرتے ہوئے چلے جارہے تھے کہ ایک صحابی حضرت عمرو بن عبسہؓ پکارتے ہوئے آئے: وفاء لاغدر'' مومن کا شیوہ وفا ہے غدر و خیانت نہیں،

آپ نے پوچھا: کیا بات ہے؟ وہ کہنے لگے: میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ''جب دو قوموں کے درمیاں کوئی صلح کا معاہدہ ہو تو اس معاہدہ کی مدت میں نہ تو کوئی فریق عہد کھولے نہ باندھے (یعنی اس میں کوئی تغیر نہ کرنے) یہاں تک کہ مدت

گزر جائے:

حضرت عمرو بن عبسہؓ کا مقصد یہ تھا کہ اس حدیث کی رو سے جنگ بندی میں جس طرح حملہ کرنا جائز ہے اسی طرح دشمن کے خلاف فوجوں کو لے کر روانہ ہونا بھی جائز نہیں چنانچہ جب حضرت معاویہؓ نے سرکار دو جہاں ﷺ کا یہ فرمان سنا تو فوراً حکم دیا کہ فوجیں واپس ہو جائیں چنانچہ پورا لشکر واپس ہو گیا اور جو علاقہ فتح ہو چکا تھا اسے بھی خالی کر دیا گیا۔ ایفاء عہد کی یہ حیرت انگیز مثال شاید ہی کسی اور قوم کے پاس ہو عین اس وقت جب تمام فوجیں فتح کے نشہ میں چور ہیں صرف ایک جملہ سن کر سارا علاقہ خالی کرنے کا حکم دیدیا اور لشکر کا ایک ایک فرد کسی حیل وحجت کے بغیر فوراً واپس لوٹ گیا اسی طرح ایک بار حضرت ابو مریم لازوی آپؓ کے پاس گئے آپ نے پوچھا کیسے آنا ہوا؟

کہنے لگے: میں نے ایک حدیث سنی ہے وہ آپکو سنانے آیا ہوں اور وہ یہ حدیث یہ ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ کہتے سنا آپ فرما رہے تھے کہ جس شخص کو اللہ نے مسلمانوں پر مقرر کیا اور اس نے مسلمانوں اور اپنے درمیان پردے حائل کر لئے تو اللہ اس کے اور اپنے درمیان پردے حائل کردے گا ابو مریم الازدی بیان کرتے ہیں کہ جیسے ہی مجھے حضرت معاویہؓ نے یہ حدیث سنی فوراً حکم دیا کہ ایک آدمی مقرر کر دیا جائے جو لوگوں کی حاجتوں کو ان کے سامنے پیش کرتا رہے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ صفحہ ۱۲۶)

خشیت باری تعالیٰ

حضرت معاویہؓ کے بارے میں ایسے بہت سے واقعات ملتے ہیں جن سے آپکے خوف وخشیت وفکر آخرت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ آپ مواخذہ قیامت کے خوف سے لرزہ براندام رہتے تھے اور اس کے عبرت آموز واقعات سن کر زار وقطار روتے تھے۔

علامہ ذہبیؒ نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے کہ حضرت معاویہؓ ایک جمعہ کو دمشق کی جامع مسجد میں خطبہ دینے کے لئے تشریف لائے اور فرمایا:

Marfat.com

ان المال مالنا والفئی فینا' من شئنا اعطینا و من شئنا منعنا'

جو کچھ مال ہے وہ سب ہمارا ہے اور جو کچھ مال غنیمت ہے وہ بھی صرف ہمارا ہے' ہم جس کو چاہیں گے دیں گے اور جس سے چاہیں گے روگ لیں گے

آپ نے یہ بات کہی کسی نے اس کا جواب نہ دیا' اور بات آئی گئی ہوگئی' دوسرا جمعہ آیا اور آپ خطبہ کے لیے تشریف لائے تو آپ نے پھر یہ ہی بات دہرائی' پھر کسی نے جواب نہ دیا اور خاموشی طاری رہی' تیسرا جمعہ آیا اور پھر آپ نے یہ فرمایا تو ایک آدمی کھڑا ہوا اور کہنے لگا: ہرگز نہیں مال ہمارا ہے اور مال غنیمت کا مال بھی ہمارا ہے' جو ہمارے اور اسکے درمیان حائل ہوگا ہم تلواروں کے ذریعہ اللہ تک اس کا فیصلہ لے جائیں گے' یہ سن کر آپ منبر سے اتر آئے اور اس آدمی کو بلا بھیجا اور اندر لے گئے' لوگوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں' آپ نے حکم دیا کے سب دروازے کھول دیئے جائیں اور لوگوں کو اندر آنے دیا جائے لوگ اندر گئے تو دیکھتے ہیں کہ وہ حضرت معاویہؓ کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے۔

حضرت معاویہؓ نے فرمایا: اللہ اس شخص کو زندگی عطا فرمائے اس نے مجھے زندہ کر دیا میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا تھا' آپ فرماتے ہیں: میرے بعد کچھ حکمران ایسے آئیں گے جو (غلط) بات کہے گے اور نکیر نہیں ہوگی اور ایسے حکمران جہنم میں جائینگے تو میں نے یہ بات پہلے جمعہ کو کہی اور کسی نے جواب دیا تو میں ڈرا کہ کہیں میں بھی اُن حکمرانوں میں سے نہ ہو جاؤں' پھر دوسرا جمعہ آیا اور اس میں بھی یہ ہی واقعہ پیش آتا ہے مجھے اور فکر ہوگئی' یہاں تک کہ تیسرا جمعہ آیا اور اس شخص نے میری بات پر نکیر کی اور مجھے ٹوکا تو مجھے امید ہوئی کہ میں ان حکمرانوں میں نہیں ہوں۔

(تاریخ الاسلام از حافظ ذہبی ج ۲ صفحہ ۳۲۱)

سادگی اور فقر و استغناء

حضرت معاویہؓ کے مخالفین نے اس بات کا پروپیگنڈہ بڑی شدومد کے ساتھ کیا ہے کہ وہ ایک جاہ پسند انسان تھے۔ حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔

Marfat.com

حضرت ابومجلزؒ سے روایت ہے: وہ فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت معاویہؓ کو کسی مجمع میں جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں جو لوگ موجود تھے وہ احتراماً وہ آپ کے لئے کھڑے ہوگئے، مگر آپ نے اس کو بھی ناپسند فرمایا اور فرمایا:

ایسا مت کیا کرو! کیونکہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص اس بات کو پسند کرتا ہو کہ لوگ اس کے واسطے کھڑے ہوا کریں تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔ آپ کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ یونس بن میسرہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت معاویہؓ کو دمشق کے بازاروں میں دیکھا، آپکے بدن پر پیوند لگی ہوئی قمیص تھی اور آپ دمشق کے بازاروں میں چکر لگا رہے تھے۔

اسی طرح لوگوں نے آپکو دمشق کی جامع مسجد میں خطبہ دیتے ہوئے دیکھا کہ آپ کہ کپڑوں پر پیوند لگے ہوئے ہیں۔

یہ تو آپکی طبعی سادگی اور استغنا کی شان تھی مگر شام کی گورنری کے دوران آپ نے ظاہری شان وشوکت کے طریقے بھی اختیار کئے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ علاقہ سرحدی علاقہ تھا، آپ چاہتے تھے کہ کفار کے دلوں پر مسلمانوں کی شان وشوکت کا دبدبہ قائم رہے۔ شروع شروع میں حضرت عمر فاروقؓ کو آپ کی یہ ظاہری شان وشوکت ناگوار بھی ہوئی اور انہوں نے آپ سے اس کے متعلق باز پرس کی، آپ نے جواب میں کہا: اے امیر المومنین ہم ایک ایسی سرزمین ہیں ہے جہاں دشمن کے جاسوس ہر وقت کثیر تعداد میں رہتے ہیں لہذا انکو مرعوب کرنے کے لئے یہ ظاہری شان وشوکت دکھانا ضروری ہے اسی میں اسلام اور اہل اسلام کی عزت ہے۔

اس موقعہ پر حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ بھی حضرت عمر فاروقؓ کے ہمراہ تھے وہ آپ کے اس حکیمانہ جواب کو سن کر کہنے لگے: امیر المومنین! دیکھئے کس بہترین طریقے سے انہوں نے اپنے آپ کو الزام سے بچالیا ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے جواب دیا اسی لئے تو ہم نے ان کے کاندھوں پر یہ بار گراں ڈالا ہے۔

آپ کی ظرافت

آپ ایک ہنس مکھ اور خوش اخلاق انسان تھے ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی آپ سے بغیر کسی خوف کے ملتا اور آپ سے ہر قسم کی فرمائش کر دیتا' آپ سے اگر ممکن ہوتا تو پورا کر دیتے ورنہ ٹال دیتے' ایک بار ایک شخص آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا میں ایک مکان بنا رہا ہوں' آپ اس میں میری مدد کر دیجئے اور بارہ ہزار درخت عطا کر دیجئے آپ نے پوچھا گھر کہاں ہے؟ کہنے لگا بصرہ میں!

آپ نے پوچھا لمبائی چوڑائی کتنی ہے۔

کہنے لگا دو فرسخ لمبائی ہے اور دو ہی فرسخ چوڑائی'

آپ نے مزاحاً فرمایا:

لاتقل داری بالبصرة ولکن قل البصرة فی داری

یہ نہ کہو کہ میرا گھر بصرہ میں ہے۔ بلکہ یہ کہو کہ بصرہ میرے گھر میں ہے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ صفحہ ۱۴۱)

عبدالملک بن مروان نے آپ کی قبر پر کھڑے ہو کر جو تبصرہ کیا، تاریخ نے اسے محفوظ کیا ہے۔

"یہ اس شخص کی قبر ہے کہ جب بولتا ہے تو علم و تدبر کے ساتھ بولتا تھا۔ اور اگر خاموش رہتا تو حِلم برداری کی وجہ سے خاموش رہتا تھا، جسے دیتا اسے غنی کر دیتا' جس سے لڑتا اسے فنا کر ڈالتا۔ (کامل ابن اثیر ج ۴ صفحہ ۵)

آپ کے دور حکومت پر ایک شیعہ مورخ کا تبصرہ

مضمون کے آخر میں اُس تبصرہ کو نقل کر دینا غیر مناسب نہ ہوگا جو ساتویں صدی ہجری کے مشہور مورخ ابن طباطبا نے اپنی کتاب الفخری میں حضرت معاویہؓ اور انکے دور حکومت پر کیا ہے اس تبصرہ کی اہمیت اس لیے بھی زیادہ ہے کہ یہ تبصرہ ایسے مورخ نے کیا ہے جو شیعہ ہے اور اثناء عشری طبقے سے تعلق رکھتا ہے اگرچہ اس تبصرے میں بھی انہوں نے کہیں

Marfat.com

کہیں جانبداری سے کام لیا مگر بحیثیت مجموعی !اس سے تعصب کم اور حقیقت کا عنصر زیادہ غالب ہے ابن طباطبا اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

حضرت معاویہؓ دینی معاملات میں بہت ہی دانا تھے‘ فرزانہ و عالم تھے حلیم اور باجبروت فرمانروا تھے‘ سیاست میں کمال حاصل تھا‘ اور دنیاوی معاملات کو سلجھانے کی اعلیٰ استعداد رکھتے تھے‘ دانا تھے‘ فصیح و بلیغ تھے‘ حلم کے موقع پر حلم اور سختی کے موقع پر سختی بھی کرتے تھے‘ لیکن حلم بہت غالب تھا۔ سخی تھے مال خوب دیتے تھے‘ حکومت کو پسند کرتے تھے بلکہ اس سے دلچسپی تھی‘ رعایا کے شریف لوگوں کو انعامات سے نوازتے رہتے تھے‘ اس لیے قریش کے شرفاء مثلاً عبداللہ بن عباسؓ عبداللہ بن زبیرؓ عبداللہ بن جعفرؓ طیار‘ عبداللہ بن عمرؓ ‘عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ ابان بن عثمان بن عفانؓ اور خاندان ابوطالب کے دوسرے لوگ دمشق کا سفر کر کے ان کے پاس جاتے تھے اور حضرت معاویہؓ خاطر تواضع اور مہمان داری کے علاوہ ان کی ضروریات پوری کرتے رہتے ۔ یہ لوگ ہمیشہ ان سے سخت کلامی کرتے اور نہایت ناپسندیدہ انداز سے پیش آتے لیکن یہ کبھی تو اسے ہنسی میں اُڑا دیتے اور کبھی سنی ان سنی کر دیتے اور جب ان حضرات کو رخصت کرتے تو بڑے اعلیٰ تحائف اور انعامات دے کر رخصت کرتے‘ ایک بار انہوں نے ایک انصاری کے پاس پاس سو دینار یا درہم بھیجے‘ انصاری نے بہت کم خیال کیا اور اپنے بیٹے سے کہا کہ یہ رقم لے جاؤ اور حضرت معاویہؓ کے منہ پر مار کر واپس کر دو‘ پھر اسے قسم دے کر کہا جیسے میں نے کہا ہے اسی طرح کرے‘ وہ رقم لے کر حضرت معاویہؓ کے پاس پہنچا اور کہا: اے امیر المومنین! میرے والد گرم مزاج اور جلد باز ہیں‘ انہوں نے قسم دے کر ایسا حکم دیا ہے میں انکے خلاف جانے کی قدرت نہیں رکھتا‘ یہ سن کر حضرت معاویہؓ نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور کہا کہ تمہارے والد نے جو کچھ حکم دیا ہے اسے پورا کرلو مگر اپنے چچا کے (یعنی میرے) ساتھ نرمی بھی ملحوظ رکھو (یعنی زور سے نہ مارو) وہ صاحبزادے شرما گئے اور رقم ڈال دی (حضرت معاویہؓ

Marfat.com

نے رقم دگنی کر کے انصاری کو بھجوا دی)

ان کے لڑکے یزید کو خبر ہوئی تو غصے سے اپنے والد کے پاس آیا اور کہا: آپ حلم میں مبالغہ سے کام لینے لگے ہیں' اندیشہ ہے کہ لوگ اسے آپ کی کمزوری اور بزدلی پر محمول کرنے لگیں گے' انہوں نے جواب دیا کہ بیٹے حلم میں نہ کوئی ندامت کی بات ہے نہ برائی کی تم اپنا کام کرو اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دو' اسی قسم کے کردار نے حضرت معاویہؓ کو خلیفہ عالم بنا دیا اور مہاجر و انصار میں ہر ایک شخص ان کے آگے جھک گیا جو اپنے آپ کو ان سے زیادہ حقدار مخالفت سمجھتا تھا۔

حضرت معاویہؓ مدبر ترین انسان تھے (حضرت) عمر بن خطاب نے ایک بار اہل مجلس سے فرمایا:

تم لوگ قیصر و کسریٰ اور ان کی سیاست کی تعریف کرتے ہو حالانکہ تمہارے اندر معاویہؓ موجود ہیں............

حضرت معاویہ کئی حکومتوں کے مربہ، کئی امتوں کی سیاست چلانے والے اور کئی ملکوں کے داعی تھے' حکومت میں انہوں نے بعض ایسی چیزیں بھی ایجاد کی جو ان سے پہلے کسی نے نہیں کی تھیں' مثلاً انہوں نے سب سے پہلے فرمانرواؤں کے لیے باڈی گارڈ مقرر کیے جو انکے سامنے ہتھیار تانے رہتے تھے' اور جامع مسجد میں انہوں نے مقصورہ تیار کروایا جس میں فرمانروا اور خلیفہ' لوگوں سے الگ الگ ہو کر تنہا نماز ادا کر سکے' امیر المومنین (حضرت علیؓ کے ساتھ جو کچھ پیش آیا اسی کے خوف سے حضرت معاویہؓ نے ایسا کیا....اور انہیں نے سب سے پہلے برید (ڈاک) کا وہ طریقہ اختیار کیا جس سے جلد جلد خبریں مل جایا کریں' برید سے مراد یہ ہے کہ مختلف جگہوں پر نہایت چست شہ سوار متعین کر دیے جائیں تاکہ جہاں ایک تیز رفتار خبر رساں پہنچے اور اسکا گھوڑا تھک چکا ہوں تو دوسرا شہ سوار دوسرے تازہ دم گھوڑے پر آگے روانہ ہو جائے اور اسی طرح ایک چوکی سے دوسرے چوکی تک تیزی سے خبر پہنچ جائیں

Marfat.com

۔حضرت معاویہؓ نے ملکی معاملات میں ایک نیا محکمہ جسے دیوان خاتم کہتے ہیں (یعنی مہریں ثبت کرنے کا محکمہ) یہ دوسرے قابل اعتبار محکموں میں سے ایک تھا' بنی عباس تک یہ طریقہ جاری رہا پھر بعد میں ترک کر دیا گیا' دیوان خاتم کا مطلب یہ ہے کہ یہ ایک محکمہ تھا جس میں کئی ملازمین ہوتے جب کسی معاملہ میں خلیفہ کے دستخطوں سے کوئی حکم صادر ہوتا تو وہ پہلے اس محکمہ میں لایا جاتا اور اس کی ایک کاپی یہاں نتھی کر لی جاتی اور اسے موم (لاکھ) سے سربمہر کر دیا جاتا' اس کے بعد اس محکمے کے افسر اعلیٰ کی مہر لگا دی جاتی حضرت معاویہؓ معاملات دینی کو حل کرنے میں ہمیشہ مصروف کار رہتے تھے ان کی فرمانروائی بڑی مستحکم تھی اور پیچیدہ معاملہ ان کے لئے آسان تھا۔

عبدالملک بن مروان کو دیکھئے وہ اس مضمون کو کس خوبی سے ادا کرتے ہیں یہ جب حضرت معاویہؓ کی قبر پر گئے اور انکے لیے دعا خیر کرنے لگے تو ایک شخص آیا اور فرمایا: اے امیر المومنین! یہ کس کی قبر ہے؟

انہوں نے جواب دیا کہ جہاں تک مجھے علم اس شخص کے بارے میں ہے وہ یہ ہے کہ صاحب قبر پوری واقفیت کے بعد بولتا تھا اور حلم کی وجہ سے خاموش رہتا تھا جسے دیتا اسے غنی کر دیتا' اور جس سے لڑتا اسے فنا کر ڈالتا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ جو بڑے نقاد تھے کہتے ہیں:

کہ ریاست فرمانروائی کی طرف توجہ دینے میں (حضرت) معاویہؓ سے زیادہ لائق میں نے اور کسی کو نہیں دیکھا۔ (حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق بحوالہ ابن طباطبا الفخری صفحہ ۱۲۵)

ادب مفرد میں ہے:

''شروع شروع میں جب رومیوں کو مرعوب کرنا مقصود تھا' حضرت معاویہؓ نے شان و شوکت کے ساتھ رہنا شروع کیا۔ اس وقت آپ کے دروازے پر دربان ہوتے' زرق برق لباس پہنتے' شاندار گھوڑے پر سواری کرتے' لیکن سب کو معلوم ہو گیا کہ یہ سب کچھ دین کے لئے تھا۔ شام کے سرحدی علاقوں

Marfat.com

میں جاسوسوں کی کثرت کی وجہ سے آپ اعلیٰ معیار زندگی رکھتے تھے۔ لیکن آپ کی خلافت کا دائرہ وسیع ہوا تو آپ کی زندگی نہایت سادہ اور فقیر منش انسان کی زندگی معلوم ہوتی تھی۔ فقیر کی تمکنت' امیر کی مسکنت کا نمونہ تھی' آپ عوام کے جھرمٹ میں بیٹھتے' ان کی فریادیں سنتے' دستر خوان پر امیر و غریب یکساں طور پر شریک ہوتے' ان کے ساتھ کھانا کھاتے' معمولی خچر پر سواری کرتے''۔

(الادب المفرد امام بخاریؒ)

امام اوزاعیؒ کی رائے:

حضرت معاویہؓ کے دور حکومت میں آپ کی کیفیت کے بارے میں انکے استاد امام یونس بن جعفریہ کا بیان ہے:

''میں نے حضرت معاویہؓ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا وہ معمولی سواری پر سوار تھے۔ ان کا غلام ان کے پیچھے بیٹھا تھا اور اس وقت ان کے جسم پر جو کپڑا تھا' اس کا گریبان پھٹا ہوا تھا'' (کتاب الزھد امام احمد بن حنبل)

امام بخاری ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''ایک مرتبہ حضرت معاویہؓ کسی مجلس میں تشریف لائے تو لوگ ادب سے کھڑے ہونے لگے' یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا: جو شخص اس سے خوش ہو کہ خدا کے بندے اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جائیں اسکا ٹھکانہ جہنم ہے''

(الادب المفرد)

تطہیر الجنان میں ابن حجر مکی حضرت معاویہؓ کے دور حکومت پر تبصرہ کرتے ہیں:

''باوجود ایک مقتدر اور عظیم فرمانروا ہونے کے معاویہؓ نے مزاج زیادہ سادہ پایا تھا۔ وہ تمام حالات میں اپنے اور دوسرے مسلمانوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے تھے۔ خواہ وہ کیسا ہی ادنی درجے کا آدمی ہو' ہر شخص سے لطف و کرم سے پیش آتے تھے۔ یہ ہمدردی ایسے شخص کے ساتھ اس وقت بڑھ جاتی تھی' جب کوئی بے حیثیت آدمی ان کے ساتھ کوئی شکایت لے کر پیش ہوتا' وہ اسلامی مساوات کے بڑی سختی کے ساتھ قائل تھے۔''

(تطہیر الجنان، ابن حجر مکیؒ)

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی انسانیت نوازی

۲۰ھ میں کوفہ کے قاضی مقرر کیے گئے، عہدہ قضاء کے علاوہ خزانہ کی افسری، مسلمانوں کی مذہبی تعلیم اور والی کوفہ کی وزارت کے فرائض بھی ان کے متعلق تھے، چنانچہ فرمان تقرری کے الفاظ یہ ہیں،

انی بعثت الیکم عمار بن یاسر امیرا و ابن مسعود معلماً ووزیراً و قد جعلت ابن مسعود علی بیت مالکم و انھما لمن النجیامن اصحاب محمد من اھل بدر فاسمعو الھما واطیعوا واقتدوابھما وقد اثرتکم با بن اُم عبد علی نفسی

میں نے تم پر عمار بن یاسر امیر اور ابن مسعود کو معلم اور وزیر بنا کر بھیجا ہے۔ ابن مسعود کو بیت المال کی افسری بھی دی ہے، یہ دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ذی عزت اصحاب میں سے ہیں جو کہ معرکہ بدر میں شریک تھے اس لئے ان کو سمعا وطاعہ کہو اور اتباع کرو، حقیقت یہ ہے کہ میں نے تمہارے لئے ابن ام عبد، عبداللہ بن مسعودؓ کو اپنی ذات پر ترجیح دی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کامل دس سال تک نہایت مستعدی وخوش اسلوبی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیئے، اس طویل عرصہ میں بساط سیاست پر گونا گوں انقلاب ہوئے خلیفہ دومؓ نے وفات پائی، خلیفہ ثالثؓ نے مسند خلافت پر قدم رکھا اور خاص کوفہ کی عنان حکومت اہل کوفہ کی شکایت واحتجاج پر یکے بعد دیگرے مختلف لوگوں کے ہاتھ میں آئی لیکن وہ احتیاط اور انصاف کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیتے تھے اس لحاظ سے کسی کو ان سے شکایت پیدا نہ ہوئی۔

فطری رحم دلی، نرمی اور تلطف کے باعث عفو، درگذر اور چشم پوشی ان کا مخصوص شیوہ تھا، لیکن اسی کے ساتھ وہ اس راز سے بھی واقف تھے کہ بارگاہ عدالت میں جب کسی مجرم پر کوئی جرم ثابت ہو جائے تو اس کے ساتھ نرمی و درگذر سے پیش آنا، درحقیقت نظام حکومت وارکان سلطنت کو متزلزل کر دینا ہے اس بناء پر وہ اثبات جرم کے بعد اپنی طبعی نرمی و شفقت کے باوجود قانون معدات کے اجراء میں کبھی دریغ نہ فرماتے تھے، ایک دفعہ ایک

Marfat.com

شخص نے اپنے برادرزادہ کو شراب خواری کے جرم میں پیش کیا، حضرت عبداللہؓ نے تحقیقات کے بعد حد جاری کرنے کا حکم دے دیا، لیکن جب درے پڑنے لگے تو اس کا دل رحم وشفقت سے بھر آیا اور منت وسماجت کے ساتھ سفارش کرنے لگا، انہوں نے غضبناک ہو کر فرمایا تو نہایت ظالم چچا ہے اس کو حد شرعی کا مستحق ثابت کر کے چھوڑ دینے کی سفارش کرتا ہے جواب ممکن نہیں اسلام میں سب سے پہلے ایک عورت پر حد جاری کی گئی جس نے چوری کی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیدیا اور فرمایا کہ تم لوگوں کو اعراض وچشم پوشی سے کام لینا چاہئے کیا تم اسے پسند نہیں کرتے کہ خدا تمہیں بخشدے۔"

عہدہ قضاء کے لحاظ سے قدرۃ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو بھی غیر معمولی دشواریاں پیش آئیں، ایک دفعہ عقبہ بن ولید کے دورامارت میں ایک ساحر کا مقدمہ پیش ہوا، جو امیر کوفہ کے سامنے اپنی بازیگری کے کرشمے دکھارہا تھا، لیکن فیصلہ صادر ہونے سے پہلے ہی جذب نام ایک شخص نے اس کو قتل کر ڈالا، چونکہ یہ صریحاً معاملات حکومت میں مداخلت بیجا تھی، اس لیے انہوں نے قاتل کی گرفتاری کا حکم دے کر دربار خلافت کو مفصل واقعہ سے مطلع کیا، وہاں سے حکم آیا کہ معمولی تنبیہ وتعزیر کے بعد اس کو چھوڑ دو اور لوگوں کو سمجھاؤ کہ پھر آئندہ اس قسم کے واقعات کا اعادہ نہ ہونے پائے حضرت عبداللہؓ نے اس حکم کی تعمیل کی اور اہل کوفہ کو جمع کر کے فرمایا "صاحبو! صرف شک وشبہ پر کوئی کام نہ کرو اور عدالت کو اپنے ہاتھ میں نہ لو مجرموں اور خطاکاروں کو سزا دینا ہمارا فرض ہے، تم کو اس میں مداخلت کی ضرورت نہیں۔

اسی سال ولید بن عقبہ والی کوفہ پر شراب خواری کا الزام لگایا گیا اور ایک جماعت نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر شکایت کی کہ وہ تخلیہ میں شراب پیتا ہے، انہوں نے جواب دیا کہ جاسوسی میرا فرض نہیں ہے، اگر ایک شخص چھپ کر کوئی کام کرتا ہے تو میں اس کی پردہ دری کے درپے نہیں ہوسکتا، ولید نے یہ جواب سنا تو ناراض ہو کر ان کو بلا بھیجا اور پوچھا کہ "کیا مفسدین کو ایسا ہی جواب دینا مناسب تھا؟ میں چھپ کر کونسا کام کرتا ہوں، یہ تو اس شخص کے لئے کہا جاسکتا ہے جو مشکوک ہو، غرض اسی سوال وجواب میں بات بڑھ گئی اور دونوں ایک دوسرے سے کشیدہ خاطر اٹھے۔

Marfat.com

خزانہ کی افسری اوراس سے معزولی کی وجہ

حضرت عبداللہ منصب قضاء کے ساتھ خزانہ کی افسری پر بھی مامور تھے کوفہ عظمت ، وسعت و کثرت محاصل کے لحاظ سے اس کا بیت المال نہایت اہمیت رکھتا تھا، اس سے لاکھوں روپے کے وظائف جاری تھے، فوجی مرکز ہونے کے باعث ہزاروں سپاہیوں کی تنخواہیں مقرر تھیں اور خراساں، ترکستان اور آرمینیہ پر وقتاً فوقتاً جو فوج کشی ہوتی رہتی تھی، اس کے مصارف ادا کئے جاتے تھے، اس بناء پر دوسرے اہم مشاغل کے ساتھ اس شعبہ کی اس طرح نگرانی کرنا کہ ایک حبہ بھی ادھر کا ادھر نہ ہونے پائے درحقیقت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی انتظامی قابلیت، بیدار مغزی اور حساب فہمی کا حیرت انگیز کارنامہ ہے،

ذاتی حیثیت سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ زہد و بے نیازی کی اقلیم کے بادشاہ تھے، دنیا کی بڑی سے بڑی نعمتوں کو حقارت کے ساتھ ٹھکرا دیتے تھے لیکن قومی سرمایہ کے تحفظ میں اس قدر سخت تھے کہ اعزہ احباب، افسر اور والی ملک کے ساتھ بھی کسی قسم کی رعایت ملحوظ نہ رکھتے تھے، ایک دفعہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ والی کوفہ نے بیت المال سے قرض لیا، اور ناداری کے باعث عرصہ تک ادا نہ کر سکے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے مہتمم بیت المال کی حیثیت سے نہایت سختی کے ساتھ ان سے تقاضا شروع کیا، یہاں تک کہ ایک روز تلخ کلامی کی نوبت پیش آئی، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے جھلا کر چھڑی زمین پر پھینک دی اور دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا "اے آسمان و زمین کے پیدا کرنے والے" چونکہ وہ نہایت مستجاب الدعوات مشہور تھے، اس لئے حضرت عبداللہ نے خوف زدہ ہو کر کہا "دیکھو میرے لئے بد دُعا نہ کرنا" بولے "خدا کی قسم! اگر خوف خدا نہ ہوتا تو میں تمہارے لئے سخت بد دُعا کرتا" حضرت عبداللہ نے ان کی برافروختگی کا یہ انداز دیکھا تو تیزی کے ساتھ کاشانہ امارات سے باہر نکل آئے،

اس واقعہ کی رپورٹ دربار خلافت میں پہنچی تو امیر المومنین حضرت عثمانؓ نے سخت ناراضی ظاہر فرمائی اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو معزول کر کے ولید بن عقبہ کو کوفہ کا والی بنا کر بھیجا، حضرت عبداللہؓ بھی گو اس ناراضی سے مستثنیٰ نہ تھے، تاہم وہ ایک عرصہ تک اپنے

عہدہ پر برقرار ہے۔

حضرت عثمانؓ کے اخیر عہد حکومت میں جب سازش ومفسدہ پردازی کے پروگرام کا بازار گرم ہوا تو مخفی ریشہ دوانیوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو بھی زیادہ دنوں تک اپنے عہدہ پر برقرار رہنے نہ دیا، اور یکا یک معزول کر دیئے گئے، معزولی کی خبر نے کوفہ کی علمی دنیا کو ماتم کدہ بنا دیا احباب معتقدین، تلامذہ اور اعیان شہر کی ایک بڑی جماعت نے مجتمع ہو کر اس فرمان عزل پر سخت ناراضی ظاہر کی اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مصر ہوئے کہ ''آپ کوفہ سے تشریف نہ لے جائیں اگر اس کی پاداش میں کوئی مصیبت پیش آئے گی تو ہم سب اپنی جانیں قربان کرنے کو حاضر ہیں بولے ''امیر المومنین کی اطاعت مجھ پر فرض ہے، میں نہیں چاہتا کہ فتنہ وفساد جو عنقریب برپا ہونے والا ہے اس کی ابتداء میری ذات سے ہو، غرض وہ عمرہ کی نیت کر کے ایک جماعت کے ساتھ حجاز کی طرف روانہ ہو گئے۔

آپؓ کے اخلاق حسنہ

سنت نبوی کی پیروی کے شوق نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اخلاق وطرز معاشرت میں ایک گونہ حضرت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے مکارم ومحامد کی جھلک پیدا کر دی تھی، عبدالرحمٰن بن یزید کا بیان ہے کہ ہم نے حضرت حذیفہؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا، آپ ہم کو کسی ایسے شخص کا پتہ دیجئے، جو خلق وہدایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تر ہو تا کہ ہم اس سے کچھ حاصل کریں'' بولے ''عبداللہ بن مسعودؓ سب سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت حسن خلق اور طور طریقے کے پابند تھے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستوں میں سے جو لوگ موجود ہیں وہ جانتے ہیں کہ بارگاہ نبوت میں تقرب کے لحاظ سے ابن ام عبد کا درجہ سب سے بلند ہے۔

حضرت علیؓ جب کوفہ تشریف لے گئے تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے چند دیرینہ احباب ان سے ملنے آئے، حضرت علیؓ نے امتحاناً حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی نسبت ان کے خیالات دریافت کیے، سب نے بالا تفاق تعریف کی اور کہا ''امیر المومنین! ہم نے عبداللہ بن مسعودؓ سے زیادہ متقی پرہیزگار خلیق نرم دل اور بہتر ہم نشین نہیں دیکھا، حضرت علیؓ

نے فرمایا" بے شک میرا بھی یہی خیال ہے، بلکہ تم نے جو کچھ تعریف کی میں ان کو اس سے زیادہ بہتر سمجھتا ہوں، انہوں نے قرآن پڑھا، حلال کو حلال اور حرام کو حرام کیا وہ دین کے فقیہ اور سنت کے عالم تھے"

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ایک دفعہ اپنے ایک دوست ابو عمیر سے ملنے گئے، اتفاق سے وہ موجود نہ تھے انہوں نے ان کی بیوی کو سلام کہلا بھیجا اور پینے کے لئے پانی مانگا، گھر میں پانی موجود نہ تھا ایک لونڈی کسی ہمسایہ کے یہاں سے لانے گئی اور دیر تک واپس نہ آئی، ابو عمیر کی بیوی نے غضبناک ہو کر اس کو سخت وست کہا اور اس پر لعنت بھیجی، حضرت عبداللہؓ یہ سن کر تشنہ لب واپس چلے آئے دوسرے روز ابو عمیر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گذشتہ روز کے واقعہ کے بارے میں پوچھا کہ آپ پانی پیئے بغیر کیوں چلے آئیں تو آپ نے وجہ بتائی کہ لونڈی پر لعنت کرنے کا کیا جواز ہے آخر وہ بھی انسان ہے تو ابو عمیر نے معذرت کی۔

حضرت ابن مسعودؓ نے امارت کی حالت میں بھی زندگی میں کوئی خاص تبدیلی نہیں کی جب شہر سے نکلتے تو سواری میں گدھا ہوتا، جس پر معمولی نمدہ کسا ہوتا چھال کی رسی کی لگام ہوتی، غرض اس سادگی سے نکلتے کہ کسی کو امارت کا اندازہ بھی نہ ہوتا، جب کوئی سواری کے سامنے آجاتا تو (مذاق سے) خود کہتے کہ راستہ چھوڑ دو، امیر کی سواری آرہی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی فیاضی

فقر و غنا دونوں حالتوں میں بلند حوصلہ اور فیاض رہے، لوگوں کو کھلانے پلانے میں بڑی سیر چشمی سے کام لیتے تھے، عبداللہ بن رباح راوی ہیں کہ" ایک مرتبہ چند آدمیوں کا وفد امیر معاویہؓ کے پاس گیا، جس میں ہم اور ابو ہریرہؓ بھی تھے، رمضان کا زمانہ تھا ہم لوگوں کا معمول تھا کہ کھانے پر ایک دوسرے کو بلایا کرتے تھے، ان سب میں سب سے زیادہ ابو ہریرہؓ کرتے تھے،

گو مہمان نوازی صحابہ کرامؓ کا عام وصف تھا، تاہم لوگوں کا خیال تھا کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے زیادہ مہمان نواز کم صحابی تھے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ کی فیاضی وسیر چشمی

حضرت ابوذر غفاری کو سالانہ وظیفہ کافی ملتا تھا' لیکن اپنی محدود ضروریات کے علاوہ جس قدر بچتا تھا لوگوں میں تقسیم کر دیتے تھے' اگر کوئی کہتا کہ اس کو رکھ لیجئے' آپ کے اور آپ کے مہمانوں کے کام آئے گا تو فرماتے تھے کہ رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص سونا چاندی جمع کرتا ہے' وہ گویا انگارے جمع کرتا ہے' جب تک اس کو راہ خدا میں صرف نہ کر دے۔

مہمان نوازی' حق ہمسائیگی اور خوش اخلاقی

آپ کی غذا زیادہ تر بکریوں کا دودھ تھا' لیکن اس میں بھی مہمان اور پڑوسیوں کو شریک کرتے تھے' عمیلہ فزارہ روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے ایک شخص اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتا تھا کہ ابوذرؓ دودھ دوہکر پہلے مہمانوں اور پڑوسیوں کو پلاتے تھے' ایک مرتبہ دودھ اور کھجوریں لے کر پڑوسیوں کے اور مہمانوں کے سامنے پیش کرتا' چنانچہ جو کچھ تھا سب دوسروں کو کھلا دیا اور خود بھوکے سو رہے'

عموماً زہاد اور متقشفین کے مزاج میں ایک طرح کی خشکی ہوتی ہے لیکن مسیح اسلام کی ذات اس سے مستثنی تھی' ان کا اخلاق بدویوں تک کر محسور کر لیتا تھا' ایک بدوی کا بیان ہے کہ میں ابوذر کے ساتھ رہا ہوں' ان کی تمام اخلاقی خوبیاں تعجب انگیز تھیں۔

حضرت سلمان فارسیؓ کی سادگی اور انسانیت نوازی

حضرت سلمانؓ کی تصویر حیات میں سادگی بہت غالب تھی' جو ہر زمانہ میں یکساں قائم رہی' مدائن کی امارت کے زمانے میں جب کہ شان وشوکت اور خدم وحشم کے تمام لوازم اُن کے لیے مہیا ہو سکتے تھے' اس وقت بھی ان کی سادگی میں کوئی فرق نہ آیا' لباس میں ایک عبا اور ایک اونچا پائجامہ ہوتا تھا' ایرانی اس ہیت کو دیکھ کر گرگ آمد' گرگ آمد' کہتے' ایک مرتبہ اسی امارت کے زمانہ میں اس سے شان سے نکلے کہ سواری میں بلا زین کا گدھا تھا' لباس میں ایک تنگ اور چھوٹی قمیض تھی' جس سے گھٹنے بھی نہ چھپتے تھے' ٹانگیں کھلی ہوئی تھی

Marfat.com

لڑکے اس ہیت کذائی میں دیکھ کر پیچھے لگ گئے لوگوں نے یہ طوفان بے تمیزی دیکھا تو ڈانٹ کر ہٹایا کہ امیر کا پیچھا کیوں کرتے ہو ایک مرتبہ ایک دستہ فوج کی سرداری سپرد ہوئی فوجی امارت کی شان و شوکت کا کیا ذکر' یہاں معمولی سپاہی کی بھی وضع نہ تھی' چنانچہ فوجی نوجوان دیکھ کر ہنستے اور کہتے کہ یہی امیر ہیں۔

ابوقلابہ راوی ہیں کہ ایک شخص سلمانؓ کے یہاں گیا' دیکھا کہ وہ بیٹھے' آٹا گوندھ رہے ہیں' پوچھا خادم کہا ہے کہاں کام سے بھیجا ہے مجھ کو یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ دو دو کاموں کا بار اس پر ڈالوں' اس غیر معمولی سادگی کی وجہ سے لوگوں کو اکثر مزدور کا دھوکہ ہو جاتا تھا' ایک مرتبہ ایک عبسی نے جانور کے لیے چارہ خریدا' حضرت سلمان کھڑے تھے ان سے کہا اس کو گھر تک پہنچا دو' وہ اٹھا کر چلے' راستے میں لوگوں نے دیکھا تو کہنے لگے لایئے ہم پہنچا دیں یہ حال دیکھ کر عبسی نے پوچھا یہ کون ہیں' لوگوں نے کہا کہ آنحضرت ﷺ کے صحابی ہیں وہ سن کر بہت نادم ہوا' اور کہا آپ تکلیف نہ کیجئے لیکن انہوں نے فرمایا' اس میں مجھے نیت کا ثواب مقصود ہے' اب میں اس بوجھ کو پہنچائے بغیر نیچے نہیں رکھ سکتا'

فیاضی اور انفاق فی سبیل اللہ بھی آپ کا نمایاں وصف تھا' آپ کو جس قدر وظیفہ ملتا تھا اس کو کل مستحقین میں تقسیم کر دیتے تھے' اور خود چٹائی بن کر معاش پیدا کرتے تھے اور چٹائی کی آمدنی کا بھی ایک تہائی اصل سرمایہ کے لیے رکھ لیتے' ایک تہائی بال بچوں پر خرچ کرتے اور ایک تہائی خیرات کرتے تھے' ارباب علم کے بڑے قدردان تھے۔

حضرت عمرو بن العاصؓ کی فراخ دلی

آپؓ خدا کی راہ میں بہت فراخدلی کے ساتھ صدقہ دیتے تھے' جس کا اعتراف خود آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک نے بارہا کیا ہے' عقلمہ بن رمشہ بلوی بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ایک سریہ میں عمرو بن العاصؓ کو بحرین بھیجا اور اور خود ایک دوسرے سریہ میں نکلے' ہم لوگ بھی ہمرکاب تھے' آپ پر کچھ غنودگی طاری ہوگئی بیدار ہوئے تو فرمایا خدا عمرو پر رحم کریں' یہ دعا سن کر ہم میں سے ہر شخص اس نام کے اشخاص کا ذکر کرنے لگے' دوبارہ پھر آنکھ جھپک گئی' پھر ہوشیار ہو کر فرمایا خدا عمرو پر رحم کرے' جب تیسری مرتبہ آپ

Marfat.com

نے فقرہ کو دہرایا تو ہم لوگوں سے ضبط نہ ہوسکا اور پوچھا' آپ کا ارشاد کس عمرو کے متعلق ہے 'فرمایا عمرو بن العاصؓ' ہم لوگوں نے سبب پوچھا 'فرمایا مجھ کو وہ وقت یاد آ گیا جب میں لوگوں سے صدقہ منگواتا تھا' تو وہ بہت وافر صدقہ لاتے تھے' اور جب پوچھتا کہاں سے لاتے ہو تو کہتے خدا نے دیا' ایک موقعہ پر آپ نے تین مرتبہ فرمایا خدایا عمرو بن العاص کی مغفرت فرما' میں نے جب ان کو صدقہ کے لیے بلایا تھا تو وہ صدقہ لائے تھے'

اسلام کو قرار وثبات بخشنے والی یہی عقلی آزادی تھی' جس نے عربوں میں خود اعتمادی اور عزت نفس کو پروان چڑھایا اور ان میں مساوات کا وہ جذبہ بیدار کیا جو ترقی کے آغاز ہی سے ان کی فطرت کا ایک جزو تھا۔ ایک عرب چاہے وہ صحرا کا رہنے والا ہو یا شہر کا اپنی زندگی کو آزادی کی قیمت سمجھتا تھا۔ وہ ہر اس قوت سے نبرد آزما ہوتا تھا جو اس کی آزادی میں کسی طرح کی حد بندی کرے اور صرف اس ہوا کی سی کامل آزادی کو قبول کرتا تھا 'جس میں وہ سانس لیتا تھا' لیکن عربوں کے مشرکانہ عقائد ان کے گلے کا طوق بنے ہوئے تھے' جن کے بوجھ سے وہ بے دبے جا رہے تھے اور اس ''اعلیٰ مثال'' تک نہ پہنچ سکتے تھے جو ان کے دلوں کو اپنی طرف کھینچتی تھی اور جس پر وہ جان نچھاور کرتے تھے۔ چنانچہ جب اسلام نے ان کے گلے سے یہ طوق اتار پھینکا اور عقلی آزادی کو بندشوں سے نجات ملی تو جیسا کہ آپ دیکھ آئے ہیں' وہ تمام روئے زمین پر چھا گئے۔ اسلام چونکہ ان کی سربلندی و آزادی کا خواہش مند تھا' اس لیے ان کے دلوں میں اس نے سچے ایمان کی جوت لگائی اور مومنوں کے درمیان اخوت و مساوات کا رشتہ استوار کیا۔ اب کوئی مسلمان اپنی آزادی و سربلندی میں افراط و تفریط سے کام لیتا تھا' نہ ان میں کسی شخص کی...... حتی کہ امیر المومنینؓ کی بھی...... مداخلت گوارا کرتا تھا۔ قرون اولیٰ میں مسلمانوں کی یہی شان رہی اور ان کی قوت اور طاقت میں برابر اضافہ ہوتا چلا گیا۔ لیکن جب ان کا برا وقت آیا اور مسلمان اس آزادی سے آہستہ آہستہ ہٹکر عقلی جمود تک پہنچ گئے تو انحطاط ان میں سرایت کر گیا اور وہ عروس نیل اور کتب خانہ اسکندریہ جنہیں فرضی کہانیوں کی تصدیق کرنے لگے۔

یہی عقل آزادی تھی' جس نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو یہ توفیق بخشی کہ وہ مصر کا خط سیاست متعین کریں اور مصر و عرب کے نسلی' لسانی اور مذہبی اختلاف کے باوجود اہل مصر

کی تالیف قلب میں کسر نہ اٹھا رکھیں۔

اول اول جب حضرت عمرؓ کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے خوشی کا اظہار کیا' لیکن زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ ٹیکسوں میں کمی کر دینے پر وہ ابن عاصؓ کے مخالف ہو گئے اور یہ مخالفت باز پرس کی صورت اختیار کر گئی...... انہوں نے اس سلسلے میں کئی خط لکھے' لیکن ابن عاص نے نہ اپنی رائے بدلی نہ پالیسی' بلکہ اس پر اتنا اصرار کیا کہ حضرت عمرؓ کے دل میں ان کی طرف سے شبہات پیدا ہو گئے۔ یہی شبہات تھے جن کی بناء پر ان دونوں کے درمیان ایسی مراسلت ہوئی کہ آج کل کے زمانے میں بھی اس قسم کی مراسلت کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اور آپ اسکا تصور بھی کیسے کر سکتے ہیں' جب ابن عاصؓ اس میں امیر المومنینؓ کے عامل نہیں حریف نظر آتے ہیں' حالانکہ عمال کے باب میں حضرت عمرؓ کی شدت سے واقف تھے کہ جہاں کسی عامل کے عدل و امانت پر نہیں شبہ ہوا' فاروق اعظم نے فوراً اسے معزول فرما دیا۔

حضرت عمرو بن عاص اس بات کے انتہائی خواہش مند تھے کہ اہل مصر کی دل دہی کی جائے' انہیں ستایا نہ جائے اور نہ ان کے معاملات کی اصلاح میں ان کی خوشنودی کا خیال رکھا جائے۔ چنانچہ مصر کے اخراج اور ٹیکسوں سے جو آمدن ہوتی تھی' اس میں سے بہ قدر ضرورت وہ نہروں کی کھدائی اور پلوں کی تعمیر وغیرہ رفاہی کاموں میں صرف کر دیتے تھے اور باقی ماندہ رقم امیر المومنینؓ کو بھیج دیتے تھے۔

ابتداء میں ابن عاصؓ کو ملک کے تعمیری کاموں کے لئے کثیر رقم درکار تھی' جو قیام حکومت کے فوراً بعد ہی شروع کر دیئے گئے تھے' چنانچہ انہوں نے نہر تراجان کھدوائی اور یہ وہ نہر ہے جس کا نام بعد کو "نہر امیر المومنین" رکھا گیا اور رومیوں نے ملک کو جو نقصان پہنچایا تھا اس کی اصلاح میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ اس کے علاوہ ان بستیوں پر ٹیکس معاف کر دیا' جنہیں جنگ کے دوران میں تباہی سے دوچار ہونا پڑتا تھا۔

لیکن حضرت عمرؓ جزیرہ نمائے عرب میں اپنی پالیسی کو جامۂ عمل پہنانا چاہتے تھے اور اس کے لئے انہیں روپے کی ضرورت تھی' چنانچہ وہ مصر تھے کہ ابن عاصؓ خراج کی پوری رقم مدینہ بھیجیں۔ ادھر ابن عاصؓ اپنی پالیسی سے کسی قیمت پر دست بردار ہونا نہ چاہتے تھے' اس لئے ان کی طرف سے تعمیل حکم میں تاخیر ہو رہی تھی۔ یہاں تک کہ حضرت عمرؓ تنگ آ گئے

Marfat.com

اوران دونوں صاحبوں کے درمیان اتنی گرم مراسلت ہوئی کہ اس کی شدت وسختی الزام کی حد تک پہنچ گئی۔

اس مراسلت کے سلسلے میں سب سے پہلا خط جو مورخین نے نقل کیا ہے حضرت عمر کا ہے جس میں وہ ابن عاصؓ کو تحریر فرماتے ہیں:

''اما بعد! میں نے تمہارے اور تمہاری روش کے متعلق غور کیا۔ تمہاری سرزمین وسیع وعریض ہے اور اللہ نے اسکے باشندوں کو کثرت وتحمل سے خشکی وتری میں کام کرنے کی طاقت بھی عطا کی ہے۔ فراعنہ نے اہل مصر کے انتہائی سرکش و نافرمان ہونے کے باوجود اس سرزمین سے خوب کام لیا تھا اور اس سے غیر معمولی فائدہ اٹھایا تھا' جس پر مجھے حیرت ہے' لیکن اس سے بھی زیادہ تعجب اس بات پر ہے کہ جتنا خراج وہ وصول کرتے تھے تم اس سے آدھا بھی وصول نہیں کرتے۔ حالانکہ نہ قحط ہے اور نہ خشک سالی۔ میں تمہیں خراج کے لئے بارہا لکھ چکا ہوں۔ میرا خیال تھا کہ خراج کی پوری آمدنی مجھے پہنچ جائے گی اور امید تھی کہ تم ہوش میں آکر یہ رقم بھیج دو گے لیکن تم ایسے عذر تراش رہے ہو جو میرے دل کو نہیں لگتے۔ اس سے پہلے جو کوئی بھی خراج وصول کرتا تھا وہ تم سے زیادہ قابل نہ تھا' پھر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم میرے خط سے کیوں بھاگتے ہو؟ اس سے تمہارے خدوخال کیوں سکڑ جاتے ہیں۔ اگر تم بے لوث اور حق بجانب ہو تو صاف صاف معاملہ بہر صورت مفید ہے اور اگر تم اسراف و بددیانتی سے کام لے رہے ہو تو یاد رکھو! وہ بات نہیں ہوگی جو تم سمجھے بیٹھے ہو! پچھلے سال تو میں یہ سوچ کر خاموش ہو رہا تھا کہ تمہاری آنکھیں کھل جائیں گی اور خراج رقم تم بھیج دو گے۔ پھر مجھے یہ معلوم ہوا تھا کہ خراج کی رقم بھیجنے میں تمہیں اس لیے دقت پیش آرہی ہے کہ تمہارے کارندے اچھے نہیں اور وہ اپنی فریب کاریوں کی آڑ تمہیں بناتے ہیں۔ لیکن واضح رہے کہ اللہ کے حکم سے میرے پاس تمہاری تمام غلط کاریوں کی دوا موجود ہے!

ابوعبداللہ! جب تمہارا حق تمہیں دیا جاتا ہے تو پھر تم کیوں گھبراتے ہو۔ اگر

Marfat.com

دوسروں کا حق تم سے لے لیا جائے! تھن کو دبائے تو دودھ نکلتا ہے اور حق ہمیشہ کشادہ رو ہوتا ہے۔ مجھ سے چبا چبا کر بات کرنا چھوڑ دو کہ بات کھل چکی ہے ......والسلام!

اس خط میں ملامت بھی تھی اور دھمکی تھی۔ تو کیا ابن عاصؓ اس سے ڈر گئے؟ اور انہوں نے اپنی پالیس بدل دی؟ ......نہیں' بلکہ انہوں نے امیر لمومنینؓ کو اس کے جواب میں خط لکھا' اس میں خود اعتمادی اور عزت نفس کے ساتھ ساتھ اپنی اس پالیسی پر عمل پیرا رہنے کی شدید خواہش کا اظہار کیا اور جس شدید لہجے میں ان پر الزام لگایا تھا اسی شدید لہجے میں اپنی صفائی پیش کی۔ انہوں نے لکھا:

اما بعد...... مجھے امیر المومنین کا وہ مکتوب ملا' جس میں مجھ پر خراج بھیجنے میں تاخیر کا الزام لگایا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ فراعنہ کے عہد میں جتنا خراج وصول کیا جاتا تھا' مصر پر اسلامی حملے کے بعد اس میں کمی آ گئی ہے۔ میں اپنی جان کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ اس زمانے میں خراج زیادہ اور زمین زرخیز اس لئے تھی کہ اہل مصر اپنی سرکشی و نافرمانی کے باوجود اپنی زمینوں کا ہم سے زیادہ خیال رکھتے تھے۔

آپ فرماتے ہیں کہ تھن دبانے سے دودھ نکلتا ہے۔ گویا میں اتنا دودھ دوہتا کہ وہ ختم ہی ہو جاتا۔ اپنے خط میں آپ نے جگہ جگہ مجھے زجر و ملامت اور طنز و تعریض کا نشانہ بنایا ہے۔ اور یہ سمجھ کر میں نے کوئی ناجائز بات آپ سے چھپائی ہے' مجھ پر بری طرح برسے ہیں۔ حالانکہ اگر آپ متانت و تحمل اور بردباری سے کام لیتے تو بہتر تھا۔ ہم نے رسول ﷺ اور حضور کے بعد حضرت ابوبکر صدیق کے عہد میں بھی کام کیا ہے اور اپنے فرائض نہایت ایمانداری سے انجام دیئے ہیں' اپنے پیشواؤں کے حقوق کا احترام کیا ہے' اس کے خلاف ہر چیز کو برا اور اس پر عمل کرنے کو معیوب کہا ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جسے سب جانتے ہیں اور اس سلسلے میں ہم جو کچھ کہتے ہیں' اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ بدیانتی' خیانت اور ہر قسم کے گناہوں سے میں اللہ کی

Marfat.com

پناہ مانگتا ہوں۔
واپسی لے لیجئے اپنی یہ حکومت کہ آپکے خط کے بعد' جس میں نہ کسی کی آبرو کا پاس کیا ہے' نہ ایک بھلائی کی عزت کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان پست مناصب اور ان کی طلب سے بے نیاز کر دیا ہے۔ خدا کی قسم! اے ابن خطاب جب میں آپکے جملوں پر غور کرتا ہوں تو اپنی بے لوثی وخودداری کو مجروح ہوتے دیکھ کر میرا دل شدت غضب سے بے آپے ہو جاتا ہے میں نے آج تک کسی کے تابع ہو کر کام نہیں کیا۔ لیکن جس بات کا خیال آپ نے نہیں رکھا مجھے اس کا لحاظ ہے۔ اگر میں مدینے کا یہودی ہوتا تو بھی آپ میرے ساتھ اس سے بُرا سلوک نہ کر سکتے تھے۔ اللہ آپکو اور ہمیں معاف کرے۔ میں نے یہاں ان باتوں کا ذکر نہیں کیا جنہیں میں جانتا ہوں اور جو میرے ہونٹوں پر مچل رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپکو بہت بڑا حق دیا ہے کہ نظر انداز نہیں کیا جا سکتا......والسلام!

حضرت عمرؓ بن خطاب اس خط سے پریشان نہ ہوئے' بلکہ فیصلہ کیا کہ ابن عاصؓ سے بہ شدت بازپرس کی جائے اور انہیں آگے بڑھنے کا موقع نہ دیا جائے' چنانچہ انہیں لکھا:

''میں حیران ہو کہ خراج کی تاخیر کے سلسلے میں میں نے تمہیں اتنے خط لکھے لیکن اب سب کے جواب میں جو تمہارا خط ملا ہے' اس میں تم مجھے رستے دکھا رہے ہو۔ حالانکہ جانتے ہو میں اس وقت تک تم سے راضی نہیں ہو سکتا' جب تک تم حق کا صاف اور سیدھا راستہ اختیار نہ کرو! میں نے تمہیں مصر اس لیے نہیں بھیجا کہ تم یا تمہاری قوم اسے اپنی جاگیر بنا لے' بلکہ اس لئے بھیجا ہے کہ تم حسن سیاست سے کام لے کر اس کا خراج بڑھاؤ! میرا خط ملتے ہی خراج روانہ کر دو' وہ مسلمانوں کا مال ہے۔ اور جیسا کہ تم جانتے ہو' میرے ارد گرد قحط میں گھرے ہوئے لوگ ہیں۔ والسلام!''

ابن عاصؓ نے اس کے جواب میں جو خط لکھا' اس کا لہجہ اگرچہ قدرے نرم تھا

Marfat.com

لیکن اپنی پالیسی کی وضاحت اور اس پر عمل کرنے کے اصرار میں ابن عاصؓ نے کوئی کمی نہ کی تھی' جسکا اظہار واضح طور پر ان کی اس عبارت سے ہوتا ہے:

"اما بعد! خراج کی تاخیر کے سلسلے میں امیر المومنینؓ کا مکتوب گرامی نظر نواز ہوا۔ آپ کا خیال ہے کہ میں حق کی راہ سے ہٹ گیا ہوں۔ لیکن بہ خدا! وہ بات نہیں ہے جو آپ سمجھ رہے ہیں میں نے نیکی کا دامن نہیں چھوڑا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ زمینداروں نے مجھ سے کٹائی تک کی مہلت چاہی۔ میں نے سوچا' تو لطف و مہربانی کو ظلم و زیادتی سے بہتر پایا۔ اگر آج میں ان کی یہ درخواست منظور نہ کرتا تو ان کو اپنی ضرورت کی چیزیں بیچ کر خراج ادا کرنا پڑتا۔ والسلام!

ان خطوں کے مطالعے کے بعد شاید آپ مجھ سے اتفاق کریں گے کہ حضرت عمر جیسے باجبروت حاکم اور ان کے ایک عامل کے درمیان جو اپنے فتح کیے ہوئے ملک کی حکومت چلا رہا ہے اس قسم کی خط و کتابت کا آج ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ایک طرف ابن عاصؓ کو یہ اصرار تھا کہ فصل کی کٹائی سے پہلے خراج وصول کر کے اہل مصر کو نہیں ستائیں گے' ان پر خراج کا اتنا بوجھ نہیں ڈالیں گے جس سے انہیں تکلیف ہو اور جس کی ادائیگی کے لئے انہیں اپنی ضرورت کی چیزیں اور اوزار بیچنے پڑیں۔ ان کی رائے یہ تھی کہ اگر اہل مصر کے باشندوں سے لطف و مہربانی کا سلوک کیا جائے تو وہ حکومت کے ہر مطالبے کو بغیر کسی شکایت اور ناراضگی کے خوشی خوشی پورا کریں گے اور دوسری طرف حضرت عمرؓ کو یہ محسوس ہو رہا تھا کہ مصر سے جو خراج وصول کیا جا رہا ہے' وہ رومیوں اور فرعونوں کے زمانے سے بہت کم ہے۔ اس لیے وہ ابن عاصؓ کی دلیلوں کو ٹال مٹول اور حیلوں بہانوں سے زیادہ اہمیت نہ دیتے تھے۔ بعد کو انکا شک اس حد تک پہنچ گیا کہ وہ ابن عاص کے عذر کو جھوٹ پر محمول کرنے لگے اور ان کے دل میں یہ بدگمانی پیدا ہوگئی کہ اس طرح ابن عاصؓ اپنی کوتاہیوں' بلکہ ان خواہشوں پر پردہ ڈالنا چاہتے ہیں' جو حضرت عمر فاروق کے خیال میں مصر جیسے طویل و عریض ملک پر اپنی اور اپنے خاندان کی حکومت قائم کرنے کے لئے ان کے دل میں چھپی تھی۔

آخر کار حضرت عمر اس مراسلت سے تنگ آگئے اور محسوس فرمایا کہ اگر انہوں نے اس سلسلے میں اپنی مشہور سخت گیر پالیسی سے کام نہ لیا تو ان کے اور ابن عاصؓ کے درمیان

معاملہ اتنا نازک ہو جائے گا کہ بہت ممکن ہے کہ اس کے نتائج ناخوشگوار ثابت ہوں۔ چنانچہ انہوں نے ابن عاصؓ پر صریح الزام لگا کر اس دولت کے متعلق تحقیقات کا حکم دے دیا جو بن عاصؓ نے مصر کی ولایت کے دوران میں کمائی تھی اور ابن عاصؓ کو لکھا:

''مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے پاس اب ایسے سامان' غلام' ظروف اور جانور ہیں جو اس وقت نہ تھے جب میں نے تمہیں مصر کا والی مقرر کیا تھا؟

ابن عاصؓ نے اسکا یہ جواب دیا:

''ہماری زمین زراعت اور تجارت کی زمین ہے اور اس سے ہمیں اتنی آمدنی ہوتی ہے جو ہمارے مصارف سے زائد ہوتی ہے۔''

حضرت عمرؓ نے اسی کے جواب میں انہیں لکھا: ''مجھے برے عمال کا کافی تجربہ ہو چکا ہے اور تمہارا جو خط آیا ہے وہ ایسے شخص کا خط معلوم ہوتا ہے جسے حق کی گرفت نے بے چین کر دیا ہو۔ میں تم سے بدگمان ہوں اور محمد بن مسلمہؓ کو مال کی تقسیم کرنے تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔ تم ان سے اپنا راز کہہ دو' جو کچھ وہ مانگیں انہیں دے دو! اور انہیں اپنے اوپر سختی کرنے سے معاف رکھو' کیونکہ بات کھل چکی ہے۔''

ابن مسلمہ مصر پہنچے اور ابن عاص کا مال تقسیم کیا۔ ابن عاصؓ نے ان سے کہا:

''ابن حنتمہ (فاروق اعظم) نے ہم پر جس زمانے میں یہ برتاؤ کیا ہے وہ یقیناً برا زمانہ ہے۔''

ابن مسلمہؓ نے کہا: ''خاموش! اگر یہ ابن حنتمہ کا زمانہ نہ ہوتا' جس سے تم کراہت کرتے ہو تو تم اپنے گھر کی انگنائی میں اس حال میں پائے جاتے کہ بکری کی ٹانگیں تمہاری ٹانگوں میں ہوتیں' اس کے دودھ کی کثرت تمہیں خوش اور اس کی قلت تمہیں ناخوش کرتی۔''

ابن عاصؓ نے کہا'' خدا کے لئے یہ بات عمرؓ سے نہ کہنا، مجالس کی گفتگو کے لئے ضروری ہے۔''

ابن مسلمہؓ نے جواب دیا:

''جو باتیں مجھ میں اور تم میں ہوئی ہیں' عمر کے جیتے جی نہیں کہوں گا! (۱۰۲)

فاروق اعظمؓ اور ابن عاص کی یہ مراسلت' حضرت عمرؓ اور حضرت خالد کے واقعہ

Marfat.com

کی طرح اس بات کا ثبوت ہے کہ صدر اول کے ان مسلمانوں کو کتنی آزادی تھی اور وہ خود داری اور عزت نفس کا...... جس میں جھوٹے پندار کو مطلق دخل نہ تھا' کس قدر لحاظ رکھتے تھے ۔ان کے دلوں میں نظم کا احترام تھا اور اللہ اور اسلام نے خلیفہ کو جو حقوق عطا فرمائے تھے انہیں وہ کسی حال میں نظر انداز نہ ہونے دیتے تھے۔

لیکن نظم کا احترام کرنے اور خلیفۃ المسلمین کا حق پہچاننے کے ساتھ ہی ساتھ انہیں اپنی عزت و آزادی کا بھی پاس تھا اور وہ اس حقیقت کو فراموش نہ کر سکتے تھے کہ ان کے اور خلیفۃ المسلمینؓ کے درمیان برابر کا رشتہ ہے۔اس لئے وہ خلیفہ کے حقوق کا جتنا احترام کرتے ہیں اتنا ہی خلیفہ کو بھی ان کے حقوق کا احترام کرنا چاہیے۔نظم ان کے نزدیک ذلت و غلامی کا نام نہ تھا۔اور ان کی نظر میں خلیفہ کے حقوق کے معنی یہ نہ تھے کہ وہ ان کے حقوق کو پامال کرے۔نہ اس کے اقتدار کا یہ مطلب تھا کہ وہ ان کی آزادی و عزت نفس کا گلا گھونٹے' بلکہ وہ آزادی و نظم کو ایک ہی سطح پر رکھتے تھے جو نہ صرف یہ کہ آپس میں دست و گریباں نہ ہوتے تھے' بلکہ ایک دوسرے کی تائید کرتے اور ایک دوسرے کو طاقت وقوت بخشتے تھے۔

چنانچہ جب کسی شخص کے خلاف خلیفہ کے دل میں کوئی شبہ پیدا ہوتا تھا وہ اسے ملزم ٹھہرا دیتا تھا۔اور یہ محسوس ہونے پر کہ اس سے زیادتی کی گئی ہے' صرف اس سے معذرت طلب ہونا ہی نہیں بلکہ بر سر عام اس کی برات کرنا بھی اس کا ایک جائز حق سمجھتا تھا' لیکن اگر نظم یا عام یا عام مصلحت وتقاضا یہ ہوتا تھا کہ بغیر کسی شبے کے کوئی عامل اپنے عہدے سے معزول کر دیا جائے تو خلیفہ اس کی معزولی کے سبب کا قاعدہ اعلان کرتا تھا تا کہ اس کے خلاف عوام کے دلوں میں شبہات نہ پیدا ہوں۔یہی ایک دوسرے کا احترام اور یہی نظم و آزادی کی تقدیس' اس قوت کے اسباب تھے جس نے مسلمانوں کے لئے دنیا میں ایک ایسی تہذیب کی داغ بیل ڈالنے کے مواقع فراہم کیے جو مدتوں انسانیت کی رہنمائی کرتی رہی۔

گو حضرت عمر فاروق انتہائی خلوص نیت سے اس نظم کا احترام فرماتے تھے' لیکن انہوں نے کسی ایسے عامل کو معزول کرنے میں کبھی پس و پیش سے کام نہ لیا جو ان کے دل سے شبہات دور نہ کر سکا' وہ نظم و آزادی کے احترام کی طرح اس کام کو بھی اپنے اوپر ایک

Marfat.com

فرض سمجھتے تھے۔ آپ ان کی اور ابن عاصؓ کی مراسلت میں دیکھ چکے ہیں کہ وہ فاتح مصر کو معزول کرنے ہی والے تھے اور اگر اس خط و کتابت اور ابن عاصؓ کے مال کی تقسیم کے کچھ ہی دنوں بعد شہید نہ کر دیے جاتے تو شاید انہیں معزول کر بھی دیتے۔ اس طرح ابن عاصؓ کا معاملہ رہ گیا' لیکن حضرت عثمان بن عفانؓ کے عہد خلافت میں جلد ہی اس کا تصفیہ ہو گیا۔

کہیے! اگر فاروق اعظمؓ شہید نہ ہوتے اور ابن عاصؓ کو معزول فرما دیتے تو کیا کچھ لوگ ابن عاصؓ کی بھی اسی طرح طرف داری کرتے جس طرح حضرت خالدؓ کی معزولی کے وقت ان کی طرف داری کی گئی تھی اور کیا حضرت عمر کے اس فعل پر بھی اسی نکتہ چینی کی جاتی' جس طرح حضرت خالدؓ کی معزولی کے اقدام پر انہیں ہدف اعتراض بنایا گیا ؟ یا فاتح مصر کو لوگوں کی وہ ہمدردیاں حاصل نہ تھیں جو سیف اللہ کو حاصل تھیں اور لوگوں کی نگاہ میں بھی چونکہ وہ اس الزام کے مستحق تھے جو خلیفۃ المسلمینؓ نے ان پر لگایا تھا' اس لئے ان کی معزولی پر نہ کسی قسم کا ہنگامہ برپا ہوتا' نہ کوئی اس پر دل گرفتگی و پریشانی کا اظہار کرتا۔

اس سوال کا جواب دینا مشکل ہے! اس لئے کہ حضرت عثمان بن عفانؓ نے حضرت عمروؓ بن عاص کو معزول کر کے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو مصر کا والی بنایا تھا' لیکن مسلمان مورخین ان کی معزولی کے سلسلے میں کسی ایسی بے چینی کا ذکر نہیں کرتے' جو حضرت خالد بن ولیدؓ کی معزولی کے وقت رونما ہوئی تھی۔ کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ ابن عاصؓ مصر کی دولت سے خود بھی فائدہ اٹھاتے تھے اور اپنی قوم کو بھی فائدہ پہنچاتے تھے؟ اس لئے ان کی معزولی پر کوئی برہمی پیدا نہ ہوئی۔ یا کسی نے ان کے معاملے کو قابل اعتنا ہی نہ سمجھا' یا اس کے برعکس کچھ لوگوں نے ان کے حق میں احتجاج کیا تھا اور راویوں نے اس احتجاج کی تفصیلات بھی اپنے روایتوں میں بیان کی تھیں لیکن بعد کو جب انہوں نے حضرت علی ابن ابی طالبؓ کے خلاف حضرت معاویہؓ کا ساتھ دیا تو مورخین نے ان کے ذکر سے صرف نظر کر لیا؟

بات چاہے کچھ ہو' یہ واقعہ ہے کہ اسلامی حکومت مصر کی فتح کے لئے حضرت عمرو بن عاصؓ کی احسان مند ہے۔ اور صرف فتح مصر ہی کے لئے نہیں بلکہ اس کے لئے بھی انہوں نے لیا اور یہ ایسا احسان ہے کہ اگر لوگوں کی یہ کہن درست مان بھی لی جائے کہ

Marfat.com

انہوں نے مصر کو ذاتی مفاد کے لئے استعمال کیا تو بھی یہ اس کا بدلہ نہیں ہو سکتا۔

یہ صحیح ہے کہ بے داغ حکومت ہر غرض سے پاک ہونی چاہیے۔ لیکن جو باتیں ابن عاصؓ سے منسوب کی جاتی ہیں ہم میں کوئی پہلو ایسا نہیں پاتے جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ انہوں نے غرض مندی کی راہ میں کوئی ایسا قدم اٹھایا ہے جو ان کے حق اور ان کے جلیل القدر کارناموں کی اہمیت سے انکار کو جائز قرار دے دے۔

ابن عاصؓ کے احترام اور ان کی ستائش کا جذبہ اس وقت اور زیادہ شدید ہوتا ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ معزولی کی رنجش کے باوجود وہ ادائے فرض سے باز نہ رہے۔ جس وقت عبداللہ بن سعد مصر میں اہل اسکندریہ کو نت نئے ٹیکسوں کے بوجھ سے لاد کر ان کے دلوں میں نفرت و بیزاری کے بیج بو رہے تھے' ابن عاص مکہ میں تھے۔ مصر کے رومیوں نے قیصر قسطنطنیہ کو ایک خط بھیجا کہ انتقام لینے کا اچھا موقع ہے۔

قیصر نے اس دعوت پر لبیک کہی اور اپنے سپہ سالار مانویل کو ایک بھاری لشکر کے ساتھ بھیج دیا۔ یہ لشکر ایک بیڑے پر سوار ہو کر' جو تین سو جہازوں پر مشتمل تھا' اسکندریہ کی طرف روانہ ہوا اور ساحل پر اتر کے اسے اپنے قبضے میں لے لیا۔ مسلمانوں کی جتنی فوج وہاں تھی سب کے سب قتل کر دی' جس سے اسکندریہ والوں کے دل پر رومیوں کا رعب چھا گیا اور اس لشکر نے تمام اہم مقامات پر قبضہ کر لیا۔ عبداللہ بن سعد اس حملے کی تاب نہ لا سکے۔ انہوں نے خلیفۃ المسلمین سے مدد چاہی۔ حضرت عثمانؓ نے ابن عاصؓ کو بلا کر ان سے کہا کہ وہ مصر جا کر رومیوں سے لڑیں۔ ابن عاصؓ نے بالکل پس و پیش نہ کیا۔ نہ اپنے دل میں معزولی کی رنجش کا کوئی اثر پیدا ہونے دیا' بلکہ فوراً روانہ ہو گئے۔ اور جس وقت مانویل اور اس کی فوجیں زیریں مصر میں بڑھ رہی تھیں' بابلیون پہنچے۔ نقولیس کے مقام پر ابن عاصؓ کا رومیوں سے مقابلہ ہوا اور انہوں نے رومی فوجوں کو شکست دے کر اسکندریہ کی طرف دھکیل دیا' جہاں وہ قلعہ بند ہو گئے۔ ابن عاصؓ نے جب اسکندریہ کے قلعوں کو مقاومت کرتے دیکھا تو افسوس کیا کہ انہوں نے انہیں کیوں قائم رہنے دیا اور قسم کھائی کہ اگر اللہ نے شہر فتح کر دیا تو وہ اس کی فصلیں ڈھا کر اسے ایک بیسوا کے گھر کی طرح بنا دیںؓ گے جس میں ہر طرف سے داخل ہوا جا سکتا ہے۔ اہل مصر کو ابن عاصؓ کی دل پذیر سیاست اور ان کی

Marfat.com

مہربانیاں یاد آئیں اور وہ دشمن کے خلاف ابن عاصؓ کے ساتھ ہو گئے۔ ابن عاص نے رومیوں پر فتح پائی اور انہیں تلوار کے گھاٹ اتار کر پہلے ان کی عورتوں اور بچوں کو گرفتار کیا' اور اس کے بعد اسکندریہ کے قلعوں پر فصیل کو منہدم کرا دیا۔

حضرت عثمان بن عفانؓ نے اس خدمت کے صلے میں چاہا کہ ابن عاصؓ کو مصری افواج کا سپہ سالار بنا دیں' اور خراج پر عبداللہ ابن سعد کو رہنے دیں۔ لیکن ابن عاص نے انکار کر دیا اور کہا:

''اس کے معنی یہ ہیں کہ میری حیثیت گائے کے سینگ پکڑنے والے کی سی ہے اور اس کا دودھ دوہنے والا کوئی دوسرا ہے!

اس کے بعد ابن عاص مکہ واپس چلے گئے۔ یہاں تک کہ حکومت حضرت معاویہ بن ابی سفیان کے ہاتھ میں پہنچ گئی' اور انہوں نے ابن عاصؓ کو مصر کا مطلق العنان والی بنا دیا۔ ابن عاص نے بڑی حکمت اور دانش مندی سے مصر پر حکومت کی اور آخر عمر تک وہیں رہے۔ مصر ہی میں ان کا انتقال ہوا اور مصر میں وہ دفن کیے گئے۔ لیکن زمانے کی گردشوں نے ان کی قبر کو اس طرح مٹا دیا کہ آج کوئی اسکی نشاندہی کرنے والا بھی نہیں۔

عہد فاروقی کے بعد ابن عاصؓ نے مصر میں جو کارنامے سرانجام دیئے' ہم نے ان کی تفصیل بیان نہیں کی' اس لیے کہ وہ اس کتاب کے موضوع سے خارج ہیں۔ اب ہمیں اپنے حافظے کو اس زمانے کی طرف واپس لے چلنا چاہیے جب ابن عاصؓ نے فتح مصر کے متعلق سوچنا شروع کیا تھا تاکہ ہم مرد مجاہد کے اس کمال کی یاد تازہ کر سکیں کہ اس نے کس قابلیت کے ساتھ مصر کو رومیوں کے ہاتھ سے نکال کر مسلمانوں کے ہاتھ میں دے دیا۔ یہی شخص چار ہزار سے بھی کم لشکر لے کر مصر کی طرف روانہ ہوا۔ اسی نے اس مختصر سے لشکر اور اس معمولی سی کمک کے ذریعے' جو خلیفۃ المسلمین نے انہیں بھیجی تھی' یہ ملک فتح کیا اور یہی وہ شخص ہے جس نے اس ملک کی سیاست اور اس کا نظام حکومت مرتب کیا۔ اس کے معاملات کی تدبیر کی اور اسکے باشندوں کا دل ہاتھ میں لیا۔ اس لئے جو کہتا ہے مبالغہ نہیں کرتا کہ

''اسلامی مصر اپنے وجود کے لئے جتنا حضرت عمرو بن عاصؓ کا احسان مند ہے اتنا عراق' شام اور ایران میں سے کوئی ملک اپنے مسلمان فاتح کا احسان مند نہیں۔''

Marfat.com

نواسۂ رسولؐ سیدنا حسنؓ کے صدقات وخیرات

صدقہ وخیرات اور فیاضی وسیر چشمی آپ کا خاندانی وصف تھا' لیکن جس فیاضی سے آپ خدا کی راہ میں اپنی دولت اور مال ومتاع لٹاتے تھے اس کی مثالیں کم ملیں گی' تین مرتبہ اپنے کل مال کا آدھا حصہ خدا کی راہ میں دے دیا اور تنصیف میں اتنی شدت کی۔ کہ دو جوتوں میں سے ایک جوتا بھی خیرات کر دیا۔

ایک مرتبہ ایک شخص بیٹھا ہوا دس ہزار درہم کے لئے دعا کر رہا تھا۔ آپ نے سن لیا گھر جا کر اس کے پاس دس ہزار نقد بھجوا دیے آپ کی اس فیاضی سے دوست ودشمن یکساں فائدہ اٹھاتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شخص مدینہ آیا۔ یہ حضرت علیؓ کا دشمن تھا' اس کے پاس زادراہ اور سواری نہ تھی۔ اس نے مدینہ والوں سے سوال کیا کسی نے کہا یہاں حسنؓ سے بڑھ کر کوئی فیاض نہیں ان کے پاس جاؤ۔ چنانچہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا' آپ نے سواری اور زادراہ دونوں کا انتظام کر دیا۔ لوگوں نے اعتراض کیا کہ آپ نے ایسے شخص کے ساتھ کیوں سلوک کیا' جو آپ اور آپ کے والد بزرگوار دونوں سے بغض رکھتا ہے' فرمایا کیا اپنی آبرو نہ بچاؤں۔

لیکن آپ کی دولت سے وہی لوگ متمتع ہوتے تھے جو درحقیقت اس کے مستحق ہوتے ایک مرتبہ آپ نے ایک بڑی رقم فقراء اور مساکین کے لیے جمع کی۔ حضرت علی نے اس کی تقسیم کا اعلان کر دیا۔ لوگ سمجھے کہ اعلان صلائے عام ہے۔ اس لئے جوق در جوق جمع ہونے لگے۔ آدمیوں کی یہ بھیڑ دیکھ کر حضرت حسنؓ نے اعلان کیا کہ یہ رقم صرف فقراء ومساکین کے لئے ہے اسی اعلان پر تقریباً آدھے آدمی چھٹ گئے۔ اور سب سے پہلے اشعث بن قیس نے حصہ پایا۔

آپ نہ صرف خود بھی فیاض تھے۔ بلکہ دوسروں کی فیاضی دیکھ کر خوش ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ مدینہ کے کسی کھجور کے باغ کی طرف گزرے۔ دیکھا کہ ایک حبشی غلام ایک روٹی لئے' ایک لقمہ خود کھاتا ہے اور دوسرا کتے کو دیتا ہے۔ اسی طریقہ سے آدھی روٹی کتے کو کھلا دی۔ آپ نے غلام سے پوچھا کتے کو دھتکار کیوں نہ دیا' اس نے کہا میری آنکھوں کو

Marfat.com

اس کی آنکھوں سے حجاب معلوم ہوتا تھا' پھر پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا ابان بن عثمان کا غلام ہوں' پوچھا باغ کس کا ہے؟ معلوم ہوا ان ہی کا ہے' فرمایا اچھا جب تک میں لوٹ نہ آؤں۔ تم کہیں نہ جانا۔ یہ کہہ کر اسی وقت اپنے آبا جان کے پاس گئے اور باغ اور غلام دونوں خرید کر واپس آئے اور غلام سے کہا کہ میں نے تم کو خرید لیا۔ وہ تعظیما کھڑا ہو گیا۔ اور عرض کی مولائی' خدا' رسول' اور آقا کی خدمت گزاری کے لئے حاضر ہوں جو حکم ملے۔ آپ نے فرمایا میں نے باغ بھی خرید لیا ہے' تم خدا کی راہ میں آزاد ہو' اور باغ کو ہبہ کرتا ہوں' غلام پر اس کا یہ اثر پڑا کہ اس نے کہا' آپ نے مجھے جس کی راہ میں آزاد فرمایا ہے۔ اس کی راہ میں میں یہ باغ دیتا ہوں۔ اس قسم کے واقعات بہت سے ہیں آپ کی فیاضی مشہور تھی' مدینہ میں جو حاجتمند آتا تھا۔ لوگ اس کو آپ ہی کے در دولت کا پتہ دیتے تھے۔

آپؓ کی بے مثال خوش خلقی

اس فیاضی کے ساتھ ساتھ آپ حد درجہ خوش خلق بھی تھے' اپنا کام چھوڑ کر دوسروں کی حاجت پوری فرماتے تھے' ایک مرتبہ ایک شخص حضرت حسینؓ کے پاس اپنی کوئی ضرورت لے کر گیا۔ آپ معتکف تھے' اس لئے معذرت کر دی' یہاں سے جواب پا کر وہ حضرت حسنؓ کے پاس آیا' آپ بھی معتکف تھے مگر اعتکاف سے نکل کر اس کی حاجت پوری کر دی' لوگوں نے کہا' حسینؓ نے تو اس شخص سے اعتکاف کا عذر کیا تھا' فرمایا' خدا کی راہ میں کسی بھائی کی حاجت پوری کر دینا میرے نزدیک ایک مہینہ کے اعتکاف سے بہتر ہے۔

ایک دن آپ طواف کر رہے تھے' اسی حالت میں ایک شخص نے آپ کو اپنی کسی ضرورت کے لئے سامنے لیجانا چاہا' آپ طواف چھوڑ کر اس کے ساتھ چلے گئے؟ فرمایا آنحضرت صلعم کا فرمان ہے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی ضرورت پوری کرنے کے لئے جاتا ہے اور اس کی ضرورت پوری ہو جاتی ہے تو جانے والے کو ایک حج اور ایک عمرہ کا ثواب ملتا ہے اور اگر نہیں پوری ہوتی تو بھی' ایک عمرہ کا' ایسی صورت میں میں کس طرح نہ جاتا' میں نے طواف کے بجائے پورے ایک حج اور ایک عمرہ کا ثواب حاصل کیا۔ اور پھر واپس ہو کر طواف بھی پورا کیا۔

Marfat.com

آپؓ کا ضبط:

آنحضرت صلعم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا تھا کہ "حسنؓ کو میرا علم اور میری صورت ملی ہے۔ حضرت حسنؓ کی ذات اس ارشاد گرامی کی مجسم تصدیق کی جو دستبرداری کے حالات میں اوپر گزر چکا ہے کہ نا آشنائے حقیقت آپ کو کن کن نازیبا کلمات سے خطاب کرتے تھے کوئی مذلل المومنین" کوئی "مسود وجوہ المومنین" کوئی عار المومنین" کہتا لیکن اس پیکر حلم کی جبین پر شکن نہ پڑتی اور نہایت نرمی سے جواب دیتا کہ "میں ایسا نہیں ہوں البتہ ملک کی طمع میں مسلمانوں کی خونریزی نہیں پسند کی۔

جگر گوشۂ بتولؓ سیدنا حسینؓ کے صدقات وخیرات:

مالی اعتبار سے آپ کو خدا نے جیسی فارغ البالی عطا فرمائی تھی اسی فیاضی سے آپ اس کی راہ میں خرچ کرتے تھے ابن عساکر لکھتے ہیں کہ حسینؓ خدا کی راہ میں کثرت سے خیرات کرتے تھے کوئی سائل کبھی آپ کے دروازے سے ناکام نہ واپس ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک سائل مدینہ کی گلیوں میں پھرتا پھراتا ہوا در دولت پر پہنچا اس وقت آپ نماز میں مشغول تھے سائل کی صدا سن کر جلدی جلدی نماز ختم کر کے باہر نکلے، سائل پر فقر و فاقہ کے آثار نظر آئے، اسی وقت قنبر خادم کو آواز دی قنبر حاضر ہوا ہمارے اخراجات میں سے کچھ باقی رہ گیا ہے قنبر نے جواب دیا آپ نے دو سو درہم اہل بیت میں تقسیم کرنے کے لئے دیئے تھے۔ وہ ابھی تقسیم نہیں کیے گئے ہیں فرمایا اس کو لے آؤ اہل بیت سے زیادہ ایک مستحق آ گیا ہے چنانچہ اسی وقت دو سو کی تھیلی منگا کر سائل کے حوالے کر دی اور معذرت کی کہ اس وقت ہمارا ہاتھ خالی ہے۔ اس لئے اس سے زیادہ خدمت نہیں کر سکتے حضرت علیؓ کے دور خلافت میں جب آپکے پاس بصرہ سے آپکا ذاتی مال آتا تھا تو آپ اس مجلس میں اس کو تقسیم کر دیتے تھے۔

صدقات وخیرات کے علاوہ آپ بڑے فیاضی اور سیر چشم تھے شعراء کو بڑی بڑی رقمیں دے ڈالتے تھے حضرت حسنؓ بھی فیاض تھے لیکن آپ کی فیاضی برمحل اور مستحق اشخاص کے لئے ہوتی تھی اس لئے ان کو حضرت حسینؓ کی بے محل فیاضیاں پسند نہ آتیں تھیں

Marfat.com

۔چنانچہ ایک مرتبہ ان کو اس غلط بخشی پر ٹوکا' حضرت حسینؓ نے جواب دیا کہ بہترین مال وہی ہے جسکے ذریعہ سے آبرو بچائی جائے۔

سنگیت اور وقار آپکا خاص وصف تھا' آپ کی مجلس وقار اور متانت کا مرقع ہوتی تھی' امیر معاویہؓ نے ایک شخص سے حضرت حسینؓ کی مسجد کا پتہ بتایا کہ جب تم رسول ﷺ کی مجلس میں داخل ہوتو وہاں لوگوں کا ایک حلقہ نظر آئے گا اس حلقہ میں لوگ ایسے سکون اور خاموشی سے بیٹھے ہوں گے کہ گویا ان کے سر پر چڑیاں بیٹھی ہوئی ہیں ۔ یہ ابو عبیداللہ (حسین) کا حلقہ ہوگا۔

آپؓ کی انکساری وتواضع

لیکن اس وقار وسکینہ کے باوجود تمکنت وخود پسندی مطلق نہ تھی اور آپ حددرجہ خاکسار اور متواضع تھے' ادنیٰ ادنی اشخاص سے بے تکلف ملتے تھے' ایک مرتبہ کسی طرف جارہے تھے' راستہ میں کچھ فقراء کھانا کھارہے تھے' حضرت حسینؓ کو دیکھ کر انہیں بھی مدعو کرلیا آپؓ ان کے ساتھ کھانے میں شریک ہوگئے اور فرمایا کہ تکبر کرنے والوں کو خدا دوست نہیں رکھتا اور فقراء سے فرمایا کہ میں نے تمہاری دعوت قبول کی ہے' اس لئے تم بھی میری دعوت قبول کرو اور ان کو گھر لے جا کر کھانا کھلایا۔ ایثار وحق پرستی آپ کی کتاب فضائل اخلاق کا نہایت جلی عنوان ہے اس کی مثال کے لئے تنہا واقعہ شہادت کافی ہے کہ حق کی راہ میں سارا کنبہ تہ تیغ کرادیا لیکن ظالم حکومت کے مقابلہ میں سپر نہ ڈالی۔

استقلال رائے

حضرت حسن سراپا حلم تھے' آپ کے مزاج میں مطلق گرمی نہ تھی' بنو ہاشم اور بنو امیہ میں بہت قدیم رقابت تھی' لیکن حسنؓ نے اس رقابت کو بھی دل سے فراموش کردیا تھا اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ بنی امیہ کے مقابلے میں خلافت سے دست بردار ہوگئے اس باب میں حضرت حسینؓ کا حال حضرت حسنؓ سے بالکل مختلف تھا' بنی امیہ کے مقابلے میں آپ کسی دست برداری اور مصالحت کو پسند نہیں فرماتے تھے جس پر آپ کی تقریریں شاہد

ہیں اسی کا نتیجہ تھا کہ جب امام حسنؓ نے خلافت سے دستبرداری کا اردہ ظاہر کیا تو حضرت حسینؓ نے نہایت سختی کے ساتھ اس کی مخالفت کی' لیکن امام حسنؓ نے ان کی مخالفت کے باوجود اپنا ارادہ نہ بدلا اور خلافت سے دست بردار ہو کر دنیا کو بتلا دیا کہ مسلمانوں کی خیر خواہی کے مقابلہ میں حکومت سلطنت کی بھی کوئی قیمت نہیں' لیکن حضرت حسینؓ کی یہ عصبیت بھی حق پرستی ہی کا نتیجہ تھی' اس لئے دونوں بزرگوں کے اوصاف' اخلاق کے دو مختلف مظاہر تھے۔

حضرت قیسؓ کی سخاوت، اور بے مثال حلم

مستدرک حاکم میں ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت قیسؓ کو کثیر مال دولت سے نواز رکھا تھا صرف اونٹ اور دوسرے مویشی ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے اپنی دولت کے بارے میں حضور ﷺ سے کچھ سوالات پوچھے۔ آپ ﷺ نے ان سے دریافت کیا فرمایا' کیا تمہیں اپنا مال پسند ہے یا موالی کا؟ انہوں نے عرض کیا، ''اپنا یا رسول اللہ''

حضور ﷺ نے فرمایا: تمہارا مال تو وہی ہے جس کو کھا پی لو پہن اوڑھ لو اور بوسیدہ کر دو یا راہ حق میں صرف کر کے برابر کر دو ورنہ وہ تمہارے موالی کا ہے۔''

حضرت قیسؓ نے عرض کیا۔ ''اگر زندگی نے مہلت دی تو انٹوں کے گلے جلد ہی ختم کر دوں گا۔

چنانچہ انہوں نے ان کا بڑا حصہ اپنی وفات سے پہلے ختم کر دیا اور جس لڑکی کو ایام جاہلیت میں قتل کیا تھا اس کا کفارہ بھی ادا کر دیا۔ طبیعت میں پہلے ہی حلم تھا، اسلام نے اس وصف کو اور بھی چمکا دیا۔ علامہ ابن اثیرؒ نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ان کے بھتیجے نے ان کے لڑکے کو قتل کر ڈالا۔ لوگوں نے قاتل کو پکڑ لیا اور اس کی مشکیں کسی کر مقتول کی لاش کے ساتھ حضرت قیسؓ کے پاس لائے۔ انہوں نے کمال درجہ کے صبر و ضبط سے کام لیا اور بھتیجے سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''جان عم! تو نے کتنا بُرا کام کیا۔ اپنے مسلمان بھائی کو قتل کر کے اللہ اور اللہ کے رسول کی نافرمانی کی وہ تمہارا چچازاد بھائی بھی تھا اس لیے قطع رحم کے مرتکب بھی ہوئے۔''

Marfat.com

اس طرح دیر تک نصیحتیں کرتے رہے۔ پھر دوسرے بیٹے سے کہا۔ ''اس کی مشکیں کھول دو اور اپنے بھائی کے کفن دفن کا انتظام کرو۔'' مقتول بچے کی ماں سخت غمزدہ تھی اس کو تسلی دی اور اپنے پاس سے خون بہا ادا کر دیا۔

حضرت سلم بن اکوعؓ کی دریا دلی

حضرت سلمہؓ بن اکوع کے مصحف اخلاق میں اطاعت رسول' غیرت زہد و اتقاء' شوق جہاد' جود وسخا اور ایثار سب سے روشن ابواب ہیں۔ سنت نبوی کی پیروی کے شوق نے انکے طرز زندگی میں ایک گونہ رسول اکرم ﷺ مکارم ومحامد کی جھلک پیدا کر دی تھی۔ جس طرح خاندان رسالت کے لئے صدقہ جائز نہیں تھا وہ بھی اپنی ذات کے لیے صدقہ کا مال حرام سمجھتے تھے۔ اگر کسی چیز کے بارے میں انہیں شک ہوتا کہ اس میں صدقہ کا رائی برابر حصہ بھی ہے تو اس کو ہرگز نہ کرتے یہاں تک کہ اپنی صدقہ کی ہوئی چیز کو دوبارہ بقیمت خریدنا بھی جائز نہیں تھے۔ جن کاموں کی اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے ممانعت فرمائی ہے ان سے ہر قیمت اپنا دامن بچاتے تھے۔ حتیٰ کہ بچوں کو بازی لگا کر کھیلنے سے بھی منع کرتے تھے کہ شاید اس میں جوئے کی مشابہت ہو۔

علامہ ابن سعد کا بیان ہے کہ حضرت سلمہؓ نہایت فیاض اور دریا دل تھے جو شخص ان سے خدا کا واسطہ دے کر سوال کرتا اس کو کبھی خالی ہاتھ نہ جانے دیتے۔ فرماتے تھے کہ اگر آدمی خدا کی راہ میں نہ دے گا تو پھر کس میں دے گا۔ تاہم خدا کا واسطہ دے کر سوال کرنے کو معیوب سمجھتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ آدمی سادہ طریقے سے اپنی احتیاج بیان کرے' صاحب استطاعت اگر اس کی احتیاج پوری کرے گا تو وہ خدا کے حکم کے مطابق ہی کرے گا۔ خدا کا واسطہ ڈالنے کی کیا ضرورت ہے۔

ابوقتادہؓ نے تنگدست کا قرضہ معاف کر دیا

اخوت اسلامی کا یہ حال تھا کہ ایک انصاری کا جنازہ آنحضرت ﷺ کے پاس نماز کے لئے لایا گیا، آپ نے پوچھا اس پر قرض تو نہیں ہے، لوگوں نے کہا دو دینار ہیں فرمایا

کچھ چھوڑا بھی ہے؟ جواب ملا کچھ نہیں، ارشاد ہوا کہ تم لوگ نماز پڑھ لو' حضرت ابوقتادہؓ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ اگر میں قرض ادا کردوں تو آپ نماز پڑھائیں گے۔ فرمایا ہاں' چنانچہ انہوں نے قرض ادا کر کے آنحضرت ﷺ کو خبر کی' اس وقت آپ نے جنازہ منگا کر نماز پڑھی۔

ایک مسلمان پر ان کا کچھ قرض تھا' جب وہ تقاضا کرنے جاتے تو وہ چھپ رہتا' ایک روز گئے تو اس کے لڑکے سے معلوم ہوا کہ گھر میں بیٹھے کھانا کھا رہے ہیں' پکار کر کہا نکلو مجھے معلوم ہو گیا ہے' اب چھپنا بے کار ہے' جب وہ آیا تو چھپ رہنے کی وجہ پوچھی' اس نے کہا کہ بات یہ ہے میں تنگدست ہوں' میرے پاس کچھ نہیں ہے اسکے ساتھ عیال دار بھی ہوں' پوچھا واقعی تمہارا حال خدا کی قسم ایسا ہی ہے' بولا ہاں' حضرت ابوقتادہؓ آبدیدہ ہو گئے اور اسکا قرض معاف کر دیا۔

حضرت کعبؓ بن عمرو نے مقروض کو معاف کر دیا

آپؓ نہایت رحیم اور نرم دل تھے' بنو حرام کے ایک شخص پر قرض آتا تھا اس کے مکان پر جا کر آواز دی' معلوم ہوا موجود نہیں۔ اتنے میں اس کا چھوٹا لڑکا باہر آیا پوچھا تمہارے باپ کہاں ہیں' بولا اماں کی چارپائی کے نیچے چھپے ہیں' انہوں نے پکارا کہ اب نکل آؤ تم جہاں پر ہو مجھے معلوم ہے۔ وہ باہر آیا اور اپنی فقر کی داستان سنائی ابوالیسر کا دل بھر آیا کاغذ منگا کر تمام حروف کو مٹا دیا اور کہا اگر مقدرت ہو تو ادا کرنا ورنہ معاف کرتا ہوں۔

غلاموں کے ساتھ برابری کا سلوک

غلاموں کے ساتھ برابری کا سلوک رکھتے تھے' ایک مرتبہ عبادہ بن ولید ان سے حدیث سننے کیلئے آئے دیکھا تو ان کے غلام کے پاس کتابوں کا ایک پشتارہ ہے خود ایک چادر اور ایک معافری کی بنی ہوئی لنگی پہنے ہیں' غلام کا بھی یہی لباس ہے' عبادہؓ نے کہا کہ عم محترم بہتر ہو کہ ایک جوڑا مکمل کر لیجئے' یا تو آپ انکی معافری لے لیجئے اور اپنی چادر انکو دے دیجئے یا اپنی معافری دید یجئے۔ اور ان سے چادر لیجئے حضرت ابوالیسرؓ نے انکے سر پر ہاتھ پھیرا اور

Marfat.com

دعا دی اور فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کا حکم یہ ہے کہ جو تم پہنو غلاموں کو پہناؤ اور جو تم کھاؤ غلاموں کو کھلاؤ۔

حضرت ابوالہیثمؓ نے غلام آزاد کر دیا

ایک روز آنحضرت ﷺ خلاف معمول باہر تشریف لائے حضرت ابوبکرؓ بھی پہنچے پوچھا ابوبکرؓ اس وقت کیسے آئے عرض کی حضور کی زیارت کو' تھوڑی دیر میں حضرت عمرؓ بھی آگئے ان سے بھی یہی سوال ہوا' انہوں نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ اس وقت بھوک یہاں لائی ارشاد ہوا میں بھی بھوکا ہوں۔ تینوں بزرگ ابوالہیثمؓ کے یہاں چلے ابوالہیثمؓ کے پاس کھجور کے باغات اور بکریوں کے ریوڑ تھے۔ لیکن کوئی نوکر نہ تھا۔ اور تمام کام خود انجام دیتے تھے۔ اس وقت وہ گھر میں موجود نہ تھے۔ مکان پر پہنچ کر آواز دی ان کی بیوی نے کہا پانی بھرنے گئے ہیں۔ تھوڑی دیر میں مشک لئے آتے ہوئے دکھائی دیے آنحضرت ﷺ کو دیکھ کر مشک رکھ دی اور آپ سے لپٹ کر نہایت ذوق وشوق سے کہنے لگے' میرے ماں باپ آپ پر فدا۔ اسکے بعد اپنے باغ میں لے گئے بیٹھنے کے لیے کوئی چیز بچھادی اور خود چھوہاروں کی ایک شاخ کاٹ لائے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کچے چھوارے لائے ہوتے عرض کیا اسمیں پکے اور ہر قسم کے ہیں جو مرغوب خاطر ہوں' آپ اس کو نوش فرمائیں چھوارے کھانے کے بعد پانی پلایا۔ پانی نہایت صاف اور شریں تھا' آنحضرت ﷺ نے کھانے کے بعد فرمایا' دیکھو کتنی نعمتیں ہیں' سایہ' عمدہ چھوارے' ٹھنڈا پانی' خدا کی قسم انکا قیامت کے دن سوال ہوگا۔ ابوالہیثمؓ اپنے مہمانوں کو باغ میں چھوڑ کر مکان آئے اور کھانے کا سامان کیا' آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دودھ دینے والی بکری ذبح نہ کرنا۔ انہوں نے ایک بچہ ذبح کرایا اور اس کو بریاں کر کے حضور ﷺ کی خدمت میں لائے۔ آنحضرت ﷺ نے کھانے کے بعد پوچھا تمہارے پاس نوکر ہے عرض کیا نہیں' فرمایا جب میرے پاس قیدی آئے تو آنا اسی اثنا میں دو قیدی آئے' اور ابوالہیثمؓ سے ارشاد ہوا کہ ایک کو پسند کر لو انہوں نے آنحضرت ﷺ پر چھوڑا' آپ نے ایک کو اس کی بناء پر منتخب کیا کہ وہ نماز پڑھتا تھا' ساتھ یہ بھی فرمایا کہ اس سے اچھا برتاؤ کرنا۔ غلام کو لے کر گھر آئے' بیوی سے یہ قول نقل کیا۔

بیوی بھی نہایت سمجھدار ملی تھیں۔ بولیں فرمان نبویؐ کی تعمیل منظور ہے تو ان کو آزاد کردو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ آنحضرت ﷺ کو خبر ملی تو نہایت مسرور ہوئے اور میاں بیوی دونوں کی مدح فرمائی۔

ابن عباسؓ نے مسلمان کی حاجت پوری کرنے کیلئے اعتکاف توڑ دیا

طبرانی اور بیہقی نے عبداللہ بن عباسؓ کا ایک واقعہ نقل کیا ہے۔ وہ مدینہ کی مسجد نبویؐ میں معتکف تھے ان کے پاس ایک آدمی آیا اور سلام کر کے بیٹھ گیا۔ عبداللہ بن عباسؓ نے کہا: اے فلاں! تم مجھ کو افسردہ اور غمگین دکھائی دیتے ہو۔ اس نے کہا' ہاں اے اللہ کے رسول کے چچازاد بھائی میرے اوپر فلاں شخص کا حق ہے اور اس صاحب قبر کی عزت کی قسم میں اس کی ادائیگی پر قادر نہیں۔ عبداللہ بن عباسؓ نے کہا: کیا میں تمہارے بارے میں اس سے بات کروں۔ آدمی نے کہا اگر آپ پسند کریں۔ اس کے بعد عبداللہ بن عباسؓ نے اپنے جوتے پہنے اور مسجد سے نکل کر روانہ ہوئے۔ آدمی نے کہا کہ شاید آپ بھول گئے کہ آپ حالت اعتکاف میں ہیں۔ عبداللہ بن عباسؓ نے کہا نہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے (اور یہ کہتے ہوئے عبداللہ بن عباسؓ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے) کہ:

من مشی فی حاجة اخیه وبلغ فیها کان خیر اله من اعتکاف عشر سنین

جو شخص اپنے بھائی کی حاجت کے لئے چلا اور اس میں کوئی کوشش کی تو یہ اس کے لیے دس سال کے اعتکاف سے بہتر ہے۔

ابو ہریرہؓ کو اپنی ذات سے زیادہ ماں باپ کا خیال

حضرت ابو ہریرہ کو اپنے ماں کے حقوق ادا کرنے کا بہت زیادہ خیال رہتا تھا۔ مدنی زندگی کے ابتدائی دور کا واقعہ ہے کہ۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک روز میں اپنے گھر سے نکلا اور مسجد میں پہنچا۔ وہاں میں نے دیکھا کہ اور بھی کئی لوگ ہیں۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ اس وقت تم کو کیا چیز یہاں لے آئی ہیں۔ پھر سب لوگ اٹھے اور رسولؐ کے پاس حاضر

Marfat.com

ہوئے آپ نے پوچھا کہ اس وقت تم لوگ کیسے یہاں آئے۔ ہم نے بتایا۔ آپ نے ایک برتن منگوایا جس میں کھجوریں تھیں۔ آپ نے ہم میں سے ہر شخص کو دو دو کھجوریں دیں اور کہا کہ ان دو کھجوروں کو کھاؤ اور اس کے بعد پانی پیو۔ وہ تمہارے آج کے لیے کافی ہو جائے گی۔ ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک کھجور کھائی اور دوسری کھجور چھپا کر رکھ لی۔ آپ نے فرمایا: اے ابو ہریرہ تم نے کیوں ایک کھجور رکھ لی۔ میں کہا کہ اپنی ماں کے لئے آپ نے فرمایا: اس کو کھاؤ تمہاری ماں کے لئے ہم اور دو کھجوریں دے دیں گے۔

سخاوت وفیاضی اور محکوم کی ہمدردی کی ایک سنہری مثال

ابن عامرؓ کا زہد وتقویٰ درجہ کمال کو پہنچا ہوا تھا' حمص کو گورنری کے زمانہ میں اس فقیرانہ شان سے رہتے تھے۔ کہ ان میں اور عام مساکین میں کوئی امتیاز باقی نہ رہتا تھا، حضرت عمرؓ جب حمص گئے تو وہاں کے فقراء کے معاش کا نظام کرنے کے لیے ان کی فہرست طلب کی' فہرست تیار ہو کر آئی تو منجملہ اور ناموں کے ایک نام سعید بن عامر بھی تھا' حضرت عمرؓ نے پوچھا' یہ سعید بن عامر کون ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا امیر المومنین ہمارے اور آپ کے امیر آپ نے خیرت سے پوچھا کہ تمہارا امیر اور فقیر! وظیفہ کیا کرتا ہے؟ لوگوں نے کہا اس کو وہ ہاتھ نہیں لگاتے، حضرت عمرؓ یہ زہد وورع سن کر رونے لگے اور فورا ایک ہزار دینار کی تھیلی ابن عامر کے پاس بھیجی کہ اس کو اپنی ضرویات میں صرف کریں' سعید نے اس کو دیکھتے ہی انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا، بیوی نے پوچھا خریت ہے، کیا امیر المومنین کو خدانخواستہ کوئی گزند پہنچا فرمایا اس سے زیادہ اہم حادثہ ہے، بیوی نے کہا کیا قیامت آ گئی ، فرمایا قیامت سے بھی زیادہ خطرناک! انہوں نے کہا کہ آخر معاملہ کیا ہے، فرمایا دنیا فتنوں کو لے کر میرے پاس آئی ہے وہ بولیں پھر کوئی تدارک کرو، انہوں نے یہ تدارک کیا کہ پوری رقم ایک توبڑے میں ڈال دی اور ساری رات نماز پڑھتے رہے، صبح کو جب اسلامی لشکر ادھر سے گزرا تو کل روپیہ اٹھا کر اس کی ضروریات کے لیے دیدیا،

محکوموں کی ہمدردی وغمخواری آپ کا نمایاں وصف تھا، جہاں حاکم رہے وہاں کی رعایا آپ کی ہمدردی کی گرویدہ رہی، شام کی رعایا آپ سے بہت خوش رہتی تھی' ایک مرتبہ

Marfat.com

حضرت عمرؓ نے دریافت کیا کہ شام والے تم سے اس قدر محبت کیوں کرتے ہیں کہا میں ان کی گلہ بانی کے ساتھ ان کی غمخواری بھی کرتا ہوں' آپ نے خوش ہو کر دس ہزار کی گران قدر رقم ان کو دینا چاہی' انہوں نے یہ کہہ کر لینے سے انکار کر دیا کہ میرے گھوڑوں اور غلاموں کی آمدنی میرے لیے کافی ہے' میں چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کا کام فی سبیل اللہ کروں' حضرت عمرؓ نے اصرار کیا کہ اس کو لے لو واپس نہ کرو ایک مرتبہ' آنحضرت ﷺ نے مجھ کو کچھ مال دیا تھا' میں نے بھی تمہاری طرح یہی جواب دے کر واپس کرنا چاہا تھا' تو آپ نے فرمایا کہ اگر بغیر سوال کے خدا دے تو اس کو لے لیا کرو کہ وہ اس کا عطیہ ہے،

ثمامہ بن اُثالؓ نے قریش کی اقتصادی امداد بحال کر دی

۶ ہجری میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت الی اللہ کا دائرہ وسیع کرنے کا عزم فرمایا تو عرب کے بادشاہوں کی طرف آٹھ خطوط لکھے اور انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ جن سربراہوں کو خطوط لکھے اُن میں ثُمامہ بن اُثالؓ کا نام بھی آتا ہے۔ بلاشبہ ثمامہ بن اثالؓ کا شمار زمانہ جاہلیت کے بارعب بادشاہوں میں ہوتا ہے اور یہ قبیلہ بنو حنیفہ کے قابل رشک سردار تھے اور یمامہ کے ایسے ہر دلعزیز و بارعب سربراہ تھے کہ جس کی کبھی بھی حکم عدولی نہ ہوتی تھی۔ زمانہ جاہلیت میں ثُمامہؓ کو جب نبی اکرم ﷺ کا خط ملا تو اس نے بڑی حقارت سے دیکھا اس کی سطوت ونخوت نے اُسے گھناؤنا جرم کرنے پر آمادہ کیا حق بات سننے کے لیے اس کے کان بہرے ہو گئے پھر اس پہ یہ جنون طاری ہوا کہ رسول ﷺ کو قتل کر دے اور آپ کے مشن کو ناکام بنا دے لیکن وہ اپنے اس منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے مناسب موقعہ کی تلاش میں رہا۔ ایک دفعہ اسے موقعہ ملا وہ دبے پاؤں حضور ﷺ سے تو اپنا ہاتھ روک لیا لیکن آپ کے صحابہ کرامؓ کو نقصان پہنچانے کے لیے کسی مناسب موقعہ کی تلاش میں رہا' ایک دفعہ ایسے ہوا کہ بہت سے صحابہ کرامؓ کا محاصرہ کر کے انہیں بے دریغ قتل کر دیا، یہ اندوہناک خبر سن کر نبی ﷺ نے عام اعلان فرما دیا کہ ثُمامہ جہاں کہیں ملے اسے قتل کر دیا جائے۔ اس دلخراش واقعہ کو گزرے ابھی چند دن ہی ہوئے تھے کہ ثُمامہ بن اثالؓ کے دل میں آیا کہ بیت اللہ کی زیارت کی جائے اس لیے وہ یمامہ سے

Marfat.com

سوئے مکہ معظمہ روانہ ہوئے،ان کی دلی تمنا تھی کہ طواف کعبہ کریں اور بیت اللہ میں رکھے گئے بتوں کے نام پر جانور ذبح کریں۔ جناب ثمامہؓ مدینہ منورہ کے قریب ابھی راستہ ہی میں تھے کہ ان کے ساتھ اچانک ایک ایسا حادثہ پیش آیا جو ان کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا ہوا یہ کہ رسول اللہ ﷺ کا ترتیب دیا ہوا مجاہدین اسلام کا ایک گروپ مدینہ منورہ کی نگرانی پر مامور تھا، مبادا کہ کوئی مدینہ منورہ پر رات کے وقت اچانک حملہ کردے‘ مجاہدین کا یہ گروپ گشت کررہا تھا کہ انہوں نے راستے میں جاتے ہوئے جناب ثمامہؓ کو گرفتار کرلیا، لیکن انہیں معلوم نہ تھا کہ یہ کون ہے! وہ انہیں پکڑ کر مدینہ لے آئے اور مسجد نبوی کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا مجاہدین نے سوچا کہ نبی ﷺ قیدی کو دیکھ لیں اور اسکے متعلق جو حکم فرمائیں اس کی تعمیل کی جائے۔

نبی علیہ الصلوۃ والسلام جب مسجد نبوی میں تشریف لائے‘ آپ نے دیکھا کہ ثمامہ بن اُثالؓ مسجد کے ایک ستون کے ساتھ بندھا ہوا ہے اسے اس حالت میں دیکھ کر آپ نے ارشاد فرمایا:

کیا جانتے ہو کہ تم نے کسے گرفتار کیا؟

سب نے کہا۔

یارسول اللہ ﷺ ہمیں تو علم نہیں۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

یہ تو ثمامہ بن اُثال ہے۔ اب اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا۔

پھر رسول اللہ ﷺ اپنے گھر تشریف لائے اور فرمایا:

گھر میں جو کھانا ہے وہ ثمامہ بن اثال کے لیے بھیج دیا جائے۔ پھر آپ نے حکم دیا کہ میری اونٹنی کا دودھ صبح وشام اسے پلایا جائے۔

آپ کے حکم کی فوراً تعمیل کی گئی پھر نبی علیہ الصلوۃ والسلام ثمامہ بن اُثال کی طرف متوجہ ہوئے تا کہ اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دیں آپ نے بڑے ہی مشفقانہ انداز میں دریافت کیا:

ثمامہؓ کیا رائے ہے؟

انہوں نے جواب دیا۔ بہتر ہے اگر آپ مجھے قتل کردیں تو یقیناً ایک ایسے شخص کو قتل کریں گے جس نے آپ کے صحابہؓ کا خون بہایا' اگر معاف فرمادیں تو ایک قدردان پر مہربانی ہوگی اور اگر مال چاہیے تو جس قدر فرمائیں مال آپ کی خدمت میں پیش کردیا جائے گا۔

رسول ﷺ تشریف لے گئے اور انہیں دو دن تک اسی حالت میں رہنے دیا لیکن کھانا پانی اور دودھ باقاعدگی سے انہیں ملتا رہا۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا:

ثمامہؓ کیا رائے ہے؟

انہوں نے کہا: بات تو وہی ہے جو میں پہلے عرض کرچکا ہوں۔

اگر آپ معاف فرمادیں تو ایک قدردان پر مہربانی کریں گے اور آپ قتل کریں تو ایک ایسے شخص کو قتل کریں گے جس کی گردن پر خون ہے اور اگر مال چاہیے تو آپ کی منشاء کے مطابق مال دیا جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو حکم دیا کہ اسے آزاد کردو۔

جناب ثمامہ آزاد ہونے کے بعد مسجد نبوی سے نکل کر ایک طرف چل دیئے مدینہ منورہ کی ایک جانب بقیع کے نزدیک ایک نخلستان تھا وہاں ایک مقام پر پانی بھی جمع تھا اپنی اونٹنی وہاں بٹھا کر خوب اچھی طرح غسل کیا اور واپس مسجد نبوی میں آکر سب لوگوں کے سامنے باآواز بلند کہا۔

اشهدان لااله الا الله واشهدان محمداعبدهٗ ورسوله

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

بعدازاں محبت بھرے انداز میں یوں گویا ہوئے میرے پیارے محمد ﷺ خدا کی قسم اسلام قبول کرنے سے پہلے روئے زمین پر مجھے آپکے چہرے سے زیادہ کوئی چہرہ برا نہ لگتا تھا لیکن آج میرے لیے کائنات میں تمام چہروں سے محبوب ترین چہرہ آپ کا ہی ہے۔

خدا کی قسم آج سے پہلے آپ کا شہر مجھے بہت برا معلوم ہوتا تھا اور اب میرے لیے تمام ادیان سے زیادہ محبوب دین آپ ہی کا ہے۔

خدا کی قسم آج سے پہلے آپ کا پیش کردہ دین مجھے بہت برا معلوم ہوتا تھا اور آج

Marfat.com

یہ مجھے تمام شہروں سے زیادہ محبوب دکھائی دیتا ہے۔

پھر اس کے بعد درد بھرے لہجے میں عرض کی۔

یارسول اللہ ﷺ مجھے انتہائی افسوس ہے کہ میں نے آپ کے صحابہؓ کا بے دریغ خون بہایا ہے بھلا میرے اس جرم کا مداوا کیسے ہوگا۔

یہ سن کر نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

ثمامہؓ آپ گھبرایئے نہیں اسلام پہلے سب گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور آپ نے اس خیر و برکت کی بشارت دی جو اللہ سبحانہ وتعالی نے اسلام قبول کرنے کی بدولت اس کے نصیب میں لکھ دی۔ یہ سن کر جناب ثمامہؓ کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا اور یوں کہنے لگے۔

خدا کی قسم میں نے اپنے زمانہ جاہلیت میں جس قدر مسلمانوں کو قتل کیا ہے اس سے دوگنا زیادہ مشرکین کو تہہ تیغ کروں گا اب میری جان' میری تلوار اور جو کچھ بھی میرے پاس ہے سب کچھ آپ کی اور آپ کے دین کی خدمت کے لیے وقف ہے۔

پھر عرض کی:

یارسول اللہ ﷺ مجھے اجازت ہو تو میں عمرہ ادا کر آؤں۔

نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

عمرہ ضرور ادا کریں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں آپ نے انہیں عمرہ ادا کرنے کا طریقہ بھی سمجھا دیا ہے

جناب ثمامہؓ اجازت ملنے کے بعد عمرہ ادا کرنے کے لیے روانہ ہو گئے مکہ معظمہ پہنچ کر آپ نے باآواز بلند یہ کلمات کہنے شروع کر دیئے۔

لبیک اللھم لبیک . لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمدو النعمۃ لک والملک . لاشریک لک

حاضر ہوں' الٰہی میں حاضر ہوں' حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں سب تعریفیں اور نعمتیں تیری ہیں اور حکومت بھی تیری' تیرا کوئی شریک نہیں۔

حضرت ثمامہؓ پہلے مسلمان ہیں جو مکہ معظمہ میں باآواز بلند تلبیہ کہتے ہوئے داخل ہوئے۔

Marfat.com

قریش نے اونچی آواز میں جب یہ کلمات سنے تو ان کے غصے کی کوئی انتہا نہ رہی سب لوگ تلواریں ہاتھوں میں لیے گھروں سے باہر نکل آئے تا کہ اس شخص کو گرفتار کرسکیں جس نے مکہ مکرمہ آ کر ان کے عقائد کے خلاف ببانگ دہل کلمات کہنے کی جرات کی جب قوم ثمامہؓ کے پاس پہنچی تو آپ نے ایک بار پھر اونچی آواز سے تلبیہ کے کلمات کہنے شروع کردیے اور بڑی شان وشوکت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کے سامنے سینہ تان کر کھڑے ہوگئے قریش میں ایک نوجوان نیزہ لے کر آگے بڑھا تا کہ آپ پر حملہ آور ہو لیکن دوسروں نے اس کے ہاتھ پکڑ لیے اور کہا:

ارے تم جانتے نہیں ہو یہ کون ہے؟

یہ تو یمامہ کا بادشاہ ثمامہ بن اُثال ہے۔ بخدا اگر تم نے اسے کوئی تکلیف دی تو اس کی قوم ہماری اقتصادی امداد بند کر دے گی اور ہم بھوکوں مر جائیں گے۔

قوم نے یہ سن کر اپنی تلواریں نیام میں ڈال لیں اور جناب ثمامہؓ سے محو گفتگو ہوئے اور کہنے لگے ثمامہؓ تجھے کیا ہوا۔

کیا تم بے دین ہو گئے ہو؟ کیا تم نے اپنے آباؤ اجداد کے دین کو چھوڑ دیا۔

آپ نے فرمایا:

میں بے دین نہیں ہوا بلکہ میں نے تو عمدہ دین کو اختیار کر لیا ہے۔

اور فرمایا: رب کعبہ کی قسم! اب سرزمین یمامہ میں سے اس وقت تک تمہارے لیے گندم کا ایک دانہ بھی نہیں آئے گا جب تک کہ تم میرے پیارے محمد ﷺ کی اطاعت اختیار نہ کر لو گے۔

حضرت ثمامہ اُثال رضی اللہ عنہ کے اس حکم کے بعد قریش کا عرصہ حیات تنگ ہونے لگا مہنگائی بڑھ گئی بھوک عام ہوگئی مصائب ومشکلات میں دن بدن اضافہ ہونے لگا یہاں کہ انہوں نے رسول اللہ علیہ وسلم کی طرف ایک خط میں لکھا جس میں یہ تحریر تھا۔

ہمارا تو خیال تھا کہ آپ صلہ رحمی فرمائیں گے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کریں گے لیکن آپ نے تو قطعی رحمی کی ایک مثال قائم کر دی ہمارے آباؤ اجداد کو تہ تیغ کیا

Marfat.com

اور ہماری اولاد کو بھوک سے مار دیا۔

آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ ثمامہؓ بن اثال نے ہماری اقتصادی امداد بند کر دی ہے ازراہ کرم اسے حکم دیں کہ وہ ہماری اقتصادی امداد بحال کر دے اور اشیائے خوردنی ہمیں بھیجنا شروع کر دے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جناب ثمامہؓ کو خط لکھا کہ قریش کی اقتصادی امداد بحال کر دیں تو انہوں نے آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے قریش کی اقتصادی امداد بحال کر دی۔

ایک عورت اور سہل بن حنیفؓ کا واقعہ

رات کے اندھیرے میں حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ مکہ سے روانہ ہوئے اور صبح کی روشنی ہونے سے پہلے مدینہ منورہ پہنچنے کا عزم کیا تا کہ رسالت مآب ﷺ کے ساتھ مل جائیں۔ قباء میں ایک دو راتیں قیام کرنے کے دوران آپ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ کوئی آدمی رات کے وقت ایک مسلمان عورت کے پاس آتا ہے' گھر کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے' عورت باہر آتی ہے تو وہ اس کو کچھ دیتا ہے اور عورت وہ چیز لے لیتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس عورت کے متعلق شک ہوا' اس سے پوچھا:

اے خدا کی بندی! یہ آدمی کون ہے جو ہر شب تیرے گھر کے دروازے پر آ کر دستک دیتا ہے اور تو باہر نکلتی ہے اور وہ پھر تجھے کچھ دے کر چلا جاتا ہے' میں اس آدمی کو نہیں جانتا لیکن تم تو ایک مسلمان عورت ہو اور تمہارا خاوند بھی نہیں ہے؟ اس عورت نے کہا کہ وہ سہل بن حنیف بن واہب رضی اللہ عنہ ہیں۔ انہیں علم ہے کہ میں ایک ایسی عورت ہوں کہ میرا اور کوئی نہیں' وہ رات کو اپنی قوم کے (لکڑی) کے بتوں کو توڑ کر لکڑیاں مجھے دے جاتا ہے تا کہ میں ان کو جلا کر کھانا پکا سکوں۔

ابو عبیدہؓ بن الجراحؓ کا ذمیوں کے ساتھ حسن سلوک

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مسند نشینی کے بعد ۱۳ھ میں ملک شام پر کئی طرف سے

Marfat.com

لشکر کشی کا اہتمام کیا، حضرت ابو عبیدہؓ کو حمص پر یزید بن ابی سفیان کو دمشق پر شرجیل کو اردن پر عمرو بن العاصؓ کو فلسطین پر مامور کیا اور ہدایت کی کہ جب سب ایک جگہ مجتمع ہو جائیں تو ابو عبیدہؓ سپہ سالار عام ہوں گے۔

حضرت ابو عبیدہؓ جب عرب کی سرحد سے باہر نکلے تو کثیر التعداد رومی فوجوں کا سامنا ہوا یہ دیکھ کر انہوں نے تمام اسلامی فوجوں کو یکجا کر لیا، اور دربار خلافت سے مزید کمک طلب کی، چنانچہ حضرت خالد بن ولیدؓ جو عراق کی مہم پر مامور تھے، دربار خلافت کے حکم سے راہ میں چھوٹی چھوٹی لڑائیاں لڑتے ہوئے شامی فوج سے آکر مل گئے اور متحدہ فوج نے بصریٰ فحل اور اجنادین کو فتح کر کے دمشق کا محاصرہ کر لیا،

دمشق کا محاصرہ جاری تھا کہ خلیفہ اول نے داعی اجل کو لبیک کہا اور فاروق اعظمؓ کی ابتدائی حکومت میں خالد بن ولیدؓ بیدار مغزی اور حسن تدبیر کے ساتھ فصیل پھاند گئے، اور شہر میں داخل ہو کر دروازے کھول دیئے، حضرت ابو عبیدہؓ اپنی فوج کے ساتھ تیار کھڑے تھے، فوراً اندر گھس گئے، عیسائیوں نے یہ رنگ دیکھا تو مصلحت اندیشی کے ساتھ اسلامی سپہ سالار اعظم سے مصالحت کر لی، حضرت خالدؓ کو خبر نہ تھی' وہ شہر کے دوسرے حصہ میں سرگرم پیکار تھے، عیسائی آکر ملتجی ہوئی کہ ہم کو خالدؓ سے بچایئے اوسط بازار میں دونوں آدمیوں کا سامنا ہوا، حضرت ابو عبیدہؓ نے صلح کر لی، اور مفتوحہ حصہ کو بھی صلح میں رکھا اور اس پر صلح کے شرائط جاری کیے۔

دمشق فتح کر کے اسلامی فوجیں آگے بڑھیں' اور مقام فحل میں خیمہ افگن ہوئیں، رومیوں کا پڑاؤ فحل کے سامنے مقام ہیسان میں تھا، انہوں نے حضرت ابو عبیدہؓ کے پاس مصالحت کا پیام بھیجا اور گفت و شنید کے لئے ایک سفیر بلایا، چنانچہ حضرت معاذؓ بن جبل اس عہدہ پر مامور ہوئے لیکن یہ سفارت بے نتیجہ رہی اور رومیوں نے براہ راست حضرت ابو عبیدہؓ سے گفتگو کرنے کے لئے قاصد بھیجا' جس وقت وہ پہنچا تو یہ دیکھ کر متحیر رہ گیا کہ یہاں ہر ایک ادنیٰ و اعلیٰ ایک ہی رنگ میں ڈوبا ہوا ہے اور افسری اور ماتحتی کی کوئی تمیز نظر نہیں آتی۔

(سیر الصحابہ جلد دوم حصہ مہاجرین صفحہ ۱۶۹).

امین امت کی خاکساری اور تواضع کا اس سے اندازہ ہوگا کہ انہوں نے باوجود

Marfat.com

سپہ سالار اعظم ہونے کے جاہ وحشم سے کبھی سروکار نہ رکھا، رومی سفراء جب کبھی اسلامی لشکرگاہ میں آئے تو انہیں ہمیشہ سردار فوج کی شناخت میں دقت پیش آئی، ایک دفعہ ایک رومی قاصد آیا، وہ یہ دیکھ کر متحیر ہوگیا کہ یہاں سب ایک ہی رنگ میں ڈوبے ہوئے ہیں، بالآخر اس نے گھبرا کر پوچھا تھا...... سردار کون ہے؟ لوگوں نے حضرت ابوعبیدہؓ کی طرف اشارہ کیا، دیکھا تو ایک نہایت معمولی وضع قطع کا عرب فرش خاک پر بیٹھا ہے،

مساوات اسلامی کا حد درجہ خیال تھا، ان کے لشکرگاہ میں ایک معمولی مسلمان سپاہی کو بھی وہی عزت حاصل تھی جو ایک بڑے سے بڑے سرار کو ہوسکتی ہے ایک دفعہ ایک مسلمان نے غنیمکے ایک سپاہی کو پناہ دی، حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ نے اس کے تسلیم کرنے سے انکار کردیا، لیکن سپہ سالار اعظم حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح نے فرمایا "ہم اس کو پناہ دیتے ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک مسلمان سب کی طرف سے پناہ دے سکتا ہے۔ (مسند احمد ج اصفحہ ۱۹۵)

حضرت ابوعبیدہؓ کا خلق وترحم تمام خلق اللہ کے لیے عام تھا، شام میں ان کی شفقت اور رعایا پروری نے عیسائیوں کو بھی مرہون منت بنا رکھا تھا، وہاں عیسائیوں کو نماز کے وقت ناقوس بجانے کی اور عام گذرگاہوں میں صلیب نکالنے کی سخت ممانعت تھی، لیکن انہوں نے عرضی پیش کی کہ کم سے کم سال میں ایک دفعہ عید کے روز صلیب نکالنے کی اجازت دی جائے، حضرت ابوعبیدہؓ نے خوشی کے ساتھ یہ درخواست منظور کرلی اس رواداری کا یہ اثر ہوا کہ شامی خود اپنے ہم مذہب رومیوں کے دشمن ہوگئے اور خوشی کے ساتھ جاسوسی اور خبر رسانی کے فرائض انجام دینے لگے۔ (سیر الصحابہ ج ۲ صفحہ ۱۸۰)

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

حضرت نمران بن نمر ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ لشکر میں چلے جارہے تھے فرمانے لگے بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اپنے کپڑوں کو تو خوب اُجلا اور سفید کررہے ہیں لیکن اپنے دین کو میلا کررہے ہیں یعنی دین کا نقصان کر کے دُنیا اور ظاہری شان وشوکت حاصل کررہے ہیں غور سے سنو! بہت سے لوگ دیکھنے میں تو اپنے نفس

Marfat.com

کا اکرام کرنے والے ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ اپنے نفس کی بے عزتی کرنے والے ہوتے ہیں پرانے گناہوں کو نئی نیکیوں کے ذریعے سے ختم کرو، اگر تم میں سے کوئی اتنے گناہ کرلے جس سے زمین آسمان کے درمیان کا خلاء بھر جائے اور پھر وہ ایک نیکی کرلے تو یہ نیکی ان سب گناہوں پر غالب آجائے گی۔

حضرت سعید بن ابی سعید مقبری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی قبر اُردن میں ہے جب وہ طاعون میں مبتلا ہوئے تو وہاں جتنے مسلمان تھے ان سب کو بلا کر فرمایا میں تمہیں وصیت کرنے لگا ہوں اگر تم اسے قبول کرو گے تو ہمیشہ خیر سے رہو گے نماز کو قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو، صدقہ خیرات دو، حج اور عمرہ کرتے رہو، ایک دوسرے کو وصیت کرو، اپنے امیروں کی خیر خواہی کرو، ان کو دھوکہ نہ دو اور دُنیا تمہیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کرنے پائے، اگر کسی آدمی کو ہزار برس کی زندگی بھی مل جائے تو آخر اسے اسی جگہ جانا ہوگا جہاں آج تم مجھے جاتا ہوا دیکھ رہے ہو اللہ تعالیٰ نے تمام بنی آدم پر موت کو لکھ دیا ہے لہٰذا ان سب کو مرنا ہے اور ان میں سب سے زیادہ عقلمند وہ ہے جو اپنے رب کی سب سے زیادہ اطاعت کرنے والا اور اپنی آخرت کے لئے سب سے زیادہ عمل کرنے والا ہے والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اے معاذ بن جبل آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں اور پھر حضرت ابوعبیدہ کا انتقال ہوگیا، پھر حضرت معاذؓ نے لوگوں میں کھڑے ہو کر فرمایا اے لوگو! تم اللہ کے سامنے اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرلو کیونکہ جو بندہ بھی گناہوں سے توبہ کرکے اللہ کے سامنے حاضر ہوگا تو اس کا اللہ پر یہ حق ہوگا کہ اللہ اسکے سارے گناہ معاف کردے لیکن اُس توبہ سے قرض معاف نہیں ہوگا وہ تو ادا ہی کرنا ہوگا کیونکہ بندہ اپنے قرضہ کے بدلے میں گروی رکھ دیا جائے گا تم میں سے جس نے اپنے بھائی کو چھوڑا ہوا ہے اُسے چاہئے کہ وہ خود جا کر اپنے بھائی سے ملاقات کرے اور اس سے مصافحہ کرے کسی مسلمان کو اپنا بھائی تین دن سے زیادہ نہیں چھوڑنا چاہئے کیونکہ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

(حیاۃ الصحابہ سوم)

حضرت مالک الدار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے چار سو دینار لے کر ایک تھیلی میں ڈالے اور غلام سے کہا یہ حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کے

Marfat.com

پاس لے جاؤ اور انہیں دینے کے بعد گھر میں تھوڑی دیر کے لئے کسی کام میں مشغول ہو کر دیکھنا کہ وہ ان دیناروں کا کیا کرتے ہیں چنانچہ وہ غلام اس تھیلی کو ان کے پاس لے گیا اور ان سے عرض کیا کہ امیر المومنین آپ سے فرما رہے ہیں کہ آپ یہ دینار اپنی ضرورت پر خرچ کر لیں حضرت ابوعبیدہؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ انہیں اس کا صلہ عطا فرمائے اور ان پر رحم فرمائے پھر فرمایا اے باندی ادھر آؤ۔ یہ سات دینار فلاں کے پاس لے جاؤ، یہ پانچ دینار فلاں کے پاس اور پانچ دینار فلاں کے پاس لے جاؤ۔ اس طرح انہوں نے سارے دینار ختم کر دیئے اس غلام نے واپس آ کر حضرت عمرؓ کو ساری بات بتائی۔ حضرت عمرؓ نے اتنے ہی دینار تیار کر کے حضرت معاذ بن جبل کے لئے رکھے ہوئے تھے تو حضرت عمرؓ نے اس غلام سے فرمایا یہ دینار حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس لے جاؤ اور انہیں دینے کے بعد گھر میں کسی کام میں مشغول ہو جانا اور دیکھنا کہ وہ ان دیناروں کا کیا کرتے ہیں چنانچہ وہ غلام دینار لے کر حضرت معاذؓ کی خدمت میں گیا اور ان سے عرض کیا کہ امیر المومنین فرما رہے ہیں کہ آپ یہ دینار اپنی ضرورت میں خرچ کر لیں حضرت معاذؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور انہیں اس کا صلہ عطا فرمائے۔ پھر فرمایا اے باندی ادھر آؤ! فلاں کے گھر میں اتنے لے جاؤ، فلاں کے گھر میں اتنے اور فلاں کے گھر میں اتنے اتنے میں ان کی بیوی آ گئی اور انہوں نے کہا اللہ کی قسم! ہم بھی مسکین ہیں ہمیں بھی کچھ دیں تھیلی میں صرف دو دینار بچے ہوئے تھے۔ حضرت معاذؓ نے وہ دو دینار ان کی طرف لڑھکائے غلام نے واپس آ کر حضرت معاذؓ کی تقسیم کا سارا قصہ سنایا اس سے حضرت عمرؓ بہت خوش ہوئے اور فرمایا یہ سب آپس میں بھائی بھائی ہیں اور دوسروں پر سارا مال خرچ کرنے میں یہ سب ایک جیسے مزاج کے ہیں۔

حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا اپنی اپنی تمنا کا اظہار کرو۔ ایک صاحب نے کہا میری تمنا یہ ہے کہ گھر درہموں سے بھر جائے اور میں ان سب کو اللہ کے راستہ میں خرچ کر دوں حضرت عمرؓ نے پھر فرمایا اپنی اپنی تمنا کا اظہار کرو، تو دوسرے صاحب نے کہا میری دلی تمنا یہ ہے کہ یہ گھر سونے سے بھرا ہوا مجھے مل جائے اور میں اسے اللہ کے راستہ میں خرچ کر دوں حضرت عمرؓ نے پھر فرمایا اپنی اپنی تمنا کا اظہار کرو۔ اس پر تیسرے صاحب نے کہا میری دلی تمنا یہ ہے کہ گھر

Marfat.com

جواہرات سے بھرا ہوا ہو اور میں ان سب کو اللہ کے راستہ میں خرچ کر دوں حضرت عمرؓ نے پھر فرمایا کہ اپنی اپنی تمنا کا اظہار کرو۔ لوگوں نے کہا اتنی بڑی تمناؤں کے بعد اور تمنا کیا ہو سکتی ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا میری دلی تمنا یہ ہے کہ یہ گھر حضرت ابو عبید بن جراحؓ، حضرت معاذ بن جبل، حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہم جیسے آدمیوں سے بھرا ہوا ہو اور میں انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے مختلف کاموں میں استعمال کروں (کام کے آدمیون کی زیادہ ضرورت ہے) پھر حضرت عمرؓ نے ان سب لوگوں کی موجودگی میں) کچھ مال حضرت حذیفہؓ کے پاس وہ مال پہنچا تو انہوں نے اسے تقسیم کر دیا۔ پھر حضرت معاذ بن جبلؓ کے پاس کچھ مال بھیجا انہوں نے بھی اسے تقسیم کر دیا حضرت ابو عبیدہؓ کے پاس کچھ مال بھیجا اور (لے جانے والے سے) فرمایا دیکھنا وہ کیا کرتے ہیں (انہوں نے بھی سارا تقسیم کر دیا) پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا میں نے تم سے کہہ دیا تھا (کہ یہ تینوں کام کے آدمی ہیں اور ان کی ایک خوبی یہ ہے کہ مال دوسروں پر خرچ کرتے ہیں۔ (تاریخ صغیر از امام بخاریؒ صفحہ ۲۹، حیاۃ الصحابہ دوم)

عبدالرحمان بن عوفؓ کا دریائے جود وسخا

ایک دن حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کا سات سو اونٹوں پر مشتمل تجارتی قافلہ مدینہ طیبہ میں داخل ہوا، سب اونٹنیاں ساز و سامان سے لدی ہوئی تھیں جب یہ قافلہ وہاں پہنچا تو زمین تھرتھرانے لگی، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا، آج یہ تھرتھراہٹ کیسی ہے۔ آپ کو بتایا گیا کہ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ کا سات سو اونٹنیوں پر مشتمل تجارتی قافلہ آرہا ہے۔

یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بہت خوش ہوئیں اور بارگاہ الٰہی میں دُعا کی۔

الٰہی! جو کچھ تو نے انہیں دنیا میں دیا ہے اس میں برکت عطا فرما اور آخرت میں اس سے بڑھ کر اجر و ثواب سے نوازنا۔

پھر کہنے لگیں کہ میں نے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے۔

''عبدالرحمان بن عوف جنت میں خوشی سے اچھلتے ہوئے داخل ہوگا۔''

Marfat.com

پہلے اس سے کہ تجارتی قافلہ پڑاؤ کرتا ایک شخص نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ کو جنت کی بشارت دی، جب آپ نے یہ بشارت سنی تو خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی، دوڑتے ہوئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے اور عرض کی: اماجان! کیا آپ نے میرے لئے جنت کی بشارت کے کلمات رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے خود سُنے ہیں۔

فرمایا: ہاں یہ سن کر کچھ نہ پوچھے کہ ان کی خوشی کا کیا عالم تھا۔

فرمانے لگے: اماں جان گواہ رہنا، میں اس خوشی میں سات سو اونٹنیوں پر مشتمل اپنا تجارتی قافلہ مع تمام ساز وسامان کے اللہ کی راہ میں پیش کرتا ہوں۔

جس دن سے حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کو جنت کی بشارت ملی اس دن سے اور زیادہ حوصلے کے ساتھ راہ خدا میں دونوں ہاتھوں سے بے دریغ دائیں بائیں خفیہ واعلانیہ خرچ کرنے لگے، یہاں تک کہ چالیس ہزار دینار اور چالیس ہزار درہم اللہ کی راہ میں صرف کردیئے۔

ایک دفعہ مجاہدین اسلام کے لئے پانچ سو تربیت یافتہ جنگی گھوڑے اور ایک دوسرے موقعے پر ایک ہزار پانچ سو عربی النسل اصیل گھوڑے مجاہدین کے لئے خریدے' وفات سے چند روز پہلے تمام غلام آزاد کردیئے، اور یہ وصیت لکھوائی کہ اہل بدر میں سے جو صحابہ بھی زندہ ہوں ان میں سے ہر ایک کو چار سو دینار میرے مال میں سے دے دیئے جائیں، جن بدری صحابہ کرامؓ نے وصیت کے مطابق رقم وصول کی ان کی تعداد تقریباً ایک سو تھی اور وصیت میں یہ بھی لکھوایا کہ امہات المومنین میں سے ہر ایک کو میری جائیداد میں سے وافر مقدار میں حصہ دیا جائے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اکثر ان کے حق میں یہ دُعا کرتیں۔

الٰہی! عبدالرحمان بن عوفؓ کو جنت کے ٹھنڈے میٹھے چشمے سلسبیل سے پانی پلانا۔"

وصیت کے مطابق مال تقسیم کرنے کے بعد بھی ورثاء کے لئے بھی بہت سا مال باقی بچ گیا، انہوں نے ورثے میں ایک ہزار اونٹ، چار سو گھوڑے، تین ہزار بکریاں اور سوگواروں میں سونا اور چاندی تقسیم کرنے کے لئے سونے اور چاندی کی ڈلیوں کو کلہاڑیوں

Marfat.com

سے کاٹنا پڑا جس سے کاٹنے والوں کے ہاتھ زخمی ہو گئے یہ سب کچھ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دُعا کا اثر تھا جو آپ نے ان کے مال و متاع میں خیر و برکت کے لئے کی تھی۔

(حیات صحابہؓ کے درخشاں پہلو صفحہ ۱۰۵)

مکہ کی فوج کشی میں بھی شریک تھے اس کے زیرنگین ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو قبیلہ ابنو جذیمہ کے پاس جو اطراف مکہ میں مسکن گزین تھا دعوت اسلام کے لئے بھیجا، انہوں نے غلطی سے قتل و خون ریزی کا بازار گرم کر دیا، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو نہایت متاسف ہوئے اور ہاتھ اٹھا کر بارگاہ رب العالمین میں تین دفعہ اپنی برائت ظاہر کی خدایا! خالدؓ نے جو کچھ کیا میں اس سے بری ہوں۔"

حضرت عبدالرحمٰنؓ کے خاندان اور قبیلہ بنو جذیمہ میں گو قدیم زمانہ سے عداوت چلی آتی تھی، یہاں تک کہ ان کے والد عوف کو اس قبیلہ کے ایک آدمی نے قتل کیا تھا، تاہم اخوت اسلامی نے اس دیرینہ عداوت کو بھی محو کر دیا، چنانچہ اس خونریزی سے بیزار ہو کر حضرت خالد بن ولیدؓ سے کہا "افسوس تم نے اسلام میں جاہلیت کا بدلہ لیا" انہوں نے جواب دیا "میں نے تمہارے باپ کے قاتل کو مارا" حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا "بیشک تم نے میرے باپ کے قاتل کو مارا لیکن درحقیقت یہ فاکہ بن مغیرہ کا انتقام تھا، جو تمہارا چچا تھا اس کے بعد دونوں میں نہایت گرم گفتگو ہوئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو حضرت خالدؓ سے ارشاد ہوا بس خالد! میرے اصحاب کو چھوڑ، اگر تو راہ خدا میں کوہ اُحد کے برابر بھی سونا صرف کرے گا تب بھی ان کے برابر نہ ہو گا۔"

حضرت ابو درداءؓ کا دل درد آشنا

حضرت عبدالرحمٰن بن جبیر بن نصیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا آپ مجھے کوئی ایسی بات سکھا دیں جس سے اللہ مجھے نفع دے فرمایا ایک نہیں دو، تین، چار بلکہ پانچ باتیں سکھانے کو تیار ہوں جن پر عمل کرنے والے کو اللہ تعالیٰ بلند درجے عطا فرمائیں گے پھر فرمایا صرف پاکیزہ روزی کھاؤ اور

Marfat.com

صرف پاکیزہ مال کماؤ اور صرف پاکیزہ روزی گھر میں لاؤ اور اللہ سے یہ مانگو کہ وہ تمہیں ایک دن میں ایک دن کی روزی عطا فرمائے اور جب تم صبح اُٹھو تو اپنے آپ کو مردوں میں شمار کرو گویا کہ تم ان میں جا ملے ہو، اپنی آبرو کو اللہ کی خاطر قربان کر دو لہٰذا جو تمہیں بُرا بھلا کہے یا گالی دے یا تم سے لڑے تم اُسے اللہ کے لئے چھوڑ دو اور جب تم سے کوئی برا کام ہو جائے تو فوراً اللہ سے استغفار کرو۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا تین کام ایسے ہیں جن کو کرنے سے ابن آدم کے سارے کام قابو میں آ جائیں گے تم اپنی مصیبت کا کسی سے شکوہ نہ کرو اور اپنی بیاری کسی کو مت بتاؤ اور اپنی زبان سے اپنی خوبیاں بیان نہ کرو اور اپنے آپ کو مقدس اور پاکیزہ نہ سمجھو۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا مظلوم کی اور یتیم کی بددُعا سے بچو کیونکہ ان دونوں کی بددُعا رات کو اللہ کی طرف چلتی ہے جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوتے ہیں ایک روایت میں یہ ہے کہ مجھے لوگوں میں اس پر ظلم کرنا سب سے زیادہ مبغوض ہے جو بالکل بے بس اور بے کس ہو اور اللہ کے علاوہ کسی اور سے میرے خلاف مدد نہ لے سکے۔

حضرت معمر رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک ساتھی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے حضرت سلمان کو خط میں یہ لکھا کہ اے میرے بھائی! اپنی صحت اور فراغت کو اس بلاء کے آنے سے پہلے غنیمت سمجھ جس کو تمام بندے مل کر ٹال نہیں سکتے (اس بلاء سے مراد موت ہے) اور مصیبت زدہ کی دُعا کو غنیمت سمجھو اور اے میرے بھائی! مسجد تمہارا گھر ہونا چاہئے یعنی مسجد میں زیادہ وقت اعمال میں گذرے کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مسجد ہر متقی کا گھر ہے اور مسجد جن لوگوں کا گھر ہوگی ان کے لئے اللہ نے یہ ذمہ داری لے رکھی ہے کہ انہیں خوشی اور راحت نصیب ہوگی اور وہ پل صراط کو پار کر کے اللہ کی رضامندی حاصل کریں گے اور اے میرے بھائی! یتیم پر رحم کرو اسے اپنے قریب کرو اور اسے اپنے کھانے میں سے کھلاؤ کیونکہ ایک مرتبہ ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے دل کی سختی کی شکایت کی تو حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ تمہارا دل نرم ہو جائے اس نے کہا جی ہاں حضور ﷺ نے فرمایا

Marfat.com

یتیم کو اپنے سے قریب کرو اس کے سر پر ہاتھ پھیرو اور اسے اپنے کھانے میں سے کھلاؤ اس سے تمہارا دل نرم ہو جائے گا اور تمہاری ہر ضرورت پوری ہو گی اور اے میرے بھائی! اتنا جمع نہ کرو جس کا تم شکر ادا نہ کر سکو کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ دنیا والا انسان جس نے اس دنیا کے خرچ کرنے میں اللہ کی اطاعت کی تھی اسے قیامت کے دن اس حال میں لایا جائے گا کہ وہ آگے آگے ہو گا اور اس کا مال پیچھے ہو گا وہ جب بھی پل صراط پر لڑکھڑائے گا تو اس کا مال اُسے کہے گا تم بے فکر ہو کر چلتے رہو (تم جہنم میں نہیں گر سکتے کیونکہ) مال کا جو حق تمہارے ذمہ تھا وہ تم نے ادا کیا تھا پھر حضور ﷺ نے فرمایا جس آدمی نے اس دُنیا کے بارے میں اللہ کی اطاعت نہیں کی تھی اُسے اس حال میں لایا جائے گا کہ اس کا مال اس کے کندھوں کے درمیان ہو گا اور اس کا مال اسے ٹھوکر مار کر کہے گا تیرا ناس ہو اتو نے میرے بارے میں اللہ کے حکم پر عمل کیوں نہیں کیا؟ یہ مال اس کے ساتھ بار بار ایسے ہی کرتا رہے گا یہاں تک کہ وہ ہلاکت کو پکارنے لگے گا۔

آپ کا مزاج فطرۃ سادہ تھا، مسجد دمشق میں خود اپنے ہاتھ سے درخت لگاتے تھے، لوگ دیکھتے تو تعجب کرتے کہ آغوش پروردہ نبوت اور امام حلقہ مسجد ہو کر اپنے ہاتھ سے ایسے چھوٹے چھوٹے کام کرتے ہیں لیکن ان کو اس کی کچھ پروانہ تھی، ایک شخص نے ان کو اس حالت میں دیکھا تو بڑے تعجب سے پوچھا کہ آپ خود یہ کام کرتے ہیں؟ حضرت ابو درداءؓ نے اس کے تعجب کو ان الفاظ سے زائل کیا کہ اس میں بڑا ثواب ہے۔

بڑے فیاض اور مہمان نواز تھے، تنگدستی کے باوجود مہمانوں کی خدمت گذاری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے تھے، اکثر ان کے ہاں لوگ ٹھہرا کرتے تھے، جب کوئی مہمان آتا حضرت ابو درداءؓ دریافت کراتے کہ قیام کرنے کا ارادہ ہے یا جانے کا' جانے کا قصد ہوتا تو مناسب زادراہ بھی ساتھ کر دیتے تھے۔

بعض لوگ ہفتوں قیام کرتے، حضرت سلمان فارسی جب شام آتے تو انہی کے ہاں قیام فرماتے دل کے نرم تھے، ایک دن کسی طرف جا رہے تھے کہ دیکھا کہ ایک شخص کو لوگ گالی دے رہے ہیں پوچھا تو معلوم ہوا کہ اس نے کوئی گناہ کیا تھا، حضرت ابو درداءؓ نے کہا کہ ایک شخص کنوئیں میں گرے تو اس کو نکالنا چاہئے گالی دینے سے کیا فائدہ؟ اسی کو

Marfat.com

غنیمت سمجھو کہ تم اس سے محفوظ رہے، لوگوں نے عرض کی کہ آپ اس شخص کو برا نہیں جانتے؟ فرمایا اس شخص میں طبعاً تو کوئی برائی نہیں البتہ اس کا یہ عمل برا ہے جب چھوڑ دے گا تو پھر میرا بھائی ہے۔ (سیر الصحابہ بحوالہ اسد الغابہ ج ۴ صفحہ ۱۶۰)

ابوایوب انصاریؓ کا فہم وذکاء

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے مسجد کی طرف جارہے تھے دھوپ بہت تیز تھی۔ راستے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے آپ سے دریافت کیا حضرت آپ اس وقت یہاں کیسے' فرمانے لگے مجھے اس وقت بہت زیادہ بھوک لگی ہوئی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی فرمایا:

بخدا میں بھی اسی بھوک کی وجہ سے گھر سے نکل آیا ہوں۔ دونوں یہی باتیں کر رہے تھے کہ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ادھر آ نکلے۔

آپ نے دریافت فرمایا:

آپ دنوں اس وقت یہاں کیسے کھڑے ہو؟

دونوں نے بیک زباں عرض کی۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھوک بہت زیادہ لگی ہوئی ہے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ میں بھی بھوک کی وجہ سے گھر سے نکلا ہوں پھر آپ نے فرمایا میرے ساتھ آؤ اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان دونوں کو اپنے ہمراہ لے کر حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کی طرف روانہ ہوگئے۔

حضرت ابوایوبؓ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے روزانہ کھانا محفوظ رکھتے تھے۔ جب آپ تشریف نہ لاتے تو وہ اہل خانہ کو کھلا دیا جاتا۔

جب دروازے پر پہنچے تو ام ایوب رضی اللہ عنہا نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور

Marfat.com

آپ کے ساتھیوں کو خوش آمدید کہا۔

آپ نے دریافت فرمایا: کہ ابوایوبؓ کہاں ہے اور وہ گھر کے قریب ہی نخلستان میں مصروف عمل تھے۔ وہیں پہ انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آواز سنی تو دوڑتے ہوئے آئے سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو خوش آمدید کہا اور عرض کی، حضور خیر تو تھی آج آپ اس وقت میرے غریب خانہ پر تشریف نہ لائے جس وقت روزانہ تشریف لایا کرتے تھے۔

آپ نے فرمایا ہاں سچ ہے آج کچھ تاخیر ہوگئی۔

پھر حضرت ابوایوبؓ جلدی سے نخلستان کی طرف گئے اور کھجور کی ایک ٹہنی کاٹ لائے جس کے ساتھ خشک اور تر کھجوریں لگی ہوئی تھیں۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا آپ نے یہ ٹہنی کیوں کاٹی آپ صرف خشک کھجوریں چن لاتے۔

انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا یہ جی چاہتا ہے کہ آپ ہر طرح کی کھجوریں تناول فرمائیں ابھی میں آپ کے لئے ایک جانور بھی ذبح کرتا ہوں۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

دیکھئے دودھ دینے والا جانور ذبح نہ کرنا۔

حضرت ابوایوبؓ نے بکری کا ایک بچہ پکڑا اور اسے ذبح کر دیا پھر اپنی بیوی سے کہا کہ جلدی جلدی کھانا تیار کرو بیوی روٹی پکانے میں مصروف ہوگئی اور خود نصف گوشت کا سالن پکایا اور نصف گوشت خشک بھون کر تیار کیا جب کھانا تیار ہوگیا تو نبی علیہ اصلوٰۃ والسلام اور آپ کے ساتھیوں کے سامنے لگا دیا گیا، سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوشت کا ایک ٹکڑا لیا اور روٹی پر رکھ کر ارشاد فرمایا:

ابوایوبؓ یہ میری بیٹی فاطمہؓ کے پاس لے جاؤ کئی دن سے اُسے اس طرح کا کھانا نصیب نہیں ہوا پھر سب نے مل کر کھانا تناول کیا۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے سامنے یہ نعمتیں دیکھ کر ارشاد فرمایا: روٹی، گوشت، خشک اور پکی کھجوریں یہ الفاظ کہے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور

Marfat.com

گویا ہوئے خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہی تو وہ نعمتیں ہیں جن کے متعلق قیامت کے دن تم سے پوچھا جائے جب تمہیں اس قسم کی کوئی نعمت ملے تو کھاتے وقت بسم اللہ کہو اور جب کھا چکو تو ان الفاظ سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ الحمد للہ الذی ھو اشبعنا وانعم علینا فافضل ستائش ہے اس اللہ کی جس نے ہمیں سیر کیا اور ہم پہ اپنا انعام وفضل کیا۔

بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ایوبؓ سے ارشاد فرمایا:

کل ہمارے پاس آنا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ جب بھی کوئی شخص آپ سے حسن سلوک سے پیش آتا تو آپ بھی اس کا بہتر بدلہ دیتے لیکن حضرت ابو ایوبؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سنائی نہ دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کو یہ حکم دے رہے ہیں کہ کل تم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنا ہو گا۔ تو حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سر آنکھوں پر دوسرے دن حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ نے انہیں ایک نوعمر لونڈی دی اور فرمایا:

ابو ایوبؓ اس سے بہتر سلوک کرنا کیونکہ جب سے یہ ہمارے پاس ہے ہم نے اسے نہایت ہی نیک اور فرمانبردار پایا ہے۔

جب حضرت ابو ایوبؓ واپس گھر تشریف لائے تو اُن کے ساتھ وہ لونڈی بھی تھی جب اُسے آپ کی بیوی اُم ایوب نے دیکھا تو دریافت کیا؟ ابو ایوب یہ کون ہے؟ آپ نے بتایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بہ طور تحفہ عنایت کی ہے تو وہ بولیں! تحفہ عنایت کرنے والے کتنے عظیم ہیں اور تحفہ کتنا عمدہ ہے۔

انہوں نے یہ بھی بتایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس کے ساتھ بہتر سلوک کرنے کی تلقین کی ہے۔ بیوی نے دریافت کیا کہ ہم کیا کریں اور کس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت پر عمل کریں؟ آپ نے فرمایا۔

میرے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت پر اسی صورت میں عمل ہو سکتا ہے کہ ہم اسے آزاد کر دیں۔

Marfat.com

وہ فوراً بولیں۔آپ نے بالکل درست سوچا خدا تعالیٰ آپ کو توفیق عطا فرمائے پھر اسے آزاد کر دیا گیا۔ (حیات صحابہؓ کے درخشاں نمبر ۳)

حضرت طلحہؓ کی سخاوت وعطاء

حضرت طلحہؓ اقلیم سخاوت کے بادشاہ تھے،فقراء ومساکین کے لئے ان کا دروازہ کھلا رہتا تھا،ایس ابن ابی حازم کا بیان ہے کہ میں نے طلحہؓ سے زیادہ کسی کو بے طلب کی بخشش میں پیش پیش نہ دیکھا۔

غزوہ ذی القرو میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجاہدین کے ساتھ پانی کے ایک چشمہ پر گذرے جس کا نام بیسان مالح تھا،حضرت طلحہؓ نے اس کو خرید کر وقف کر دیا،اسی طرح غزوہ ذی العرہ میں تمام مجاہدین کی دعوت کی،غزوہ تبوک کے موقع پر جب کہ عموماً تمام مسلمان افلاس وناداری کی مصیبت اور فلاکت میں مبتلا تھے انہوں نے مصارف جنگ کے لئے ایک گرانقدر رقم پیش کی اور دربار رسالت سے فیاض کا خطاب حاصل کیا،

حضرت طلحہؓ بنو تمیم کے تمام محتاج وتنگدست خاندانوں کی کفالت کرتے تھے، لڑکیوں اور بیوہ عورتوں کی شادی کر دیتے تھے، جو لوگ مقروض تھے ان کا قرض ادا کر دیتے تھے، چنانچہ صبیحہ تیمی پر تیس ہزار درہم قرض تھا وہ سب انہوں نے اپنے پاس سے ادا کر دیا ام المومنین حضرت عائشہؓ سے بھی خاص عقیدت تھی اور ہر سال دس ہزار درہم پیش خدمت کرتے تھے۔

مہمان نوازی حضرت طلحہؓ کا خاص شیوہ تھا،ایک دفعہ نبی عذرہ کے تین آدمی مدینہ آکر مشرف بہ اسلام ہوئے،آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون ان کی کفالت کا ذمہ لیتا ہے؟ حضرت طلحہؓ نے کھڑے ہو کر عرض کی ''میں یا رسول اللہ'' اور وہ تینوں نو مسلم مہمانوں کو خوشی خوشی گھر لے آئے،ان میں سے دو نے یکے بعد دیگرے مختلف غزوات میں شہادت حاصل کی اور تیسرے نے بھی ایک مدت کے بعد حضرت طلحہؓ کے مکان میں وفات پائی ان کو اپنے مہمانوں سے جو انس پیدا ہو گیا تھا اس کا اثر یہ تھا کہ ہر وقت ان کی یاد تازہ رہتی تھی اور رات کے وقت خواب میں بھی ان ہی کا جلوہ نظر آتا تھا،ایک روز خواب میں

Marfat.com

دیکھا کہ وہ اپنے تینوں مہمانوں کے ساتھ جنت کے دروازہ پر کھڑے ہیں، لیکن جو سب سے پیچھے مرا تھا وہ سب سے آگے ہے اور جو سب سے پہلے شہید ہوا تھا وہ سب سے پیچھے ہے، حضرت طلحہؓ کو اس تقدم وتاخر پر سخت تعجب ہوا، صبح کے وقت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے خواب کا واقعہ بیان کیا تو ارشاد ہوا، اس میں تعجب کی کیا بات ہے، جو زیادہ دنوں تک زندہ رہا اس کو عبادت ونیکوکاری کا زیادہ موقع ملا، اس لئے وہ جنت کے داخلہ میں اپنے ساتھیوں سے پیش تھا،

احباب کی مسرت وشادمانی ان کے لئے بھی سامان انبساط بن جاتی تھی، حضرت کعب بن مالکؓ غزوہ تبوک میں شریک نہ ہونے کے باعث معتوب بارگاہ تھے، ایک مدت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خطا معاف کر دی اور وہ خوش خوش دربار رسالت میں حاضر ہوئے تو حضرت طلحہؓ نے دوڑ کر ان سے مصافحہ کیا اور مبارکباد دی، حضرت کعبؓ فرمایا کرتے تھے کہ میں طلحہؓ کے اس اخلاق کو کبھی نہ بھولوں گا۔

حضرت طلحہؓ کو دوستوں کی خدمت گذاری سے بھی دریغ نہ تھا، ایک دفعہ ایک اعرابی مہمان ہوا، اور اس نے درخواست کی کہ بازار میں میرا اونٹ فروخت کرا دیجئے، حضرت طلحہؓ نے فرمایا ''گو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ کوئی شہری، دیہاتی کا معاملہ نہ چکائے تاہم میں تمہارے ساتھ چلوں گا، اور اس کے ساتھ جا کر مناسب قیمت پر اس کا اونٹ فروخت کرا دیا، اعرابی نے اس کے بعد خواہش ظاہر کی کہ دربار رسالت ﷺ سے زکوٰۃ کی وصولی کا ایک مفصل ہدایت نامہ دلوا دیجئے تاکہ عمال کو اسی کے مطابق دیا کروں حضرت طلحہؓ نے اپنے مخصوصی تقرب کے باعث اس کی یہ خواہش بھی پوری کر دی۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو طرز عمل بنانا ہر مسلمان کی سب سے بڑی سعادت ہے حضرت طلحہؓ نے اس سعادت کے حصول کو اپنے فرائض میں شامل کر لیا تھا، یہی وجہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مختلف صحبتوں میں جو کچھ دیکھتے یا سنتے اس کو ہمیشہ یاد رکھتے اور اگر اتفاق سے کبھی کوئی بات بھول جاتے تو سخت مغموم ورنجیدہ نظر آتے، ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے ان کو مغموم دیکھ کر پوچھا ''تمہارا حال کیسا ہے؟ کسی سے کوئی جھگڑا تو نہیں ہوا؟'' کہنے لگے نہیں! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا تھا کہ اگر کوئی

Marfat.com

بندہ موت کے وقت ایک کلمہ زبان سے ادا کرے تو نزع کی مصیبت دور ہو جائے گی اور اس کا چہرہ چمکنے لگے گا مجھے اس وقت وہ کلمہ معلوم تھا، لیکن اب یاد نہیں آتا، حضرت عمرؓ نے کہا کیا تم اس کلمہ سے بھی زیادہ باعظمت و پُر اثر کلمہ جانتے ہو جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا یعنی لا الہ الا اللہ حضرت طلحہؓ ‌ىہ سن کر اُچھل پڑے فرمایا "ہاں! خدا کی قسم یہی کلمہ ہے"

(سیر الصحابہ ج ۲ صفحہ ۱۷۹ بحوالہ مسند احمد ج ا صفحہ ۱۶۱)

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک زمین سات لاکھ میں بیچی تو یہ رقم ایک رات ان کے پاس رہ گئی تو انہوں نے وہ ساری رات اس مال کے ڈر سے جاگ کر گزاری۔ صبح ہوتے ہی وہ ساری رقم تقسیم کر دی۔

حضرت طلحہؓ کی بیوی حضرت سعدی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک دن حضرت طلحہؓ میرے پاس آئے وہ مجھے بڑے غمگین نظر آئے میں نے کہا کیا بات ہے مجھے آپ کا چہرہ بڑا پریشان نظر آرہا ہے کیا ہماری طرف سے کوئی ناگوار بات پیش آئی ہے انہوں نے کہا نہیں، اللہ کی قسم! تمہاری طرف سے کوئی ناگوار بات پیش نہیں آئی ہے تم تو بہت اچھی بیوی ہو میں اس وجہ سے غمگین و پریشان ہوں کہ میرے پاس بہت سا مال جمع ہو گیا ہے میں نے کہا آپ آدمی بھیج کر اپنے رشتہ داروں اور اپنی قوم کو بلالیں اور ان میں یہ مال تقسیم کر دیں چنانچہ انہوں نے بلا کر ان میں سارا مال تقسیم کر دیا پھر میں نے خزانچی سے پوچھا کہ انہوں نے کتنا مال تقسیم کیا ہے۔ اس نے بتایا چار لاکھ ان کی روزانہ آمدن ایک ہزار وافی تھی (ایک وافی ایک درہم اور چار دانق کا ہوتا ہے اور ایک درہم میں چھ دانق ہوتے ہیں لہٰذا ہزار وافی کے ایک ہزار چھ سو چھیاسٹھ درہم اور چار دانق ہوئے) اسی سخاوت کی وجہ سے انہیں طلحہؓ کہا جاتا تھا یعنی بہت زیادہ سخی (حیاۃ الصحابہؓ حصہ دوم صفحہ ۳۰۰ بحوالہ مستدرک حاکم)

حضرت زبیر بن عوامؓ کی مخلوق پر شفقت اور خوف خدا

حضرت سعید بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے ہزار غلام تھے جو انہیں مال کما کر دیا کرتے تھے، وہ روزانہ شام کو ان سے مال لے کر رات ہی کو سارا تقسیم کر دیتے اور جب گھر واپس جاتے تو اس میں سے کچھ بھی بچا ہوا نہ ہوتا

حضرت مغیث بن سمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ایک ہزار غلام تھے جو انہیں مال کما کر دیا کرتے تھے۔ وہ ان غلاموں کی آمدن میں سے ایک درہم بھی گھر نہیں لے جاتے تھے (بلکہ ساری آمدن دوسروں میں تقسیم کر دیتے تھے)۔ (بیہقی ج ۸ صفحہ ۹)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جنگ جمل کے دن (میرے والد) حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے تو مجھے بلایا میں ان کے پہلو میں آ کر کھڑا ہو گیا تو انہوں نے کہا ایک میرے بیٹے! آج جو بھی قتل ہو گا اسے فریق مخالف ظالم سمجھے گا اور وہ خود اپنے آپ کو مظلوم سمجھے گا اور مجھے ایسا نظر آ رہا ہے کہ میں بھی آج ظلماً قتل ہو جاؤں گا اور مجھے سب سے زیادہ فکر اپنے قرضے کی ہے، تمہارا کیا خیال ہے قرضہ ادا کرنے کے بعد ہمارے مال میں سے کچھ بچے گا؟ اے میرے بیٹے! ہمارا مال بیچ کر قرضہ ادا کر دینا پھر حضرت زبیرؓ نے یہ وصیت فرمائی کہ قرضہ ادا کرنے کے بعد جو مال بیچ کر قرضہ ادا کر دینا پھر حضرت زبیرؓ نے یہ وصیت فرمائی کہ قرضہ ادا کرنے کے بعد جو مال بچے اس کا ایک تہائی (ورثاء کے علاوہ) دوسروں کو دے دیا جائے اور اس ایک تہائی کا ایک تہائی (یعنی بچے ہوئے مال کا نواں حصہ) حضرت عبداللہ بن زبیر کی اولاد کو دے دیا جائے (کیونکہ حضرت عبداللہ کے بچے بڑے تھے بلکہ ان کی شادیاں بھی ہو چکی تھیں) چنانچہ حضرت عبداللہ کے کچھ بیٹے حضرت خبیب اور حضرت عباد (عمر میں یا مال کے حصہ میں) حضرت زبیرؓ کے بعض بیٹوں کے برابر تھے اور خود حضرت زبیرؓ کے نو بیٹے اور بیٹیاں تھیں حضرت عبداللہ فرماتے ہیں حضرت زبیرؓ نے مجھے اپنے قرضہ کے بارے میں وصیت کرتے ہوئے فرمایا اے میرے بیٹے! اگر میرے قرض کی ادائیگی میں کچھ مشکل پیش آئے تو میرے مولیٰ سے مدد لے لینا۔ حضرت عبداللہ کہتے ہیں اللہ کی قسم! میں سمجھ نہ سکا کہ مولیٰ سے ان کی مراد کون ہے؟ اس لئے میں نے پوچھا آبا جان! آپ کے مولیٰ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ۔ چنانچہ حضرت عبداللہ کہتے ہیں جب بھی مجھے ان کے قرضے کے بارے میں مشکل پیش آتی تو میں کہتا اے زبیرؓ کے مولیٰ! زبیرؓ کا قرضہ ادا کرا دیں۔ اللہ تعالیٰ فوراً اس کا انتظام فرما دیتے۔ چنانچہ حضرت زبیرؓ اس دن شہید ہو گئے انہوں نے ترکہ میں کوئی دینار یا درہم نہ چھوڑا۔ البتہ چند

Marfat.com

زمینیں، مدینہ میں گیارہ گھر، بصرہ میں دو گھر، کوفہ میں ایک گھر اور مصر میں ایک گھر چھوڑا۔ ان چند زمینوں میں سے ایک زمین (مدینہ سے چند میل دور عابد کی تھی، حضرت زبیرؓ پر اتنا قرضہ اس وجہ سے ہوا کہ ان کے پاس جو آدمی اپنا مال بطور امانت رکھنے آتا اس سے فرماتے میرے پاس امانت نہ رکھواؤ۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں ضائع نہ ہو جائے اس لئے مجھے قرض دے دو (جب ضرورت ہو لے لینا اور لوگوں سے لے کر دوسروں پر خرچ کر دیتے حضرت زبیرؓ نہ کبھی امیر بنے اور نہ کبھی خراج زکوٰۃ وغیرہ وصول کرنے کی ذمہ داری لی البتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ غزوات میں شریک ہوتے رہے اور ان غزوات سے جو مال غنیمت ملا اس سے ان کی اتنی جائیداد ہو گئی تھی، بہرحال میں نے اپنے والد کے قرض کا حساب لگایا تو وہ بائیس لاکھ نکلا ایک دن حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ مجھ سے ملے۔ انہوں نے کہا اے میرے بھتیجے میرے بھائی زبیرؓ پر کتنا قرض ہے؟ میں نے چھپاتے ہوئے کہا ایک لاکھ (جتنا بتایا اس میں تو سچے ہیں) حضرت حکیم نے کہا اللہ کی قسم! میرے خیال میں تو تمہارا سال مال اس قرضہ کی ادائیگی کیلئے پورا نہیں ہوگا میں نے کہا اگر بائیس لاکھ قرض ہو تو پھر؟ انہوں نے کہا میرے خیال میں تو تم قرضہ ادا نہیں کر سکتے، اس لئے اگر تمہیں قرضہ کی ادائیگی میں کوئی مشکل پیش آئے تو مجھ سے مدد لے لینا حضرت زبیرؓ نے غابہ کی زمین ایک لاکھ ستر ہزار میں خریدی تھی۔ میں نے اس کی قیمت لگوائی تو سولہ لاکھ قیمت لگی (میں نے اس زمین کے سولہ حصے بنائے تھے ایک حصہ کی قیمت ایک لاکھ لگی) پھر میں نے کھڑے ہو کر اعلان کیا جس کا حضرت زبیرؓ کے ذمہ چار لاکھ درہم تھے انہوں نے مجھ سے آ کر کہا اگر تم کہو تو میں تمہاری خاطر یہ قرضہ چھوڑ دیتا ہوں میں نے کہا اس کی ضرورت نہیں ہے پھر انہوں نے کہا اگر تم چاہو تو میرا قرضہ آخر میں ادا کر دینا میں نے کہا نہیں، آپ ابھی لے لیں۔ انہوں نے کہا اچھا پھر مجھے اس زمین میں سے میرے حصہ کے بقدر ٹکڑا دے دو میں نے کہا یہاں سے لے کر وہاں تک آپ کی زمین ہے چنانچہ غابہ کی زمین اور حضرت زبیرؓ کے گھروں کو بیچ بیچ کر میں قرضہ ادا کرتا رہا یہاں تک کہ سارا قرضہ ادا ہو گیا اور غابہ کی زمین (کے سولہ حصوں) میں سے ساڑھے چار

حصے بچ گئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ (کے زمانے خلافت میں ان) کے پاس گیا۔ اس وقت ان کے پاس حضرت عمرو بن عثمان، حضرت منذر بن زبیر اور حضرت ابن زمعہ رضی اللہ عنہم بھی تھے، حضرت معاویہؓ نے مجھ سے فرمایا تم نے غابہ کی زمین کی کیا قیمت لگائی؟ میں نے کہا (اس کے سولہ حصے کئے تھے اور) ہر حصہ ایک لاکھ کا بنا تھا۔ حضرت معاویہؓ نے پوچھا اب کتنے حصے باقی ہیں؟ میں نے کہا ساڑھے چار حصے۔ حضرت منذر بن زبیرؓ نے کہا ایک حصہ میں نے ایک لاکھ میں خرید لیا پھر حضرت عمر بن عثمانؓ نے کہا ایک حصہ میں نے ایک لاکھ میں خرید لیا پھر حضرت ابن زمعہ نے کہا ایک حصہ میں نے ایک لاکھ میں خرید لیا، حضرت معاویہؓ نے پوچھا اب کتنے حصے رہ گئے؟ میںؓ نے کہا ڈیڑھ۔ انہوں نے کہا ڈیڑھ لاکھ میں میں نے اسے خرید لیا عبداللہ بن جعفر نے اپنا حصہ حضرت معاویہؓ کے ہاتھ چھ لاکھ میں بیچا جب میں حضرت زبیرؓ کے قرضے کی ادائیگی سے فارغ ہوا تو حضرت زبیرؓ کی اولاد یعنی میرے بہن بھائیوں نے کہا میراث ہمارے درمیان تقسیم کردیں میں نے کہا نہیں اللہ کی قسم! میں تم لوگوں کے درمیان اس وقت تک تقسیم نہیں کروں گا جب تک میں چار سال موسم حج میں یہ اعلان نہیں کر لیتا کہ جس کا حضرت زبیرؓ کے ذمہ کوئی قرضہ ہو وہ ہمارے پاس آجائے ہم اس کا قرضہ ادا کریں چنانچہ میں ہر سال موسم حج میں یہ اعلان کرتا رہا جب چار سال گزر گئے تو پھر میں نے ان کی میراث تقسیم کی۔ حضرت زبیرؓ کی چار بیویاں تھیں حضرت زبیرؓ نے ایک تہائی مال کی بات کی تھی وہ تہائی مال دینے کے بعد ہر بیوی کو بارہ لاکھ ملے (لہٰذا ان کا سارا مال پانچ کروڑ ہوا)۔ البدایہ میں علامہ ابن کثیر نے فرمایا ہے کہ ورثاء میں جو مال تقسیم ہوا وہ تین کروڑ اسی لاکھ تھا اور ایک تہائی کی جو وصیت کی تھی وہ ایک کروڑ بانوے لاکھ تھا لہٰذا یہ میراث ایک تہائی مل کر پانچ کروڑ چھہتر لاکھ ہوا اور پہلے جو قرضہ ادا کیا گیا وہ بائیس لاکھ تھا۔ اس میں اب سے قرض ایک تہائی اور میراث مل کر کل مال پانچ کروڑ اٹھانوے لاکھ ہوا یہ تفصیل ہم نے اس لئے بتائی ہے کہ بخاری میں جو مال کی تفصیل ہے اس میں اشکال ہے اس لئے اس کی تفصیل بتانا مناسب نظر آیا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۷ صفحہ ۲۵۰، حیاۃ الصحابہ جلد دوم)

Marfat.com

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور ۲۳ ہزار لونڈیاں

حضرت ام بکر بنت مسور رحمۃ اللہ علیہا کہتے ہیں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک زمین چالیس ہزار دینار میں بیچی اور یہ ساری رقم قبیلہ بنوزہرہ، غریب مسلمانوں، مہاجرین اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں تقسیم کر دی۔ اس میں سے کچھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجی۔ انہوں نے پوچھا یہ مال کس نے بھیجا ہے؟ میں نے کہا عبدالرحمٰن بن عوف نے پھر مال لے جانے والے نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے زمین بیچنے اور اس کی قیمت ساری تقسیم کر دینے کا قصہ بیان کیا۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ میرے بعد تم ازواج مطہرات کے ساتھ شفقت کا معاملہ صرف صابر لوگ ہی کریں گے (پھر حضرت عائشہؓ نے دُعا دی) اللہ تعالیٰ عبدالرحمٰن بن عوف کو جنت کے سلسبیل چشمے سے پلائے۔

(مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۳۱۰)

حضرت جعفر بن برقان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے تیس ہزار گھرانے آزاد کئے (ایک روایت یہ ہے کہ تیس ہزار باندیاں آزاد کیں۔ (حیاۃ الصحابہ دوم صفحہ ۳۰۴)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی بے مثال سخاوت وفیاضی

حضرت میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مجلس میں بائیس ہزار درہم آئے انہوں نے اس مجلس سے اُٹھنے سے پہلے ہی سارے تقسیم کر دیئے۔ حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک لاکھ بھیجے سال گذرنے سے پہلے ہی انہوں نے سارے خرچ کر دیئے اور ان میں سے کچھ باقی نہ رہا۔ حضرت ایوب بن وائل راسبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں مدینہ منورہ آیا تو مجھے حضرت ابن عمرؓ کے ایک پڑوسی نے یہ قصہ سنایا کہ حضرت ابن عمرؓ کے پاس حضرت معاویہؓ کی طرف سے چار ہزار، ایک اور آدمی کی طرف سے چار ہزار اور ایک اور آدمی کی طرف سے دو ہزار کل دس ہزار اور ایک جھالر والی چادر آئی۔

Marfat.com

پھر وہ بازار گئے اور اپنی سواری کے لئے ایک درہم کا چارہ اُدھار خریدا مجھے معلوم تھا کہ ان کے پاس اتنا مال آیا ہے (اس لئے میں بڑا حیران ہوا کہ ان کے پاس اتنا مال آیا ہے اور یہ ایک درہم کا چارہ ادھار خرید رہے ہیں اس لئے) میں ان کی باندی کے پاس گیا اور میں نے ان سے کہا میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں تو سچ سچ بتانا کیا حضرت ابوعبدالرحمٰن (یہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی کنیت ہے) کے پاس حضرت معاویہؓ کی طرف سے چار ہزار اور ایک اور آدمی کی طرف سے چار ہزار اور ایک اور آدمی کی طرف سے دو ہزار اور ایک چادر نہیں آئی ہے؟ اس نے کہا ہاں آئی ہے! میں نے کہا میں نے انہیں دیکھا ہے کہ وہ ایک درہم کا چارہ اُدھار خرید رہے ہیں تو یہ کیا بات ہے؟ اتنے مال کے ہوتے ہوئے وہ اُدھار کیوں خرید رہے تھے؟ اس نے کہا رات سونے سے پہلے ہی انہوں نے وہ دس ہزار تقسیم کر دیئے تھے اور پھر وہ چادر اور اپنی کمر پر ڈال کر باہر چلے گئے تھے اور وہ بھی کسی کو دے دی پھر گھر واپس آئے چنانچہ میں نے بازار میں جا کر اعلان کیا اے تاجروں کی جماعت! تم اتنی دنیا کما کر کیا کرو گے حضرت ابن عمرؓ کی طرح دوسروں پر سارا مال خرچ کر دو) کل رات حضرت ابن عمرؓ کے پاس دس ہزار کھرے درہم آئے تھے وہ انہوں نے رات ہی سارے خرچ کر دیئے اس لئے وہ اپنی سواری کے لئے وہ ایک درہم کا اُدھار چارہ خرید رہے تھے۔

(حلیۃ الاولیاء)

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت ابن عمرؓ کے پاس ایک مجلس میں بیس ہزار سے زیادہ درہم آئے تو انہوں نے اس مجلس سے اُٹھنے سے پہلے ہی وہ لوگوں میں تقسیم کر دیئے اور مزید ان کے پاس جو پہلے سے تھے وہ بھی سب دے دیئے اور جو کچھ پاس تھا وہ سب ختم کر دیا تو ایک صاحب آئے جن کو دینے کا ان کا پرانا معمول تھا اب اپنے پاس تو دینے کے لئے کچھ بچا نہیں تھا اس لئے جن کو دیا تھا ان میں سے ایک آدمی سے اُدھار لے کر ان صاحب کو دیئے حضرت میمون کہتے ہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ ابن عمرؓ کنجوس ہیں۔ یہ لوگ غلط کہتے ہیں اللہ کی قسم! جہاں خرچ کرنے سے آخرت کا نفع ہوتا ہے وہاں خرچ کرنے میں وہ بالکل کنجوس نہیں ہیں (ہاں اپنے اوپر خرچ نہیں کرتے اور خواہ مخواہ نہیں دیتے)

(حیاۃ الصحابہؓ حصہ دوم صفحہ ۳۰۸)

مال و دولت کی آپ کی نگاہ میں کوئی حقیقت نہیں تھی اور بڑی سے بڑی دولت کو ٹھکرا دیتے تھے، امیر معاویہؓ نے جب یزید کو ولی عہد بنانا چاہا تو عمرو بن العاصؓ کو حضرت ابن عمرؓ کا عندیہ کیلئے بھیجا، انہوں نے آکر کہا کہ آپ صحابی اور امیر المومنین کے لڑکے ہیں، لوگ بھی آپ کی بیعت پر آمادہ ہیں، پھر کیوں نہ ہم لوگ آپ کے دست حق پرست پر بیعت کرلیں، انہوں نے پوچھا کیا سب آمادہ ہیں! کہا ہاں معدودے چند اشخاص کے سوا سب تیار ہیں، کہا اگر تین آدمی بھی میرے مخالف ہیں تو مجھے خلافت کی ضرورت نہیں ہے، جب عمرو بن العاصؓ کو یقین ہوگیا کہ وہ کشت وخون کو ناپسند کرتے ہیں تو دبے لفظوں میں کہا کہ "پھر آپ ایسے شخص کے ہاتھ پر کیوں نہ بیعت کرلیں جس پر سب متفق ہوجائیں گے، اس کے عوض آپ کو اس قدر زمین اور نقد و مال دیا جائے گا کہ آپ کی پشتہا پشت کے لئے کافی ہوگا، یہ سن کر آپ غصہ سے بیتاب ہوگئے اور کہا تمہاری یہ مجال، ابھی میرے یہاں سے نکل جاؤ اور پھر کبھی صورت نہ دکھانا، میرا دین تمہارے درہم و دینار کے عوض فروخت نہیں ہوسکتا، مجھ کو اُمید ہے کہ جب دنیا سے جاؤں گا تو میرے ہاتھ ان آلائشوں سے پاک ہوں گے،

(طبقات ابن سعد ج ۴ صفحہ ۱۲۱)

اسلام نے ان تمام امتیازات کو جن سے ایک انسان کی تحقیر اور دوسرے کی بیجا عظمت ظاہر ہو مٹا دیا، ابن عمرؓ اس مساوات کا علمی نمونہ تھے، وہ ان تمام امتیازات کو جن سے مساوات میں فرق آتا ہو ناپسند فرماتے تھے، چنانچہ جہاں لوگ آپ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوتے وہاں نہ بیٹھتے، اپنے غلاموں کو بھی مساوات کا درجہ دیدیا تھا اور ان کو عزت نفس کی تعلیم دیتے تھے، دستور تھا کہ غلام تحریر میں پہلے آقا کا نام لکھتا، پھر اپنا، انہوں نے اپنے غلاموں کو ہدایت کردی کہ جب مجھ کو خط لکھو تو پہلے اپنا نام لکھو، غلاموں کو دسترخوان پر ساتھ بٹھاتے ایک مرتبہ دسترخوان بچھا ہوا تھا، ادھر سے کسی کا غلام گذرا تو اس کو بھی بلا کر ساتھ بٹھایا، غلاموں کے کھانے پینے کا خیال بال بچوں کی طرح رکھتے تھے، ایک مرتبہ ان لوگوں کے کھانے میں تاخیر ہوگئی، خانساماں سے پوچھا غلاموں کو کھانا کھلا دیا، اُس نے نفی میں جواب دیا، برہم ہو کر فرمایا جاؤ ابھی کھلا دو، انسان کے لئے یہ سب سے بڑا گناہ ہے کہ اپنے غلاموں کے خورد و نوش کا خیال نہ رکھے، غلاموں کو نہ کبھی برا بھلا کہتے تھے اور نہ کبھی ان کو مار

Marfat.com

پیٹ کرتے تھے، اگر کبھی غصہ کی حالت میں ایسا کوئی فعل سرزد ہو جاتا تو اس کو کفارہ کے طور پر آزاد کر دیتے، سالم کہتے ہیں کہ ابن عمرؓ نے ایک مرتبہ کے علاوہ کبھی کسی غلام کو لعنت ملامت نہیں کی، ایک مرتبہ غصہ میں ال ع کہنے پائے تھے کہ زبان روک لی اور فرمایا میں ایسی بات زبان سے نکال رہا ہوں جو نہ نکالنی چاہئے ایک مرتبہ ایک غلام کو کسی بات پر مار بیٹھے، مارنے کے بعد اس قدر متاثر ہوئے کہ اس کو آزاد کر دیا۔

تواضع وانکسار

اس مساوات کا دوسرا پہلو انکسار و تواضع ہے جب تک یہ صفت نہ ہوگی، اس وقت تک مساوات کا جذبہ نہیں پیدا ہوسکتا، ابن عمرؓ میں یہ صفات بھی بدرجۂ اتم موجود تھیں' اپنی تعریف سننا خود پرستی کا پہلا زینہ ہے، ابن عمرؓ اپنی تعریف سُننا سخت ناپسند کرتے تھے، ایک شخص ان کی تعریف کر رہا تھا، انہوں نے اس کے منہ میں مٹی جھونک دی اور کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مداحوں کے منہ میں خاک ڈال کردو اپنے لئے معمولی انسانوں سے زیادہ شرف گوارا نہ کرتے تھے، ایک مرتبہ کسی نے آپ سے کہا تم سبط ہو تم وسط ہو فرمایا سبحان اللہ سبط بنی اسرائیل تھے اور امت وسط پوری امت محمدی ہے، ہم تو مضر کے درمیانی لوگ ہیں، اس سے زیادہ اگر کوئی رتبہ دیتا ہے تو جھوٹا ہے بلا امتیاز ہر کس و ناکس کو سلام کرتے، بلکہ اسی ارادہ سے گھر سے نکلتے تھے، طفیل بن کعب جو روزانہ صبح و شام ان کے ساتھ بازار جایا کرتے تھے، بیان کرتے تھے کہ ابن عمرؓ بلا امتیاز تاجر مسکین اور خستہ حال سب کو سلام کرتے تھے، ایک دن میں نے ان سے پوچھا آپ بازار کیوں جاتے ہیں، حالانکہ نہ خرید و فروخت کرتے ہیں، نہ کسی جگہ بیٹھتے ہیں، فرمایا صرف لوگوں کو سلام کرنے کی غرض سے، اتفاق سے اگر کسی کو سلام کرنا بھول جاتے تو پلٹ کر سلام کرتے، تواضع کا ایک مظہر حلم بھی ہے، ابن عمرؓ تلخ سے تلخ باتیں سُن کر پی جاتے تھے، ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ کو پیہم گالیاں دینی شروع کیں، آپ نے صرف اس قدر جواب دیا کہ میں اور میرے بھائی عالی نسب ہیں، پھر خاموش ہو گئے۔

Marfat.com

ہر دلعزیزی

اس مساوات، تواضع اور حلم کا یہ نتیجہ تھا کہ عام طور پر لوگوں میں آپ کو محبوبیت حاصل تھی، مجاہد کہتے ہیں کہ ایک دن میں ابن عمرؓ کے ساتھ نکلا۔ لوگ بکثرت ان کو سلام کر رہے تھے، انہوں نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا کہ لوگ مجھ سے اس قدر محبت کرتے ہیں کہ اگر چاندی سونے کے عوض بھی محبت خریدنا چاہوں تو اس سے زیادہ نہیں مل سکتی۔

سادگی

ابن عمرؓ کی تصویر حیات تکلفات کے آب و رنگ سے یکسر پاک تھی، گو آپ بہت فارغ البال تھے اوپر گذر چکا ہے کہ ۲۰،۲۰ ہزار ایک ایک نشت میں لوگوں کو دے ڈالتے تھے لیکن خود ان کی زندگی یہ تھی کہ کل اثاث البیت ۱۰۰ درہم سے زیادہ کا نہ تھا، مہران کا بیان ہے کہ میں نے ابن عمرؓ کے اثاث البیت کا جائزہ لیا، تو فرش اور بستر ملا کر بھی اس کی قیمت سو درہم (یعنی تقریباً بیس روپے) تک نہیں پہنچی تھی، فاروق اعظم کا بیٹا اور یہ مسکنت اللہ اکبر، ہر وہ چیز ناپسند تھی جس میں تنعم کی بو ہوتی، چنانچہ جمعہ کے علاوہ اور دنوں میں خوشبو کا استعمال بھی پسند خاطر نہ تھا، ایک مرتبہ کپڑے بخورات میں بسائے گئے، ان کو جمعہ کے دن استعمال کیا، پھر اتار کر رکھ دیا، اتفاق سے دوسرے دن سفر پیش آیا، منزل کے قریب پہنچ کر کپڑے مانگے تو وہی جوڑا پیش کیا گیا، لیکن اس میں خوشبو کا اثر تھا اس لئے واپس کر دیا، طریقہ طعام بھی نہایت سادہ تھا اگر دستر خوان نہ بچھتا تو بڑے برتن میں کھانا رکھ دیا جاتا، سب مع اہل و عیال اسی کے گرد بیٹھ کر کھا لیتے، اس کش مکش میں کھانے والوں کو کبھی کھڑے ہو کر کھانا پڑتا۔

دعوت وغیرہ میں عام طور پر معمول سے زیادہ اہتمام کیا جاتا ہے لیکن ابن عمرؓ کا دستر خواں اس دن بھی تکلفات سے خالی ہوتا تھا، آپ کے غلام نافع کا بیان ہے کہ ایک دن ایک اونٹنی ذبح کی اور مجھ سے کہا مدینہ والوں کو مدعو کر آؤ، میں نے عرض کیا، "کس چیز کی دعوت دیتے ہیں، روٹی تک تو ہے نہیں،" فرمایا بس خدا تم کو بخشے، گوشت موجود ہے، شوربہ موجود ہے جس کا دل چاہے گا، کھائے گا، جس کا دل نہ چاہئے گا نہ کھائے گا۔

(سیر الصحابہ صفحہ ۱۲۴ بحوالہ طبقات ابن سعد ج ۴)

Marfat.com

حضرت محمد بن قیس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ صرف غریبوں کے ساتھ کھانا کھایا کرتے تھے اور ان کا کھانا اکثر غریب لوگ ہی کھا جایا کرتے اور یہ بھوکے رہ جاتے اس کی وجہ سے ان کا جسم کمزور ہو گیا تھا تو ان کی بیوی نے ان کے لئے کھجوروں کا شربت تیار کیا، جب یہ کھانے سے فارغ ہو جاتے تو وہ ان کو یہ شربت پلا دیتیں

حضرت ابوبکر بن حفصؒ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کھانا تب کھاتے جب ان کے دستر خوان پر کوئی یتیم ہوتا۔

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب بھی دوپہر کا یا رات کا کھانا کھاتے تو اپنے آس پاس کے یتیموں کو بلا لیتے۔ ایک دن دوپہر کا کھانا کھانے لگے تو ایک یتیم کو بلانے کے لئے آدمی بھیجا لیکن وہ یتیم ملا نہیں (اس لئے یتیم کے بغیر کھانا شروع کر دیا) حضرت ابن عمرؓ کے لئے میٹھے ستو تیار کئے جاتے تھے جسے وہ کھانے کے بعد پیا کرتے تھے، چنانچہ وہ یتیم آ گیا اور یہ حضرات کھانے سے فارغ ہو چکے تھے، حضرت ابن عمرؓ نے اپنے ہاتھ میں پینے کیلئے ستو کا پیالہ پکڑا ہوا تھا تو وہ پیالہ اس یتیم کو دے دیا اور فرمایا یہ لو۔ میرا خیال ہے کہ ہم نقصان میں نہیں رہے۔

حضرت میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی بیوی پر کچھ لوگ ابن عمرؓ کے بارے میں ناراض ہوئے اور ان سے کہا کہ کیا تم ان بڑے میاں پر ترس نہیں کھاتی یہ کمزور ہوتے جا رہے ہیں انہیں کچھ کھلایا پلایا کرو) تو انہوں نے کہا میں ان کا کیا کروں؟ جب بھی ہم ان کے لئے کھانا تیار کرتے ہیں تو وہ ضرور اور لوگوں کو بلا لیتے ہیں جو سارا کھانا کھا جاتے ہیں (یوں دوسروں کو کھلا دیتے ہیں خود کھاتے نہیں) حضرت ابن عمرؓ جب مسجد سے نکلتے غریب لوگ ان کے راستہ میں بیٹھ جاتے تھے (جن کو حضرت ابن عمرؓ ساتھ گھر لے آتے اور ان کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک کر لیتے) ان کی بیوی نے ان غریبوں کے پاس مستقل کھانا پہلے سے بھیج دیا اور کہلا بھیجا کہ تم یہ کھانا کھا لو اور چلے جاؤ اور حضرت ابن عمرؓ کے راستہ میں نہ بیٹھو، حضرت ابن عمر مسجد سے گھر آ گئے (انہیں راستہ میں کوئی غریب بیٹھا ہوا نہ ملا) تو فرمایا فلاں اور فلاں کے پاس آدمی بھیجو (تا کہ وہ کھانے کے لئے آ جائیں آدمی ان کو بلانے گئے لیکن ان میں سے کوئی نہ آیا کیونکہ) ان کی

Marfat.com

بیوی نے ان غریبوں کو کھانے کے ساتھ یہ پیغام بھی بھیجا تھا کہ اگر تمہیں حضرت ابن عمر بلائیں تو مت آنا (جب کوئی نہ آیا) تو حضرت ابن عمرؓ نے کہا تم لوگ چاہتے ہو کہ میں آج رات کچھ نہ کھاؤں چنانچہ اس رات کھانا نہ کھایا (ابو نعیم ج ۱ صفحہ ۲۹۸)

حضرت ابو جعفر قاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے میرے مالک (عبداللہ بن عیاش بن ابی ربعیہ تخزومی) نے کہا تم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ سفر میں جاؤ اور ان کی خدمت کرو چنانچہ میں ان کے ساتھ سفر میں گیا) وہ جب بھی کسی چشمہ پر پڑاؤ ڈالتے تو چشمہ والوں کو اپنے ساتھ کھانے کے لئے بلاتے اور ان کے بڑے بیٹے بھی ان کے پاس آ کر کھانا کھاتے (تو کھانا کم اور آدمی زیادہ ہونے کی وجہ سے) ہر آدمی کو دو یا تین لقمے ملتے تھے۔ چنانچہ جحفہ مقام پر بھی ان کا قیام ہوا تو وہاں کے لوگ بھی (ان کے بلانے پر کھانے کیلئے آ گئے اتنے میں کالے رنگ کا ایک ننگا لڑکا بھی آ گیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اس کو بھی بلا لیا اس نے کہا مجھے تو بیٹھنے کی جگہ نظر نہیں آ رہی ہے۔ یہ سب لوگ بہت مل مل کر بیٹھے ہوئے ہیں حضرت ابو جعفرؒ کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت ابن عمرؓ اپنی جگہ سے تھوڑا سا ہٹ گئے اور اس لڑکے کو اپنے ساتھ لگا کر بٹھا لیا (حیاۃ الصحابہ جلد دوم صفحہ ۲۴۸)

حضرت ابو جعفر قاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مدینہ کو چلا۔ ان کے پاس بہت بڑا پیالہ تھا جس میں ثرید تیار کیا جاتا تھا پھر ان کے بیٹے ان کے ساتھی اور جو بھی وہاں آ جاتا وہ سب اکٹھے ہو کر اس پیالہ میں سے کھاتے اور بعض اوقات اتنے آدمی اکٹھے ہو جاتے کہ کچھ آدمیوں کو کھڑے ہو کر کھانا پڑتا۔ ان کے ساتھ ان کا ایک اونٹ تھا، جس پر نبیذ (وہ پانی جس میں کھجور کچھ دیر ڈال کر اسے میٹھا بنا لیا جائے) اور سادہ پانی سے بھرے ہوئے دو مشکیزے ہوتے تھے۔ کھانے کے بعد ہر آدمی کو ستو اور نبیذ سے بھرا ہوا ایک پیالہ مل جاتا جس کے پینے سے خوب اچھی طرح پیٹ بھر جاتا (حیاۃ الصحابہؓ)

حضرت معن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب کھانا تیار کیا ان کے پاس سے کوئی اچھی وضع قطع والا آدمی گزرتا تو حضرت ابن عمرؓ اسے نہ بلاتے ان کے بیٹے یا بھتیجے اسے بلا لیتے اور جب کوئی غریب آدمی گزرتا تو حضرت ابن عمرؓ اسے بلا لیتے

Marfat.com

لیکن ان کے بیٹے یا بھتیجے اسے نہ بلاتے تو حضرت ابن عمرؓ فرماتے جو کھانا کھانا نہیں چاہتا اسے بلاتے ہیں اور جو کھانا چاہتا ہے اسے چھوڑ دیتے ہیں (ایضاً)

خالد بن سمیر کہتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کہا گیا: بہتر ہو کہ آپ خلافت کا کام سنبھالنے کے لئے کھڑے ہو جائیں۔ کیوں کہ آپ کے ساتھ تمام لوگ راضی ہیں۔ آپ نے فرمایا: تم بتاؤ اگر ایک آدمی مشرق میں مخالفت کر دے۔ لوگوں نے کہا۔ کسی نے مخالفت کی تو اس کو قتل کر دیا جائے گا اور امت کی بہتری کے لئے ایک آدمی کا قتل کر دیا جانا کیا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے کہا: خدا کی قسم مجھے یہ پسند نہیں کہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک نیزے کا ڈنڈا پکڑے اور میں اس کی نوک پکڑے ہوئے ہوں اور اس نیزے سے مسلمانوں میں سے ایک شخص قتل کر دیا جائے اور اس کے بدلے میں میرے لئے دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے، وہ سب ہو، حضرت قطن کی روایت میں ہے کہ ایک آدمی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس آیا اور کہا: تم سے زیادہ برا امت محمد ﷺ کے لئے اور کوئی نہیں آپ نے کہا کیوں۔ میں نے تو خدا کی قسم نہ ان کا خون بہایا ہے اور نہ ان کی جماعت میں تفریق ڈالی ہے اور نہ ان کے عصا کو توڑا ہے۔'' آدمی نے کہا: اگر آپ چاہیں تو امت کے دو آدمی بھی آپ کے بارے میں اختلاف نہ کریں۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: مجھے پسند نہیں کہ خلافت مجھے ملے اور ایک آدمی کہے نہیں۔ دوسرا کہے ہاں۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ کی فیاضی

حضرت ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں قبیلہ کندہ کے ایک آدمی پر میرا قرض تھا میں اس کے پاس قرضہ وصول کرنے کے لئے فجر سے پہلے آخر رات میں جایا کرتا تھا ایک دن میں حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ کی مسجد کے پاس سے گذر رہا تھا کہ فجر کی نماز کا وقت گذر گیا میں نے وہیں نماز پڑھی۔ جب امام نے سلام پھیرا تو امام نے ہر آدمی کے سامنے کپڑوں کا ایک جوڑا، جوتی کا ایک جوڑا اور پانچ سو درہم رکھے میں نے کہا میں اس مسجد والوں میں سے نہیں ہوں لہٰذا مجھے نہ دو پھر میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ یہ لوگوں کو کیوں دیئے لوگوں نے بتایا کہ حضرت اشعث بن قیس مکہ مکرمہ سے آئے ہیں اس خوشی میں وہ لوگوں کو دے رہے ہیں (حیاۃ الصحابہ دوم صفحہ ۳۰۸)

حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی سخاوت

حضرت اُم درہ رحمۃ اللہ علیہا کہتی ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک لاکھ آئے انہوں نے اسی وقت وہ سارے تقسیم کر دیئے اس دن ان کا روزہ تھا میں نے ان سے کہا آپ نے اتنا خرچ کیا ہے تو کیا آپ اپنے لئے اتنا بھی نہیں کر سکیں کہ افطار کے لئے ایک درہم کا گوشت منگا لیتیں؟ انہوں نے کہا مجھے تو یاد ہی نہیں کہ میرا روزہ ہے اگر تو مجھے پہلے یاد کرا دیتی تو میں گوشت منگا لیتی (الاصابہ فی تمییز الصحابہ ج ۴، صفحہ ۳۵۰)

ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کی فیاضی

حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمرؓ نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے پاس درہموں سے بھرا ہوا تھیلا بھیجا۔ حضرت سودہ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ لانے والوں نے بتایا کہ درہم ہیں تو (حیران ہو کر تعجب سے) فرمایا ارے کھجوروں کی طرح تھیلے میں درہم (یعنی اتنے بڑے تھیلے میں تو کھجوریں ڈالی جاتی ہیں درہم تو تھوڑے ہوا کرتے ہیں، حضرت عمرؓ نے بہت زیادہ درہم دیئے ہیں) اور پھر انہوں نے وہ سارے درہم تقسیم کر دیئے۔ (ایضاً)

ام المومنین حضرت زینب بن جحش رضی اللہ عنہا کی فیاضی

حضرت برہ بنت رافع رحمۃ اللہ علیہا کہتے ہیں جب حضرت عمرؓ نے لوگوں میں عطایا تقسیم کیں تو حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس ان کا حصہ بھیجا۔ جب وہ مال ان کے پاس پہنچا تو وہ فرمانے لگیں اللہ تعالیٰ حضرت عمرؓ کی مغفرت فرمائے میری دوسری بہنیں اس مال کو مجھ سے زیادہ اچھے طریقے سے تقسیم کر سکتی ہیں اس لئے ان کے پاس لے جاؤ لانے والوں نے کہا یہ مال آپ کا ہی ہے فرمانے لگیں سبحان اللہ! اور ایک کپڑے سے پردہ کر لیا اور فرمایا اچھا رکھ دو پھر اس پر کپڑا ڈال دو۔ پھر مجھ سے فرمایا اس کپڑے میں ہاتھ ڈال کر ایک مٹھی بھر کر بنو فلاں اور بنو فلاں کر دے آؤ یہ سب ان کے رشتہ دار تھے اور یتیم تھے یوں ہی تقسیم فرماتی رہیں یہاں تک کہ کپڑے کے نیچے تھوڑے سے درہم بچ گئے تو میں

Marfat.com

نے ان کی خدمت میں عرض کیا اے ام المومنین! اللہ آپ کی مغفرت فرمائے اللہ کی قسم! اس مال میں ہمارا بھی تو حق ہے فرمایا اچھا کپڑے کے نیچے جتنے درہم ہیں وہ سب تمہارے ہمیں کپڑے کے نیچے پچاسی درہم ہے اس کے بعد آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر حضرت زینبؓ نے یہ دُعا مانگی اے اللہ! اس سال کے بعد مجھے حضرت عمرؓ کی عطا نہ ملے۔ چنانچہ (ان کی دُعا قبول ہوگئی اور) ان کا انتقال ہو گیا۔

حضرت محمد بن کعب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت زینب بنت جحشؓ کا وظیفہ بارہ ہزار تھا اور وہ بھی انہوں نے صرف ایک سال لیا اور لینے کے بعد یہ دُعا فرمائی کہ آئندہ سال یہ مال مجھے نہ ملے کیونکہ یہ فتنی ہی ہے (آئندہ سال سے پہلے ہی مجھے اٹھائے پھر نا وظیفہ رشتہ داروں اور ضرورت مندوں میں سارا تقسیم کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پتہ چلے کہ انہوں نے سارا مال خرچ کر دیا ہے تو انہوں نے فرمایا یہ ایسی بلند مرتبہ خاتون ہیں جن کے ساتھ اللہ نے بھلائی کا ہی ارادہ کیا ہے چنانچہ حضرت عمرؓ گئے اور ان کے دروازے پر کھڑے ہو کر اندر سامان بھجوایا اور کہا مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ نے سارا مال تقسیم کر سیا ہے یہ میں ایک ہار اور بھیج رہا ہوں، اسے آپ اپنے پاس رکھیں (ایک دم خرچ نہ کر دیں) لیکن جب یہ ایک ہزار ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے ان کو بھی پہلے کی طرح تقسیم کر دیا۔

حضرت سلمان فارسیؓ کی خلق خدا پر بے مثال شفقت

قبیلہ بنو عبد قیس کے ایک صاحب کہتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسیؓ ایک لشکر کے امیر تھے میں ان کے ساتھ ساتھ تھا وہ لشکر کے چند جوانوں کے پاس سے گذرے انہیں دیکھ کر ہنسے اور کہنے لگے یہ ہیں تمہارے امیر میں نے حضرت سلمانؓ سے کہا اے ابو عبداللہ کیا آپ دیکھ نہیں رہے ہیں کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا انہیں چھوڑ و جو کرتے ہیں کرنے دو کیونکہ اچھے اور بُرے کا پتہ تو آج کے بعد کل قیامت کے دن چلے گا اگر تمہارا بس چلے تو مٹی کھا لینا لیکن دو آدمیوں کا کبھی امیر نہ بننا اور مظلوم اور بے بس و مجبور کی بد دُعا سے بچنا کیونکہ ان کی دُعا کو کوئی نہیں روک سکتا (سیدھی عرش پر جاتی ہے) حضرت ثابت رحمۃ اللہ

Marfat.com

علیہ کہتے ہیں کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ مدائن کے گورنر تھے وہ گھٹنے تک کی شلوار اور چغہ پہن کر باہر لوگوں میں نکلتے تو لوگ انہیں دیکھ کر کہتے گرگ آمد گرگ آمد سلمان پوچھتے یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟ لوگ بتاتے کہ یہ آپ کو اپنے ایک کھلونے سے تشبیہ دے رہے ہیں حضرت سلمان فرماتے کوئی بات نہیں (دنیا میں اچھا یا برا ہونے سے فرق نہیں پڑتا) اصل میں اچھا وہ ہے جو کل اچھا شمار ہو۔

حضرت ہریم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک گدھے پر سوار ہیں جس کی پیٹھ ننگی ہے اور انہوں نے سنبلان مقام کی بنی ہوئی چھوٹی سی قمیض پہن رکھی تھی جو نیچے سے تنگ تھی ان کی پنڈلیاں لمبی تھیں ان پر بال بھی بہت تھے قمیض ان کی اونچی تھی جو گھٹنوں تک پہنچ رہی تھی میں نے دیکھا کہ بچے پیچھے سے ان کے گدھے کو بھگا رہے ہیں میں نے بچوں کو کہا کیا تم امیر سے پرے نہیں ہٹتے؟ حضرت سلمانؓ نے فرمایا انہیں چھوڑ اچھے برے کا تو کل پتہ چلے گا۔

حضرت ثابت رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ مدائن کے گورنر تھے ایک دفعہ قبیلہ بنوتیم اللہ کا ایک شامی آدمی آیا اس کے پاس بھوسے کا ایک گٹھڑ تھا اسے راستہ میں حضرت سلمانؓ ملے انہوں نے گھٹنے تک کی شلوار اور چغہ پہن رکھا تھا اس آدمی نے ان سے کہا آؤ میرا یہ گٹھڑ اٹھا لو وہ آدمی ان کو پہچانتا نہیں تھا۔ حضرت سلمانؓ نے وہ گٹھڑ اٹھا لیا جب اور لوگوں نے حضرت سلمانؓ کو دیکھا تو انہوں نے انہیں پہچان لیا اور اس آدمی سے کہا یہ تو ہمارے گورنر ہیں اس آدمی نے حضرت سلمانؓ سے کہا میں نے آپ کو پہچانا نہیں حضرت سلمانؓ نے فرمایا نہیں میں تمہارے گھر تک اسے پہنچاؤں گا دوسری سند کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت سلمانؓ نے فرمایا میں نے (تمہاری خدمت کی) نیت کی ہے اس لئے جب تک میں اسے تمہارے گھر تک نہیں پہنچا دوں گا اسے (سر سے اتار کر) نیچے نہیں رکھوں گا۔

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اپنے ہاتھوں سے کام کر کے کوئی چیز تیار کیا کرتے تھے جب انہیں اس کام سے کچھ رقم مل جاتی تو گوشت مچھلی خرید کر اسے پکاتے پھر کوڑھ کے مریضوں کو بلاتے اور ان کے ساتھ کھاتے۔

Marfat.com

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا وسیع دستر خوان

ایک مرتبہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ مغز سے بھرا ہوا ایک بڑا پیالہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے حضور ﷺ نے دریافت فرمایا اے ابو ثابت یہ کیا ہے انہوں نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! میں نے چالیس اونٹ ذبح کئے تھے تو میرا دل چاہا کہ میں آپ کو پیٹ بھر کر مغز کھلاؤں، چنانچہ حضور ﷺ نے اسے نوش فرمایا اور حضرت سعدؓ کے لئے دعائے خیر فرمائی (حیاۃ الصحابہ بحوالہ کنز العمال)

حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، میں نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ اپنے قلعہ پر کھڑے ہوئے یہ اعلان کر رہے ہیں کہ جو چربی یا گوشت کھانا چاہتا ہے وہ سعد بن عبادہؓ کے ہاں آجائے۔ پھر میں (ان کے انتقال کے بعد) ان کے لئے کسی کو اسی طرح اعلان کرتے ہوئے دیکھا (پھر ان دونوں باپ بیٹے کے انتقال کے بعد) ایک دن میں مدینہ کے راستہ پر جا رہا تھا اس وقت میں نوجوان تھا کہ اتنے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عالیہ محلّہ میں اپنی زمین پر جاتے ہوئے میرے پاس سے گذرے تو انہوں نے مجھ سے فرمایا اے جوان! جاؤ اور دیکھ کر آؤ کہ سعد بن عبادہؓ کے قلعہ پر کیا کوئی کھانے یا پلانے کے لئے اعلان کر رہا ہے؟ میں نے دیکھ کر انہیں بتایا کہ کوئی نہیں ہے تو انہوں نے فرمایا تم نے سچ کہا (اتنی زیادہ سخاوت تو ان باپ بیٹے کی ہی خصوصیت تھی اب وہ بات نہ رہی۔ (حیاۃ الصحابہ ج ۲ صفحہ ۲۵۰ بحوالہ طبقات ابن سعد)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کی مہمان نوازی

حضرت سلیمان بن ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت معاویہؓ کے زمانہ خلافت میں حج کیا۔ ان کے ساتھ بصرہ کے علماء کی ایک جماعت بھی تھی جن میں منتصر بن حارث ضبی بھی تھے۔ ان لوگوں نے کہا اللہ کی قسم! جب تک ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سے کسی کا ایسے ممتاز اور پسندیدہ صحابی سے نہ مل لیں جو ہمیں حدیثیں سنائے اس وقت تک ہم بصرہ واپس نہیں جائیں گے، چنانچہ ہم لوگوں سے پوچھتے رہے تو

Marfat.com

ہمیں بتایا گیا کہ ممتاز صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما مکہ کے نشیبی حصہ میں ٹھہرے ہوئے ہیں چنانچہ ہم ان کے پاس گئے تو ہم نے دیکھا کہ بہت بڑی مقدار میں سامان لے کر لوگ جا رہے ہیں تین سو اونٹوں کا قافلہ ہے جن میں سو اونٹ تو سواری کے لئے ہیں اور دو سو اونٹوں پر سامان لدا ہوا ہے ہم نے پوچھا یہ سامان کس کا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت عبداللہ بن عمرو کا...... ہے ہم نے حیران ہو کر کہا کیا یہ سارا انہی کا ہے؟ ہمیں تو یہ بتایا گیا تھا کہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ متواضع انسان ہیں (اور یہاں نقشہ اور ہی طرح کا نظر آرہا ہے) لوگوں نے بتایا کہ (یہ سامان ہے تو ان کا ہی لیکن اپنے پر خرچ کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ دوسروں پر خرچ کرنے کے لئے ہے) یہ سو اونٹ تو ان کے مسلمان بھائیوں کے لئے ہیں جن کو یہ سواری کے لئے دیں گے اور ان دو سو اونٹوں کا سامان ان کے پاس مختلف شہروں سے آنے والے مہمانوں کیلئے ہے، یہ سن کر ہمیں بہت زیادہ تعجب ہوا۔ لوگوں نے کہا تم تعجب نہ کرو حضرت عبداللہ بن عمروؓ مالدار آدمی ہیں اور وہ اپنے پاس آنے والے ہر مہمان (کی مہمانی بھی کرتے ہیں اور جاتے وقت اسے) زاد راہ دینا اپنے ذمہ مستقل حق سمجھتے ہیں ہم نے کہا ہمیں بتاؤ وہ کہاں ہیں؟ انہوں نے بتایا وہ اس وقت مسجد حرام میں ہیں چنانچہ ہم انہیں ڈھونڈنے گئے تو دیکھا کہ کعبہ کے پیچھے بیٹھے ہوئے ہیں، چھوٹے قد کے ہیں، آنکھوں میں نمی ہے، دو چادریں اوڑھی ہوئی ہیں اور سر پر عمامہ باندھا ہوا ہے اور ان پر قمیض نہیں ہے اور اپنے دونوں جوتے بائیں طرف لٹکائے ہوئے ہیں (طبقات ابن سعد ج ۴ صفحہ ۱۲)

ایک انصاری صحابی کی مہمان نوازی

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں ایک آدمی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا مجھے بھوک نے پریشان کر رکھا ہے۔ حضور ﷺ نے اپنی ازواج میں سے ایک کے پاس آدمی بھیجا (کہ اگر کچھ کھانے کو ہے تو بھیج دیں) انہوں نے جواب دیا کہ گھر میں کھانے کو کچھ نہیں۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے میرے پاس پانی کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ پھر آپ نے (صحابہؓ سے) فرمایا اسے آج رات

Marfat.com

کون مہمان بناتا ہے؟ اللہ اس پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ ایک انصاری نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میں تیار ہوں چنانچہ وہ اس آدمی کو اپنے گھر لے گئے اور اپنی بیوی سے پوچھا کہ تمہارے پاس کچھ ہے؟ اس نے کہا اور تو کچھ نہیں صرف بچوں کے لئے کچھ کھانے کو ہے اس انصاری نے کہا بچوں کو کسی چیز سے بہلا دینا اور جب وہ کھانا مانگیں تو انہیں لا دینا اور جب ہمارا مہمان اندر آئے تو چراغ بجھا دینا اور اس کے سامنے ایسے ظاہر کرنا جیسے ہم بھی کھا رہے ہیں اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جب وہ مہمان کھانا کھانے لگے تو تو کھڑی ہو کر (ٹھیک کرنے کے بہانے سے) چراغ بجھا دینا۔ چنانچہ وہ سب کھانے کے لئے بیٹھے لیکن صرف مہمان نے کھایا اور انصاری اور ان کی بیوی دونوں نے بھوکے ہی رات گزار دی جب وہ صبح کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے فرمایا تم دونوں نے آج رات اپنے مہمان کے ساتھ جو سلوک کیا ہے وہ اللہ کو بہت پسند آیا ہے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

ویوثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ. (سورۃ الحشر آیت ۹)

ترجمہ: ”اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو“۔

سات گھروں کا قصہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہی بکری کی ایک سری سات گھروں میں گھومتی رہی ایک دوسرے کو اپنے پر ترجیح دیتا رہا۔ حالانکہ ان میں سے ہر ایک کو اس سری کی ضرورت تھی ان کے سات گھروں کا چکر کاٹ کر آخر وہ سری اسی پہلے گھر میں واپس آ گئی جہاں سے گئی تھی۔ (کنزالعمال ج ۳ صفحہ ۱۷۶)

☆☆☆

Marfat.com

میدان جنگ میں انسان دوستی کے بے مثال مظاہرے

حضرت یزید بن ابی حبیب کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو یہ خط لکھا کہ میں تمہیں پہلے لکھ چکا ہوں کہ لوگوں کو تین دن تک اسلام کی دعوت دینا جو جنگ شروع ہونے سے پہلے تمہاری دعوت کو قبول کر لے وہ مسلمانوں کا ایک فرد شمار ہوگا اسے وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جو باقی تمام مسلمانوں کو حاصل ہیں اور اس کا اسلام میں حصہ ہے (اس لیے اسے مال غنیمت میں سے حصہ ملے گا) اور جو جنگ ختم ہونے کے بعد یا شکست کے بعد تمہاری دعوت کو قبول کرے (اور بعد میں مسلمان ہو) اس کا مال مسلمانوں کے لیے مال غنیمت بنے گا۔ کیونکہ مسلمانوں سے اس کے مسلمان ہونے سے پہلے اس کے مال پر قبضہ کر لیا ہے۔ یہ میرا حکم ہے اور یہی تمہیں خط لکھنے کی غرض ہے۔

حضرت ابوالبختری کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے ایک لشکر کے امیر حضرت سلمان فارسیؓ تھے۔ انہوں نے فارس کے ایک قلعہ کا محاصرہ کیا۔ مسلمانوں نے کہا' اے ابوعبداللہ! (یہ حضرت سلمان کی کنیت ہے) کیا ہم ان پر حملہ نہ کر دیں؟ انہوں نے کہا مجھے ان کو دعوت دینے دو جیسے میں نے حضور ﷺ کو دشمنوں کو دعوت دیتے ہوئے سنا۔ چنانچہ اس قلعہ والوں سے حضرت سلمان نے کہا میں تم میں ایک فارسی آدمی ہوں۔ تم خود دیکھ رہے ہو کہ عرب میری کس طرح مان رہے ہیں۔ اگر مسلمان ہو جاؤ گے تو تمہیں بھی وہ تمام حقوق ملیں گے جو ہمیں حاصل ہیں اور تم پر وہی ذمہ داریاں عائد ہوں گی جو ہم پر ہیں اور اگر تم اپنے ہی دین پر ہی رہنا چاہو تو ہم تمہیں تمہارے دین پر رہنے دیں گے اور تم ماتحت بن کر رعیت ہو کر اپنے ہاتھوں ہمیں جزیہ دینا۔ حضرت سلمان نے فارسی میں ان سے یہ کہا (گو ہم تمہیں کچھ نہ کہیں گے لیکن) تم کسی عزت کے مستحق نہ ہو گے اور اگر تم اس سے بھی انکار کرتے ہو تو ہم تم سے میدان جنگ میں برابر سرابر مقابلہ کریں گے۔ انہوں نے کہا ہم ایمان بھی نہیں لاتے ہیں اور جزیہ بھی نہیں دیتے ہم تو تم سے جنگ کریں گے حضرت سلمان کے ساتھیوں نے کہا' کیا

Marfat.com

ہم ان پر حملہ نہ کر دیں؟ انہوں نے کہا ابھی نہیں۔ اور ان کو تین دن اسی طرح انہوں نے اسلام کی دعوت دی۔ پھر کہا اچھا اب ان پر حملہ کرو چنانچہ مسلمانوں نے حملہ کیا اور اس قلعہ کو فتح کر لیا۔ مسند احمد اور متدرک کی روایت میں اُس طرح ہے کہ چوتھے دن صبح کو حضرت سلمان نے مسلمانوں کو حکم دیا۔ مسلمانوں نے آگے بڑھ کر حملہ کیا اور اسے فتح کر لیا ۔ابوالبختری کہتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی مسلمانوں کے لیے جگہ اور پانی اور گھاس تلاش کرنے والے دستہ کے امیر تھے اور مسلمانوں نے ان کو اہل فارس کو دعوت دینے کے لیے متکلم بنایا تھا۔ حضرت عطیہ کہتے ہیں کہ بہر شیر شہر والوں کو دعوت دینے کے لیے حضرت سلمان کو امیر مقرر کیا تھا اور قصر ابیض کی فتح کے دن بھی ان ہی کو مقرر کیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے تین دن تک دعوت دی تھی ۔آگے انہوںؒ نے حضرت سلمان کے دعوت دینے کے بارے میں پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے حضرت نعمان بن مقرن' حضرت فُرات بن حیان 'حضرت حنظلہ بن ربیع تمیمی اور حضرت عطار بن صاحب' حضرت اشعث بن قیس 'حضرت مغیرہ بن شعبہ اور حضرت عمرو بن معدیکربؓ جیسے چیدہ چیدہ حضرات کی جماعت رستم کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے کے لیے بھیجی۔ رستم نے ان سے کہا تم لوگ کیوں آئے ہو؟ ان حضرات نے کہا کہ ہم اس لیے آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے یہ وعدہ کیا ہے تمہارا ملک ہمیں مل جائے گا اور تمہاری عورتیں اور بچے ہمارے قیدی بنیں گے اور تمہارے مال پر ہم قبضہ کریں گے اور اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ پر ہمیں پورا یقین ہے۔ رستم ایک خواب اس سے پہلے دیکھ چکا تھا کہ آسمان سے ایک فرشتے نے اتر کر فارس کے تمام ہتھیاروں پر مہر لگا دی اور وہ ہتھیار ان کے حوالے کر دیئے اور حضور نے وہ ہتھیار حضرت عمرؓ کو دے دیئے ۔حضرت سیف اپنے استادوں سے نقل کرتے ہیں کہ جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو رستم نے حضرت سعدؓ کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ رستم کے پاس ایک عقلمند آدمی ایسا بھیجیں کہ میں جو کچھ پوچھوں وہ اسکا جواب دے سکے تو حضرت سعد نے اس کے پاس حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کو بھیجا۔ حضرت مغیرہ رستم کے پاس پہنچے تو رستم نے ان سے کہا کہ آپ لوگ ہمارے پڑوسی ہیں۔ ہم تم لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے رہے ہیں اور تمہیں کبھی کسی قسم کی کوئی

Marfat.com

تکلیف نہیں پہنچائی ہے۔ آپ لوگ اپنے ملک کو واپس چلے جائیں اور آئندہ ہمارے ملک میں تجارت کے لیے آنا چاہیں تو ہم نہیں روکیں گے حضرت مغیرہ نے کہا کہ دنیا ہمارا مقصود نہیں ہے بلکہ آخرت ہمارا مقصود ہے اور ہمیں صرف اسی کی فکر ہے۔ اللہ تعالی نے ہماری طرف ایک رسول بھیجا اور اس سے فرمادیا کہ میں نے تمہارے صحابہ کی اس جماعت کو ان لوگوں پر مسلط کردیا ہے جو میرا دین اختیار نہ کریں۔ اس جماعت کے ذریعہ میں ان سے بدلہ لوں گا جب تک یہ جماعت (صحابہؓ) دین کا اقرار کرتے رہیں گے میں ان ہی کو غالب رکھوں گا اور میرا دین سچا دین ہے جو اس سے منہ موڑے گا وہ ضرور ذلیل ہوگا۔ اور جو اسے مضبوطی سے تھامے گا وہ ضرور وہ عزت پائے گا۔ رستم نے پوچھا وہ دین کیا ہے؟ حضرت مغیرہ نے کہا اس دین کا ستون جس کے بغیر اس کی کوئی چیز درست نہیں ہوسکتی وہ کلمہ شہادت

اشهدان لا اله الاالله وان محمدرسول الله

پڑھ لینا ہے جو کچھ حضورﷺ اللہ کے پاس سے لائے ہیں اس کا اقرار کر لینا ہے۔ رستم نے کہا یہ تو کتنی اچھی بات ہے اس کے علاوہ اور کیا ہے؟ حضرت مغیرہ نے کہا اللہ کے بندوں کو بتوں کی عبادت سے نکال کر اللہ کی عبادت میں لگا دینا رستم نے کہا یہ بھی اچھی بات ہے۔ اس کے علاوہ اور کیا ہے؟ حضرت مغیرہ نے کہا تمام انسان حضرت آدم کی اولاد ہیں لہذا وہ ماں باپ شریک بھائی ہیں۔ رستم نے کہا کہ یہ بھی اچھی بات ہے اچھا بتاؤ ذرا یہ تو بتاؤ اگر ہم تمہارے دین میں داخل ہو جائیں تو کیا تم ہمارے ملک سے واپس چلے جاؤ گے؟ حضرت مغیرہ نے کہا کہ۔ ہاں اللہ کی قسم! پھر تمہارے ملک میں صرف تجارت یا کسی اور ضرورت کی وجہ سے آئیں گے۔ رستم نے کہا کہ یہ بھی اچھی بات ہے راوی کہتے ہیں کہ جب حضرت مغیرہ رستم کے پاس سے چلے گئے تو رستم نے اپنی قوم کے سرداروں سے اسلام کا تذکرہ کیا۔ لیکن ان سرداروں نے پسند نہ کیا اور اسلام میں داخل ہونے سے انکار کر دیا۔

راوی کہتے ہیں کہ رستم کے مطالبہ پر حضرت سعدؓ نے ایک اور قاصد حضرت ربعی بن عامرؓ کو رُستم کے دربار کو سونے کے کام والے تکیوں اور ریشمی قالینوں اور چمکدار یاقوتوں اور قیمتی موتیوں سے اور بڑی زیب وزینت سے سجا رکھا تھا اور خود رُستم تاج اور قیمتی سامان پہنے ہوئے تھے۔ تلوار اور ڈھال لگا رکھی تھی۔ چھوٹے قد والی گھوڑی پر سوار تھے اور برابر اس

Marfat.com

پر سوار رہے یہاں تک کہ قالین کا ایک کنارہ گھوڑی نے روند ڈالا پھر اس سے اتر کر انہوں نے گھوڑی کو ایک تکیہ سے باندھ دیا اور آگے بڑھے تو وہ ہتھیار اور زرہ پہنے ہوئے تھے اور خود ان کے سر پر رکھی ہوئی تھی تو ان سے دربانوں نے کہا آپ اپنے ہتھیار یہاں اتار دیں حضرت ربعی نے کہا میں خود سے تمہارے پاس نہیں آیا ہوں بلکہ تم لوگوں کو بلانے پر آیا ہوں اگر تم مجھے ایسے ہی آگے جانے دیتے ہو تو ٹھیک ہے ورنہ میں یہیں سے واپس چلا جاتا ہوں (دربانوں نے رستم سے پوچھا) رستم نے کہا ان کو ایسے ہی آنے دو۔ یہ رستم کی طرف اپنے نیزے سے قالینوں پر ٹیک لگاتے ہوئے آگے بڑھے اور یوں اکثر قالین پھاڑ ڈالے حاضرین دربار نے حضرت ربعی سے پوچھا آپ لوگ یہاں کس لیے آئے ہو؟ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالی نے ہمیں اس لیے مبعوث فرمایا ہے کہ جسے اللہ چاہے اسے ہم بندوں کی عبادت سے نکال کر اللہ کی عبادت میں لگا دیں اور دنیا کی تنگی سے نکال کر دنیا کی وسعت میں پہنچا دیں اور دوسرے دینوں کے مظالم سے نکال کر اسلام کے عدل وانصاف میں داخل کر دیں۔ اللہ نے اپنا دین دے کر ہمیں اپنی مخلوق کی طرف بھیجا ہے۔ تا کہ ہم ان کو اس دین کی دعوت دیں۔ جو اس دین کو اختیار کرے گا ہم اس سے اسے قبول کر لیں گے اور واپس چلے جائیں گے اور جو اس دین کو اختیار کرنے سے انکار کرے گا ہم اس سے جنگ کرتے رہیں گے یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ ہم سے پورا ہو جائے گا۔ انہوں نے پوچھا کہ اللہ کا وہ وعدہ کیا ہے؟ حضرت ربعی نے کہا کہ جو دین کا انکار کرنے والوں سے جنگ کرتے ہوئے مرے گا اسے جنت ملے گی اور جو باقی رہے گا اسے فتح ملے گی۔ رُستم نے کہا میں نے تمہاری بات سن لی ہے کیا تم کچھ مہلت دے سکتے ہو؟ تا کہ ہم بھی غور کر لیں اور تم بھی غور کر لو حضرت ربعی نے کہا ہاں کتنی مہلت چاہتے ہو ایک دن کی یا دو دن کی؟ اس نے کہا نہیں ہمیں تو زیادہ دنوں کی مہلت چاہیے کیونکہ ہم اپنے اہل شوریٰ اور اپنی قوم کے سرداروں سے خط وکتابت کریں گے۔ حضرت ربعی نے کہا جناب رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لیئے یہ طریقہ مقرر فرمایا ہے کہ جب دشمن سے سامنا ہو جائے تو ہم اسے تین دن سے زیادہ مہلت نہ دیں لہٰذا تمہیں تین دن کی مہلت ہے اس دوران تم اپنے اور اپنی پبلک کے بارے میں غور کر لو اور مہلت کے ختم ہونے پر تین باتوں میں سے کوئی ایک بات اختیار کر لینا۔ رُستم نے

پوچھا کیا تم مسلمانوں کے سردار ہو؟ انہوں نے کہا نہیں لیکن مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں عام مسلمان بھی پناہ دے گا تو وہ ان کے امیر کو ماننی پڑے گی (اس کے بعد حضرت ربعی دربار سے واپس چلے گئے) رستم نے اپنی قوم کے سرداروں کو اکھٹا کر کے کہا کیا تم نے اس آدمی کی گفتگو سے زیادہ وزنی اور دوٹوک گفتگو دیکھی ہے؟ انہوں نے کہا اللہ کی پناہ اس بات سے کہ تم اس کی کسی چیز کی طرف مائل ہو جاؤ اور اپنا دین چھوڑ کر (نعوذ باللہ) اس کتے کے دین کو اختیار کر لو کیا تم نے اس کے کپڑے نہیں دیکھے۔ رُستم نے کہا تمہارا ناس ہو کپڑوں کو مت دیکھو۔ سمجھداری اور طرز گفتگو اور سیرت کو دیکھو عرب کے لوگ کپڑے اور کھانے کا خاص اہتمام نہیں کرتے ہیں۔ ہاں خاندانی صفات کی بڑی حفاظت کرتے ہیں پھر اگلے دن انہوں نے ایک اور آدمی کے بھیجنے کا مطالبہ کیا۔ حضرت سعد نے حضرت حذیفہ بن محصن کو بھیجا۔ انہوں نے حضرت ربعی جیسی بات کی۔ تیسرے دن مغیرہ بن شعبہ کو بھیجا انہوں نے اچھے انداز میں تفصیل سے بات کی۔ رستم نے حضرت مغیرہ سے (مزاق اڑاتے ہوئے کہا) تم لوگ جو ہمارے علاقہ میں داخل ہو گئے ہو تو تمہاری مثال ایک مکھی جیسی ہے۔ جس نے شہد دیکھا تو کہنے لگی جو مجھے اس شہد تک پہنچا دے گا اسے دو درہم دوں گی اور جب وہ مکھی شہد پر گری تو اس میں پھنسنے لگی تو وہ اب اس سے نکلنے کی کوشش کرنے لگی لیکن نکل نہ سکی اور کہنے لگی جو مجھے اس میں سے نکالے گا اسے چار درہم دوں گی اور تم لوگ تو اس کمزور دُبلی پتلی لومڑی کی طرح سے ہو جسے انگوروں کے باغ کی چار دیواری میں ایک چھوٹا سا سوراخ نظر آیا اس سوراخ سے وہ اندر گھس گئی باغ والے نے دیکھا کہ بے چاری بڑی کمزور اور دبلی پتلی ہے اسے اس پر ترس آ گیا۔ اس نے اسے وہیں رہنے دیا۔ جب (باغ میں رہ کر کھا پی کر) وہ موٹی ہو گئی تو اس نے باغ کا بہت نقصان کیا۔ باغ والے نے اسے مارنے کے لیے ڈنڈے اور بہت سے نوجوان لے آیا۔ لومڑی موٹی ہو چکی تھی (وہ سوراخ تنگ تھا) اس نے سوراخ میں سے بہت نکلنا چاہا لیکن نکل نہ سکی آخر باغ والے نے اسے مار ڈالا تمہیں بھی ایسے ہی ہمارے علاقہ سے نکالا جائے گا پھر غصہ کے مارے بھڑک اٹھا اور سورج کی قسم کھا کر کہا کل کو میں تم سب کو قتل کر دوں گا۔ حضرت مغیرہ نے کہا تمہیں پتہ چل جائے گا' پھر رُستم نے حضرت مغیرہ سے کہا۔ میں کہہ چکا ہوں کہ تم لوگوں کو ایک ایک جوڑا دے دیا جائے اور

Marfat.com

تمہارے امیر کو ہزار دینار اور ایک جوڑا اور ایک سواری دے دی جائے (یہ چیزیں لے لو) اور پھر تم ہمارے ہاں سے چلے جاؤ۔ حضرت مغیرہ نے کہا کہ تمہیں اب اس کا خیال آرہا ہے؟ ہم تو تمہارے ملک کو کمزور کر چکے ہیں اور تمہیں بے عزت کر چکے ہیں اور ہم ایک عرصہ سے تمہارے علاقہ میں آئے ہوئے ہیں اور ہم تمہیں اپنا ماتحت بنا کر تم سے جزیہ لیں گے بلکہ ہم تمہیں زبردستی اپنا غلام بنالیں گے۔ حضرت مغیرہ نے جب یہ باتیں کہیں تو وہ غصہ میں اور بھڑک اٹھا۔

حضرت ابووائل کہتے ہیں حضرت سعدؓ مسلمانوں کو ساتھ لے کر چلے یہاں تک کہ مقام قادسیہ میں پڑاؤ ڈالا مجھے پوری طرح یاد نہیں لیکن ہم لوگ غالباً سات یا آٹھ ہزار سے زیادہ نہیں ہوں گے اور مشرکین کی تعداد تیس ہزار تھی۔ اس روایت میں تو یہی تعداد ہے لیکن البدایۃ میں سیف وغیرہ کی روایت میں مشرکین کی تعداد اسی ہزار آئی ہے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ رستم ایک لاکھ چوبیس ہزار کے لشکر میں تھا اور اسی ہزار کا لشکر پیچھے آرہا تھا اور رستم کے ساتھ تینتیس ہاتھی تھے۔ جن میں سابور کا ایک سفید ہاتھی بھی تھا جو سب ہاتھیوں سے بڑا تھا اور سب سے آگے تھا اور تمام ہاتھی اس سے مانوس تھے۔ رستم کے لشکر والوں نے ہم سے کہا نہ تمہارے پاس قوت ہے نہ طاقت ہے اور نہ ہتھیار تم لوگ یہاں کیوں آگئے ہو؟ واپس چلے جاؤ ہم نے کہا ہم تو واپس نہیں جائیں گے اور وہ ہمارے تیروں کو دیکھ کر ہنستے تھے اور دوک دوک کہہ کر اپنی زبان میں ہمارے تیروں کو چرخے کے تکلے کے ساتھ تشبیہ دیتے تھے۔ جب ہم نے ان کی بات مان کر واپس جانے سے انکار کر دیا تو انہوں نے کہا اپنے سمجھدار آدمیوں میں سے ایک سمجھدار آدمی ہمارے پاس بھیجو جو ہمیں کھول کر بتائے کہ آپ لوگ یہاں کیوں آئے ہیں؟ حضرت مغیرہ بن شعبہ نے کہا میں ان کے پاس جاتا ہوں چنانچہ وہ دریا پار کر کے ان کے پاس گئے اور تخت پر رُستم کے ساتھ بیٹھ گئے اس پر دربار والے غُرائے اور چلائے حضرت مغیرہ نے کہا تمہارے اس تخت پر بیٹھنے سے میرا مرتبہ بڑھا نہیں اور تمہارے سردار کا گھٹا نہیں رستم نے کہا تم نے ٹھیک کہا تم لوگ یہاں کیوں آئے ہو؟ حضرت مغیرہ نے کہا ہماری قوم شر اور گمراہی میں مبتلا تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف ایک نبی بھیجا ان کے ذریعہ سے اللہ نے ہمیں ہدایت دی اور ہم لوگوں کو ان

Marfat.com

کے ہاتھوں بہت رزق دیا اور اس رزق میں وہ دانہ بھی تھا جو اس علاقہ میں پیدا ہوتا ہے۔
جب وہ دانہ ہم نے کھایا اور اپنے گھر والوں کو کھلایا تو ہمارے گھر والوں نے کہا کہ اب ہم اس دانہ کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ہمیں اس علاقہ میں لے چلو تاکہ ہم یہ دانہ کھایا کریں۔ رستم نے کہا اب تو ہم تمہیں ضرور قتل کریں گے۔ حضرت مغیرہ نے کہا اگر تم ہمیں قتل کرو گے تو ہم جنت میں جائیں گے اور اگر ہم تمہیں قتل کریں گے تو تم جہنم میں جاؤ گے (اگر تم اسلام قبول نہیں کرتے ہو تو جنگ نہ کرو) بلکہ جزیہ دے دو۔ جب حضرت مغیرہ نے یہ کہا کہ تم جزیہ دے دو تو وہ سب غرائے اور چیخنے اور کہنے لگے ہماری تمہاری صلح نہیں ہو سکتی۔ حضرت مغیرہ نے کہا (لڑنے کے لیئے) تم دریا پار کر کے ہمارے پاس آؤ گے یا ہم تمہارے پاس دریا پار کر کے آئیں گے؟ رستم نے کہا ہم دریا پار کر کے آئیں گے۔ چنانچہ مسلمان پیچھے ہٹ گئے تو رستم کے لشکر نے دریا پار کر لیا۔ صحابہؓ نے اس زور سے ان پر حملہ کیا کہ ان کو شکست دے دی۔

حضرت معاویہ بن قرۃؒ فرماتے ہیں کہ جنگ قادسیہ کے دن حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کو فارس کے سپہ سالار (رستم) کے پاس بھیجا گیا۔ انہوں نے کہا میرے ساتھ دس آدمی اور بھیجو۔ چنانچہ ان کے ساتھ دس آدمی اور بھیجے گئے۔ انہوں نے اپنے کپڑے ٹھیک کیئے اور ڈھال اٹھائی اور چل دیئے یہاں تک کہ اس سپہ سالار کے پاس پہنچ گئے (وہاں پہنچ کر) انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا میرے لیئے ڈھال بچھا دو (انہوں نے بچھا دی) وہ اس پر بیٹھ گئے اس موٹے تازے عجمی کافر نے کہا اے عرب کے رہنے والو! میں جانتا ہوں کہ تم لوگ یہاں کیوں آئے ہو؟ تم اس لیے آئے ہو کہ تمہیں اپنے ملک میں پیٹ بھر کر کھانا نہیں ملتا تو تمہیں جتنا غلہ چاہیے ہم تمہیں دے دیتے ہیں۔ ہم لوگ آتش پرست ہیں تمہیں قتل کرنا اچھا نہیں سمجھتے کیونکہ تمہیں قتل کرنے سے ہماری زمین ناپاک ہو جائے گی۔ حضرت مغیرہ نے کہا اللہ کی قسم ہم اس وجہ سے نہیں آئے ہم تو اس وجہ سے آئے ہیں کہ ہم لوگ پتھروں اور بتوں کی عبادت کیا کرتے تھے۔ جب کوئی اچھا پتھر نظر آتا تو پہلے کو پھینک کر اس کی عبادت شروع کر دیتے۔ ہم پروردگار کو نہیں پہچانتے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ہی ہماری طرف سے ایک رسول بھیجا۔ اس نے ہمیں اسلام کی دعوت دی۔ ہم نے انکا اتباع کر لیا۔ ہم غلہ لینے نہیں آئے۔ ہمیں اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ ہمارا جو دشمن اسلام

Marfat.com

کو چھوڑ دے ہم اس سے جنگ کریں۔ ہم غلہ لینے نہیں آئے ہم تو اس لیے آئے ہیں کہ تمہارے جوانوں کو قتل کردیں اور تمہارے بیوی بچوں کو قید کریں۔ باقی تم نے جو ہمارے ملک میں کھانے کی کمی کا ذکر کیا ہے ٹھیک ہے میری زندگی کی قسم! واقعی ہمیں اتنا کھانا نہیں ملتا جس سے ہمارا پیٹ بھر جائے اور ہمیں اتنا پانی نہیں ملتا جس سے ہماری پیاس بجھ جائے۔ ہم تمہاری اس زمین میں آئے ہیں۔ ہم نے یہاں غلہ اور پانی بہت پایا ہے اللہ کی قسم اب ہم اس علاقہ کو نہیں چھوڑیں گے یا تو یہ سرزمین ہمارے حصہ میں آجائے یا تمہیں مل جائے۔ اس عجمی کافر نے فارسی میں کہا۔ یہ آدمی ٹھیک کہہ رہا ہے۔ حضرت مغیرہ سے اس عجمی کافر نے کہا آپ کی تو کل آنکھ پھوڑ دی جائے گی۔ چنانچہ اگلے دن مغیرہ کو ایک نامعلوم تیر لگا اور واقعی ان کی آنکھ ضائع ہوگئی۔

سیف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جنگ سے پہلے اپنے ساتھیوں کی ایک جماعت کسریٰ کے پاس اللہ کی طرف دعوت دینے کے لیے بھیجی تھی۔ ان حضرات نے کسریٰ کے دربار میں پہنچ کر داخلہ کی اجازت مانگی۔ اس نے ان حضرات کو اجازت دی شہر والے انکو دیکھنے کے لیے باہر نکل آئے کہ ان کی شکل وصورت کیسی ہے؟ ان حضرات کی چادریں کندھوں پر پڑی ہوئی تھیں ہاتھوں میں کوڑے پکڑے ہوئے تھے۔ پاؤں میں چپلیں پہن رکھی تھیں۔ کمزور گھوڑوں پر سوار تھے جو (کمزوری کی وجہ سے) لڑکھڑا رہے تھے۔ شہر والے ان تمام باتوں کو دیکھ کر بہت زیادہ حیران ہو رہے تھے کہ کیسے ان جیسے انسان ان کے لشکروں پر غالب آجاتے ہیں۔ حالانکہ ان لشکروں کی تعداد اور ان کا سامان کہیں زیادہ ہے۔ اجازت ملنے پر یہ حضرات اندر شاہ یزدجزد (کسریٰ) کے دربار میں گئے اس نے انہیں اپنے سامنے بٹھایا۔ وہ بڑا مغرور اور بے ادب تھا۔ اس نے ان کے لباس اور چادروں اور جوتیوں اور کوڑوں کے نام پوچھنے شروع کردیئے۔ وہ جس چیز کا بھی نام بتاتے وہ اس سے نیک فال اپنے لیے نکالتا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کی ہر فال کو اسکے سر الٹا دے مارا پھر اس نے ان حضرات سے کہا۔ تمہیں کون سی چیزیں اس علاقہ میں لے آئی ہے ہماری آپس کی خانہ جنگی کی وجہ سے تم یہ سمجھ بیٹھے کہ ہم لوگ کمزور پڑ گئے ہیں اس لیئے تم میں ہم پر حملہ کرنے کی جرات پیدا ہوگئی۔ حضرت نعمان بن مقرن نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر ترس کھا کر ہماری طرف ایک

رسول بھیجا۔ جو ہمیں نیکی کے کام بتاتے تھے اور ان کے کرنے کا حکم دیتے تھے اور برائی کے کام بتلا کر ہمیں ان سے روکتے تھے۔ ان کی بات ماننے پر اللہ تعالیٰ نے ہم سے دنیا اور آخرت کی بھلائی کا وعدہ کیا۔ آپ نے جس قبیلہ کو اس کی دعوت دی اس کے دو حصے ہو گئے۔ کچھ آپ کا ساتھ دیتے اور کچھ آپ سے دور ہو جاتے صرف خاص لوگ گنے چنے آپ کے دین میں داخل ہوتے ایک عرصہ تک آپ اسی طرح دعوت دیتے رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ اپنے مخالف عربوں پر چڑھائی کر دیں پہل ان عربوں سے کریں بعد میں دوسرے ملکوں میں جائیں چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ سارے عرب آپ کے دین میں داخل ہو گئے اور بعض شروع ہی سے خوشی خوشی داخل ہوئے اور ان کی خوشی بڑھتی رہی۔ ہم سب نے کھلی آنکھوں دیکھ لیا کہ ہم زمانہ جاہلیت میں جس دشمنی اور تنگی میں تھے۔ آپ کا لایا ہوا دین اس سے ہزار درجہ بہتر ہے اور انہوں نے ہمیں حکم دیا کہ ہم آس پاس کی قوموں میں (دعوت کا کام) شروع کریں اور انہیں ہم عدل وانصاف کی دعوت دیں لہٰذا ہم تمہیں اپنے دین اسلام کی دعوت دیتے ہیں جو ہر اچھی بات کو اچھا کہتا ہے اور بُری بات کو بُرا کہتا ہے اور اگر تم اسلام میں داخل ہونے سے انکار کرو تو پھر ذلت کے دو کاموں میں سے کم ذلت والا کام اختیار کر لو اور وہ ہے جزیہ ادا کرنا اور اگر تم اس سے بھی انکار کرو تو پھر جنگ ہے۔ اگر تم ہمارے دین کو اختیار کر لو گے تو ہم تم میں اللہ کی کتاب چھوڑ کر جائیں گے اور تمہیں اس پر ڈال کر جائیں گے کہ تم اس کتاب کے حکام کے مطابق فیصلہ کرو اور ہم تمہارے علاقے سے واپس چلے جائیں گے پھر تم ہو گے تمہارا علاقہ (جو چاہو کرو) اور اگر تم جزیہ دینے کے لیے تیار ہو جاؤ تو ہم اسے قبول کر لیں گے اور ہم تمہاری ہر طرح حفاظت کریں گے ورنہ ہم تم سے لڑیں گے۔ اس پر یزد جزو بولا کہ روئے زمین پر کوئی قوم میرے علم میں ایسی نہیں ہے جو تم سے زیادہ بد بخت ہو اور اس کی تعداد تم سے کم ہو اور اس کے آپس کے تعلقات تم سے زیادہ بگڑے ہوئے ہوں۔ ہم نے تو تمہیں آس پاس کی بستیوں کے حوالہ کیا ہوا تھا کہ وہ ہمارے بغیر خود ہی تم سے نمٹ لیا کریں۔ آج تک کبھی فارسی نے تم پر حملہ نہیں کیا اور نہ تمہارا یہ خیال تھا کہ تم فارس والوں کے سامنے ٹھہر سکتے ہو۔ اب اگر تمہاری تعداد بڑھ گئی ہے تو ہمارے بارے میں تم دھوکے میں نہ رہو اور اگر معاش کی تنگی نے تمہیں یہاں آنے پر مجبور کیا ہے تم ہمارے لیے امداد مقرر کر دیتے

ہیں جو تمہیں اس وقت تک ملتی رہے گی جب تک تم خوشحال نہ ہو جاؤ اور ہم تمہارے ممتاز لوگوں کا اکرام کریں گے اور انکے جوڑے بھی دیں گے اور تم لوگوں پر ایسا بادشاہ مقرر کریں گے جو تمہارے ساتھ نرمی برتے (یہ سن کر) اور حضرات تو خاموش رہے لیکن حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے کھڑے ہو کر کہا۔ اے بادشاہ! یہ عرب کے سردار اور ممتاز لوگ ہیں یہ سب شریف ہیں اور شریفوں سے شرماتے ہیں اور شریفوں کا اکرام شریف ہی کیا کرتے ہیں اور شریفوں کے حقوق کو شریف ہی بڑا سمجھا کرتے ہیں۔ ان کو تم سے جتنی باتیں کہنے کے لیئے بھیجا گیا ہے انہوں نے بھی وہ ساری باتیں تم سے کہی نہیں ہیں اور انہوں نے تمہاری ہر بات کا جواب بھی نہیں دیا اور انہوں نے یہ اچھا کیا اور انکے لیے یہ ہی مناسب تھا مجھ سے بات کرو میں تمہاری ہر بات کا جواب دوں گا اور یہ سب اس کی گواہی دیں گے تم نے ہمارے جو حالات بتائے ہیں تم ان کو پوری طرح نہیں جانتے میں تمہیں بتاتا ہوں تم نے جو ہماری بدحالی کا ذکر کیا ہے تو واقعی ہم سے زیادہ کوئی بدحال نہیں تھا ہماری بھوک جیسی بھوک کہیں ہو نہیں سکتی ۔ہم تو گندگی کے کیڑے بچھو اور سانپ تک کھا جاتے تھے اور اسی کو اپنا کھانا سمجھتے تھے ہمارے مکان کھلی زمین تھی (چھپر تک نہ تھے) اونٹوں اور بکریوں کے بالوں سے بنے ہوئے کپڑے پہنتے تھے۔ ایک دوسرے کو قتل کرنا اور ایک دوسرے پر ظلم کرنا ہمارا مذہب تھا اور ہم لوگوں میں بعض ایسے بھی تھے جو اپنی بیٹی کو کھانا کھلانے کے ڈر کے مارے زندہ قبر میں دفن کر دیتے تھے ۔آج سے پہلے ہماری وہی حالت تھی جو میں تم سے بیان کر رہا ہوں۔ پھر اللہ تعالی نے ہماری طرف ایک معروف و مشہور آدمی کو مبعوث فرمایا جس کے حسب نسب کو اور اسکے حُلیہ اور اسکی جائے پیدائش کو ہم اچھی طرح جانتے تھے۔ اس کی زمین ہماری زمین میں سب سے بہترین زمین تھی اور اسکا حسب نسب ہمارے حسب نسب سے بہتر تھا۔ اس کا گھر ہمارے گھروں سے اعلی تھا اس کا قبیلہ ہمارے قبیلوں سے افضل تھا۔ عربوں کے تمام بُرے حالات کے باوجود وہ خود بھی اپنی ذات کے اعتبار سے ہم میں سب سے بہترین تھے۔ ہم میں سب سے زیادہ سچے اور سب سے زیادہ بردبار تھے۔ انہوں نے ہمیں اسلام کی دعوت دی۔ چنانچہ سب سے پہلے ان کی دعوت کو اس آدمی نے قبول کیا جو اُن کا ہم عمر اور بچپن کا ساتھی تھا اور وہی انکے بعد انکا خلیفہ بنا۔ وہ ہم سے کہتے ہیں ہم ان کو الٹی سناتے۔ وہ سچ بولتے ہم جھوٹ بولتے۔ آخر ان

Marfat.com

کے ساتھی بڑھتے گئے اور ہماری تعداد گھٹتی گئی اور جو باتیں انہوں نے کہی تھیں وہ سب ہو کر رہیں۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ہمارے دلوں میں ان کو سچا ماننے اور ان کی اتباع کرنے کا جذبہ پیدا کر دیا۔ وہ ہمارے اور اللہ رب العزت کے درمیان واسطہ تھے۔ انہوں نے ہم سے جتنی باتیں کہیں وہ حقیقت میں اللہ ہی کی ہیں اور انہوں نے ہمیں جتنے حکم دیئے وہ حقیقت میں اللہ ہی کے حکم ہیں۔ انہوں نے ہم سے کہا کہ تمہارا رب کہتا ہے کہ میں اللہ ہوں' اکیلا ہوں' میرا کوئی شریک نہیں جب کچھ نہیں تھا میں اس وقت بھی تھا۔ میری ذات کے علاوہ ہر چیز فنا ہو جائے گی میں نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور ہر چیز لوٹ کر میرے پاس آئے گی۔ میری رحمت تمہاری طرف متوجہ ہوئی چنانچہ میں نے تمہاری طرف اس آدمی کو مبعوث کیا تا کہ تمہیں اس راستہ پر ڈال دوں جس کی وجہ سے میں تمہیں مرنے کے بعد اپنے عذاب سے بچاؤں اور اپنے گھر دار السلام (جنت) میں پہنچا دوں۔ چنانچہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور ﷺ اللہ کے پاس سے حق لے کر آئے تھے اور تمہارے رب نے کہا جو تمہارے اس دین کو اختیار کرے گا اس کو وہ حقوق حاصل ہوں گے جو تمہیں حاصل ہیں اور اس پر وہ ذمہ داریاں ہوگی جو تم پر ہیں اور جو (اس دین سے) انکار کرے اس پر جزیہ پیش کرو اور پھر اس کی تمام چیزوں سے حفاظت کرو جن سے تم اپنی حفاظت کرتے ہو اور جو (جزیہ دینے سے بھی) انکار کر دے اس سے جنگ کرو۔ میں ہی تمہارے درمیان فیصلہ کرنے والا ہوں تم میں سے جو شہید کیا جائے گا اسے اپنی جنت میں داخل کروں گا اور جو باقی رہے گا اس کے دشمن کے خلاف اس کی مدد کروں گا۔ اب تم چاہو تو ماتحت بن کر جزیہ دے دو اور چاہو تو تلوار لے کر (جنگ کر لو) یا مسلمان ہو کر خود کو بچا لو۔ یزدجرد نے کہا تم میرے سامنے ایسی باتیں کر رہے ہو؟ حضرت مغیرہ نے کہا جس نے مجھ سے بات کی ہے میں اسی کے سامنے یہ باتیں کر رہا ہوں۔ اگر تمہارے علاوہ کوئی اور میرے ساتھ بات کرتا تو میں تمہارے سامنے یہ باتیں نہ کرتا۔ یزدجرد نے کہا اگر یہ دستور نہ ہوتا کہ قاصد کو قتل نہیں کیا جاتا تو میں سب کو قتل کر دیتا۔ تم لوگوں کے لئے میرے پاس کچھ نہیں ہے اور (اپنے درباریوں سے) کہا مٹی کا ایک ٹوکرا لاؤ اور ان میں جو سب سے بڑا ہے اس کے سر پر رکھ دو اور اسے پیچھے سے ہانکتے رہو۔ یہاں تک کہ وہ مدائن شہر کی آبادی سے نکل جائے (اور صحابہؓ سے کہا) تم لوگ اپنے امیر کے پاس جا کر اسے بتا دو کہ میں اس کی طرف

Marfat.com

رُستم کو بھیج رہا ہوں تاکہ وہ اسے اور اس کے لشکر کو قادسیہ کی خندق میں دفن کر دے اور اسے اور تم لوگوں کو بعد والوں کے لیے عبرت بنا دے اور پھر میں اسکو تمہارے ملک میں بھیجوں گا اور سابور کی طرف سے تم لوگوں کو جتنی مصیبت اُٹھانی پڑی میں تم لوگوں کو اس سے زیادہ مصیبت میں گرفتار کر دوں گا۔ پھر اس نے پوچھا تم میں سب سے بڑا کون ہے؟ سب لوگ خاموش رہے۔ حضرت عاصم بن عمروؓ نے خود مٹی لے لینے کے لیے بغیر مشورہ کے کہہ دیا میں انکا بڑا اور انکا سردار ہوں۔ یہ مٹی میرے اوپر لاد دو۔ یزدجرد نے پوچھا کیا بات اسی طرح ہے؟ دوسرے صحابہ نے کہا ہاں۔ چنانچہ انہوں نے حضرت عاصم کی گردن پر مٹی لادی وہ مٹی لے کر ایوان شاہی اور محل سے باہر آئے اور اپنی سواری پر اس مٹی کو رکھا اور اس پر بیٹھ کر اسے تیز دوڑایا تاکہ یہ مٹی لے کر حضرت سعدؓ کے پاس جلد پہنچ جائیں۔ حضرت عاصم اپنے ساتھیوں سے آگے نکل گئے اور مسلسل چلتے رہے یہاں تک کہ باب قُدیس سے آگے چلے گئے اور کہا امیر کو کامیابی کی بشارت سنا دو۔ انشاء اللہ ہم کامیاب ہو گئے (بظاہر باب قدیس کے قریب حضرت سعد کا قیام تھا) اور آگے بڑھتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ حدود عرب میں جا کر اس مٹی کو ڈال دیا پھر واپس آ کر حضرت سعد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں ساری بات بتائی تو حضرت سعد نے کہا اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے ہمیں (اس مٹی کی شکل میں) ان کے ملک کی چابیاں دے دی ہیں اور سب نے اس سے ان کے ملک پر قابض ہو جانے کی فال لی۔

حضرت محمد رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت طلحہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ بیان کرتے ہیں کہ جب جنگ تکریت کے موقع پر رومیوں نے یہ دیکھا کہ جب بھی وہ مسلمانوں کی طرف بڑھے انہیں منہ کی کھانی پڑی اور مسلمانوں سے ہر مقابلہ میں ان کو شکست اُٹھانی پڑی۔ تو انہوں نے اپنے سرداروں کو چھوڑ دیا اور اپنا سامان کشتیوں پر لاد دیا (عرب کے عیسائی قبائل) تغلب اور ایاد اور نمر کے نمائندے یہ ساری خبر لے کر مسلمانوں کے امیر حضرت عبداللہ بن مُعتَم کے پاس آئے اور ان سے یہ درخواست کی کہ عرب کے ان قبائل سے مسلمان صلح کر لیں اور انہوں نے حضرت عبداللہ کو یہ بتایا کہ یہ تمام قبائل زبان کے ماننے کو تیار ہو چکے ہیں۔ حضرت عبداللہ نے ان قبائل کو یہ پیغام بھیجا کہ اگر تم اس بات میں سچے ہو تو کلمہ شہادت:

Marfat.com

اشھدان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول للہ

پڑھ لو اور حضور جو کچھ اللہ کے پاس سے لے کر آئے ہیں اس کا اقرار کر لو پھر تم اس بارے میں اپنی رائے سے مطلع کرو۔ وہ نمائندے یہ پیغام لے کر اپنے قبائل کے پاس گئے۔ ان قبائل نے ان نمائندوں کو حضرت عبداللہ کے پاس قبول اسلام کی خبر دے کر واپس بھیجا۔

حضرت خالد اور حضرت عبادہؓ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ کے شام سے مدینہ واپس جانے کے بعد حضرت عمرو بن عاصؓ مصر کی طرف روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ باب الیون مقام تک پہنچ گئے۔ یہ پیچھے سے حضرت زبیرؓ بھی ان کے پاس وہاں پہنچ گئے۔ مصر کا بڑا پادری ابو مریم وہاں لڑنے والوں کو لے کر مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے پہلے سے پہنچا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ دوسرا پادری بھی تھا۔ مقوقس نے اس ابو مریم کو اپنے ملک کی حفاظت کے لیے بھیجا تھا۔ حضرت عمرو نے وہاں پڑاؤ ڈالا تو یہ (مصری) ان سے لڑنے کو تیار ہو گئے۔ حضرت عمرو نے ان کو پیغام بھیجا کہ ہم سے (لڑنے) میں جلدی نہ کرو۔ ہم تمہارے سامنے اپنے آنے کا مقصد بیان کر دیتے ہیں پھر تم اسکے بارے میں غور کر لینا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے لشکر کو جنگ سے روک لیا۔ حضرت عمرو نے پھر یہ پیغام بھیجا کہ میں (بات کرنے کے لیے) سامنے آ ابو مریم بھی مجھ سے بات کرنے کے لیئے باہر آ جائیں۔ انہوں نے حضرت عمرو کی یہ بات مان لی۔ انہوں نے ایک دوسرے کو امن دیا۔ حضرت عمرو نے ان دونوں سے کہا کہ تم دونوں اس شہر کے بڑے پادری ہو۔ ذرا غور سے سنو۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ نے ہمیں حق (پر چلنے) کا انہیں حکم دیا اور حضرت محمد ﷺ نے ہمیں حق پر چلنے کا حکم دیا جتنے حکم آپ کو ملے ہیں وہ آپ نے سارے ہم تک پہنچا دیئے۔ پھر آپ دنیا سے تشریف لے گئے۔ آپ پر اللہ کی لاکھوں رحمتیں ہوں۔ اپنی ذمہ داری کا حق ادا کر گئے اور ہمیں ایک راستہ پر چھوڑ گئے۔ آپ جن باتوں کو ہمیں حکم دے کر گئے ان میں ایک یہ بھی ہے کہ ہم لوگوں کے سامنے اپنا مقصد پورے طور پر بیان کر دیں لہذا ہم تمہیں اسلام کی دعوت دیتے ہیں جو ہماری اس دعوت کو قبول کرے گا وہ ہمارے جیسا بن جائے گا۔ اور جو ہماری دعوت اسلام کو قبول نہیں کرے گا ہم اس پر جزیہ پیش کریں گے (کہ وہ جزیہ ادا کرے) ہم اس کی ہر طرح حفاظت کریں گے۔ انہوں نے ہمیں بتایا تھا کہ ہم تم پر فتح حاصل کر لیں گے انہوں

Marfat.com

نے ہمیں تمہارے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کی تھی کیونکہ ہماری تمہارے ساتھ رشتہ داری ہے (حضرت ہاجرہ اور حضرت ماریہ قبطیہ دونوں مصر کے قبطی قبیلہ کی تھیں اگر تم ہماری جزیہ والی بات کو قبول کرلو گے تو دو وجہ سے تمہاری ہم پر ذمہ داری ہوگی۔ایک ذمی ہونے کی وجہ سے سے اور ایک رشتہ داری کی وجہ سے ہمارے امیر نے بھی ہمیں (مصر کے) قبطیوں کے ساتھ اچھے سلوک کی ہدایت کی تھی۔کیونکہ حضور ﷺ نے ہمیں قبطیوں کے ساتھ اچھے سلوک کی وصیت فرمائی ہے۔اس لیے کہ قبطیوں سے رشتہ داری بھی ہے اور ان کی ذمہ داری بھی ہے۔مصریوں نے کہا اتنے دور کی رشتہ داری کا خیال تو صرف نبی ہی کر سکتے ہیں (حضرت ہاجرہ) وہ بھلی اور شریف خاتون ہمارے بادشاہ کی بیٹی تھیں۔اہل منف میں سے تھیں (منف مصر کا پرانا دارالخلافہ ہے) اور بادشاہت ان ہی کی تھی۔اہل عین شمس نے ان پر حملہ کر کے ان کو قتل کر دیا اور ان سے بادشاہت چھین لی اور باقی ماندہ لوگ اس علاقے کو چھوڑ کر چلے گئے اس طرح وہ خاتون حضرت ابراہیم کے پاس آگئیں۔حضرت ابراہیم علیہ اسلام کی ہمارے ہاں آمد بڑی باعث مسرت وخوشی تھی۔جب تک ہم (مشورہ کر کے) واپس نہ آئیں اس وقت تک کے لیے ہمیں امن دے دیں۔حضرت عمرو نے فرمایا مجھ جیسے آدمی کو کوئی دھوکہ نہیں دے سکتا۔تم دونوں کو تین دن کی مہلت دیتا ہوں تاکہ تم دونوں خود بھی غور کرلو اور اپنی قوم سے مشورہ بھی کرلو۔اگر تم نے تین دن تک کوئی جواب نہ دیا تو میں تم سے جنگ شروع کر دوں گا۔(مزید انتظار نہیں کروں گا) ان دونوں نے کہا کچھ وقت اور بڑھا دیں حضرت عمرو نے ایک دن اور بڑھا دیا۔انہوں نے کچھ اور وقت بڑھانے کی مزید درخواست کی۔حضرت عمرو نے ایک دن اور بڑھا دیا۔وہ دونوں مقوقس کے پاس واپس چلے گئے۔مقوس نے کچھ آمادگی ظاہر کی۔مگر ارطبون نے ان دونوں کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور مسلمانوں پر چڑھائی کرنے کا حکم دے دیا۔ان دونوں پادریوں نے مصر والوں سے کہا ہم تو تمہاری طرف سے دفاع کی پوری کوشش کریں گے اور ان کی طرف سے تم پر حملہ کا خطرہ نہیں۔امان ہی کی توقع ہے لیکن فرقب نے حضرت عمروؓ اور حضرت زبیرؓ پر اچانک شب خون مارا۔حضرت عمرو (اس اچانک حملہ کے لئے) تیاری کئے ہوئے تھے انہوں نے فرقب کا مقابلہ کیا اور فرقب اور اس کے سارے ساتھی مارے گئے اور وہ یوں خود

Marfat.com

ہی اپنی تدبیر میں ناکام ہو گئے، وہاں سے حضرت عمرو اور حضرت زبیر عین شمس کی طرف روانہ ہوئے۔

حضرت ابوحارثہ اور حضرت ابوعثمان کہتے ہیں جب حضرت عمرو مصریوں کے پاس عین شمس پہنچے تو مصر والوں نے اپنے بادشاہ سے کہا تم اس قوم کا کیا بگاڑ لو گے جنہوں نے کسریٰ اور قیصر کو شکست دے کر ان کے ملک پر قبضہ کر لیا؟ ان سے صلح کر لو اور ان سے معاہدہ کر لو۔ نہ خود ان کے سامنے مقابلہ کے لئے جاؤ اور نہ ہمیں لے جاؤ۔ لیکن بادشاہ نہ مانا یہ قصہ چوتھے دن کا ہے اور اس نے مسلمانوں پر حملہ کر کے جنگ شروع کر دی۔ حضرت زبیر ان کے شہر کی فصیل (پناہ کی دیوار) پر چڑھ گئے۔ یہ منظر دیکھ کر (وہ ڈر گئے اور) انہوں نے حضرت عمرو کے لئے شہر کا دروازہ کھول دیا اور صلح کرنے کے لئے شہر سے باہر نکل آئے حضرت عمرو نے ان کی صلح کو منظور کر لیا۔ حضرت زبیر تو ان پر غالب ہو کر دیوار سے شہر میں اُترے۔

خالد بن ولید کی جانب سے فارس کے راجاؤں کے نام اما بعد! مسام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے تمہارا نظام درہم برہم کر دیا اور تمہاری تدبیر کو کمزور کر دیا اور تمہارے شیرازہ کو بکھیر دیا۔ اور اگر وہ تمہارے ساتھ ایسا نہ کرتا تو تمہارے لئے بہت بڑا فتنہ ہوتا تمہارے دین میں داخل ہو جاؤ ہم تمہیں تمہارے علاقے میں رہنے دیں گے اور ہم تمہارے علاقہ میں سے گزر کر آگے کے علاقہ میں چلے جائیں گے ہمارے دین میں خوشی خوشی داخل ہو جاؤ نہیں تو تمہیں مجبور ہو کر ایسی قوم کے ہاتھوں مغلوب ہو کر ہمارے دین کا ماتحت بننا پڑے گا جن کو موت ایسی پیاری ہے جیسے تمہیں زندگی۔

خالد بن ولید کی جانب سے فارس کے صوبہ داروں کے نام

اما بعد تم مسلمان ہو جاؤ محفوظ ہو جاؤ گے اور اگر مسلمان نہیں ہوتے تو ذمی بننا قبول کرو اور جزیہ ادا کرو ورنہ میں تمہارے پاس ایسی قوم لے کر آیا ہوں جن کو موت ایسی پیاری ہے جیسے تمہیں شراب پینا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں صحابہ کرامؓ کا میدان جنگ میں دعوت دینا

حضرت مسلم بن حارث بن مسلم تمیمی فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد (حارث) نے یہ بیان کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک جماعت میں بھیجا۔ جب ہم چھاپہ مارنے کی جگہ کے قریب پہنچے تو میں نے اپنے گھوڑے کو تیز دوڑایا اور اپنے ساتھیوں سے آگے چلا گیا تو تمام قبیلہ والے روتے پیٹتے بستی سے باہر نکل آئے میں نے ان سے کہا لا الہ الا اللہ کہہ لو محفوظ ہو جاؤ گے۔ چنانچہ ان لوگوں نے کلمہ پڑھ لیا۔ پھر میرے ساتھی بھی پہنچ گئے (انہیں جب یہ پتہ چلا تو) وہ مجھے ملامت کرنے لگے اور کہنے لگے کہ مال غنیمت ہمیں آسانی سے مل سکتا تھا لیکن تم نے ہمیں اس سے محروم کر دیا (بہرحال) جب ہم واپس لوٹے تو ساتھیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلا کر میرے اس عمل کی بڑی تحسین فرمائی اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ہر انسان کے بدلہ میں اتنا اتنا ثواب لکھ دیا ہے، عبدالرحمٰن راوی کہتے ہیں کہ مجھے وہ ثواب بھول گیا۔ پھر حضور نے فرمایا میں تمہیں ایک تحریر لکھ کر دیتا ہوں اور میرے بعد جو مسلمانوں کے امام ہونگے ان کو تمہارے بارے میں وصیت کر دیتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے وہ تحریر لکھوا کر اس پر مہر لگائی اور پھر مجھے دے دی اور مجھ سے فرمایا صبح کی نماز پڑھ کر کسی سے بات کرنے سے پہلے سات مرتبہ اللھم اجرنی من النار پڑھا کرو۔ اگر تم اس دن مر گئے تو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آگ سے پناہ لکھ دیں گے اور مغرب کی نماز پڑھ کر کسی سے بات کرنے سے پہلے اللھم اجرنی من النار سات مرتبہ پڑھا کرو۔ اگر تم اس رات مر گئے تو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آگ سے پناہ لکھ دیں گے۔ جب آپ کا انتقال ہو گیا تو میں نے وہ تحریر حضرت ابوبکرؓ کو دی انہوں نے اس کی مہر توڑ کر اُسے پڑھا اور (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر کے مطابق) انہوں نے مجھے مال دیا اور پھر اس پر مہر لگا دی پھر میں وہ تحریر لے کر حضرت عمرؓ کے (زمانے میں ان کے) پاس آیا۔ انہوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ مسلم بن حارث فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں حضرت حارث کا انتقال ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ تحریر ہمارے پاس تھی۔ یہاں تک کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ بنے۔ انہوں نے ہمارے علاقہ کے گورنر کو

Marfat.com

لکھا کہ مسلم بن حارث بن مسلم تمیمی کے والد حارث کو حضور ﷺ نے جو تحریر لکھ کر دی تھی۔ مسلم کو اس تحریر کے ساتھ میرے پاس بھیجو چنانچہ وہ تحریر لے کر میں ان کے پاس گیا۔ انہوں نے اسے پڑھا اور حضور کی تحریر کے مطابق مجھ مال دیا اور اس پر مہر لگا دی۔

حضرت شرحبیل بن حسنہؓ کے انسان دوست جذبات

عرب کی سرحد سے نکل کر مجاہدین اسلام کو جگہ جگہ کیل کانٹے سے لیس رومیوں کے بڑے بڑے جتھے ملے۔ انہوں نے مسلمانوں کی زبردست مزاحمت کی لیکن اہل حق کے سیل بے پناہ کے سامنے ان کی کچھ پیش نہ چلی۔ حضرت یزیدؓ بن ابی سفیانؓ سب سے پہلے مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے تھے۔ تبوک کے مقام پر ان کی مڈ بھیڑ رومیوں کی ایک زبردست فوج سے ہوگئی اس فوج کی قیادت ہرقل کے چار ازمودہ کار افسر باطلیق، جرجیس، لوقا اور صلیا کر رہے تھے۔ اس فوج کے مقابلے میں حضرت یزیدؓ بن ابی سفیانؓ کے لشکر کی تعداد بہت کم تھی، لیکن وہ اللہ کے بھروسے پر اس سے بھڑ گئے۔ پہلے دن کی لڑائی میں ہار جیت کا کوئی فیصلہ نہ ہوسکا۔ دوسرے دن پھر معرکہ کارزار گرم ہوا، فریقین خوب جم کر لڑے۔ عین اُس وقت جبکہ لڑائی زوروں پر تھی، حضرت شرحبیل بن حسنہؓ اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچ گئے۔ وہ حضرت یزیدؓ بن ابی سفیانؓ کی روانگی کے بعد بصریٰ کا عزم کر کے مدینہ سے چلے تھے۔ اب جو انہوں نے رومیوں کو مسلمانوں سے نبرد آزما دیکھا۔ تو بغیر دم لیے تکبیر کے نعرے لگاتے اپنے بھائیوں کی مدد کے لئے میدان میں اتر آئے۔ یزیدؓ بن ابوسفیانؓ کے لشکر کے لئے حضرت شرحبیلؓ کی آمد تائید غیبی سے کم نہ تھی۔ سب نے مل کر تازہ جوش اور ولولے کے ساتھ رومیوں پر اس زور کا حملہ کیا کہ ان کی صفیں اُلٹ کر رکھ دیں۔ تمام بڑے رومی افسر میدان جنگ میں کام آئے، یہاں تک کہ رومی فوج اپنے ہزاروں آدمی کٹوا کر بھاگ کھڑی ہوئی۔

لڑائی کے بعد حضرت یزیدؓ بن ابوسفیانؓ، حضرت شرحبیل سے بغل گیر ہوئے اور دونوں نے ایک دوسرے کو فتح کی مبارکباد دی۔ اس کے بعد دونوں سپہ سالار اپنی اپنی منزل مقصود کی طرف روانہ ہو گئے حضرت یزیدؓ بن ابوسفیانؓ کا رُخ بلقاء کی جانب تھا اور حضرت شرحبیلؓ کا بصریٰ کی طرف۔

Marfat.com

بصریٰ، شام کے صوبے حوران کا صدر مقام تھا اور جنگی لحاظ سے بڑی اہمیت رکھتا تھا۔ اس کا حاکم ایک رومی جرنیل روباس (یا رونمانوس) تھا۔ حضرت شرحبیلؓ چار ہزار سرفروشوں کے ہمراہ یلغار کرتے ہوئے بُصریٰ کے قریب پہنچے تو روماس نے مسلمانوں سے لڑنے کی بجائے صلح کر لینا مناسب سمجھا، چنانچہ اس نے حضرت شرحبیل سے صلح کی گفت و شنید شروع کر دی۔ اہل بصریٰ کو اپنے حاکم کا صلح جویانہ رویہ پسند نہ آیا اور انہوں نے اسے مجبور کیا کہ وہ پوری قوت سے مسلمانوں کا مقابلہ کرے۔ روباس نے طوعاً و کرہاً لڑائی کی تیاری شروع کر دی اور مسلمان بھی لڑائی کے لئے کمر بستہ ہو گئے۔ اس اثناء میں حضرت خالدؓ بن ولید بھی اپنی فوج کے ساتھ عراق عرب سے بصریٰ پہنچ گئے۔ انہوں نے حضرت شرحبیلؓ کے ساتھ مل کر بصریٰ کے جنگجو رومیوں پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ وہ الامان والحفیظ پکار اٹھے اور قلعے کا دروازہ کھول کر امان کے طالب ہوئے۔ حضرت خالدؓ نے ان کو جزیے کی شرط پر امان دے دی۔ اس کے بعد وہ حضرت شرحبیلؓ کو بصریٰ میں چھوڑ کر دمشق کی طرف بڑھے اور حضرت ابوعبیدہؓ کے ساتھ مل کر شہر کا محاصرہ کر لیا۔ دوسری طرف ہرقل کو بُصریٰ پر مسلمانوں کے قبضے کی اطلاع ملی، تو اس نے ایک بہت بڑی فوج (جو بعض روایتوں کے مطابق نوے ہزار جوانوں پر مشتمل تھی) مسلمانوں کے مقابلے کے لئے روانہ کی۔ اس فوج نے اجنادین پہنچ کر جنگ کی تیاریاں شروع کیں۔ حمص کا رومی حاکم وردان بھی ایک زبردست فوج کے ساتھ اس ارادے سے روانہ ہوا کہ حضرت شرحبیل کا رابطہ دمشق، بلقاء اور فلسطین میں مقیم اسلامی فوجوں سے منقطع کر دے۔ حضرت ابوعبیدہؓ اور خالد بن ولیدؓ کو رومیوں کے اجتماع اور نقل و حرکت کی خبریں ملیں، تو انہوں نے یہی مناسب سمجھا کہ تمام اسلامی فوجیں ایک جگہ جمع ہو کر اس طوفان کا مقابلہ کریں۔ چنانچہ وہ دمشق سے محاصرہ اٹھا کر اجنادین کی طرف بڑھے اور دوسرے افسروں کو لکھا کہ وہیں آ کر مل جائیں۔

حضرت ابوعبیدہؓ اور خالدؓ کا خط ملتے ہی حضرت شرحبیلؓ بُصریٰ سے اجنادین کی طرف چل پڑے۔ وردان نے ان کا راستہ کاٹنے کی بہتری کوشش کی لیکن وہ بخیریت اجنادین پہنچ گئے۔ ان کے بعد حضرت یزیدؓ بن ابوسفیانؓ اور حضرت عمروؓ بن العاص بھی اپنی اپنی فوجیں لے کر اجنادین آ کر بڑے اسلامی لشکر کے ساتھ مل گئے۔ دوسری طرف وردان بھی

Marfat.com

اس بڑی رومی فوج میں جا شامل ہوا جس نے اجنا دین میں پڑاؤ ڈال رکھا تھا۔ شنبہ ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۳ ہجری کو اجنا دین کے میدان میں مسلمانوں اور رومیوں کے مابین نہایت خونریز جنگ ہوئی، رومیوں نے دادِ شجاعت دینے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، لیکن مسلمانوں کے جوش اور جذبے کے سامنے ان کی کچھ پیش نہ چلی، جب تذراق، قبقلار وردان اور کئی دوسرے بڑے بڑے رومی افسر ایک ایک کر کے مارے گئے، تو رومیوں کی قوت مقاومت جواب دے گئی اور وہ سخت ابتری کے عالم میں ایلیا، قیساریہ اور حمص وغیرہ کی طرف کھسک گئے اس لڑائی میں تین ہزار کے قریب مسلمان شہید ہوئے اور اس سے کہیں زیادہ تعداد میں رومی مارے گئے مورخ ابن ہشام کا بیان ہے کہ شہدائے اجنا دین میں حضرت عمرؓ و بن العاص کے چھوٹے بھائی حضرت ہشامؓ بن العاص بھی تھے، وہ سابقون الاولون میں سے تھے اور دو ہجرتوں سے ممتاز تھے، مسلمانوں نے رومیوں کا تعاقب کیا تو راستے میں انہیں ایک تنگ گھاٹی ملی جس میں سے ایک وقت میں صرف ایک آدمی گزر سکتا تھا جو مسلمان اس مقام سے پار ہو گئے ان سے رومی لڑنے لگے، حضرت ہشامؓ شہید ہو کر اس تنگ مقام میں گر پڑے اب جو مسلمان وہاں پہنچتا، وہیں رُک جاتا تھا، کیونکہ آگے بڑھنے سے حضرت ہشامؓ کی لاش گھوڑوں کے سموں کے نیچے کچل جاتی تھی، حضرت عمروؓ بن العاص نے یہ کیفیت دیکھی تو مسلمانوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے میرے بھائی کو رتبہ شہادت پر فائز کیا اور اس کی روح کو اٹھا لیا۔ یہاں تو صرف اس کا جسم ہے، اس لئے تم لوگ اس کی لاش پر سے گھوڑے لے جاؤ اور اللہ کے دشمنوں کا مقابلہ کرو۔''

یہ کہہ کر انہوں نے گھوڑا بڑھایا۔ دوسرے لوگوں نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ اس طرح شہید راہ حق کی لاش کے ٹکڑے اڑ گئے۔ جنگ ختم ہوئی تو حضرت عمرو بن العاص نے بھائی کی لاش کے ٹکڑوں کو بورے میں بھر کر سپرد خاک کیا۔

اجنا دین کی فتح کے بعد متحدہ اسلامی لشکر دمشق کی طرف بڑھا اور ایک بار پھر اس کا نہایت سختی سے محاصرہ کر لیا۔ اس محاصرے میں حضرت شرحبیل باب الفرادیس پر متعین تھے

اور دمشق کی پیدل فوج کے سردار تھے۔ یہ محاصرہ کئی ماہ تک جاری رہا۔ اسی دوران میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے وفات پائی اور حضرت عمر فاروقؓ سریر آرائے خلافت ہوئے۔ اہل دمشق کو میدان میں آکر مقابلہ کرنے کی ہمت نہ تھی۔ اس لئے وہ فصیل شہر ہی سے مسلمانوں پر تیر اور پتھر برساتے رہتے تھے، البتہ دو چار موقعے ایسے ضرور پیش آئے کہ بعض من چلے دستوں نے شہر سے باہر نکل کر مسلمانوں پر حملہ کیا، لیکن منہ کی کھا کر پسپا ہو گئے، ایک دن حضرت شرحبیل بن حسنہؓ نے بڑے جوش وخروش سے قلعے پر حملہ کیا، دمشقیوں نے ان پر اینٹوں اور پتھروں کا مینہ برسا دیا۔ حضرت شرحبیلؓ کے کئی ساتھی شہید اور زخمی ہو گئے ایک روایت میں ہے کہ شہداء میں مشہور صحابی حضرت ابانؓ بن سعید بھی تھے، بعض دوسرے روایتوں کے مطابق حضرت ابانؓ معرکہ اجنادین میں شہید ہو چکے تھے اور ان کی بیوی ام ابانؓ حضرت شرحبیلؓ کے لشکر میں شامل ہو گئی تھیں۔ وہ تیراندازی میں کمال درجے کی مہارت رکھتی تھیں۔ دمشقیوں نے مسلمانوں پر تیروں اور پتھروں کی بوچھاڑ کی، تو وہ تاک تاک کر رومیوں کو تیر مارنے لگیں ایک تیر اس پادری کو لگا جو صلیب ہاتھ میں لئے رومیوں کو جوش دلا رہا تھا صلیب اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر شہر پناہ کے نیچے گر پڑی۔ اس پر رومیوں میں سخت اشتعال پیدا ہوا اور اپنے سردار توما کی سرکردگی میں دروازہ کھول کر حضرت شرحبیلؓ کے لشکر پر حملہ آور ہوئے۔ حضرت شرحبیل اس طوفانی حملے سے مطلق ہراساں نہ ہوئے اور رومیوں کو منہ توڑ جواب دیا اس موقع پر ام ابانؓ یہ رجز پڑھتے ہوئے رومیوں پر تیر برسا رہی تھی:

ام ابان فاطلبی، بثارک
صولی علیھم صولت المتدرک
تدضبح جمع القوم من نبالک

(اُم ابان، تو اپنا انتقام لے اور ان پر پے در پے حملے کئے جا، رومی تیرے تیروں سے چیخ اٹھے) حضرت اُم ابانؓ کی کمان سے نکلا ہوا ایک تیر توما کی آنکھ میں لگا، تو وہ چیخ مار کر پیچھے کی طرف بھاگا۔ اس کے لشکر نے بھی اس کا ساتھ دیا اور سب قلعے میں گھس گئے محاصرہ دمشق کے دوران میں کئی اور موقعوں پر بھی حضرت شرحبیل نے کمال درجے کی

شجاعت اور جانبازی کا مظاہرہ کیا یہاں تک کہ خود حضرت خالد بن ولیدؓ نے ان کی سرفروشی اور استقامت کا اعتراف کیا، کئی ماہ کے طویل محاصرے کے بعد بالآخر مسلمانوں نے دمشق پر پرچم اسلام لہرا دیا۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے تمام اہل شہر کو امان دے دی اور مسلمانوں کو منع کر دیا کہ وہ نہ مال غنیمت لوٹیں اور نہ کسی کو قیدی بنائیں، یہ واقعہ رجب ۱۴ ہجری کا ہے۔

ذیقعدہ ۱۴ ہجری میں مسلمانوں نے اُردن کا رُخ کیا جہاں رومی زور شور سے جنگی تیاریوں میں مشغول تھے۔ دمشق کے سقوط نے رومیوں کو سخت مشتعل کر دیا تھا اور انہوں نے اردن کے شہر بیسان میں فوجیں جمع کرنی شروع کر دی تھیں تھوڑے ہی عرصے میں وہاں چالیس اور اسی ہزار کے درمیان جنگجو رومی جمع ہو گئے، مسلمانوں نے بیسان کے سامنے چند میل کے فاصلے پر فحل کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اُردن کی تسخیر اور امارت کے لئے حضرت شرجیلؓ کو نامزد فرمایا تھا اور حضرت عمرؓ نے بھی اس فیصلے کو برقرار رکھا تھا، اس لئے فحل کی اسلامی فوجوں کی کمان حضرت شرجیلؓ کے سپرد ہوئی، انہوں نے ابوالاعور سلمیؓ کو کچھ فوج دے کر طبریہ کی طرف بھیج دیا اور خود رومیوں پر حملہ کرنے کے لئے مناسب وقت کا انتظار کرنے لگے کیونکہ بیسان میں مقیم رومیوں نے دریا کا بند توڑ دیا تھا اور فحل کے اردگرد کا تمام علاقہ زیرآب آ گیا تھا، جب فحل میں مسلمانوں کا قیام طویل ہو گیا، تو رومی جرنیل سقلاء بن مخراق نے کثرت افواج کے زُعم میں خود مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کا منصوبہ بنایا اور ایک مقررہ رات کو ایک خاص جگہ سے دلدل اور پانی عبور کر کے مسلمانوں پر آ پڑا۔ دوسری طرف حضرت شرجیلؓ کو اپنی ذمہ داریوں کا سخت احساس تھا، وہ کسی ناگہانی افتاد سے نبٹنے کے لئے دن رات اپنے لشکر کی نگرانی کرتے رہتے تھے، رومی رات کی تاریکی میں فحل پہنچے، تو انہوں نے خلاف توقع مسلمانوں کو مقابلے کے لئے تیار پایا۔ فریقین میں گھمسان کا رن پڑا اور لڑائی رات سے گزر کر دوسرے دن بھی جاری رہی، حضرت خالد بن ولیدؓ، ضرارؓ بن اور اور شرجیلؓ بن حسنہؓ نے سرفروشی اور جانبازی کے وہ جوہر دکھائے کہ دشمن کی کمر ٹوٹ گئی، سقلاء اور اس کے ساتھی کئی رومی جرنیل مارے گئے اور رومی فوج بددل ہو کر بھاگ کھڑی ہوئی۔

بعض مورخین نے اس واقعے کو دوسرے انداز میں لکھا ہے ان کا بیان ہے کہ

Marfat.com

مسلمان خود فحل سے پیش قدمی کر کے رومیوں سے نبرد آزما ہوئے اور انہیں شکست دی، بہر صورت حضرت شرحبیلؓ نے جنگ فحل میں نمایاں کارنامے انجام دیئے۔

فحل کی جنگ سے فارغ ہو کر حضرت شرحبیل، حضرت عمرو بن العاص کو ساتھ لے کر بیسان پہنچے اور اس کا محاصرہ کر لیا، محصورین زیادہ عرصے تک مسلمانوں کے مقابلے پر نہ ٹھہر سکے اور دمشق کی شرائط پر مسلمانوں سے صلح کر لی، اہل طبریہ کو جب اہل بیسان کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے بھی حضرت ابوالاعورؓ کے ذریعے حضرت شرحبیلؓ کو صلح کا پیغام بھیجا۔ انہوں نے یہ درخواست قبول کر لی اور اہل طبریہ سے بھی صلح نامہ دمشق کی شرائط کے مطابق صلح کر لی۔ اس کے بعد حضرت شرحبیلؓ نے اُردن کے دوسرے تمام شہر اور مقامات ازرعات، عمان، جرش، مآب وغیرہ نہایت آسانی سے فتح کر لئے، فی الحقیقت وہاں کے باشندوں کو جم کر مقابلہ کرنے کی ہمت ہی نہ پڑی اور سب نے صلحنامہ دمشق کی شرائط پر مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لی، اس طرح تمام اُردن حوران وصحرا تک مسلمانوں کا مطیع و منقاد ہو گیا اور حضرت شرحبیلؓ اس کی امارت کے فرائض انجام دینے لگے دوسری طرف ابو عبیدہؓ نے حمص پر یلغار کر کے اس کو فتح کر لیا اور وہیں مقیم ہو گئے۔

ہرقل شاہ روم کو جو انطاکیہ میں مقیم تھا، جب اُردن اور حمص وغیرہ پر مسلمانوں کے استیلا کی خبریں پہنچیں تو وہ غم وغصے سے دیوانہ ہو گیا۔ اس نے مسلمانوں سے ایک فیصلہ کن جنگ کے لئے اپنے تمام مقبوضات میں جبری بھرتی کا حکم بھیج دیا اور ساتھ ہی رومیوں کو غیرت دلائی کہ اگر تم نے متحد ہو کر عربوں کو شام سے نہ نکالا، تو تمہاری عزت و ناموس خطرے میں پڑ جائے گی جہاں جہاں ہرقل کا فرمان پہنچا وہاں کے باشندوں میں عزم و حوصلہ اور جوش و ولولے کی لہر دوڑ گئی اور ہر طرف سے جنگجو رومیوں کے جتھے انطاکیہ پہنچنے لگے، اس طرح تھوڑی ہی مدت میں کئی لاکھ رومی ہرقل کے جھنڈے تلے مسلمانوں سے لڑنے مرنے کے لئے جمع ہو گئے ہرقل نے اپنے نامور جرنیل باہان کو ایک جرار لشکر دے کر حکم دیا کہ وہ حملہ آور مسلمانوں کو نیست و نابود کر دے، اُدھر حضرت ابو عبیدہؓ کو رومیوں کی زبردست جنگی تیاریوں کی اطلاع ملی تو انہوں نے قریبی علاقوں کے امراء اور افسران فوج کو مشورے کے لئے اپنے پاس (حمص) بُلا بھیجا۔ جب سب جمع ہو گئے، تو حضرت ابو عبیدہؓ

Marfat.com

نے ساری صورتحال ان کے سامنے بیان کی اور پوچھا کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ حضرت یزید بن ابوسفیان نے رائے دی کہ عورتوں اور بچوں کو شہر میں رہنے دیا جائے اور ہم خود باہر جا کر رومیوں سے نبرد آزما ہوں، ساتھ ہی خالدؓ بن ولید اور عمرو بن العاص کو دمشق اور فلسطین سے بلا لیا جائے۔

حضرت شرحبیلؓ بن حسنہ بھی اس موقع پر موجود تھے، انہوں نے کہا، مجھے یزیدؓ بن ابوسفیانؓ کی رائے سے اتفاق نہیں ہے، کیونکہ اہل شہر عیسائی ہیں ممکن ہے وہ مذہبی جنون میں مبتلا ہو کر ہماری غیر حاضری میں ہمارے اہل وعیال کو ہرقل کے حوالے کر دیں یا انہیں مر ڈالیں۔

حضرت ابوعبیدہؓ نے فرمایا: ''تو پھر کیوں نہ عیسائیوں کو شہر سے نکال دیا جائے؟''

حضرت شرحبیل نے فوراً کہا: ''اے میرے امیر ہمیں یہ حق ہرگز حاصل نہیں کہ باشندوں کہ شہر سے نکال دیں، کیونکہ ہم نے اس شرط پر عیسائیوں کو امان دی ہے کہ ان کے گھر اور جان و مال کی حفاظت کریں گے اور ان کو شہر سے نہیں نکالیں گے۔ اب ہم اپنے عہد سے کیسے پھر سکتے ہیں؟''

حضرت ابوعبیدہؓ نے یہ اعتراض قبول کیا اور دوسرے لوگوں کی رائے دریافت کی بعض اصحاب نے رائے دی کہ حمص ہی میں رہ کر دربار خلافت سے مدد طلب کی جائے اور دمشق اور فلسطین کی امدادی فوجوں کا انتظار کیا جائے۔

حضرت ابوعبیدہؓ نے فرمایا کہ اب اتنا وقت نہیں ہے، کیونکہ عیسائیوں کا ٹڈی دل ہم پر کسی وقت بھی دھاوا بول سکتا ہے۔

آخر یہ رائے ٹھہری کہ حمص چھوڑ کر دمشق روانہ ہوں، وہاں خالدؓ بن ولید سے مشورے کے بعد آئندہ لائحہ عمل تجویز کیا جائے، حمص سے روانہ ہوتے وقت حضرت ابوعبیدہؓ نے کئی لاکھ کی رقم جو بطور جزیہ وصول کی گئی تھی اہل حمص کو یہ کہہ کر واپس کر دی کہ اب ہم تمہاری حفاظت کا ذمہ نہیں اٹھا سکتے اس کا اثر اہل شہر پر یہ ہوا کہ وہ رو رو کر دُعائیں مانگتے تھے کہ خدا مسلمانوں کو جلد واپس لائے اور ساتھ ہی قسمیں کھاتے تھے کہ جب تک ہم زندہ ہیں قیصر اس شہر پر قبضہ نہیں کر سکتا۔

Marfat.com

مدعیوں کی زبان میں کلام کرنا

ابوالبختری کہتے ہیں ایران سے جنگ کے زمانہ میں ایک لشکر کے امیر سلمان فارسی رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے ایک قلعہ کا محاصرہ کیا، لشکر والوں نے کہا: اے ابوعبداللہ! کیوں نہ ہم ان پر حملہ کر دیں۔ سلمان فارسیؓ نے کہا مجھے موقع دو کہ میں ان کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کروں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا۔ سلمان فارسی نے اہل قلعہ کو خطاب کرتے ہوئے کہا: میں بھی تمہارے جیسا ایک فارسی ہوں۔ تم دیکھ رہے ہو کہ یہ عربی لوگ کس طرح میری اطاعت کر رہے ہیں تم اسلام لے آؤ۔ جو ہمارے لئے ہوگا وہی تمہارے لئے ہوگا جو ہمارے لئے نہ ہوگا وہ تمہارے لئے بھی نہ ہوگا (ان اسلمتم فلكم مثل الذی لنا وعليكم مثل الذی علينا) اور اگر تم اپنے دین پر قائم رہنا چاہتے ہو تو جزیہ ادا کرو۔ اگر تم اس سے بھی انکار کرو گے تو ہم تم سے جنگ کریں گے: قال ورطن اليهم بالفارسية (احمد) ابوالبختری کہتے ہیں کہ یہ بات انہوں نے فارسی زبان میں کہی۔

صحابہ کرامؓ کے دور میں ذمی رعایا کے حقوق کی حفاظت

تعصب کی انتہا تو یہ ہے کہ غیر قوموں کے ساتھ سرے سے تعلقات ہی نہ رکھے جائیں لیکن تعصب کی اس سے بھی زیادہ بدنما اور تکلیف دہ شکل یہ ہے کہ غیر قوموں کے ساتھ تعلقات تو قائم کئے جائیں لیکن ان تعلقات کو نہایت ذلیل اور بے ہودہ طریقے پر قائم رکھا جائے،

صحابہ کرام کے عہد تک تاریخ نے صرف یہی دو قسم کی مثال قائم کی تھی، لیکن صحابہ کرام نے غیر قوموں کے ساتھ ہر قسم کے مذہبی، تمدنی اور سیاسی تعلقات قائم کئے اور ان کو اس بے تعصبی کے ساتھ نبھایا کہ دنیا کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔

مذہبی تعلقات

مذہبی حیثیت سے قرآن مجید نے اگرچہ صحابہ کرام کو اور مذاہب کی کتابوں سے بے نیاز کر دیا تھا، تاہم متعدد صحابہ تھے جنہوں نے قرآن مجید کی طرح توراۃ اور انجیل کو پڑھا

Marfat.com

تھا، چنانچہ علاوہ ذہبی حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کے حال میں لکھتے ہیں۔

وکان اصحاب جملة من کتب اهل الکتاب وادمن النظر فيها ورای فيها عجائب وکان فاضلا علما قرء القرآن والکتب المتقدمة

انہوں نے اہل کتاب کی تمام کتابیں حاصل کی تھیں اور بالاتصال ان کا مطالعہ کیا تھا اوران میں ان کو عجائبات نظر آئے تھے وہ عالم فاضل تھے اور قرآن کو اور اگلی کتابوں کو پڑھا تھا،

مسند دارمی میں ہے کہ حضرت عمرؓ توراۃ کا ایک نسخہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے اور کھول کر پڑھنے لگے اسد الغابہ میں ہے کہ توراۃ کا یہ نسخہ ان کے ایک یہودی دوست نے جو بنو قریظہ کا تھا اپنے ہاتھ سے لکھ کر دیا تھا۔

صحیح بخاری میں ہے کہ اہل کتاب عبرانی میں توراۃ کو پڑھتے تھے اور صحابہ کرام کے سامنے عربی میں اس کی تفسیر کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو فرمایا کہ اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو نہ تکذیب، بلکہ یہ کہو کہ ہم خدا پر، اور اس کی کتاب پر جو ہم پر اور نیز اس کتاب پر جو تم پر نازل ہوئی ایمان لائے۔

حضرت زید بن ثابتؓ نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے عبرانی زبان سیکھی تھی اور اس میں خط وکتابت کرتے تھے،

اسلام میں مذہبی حیثیت سے یہ حکم ہے کہ اگر جنازہ سامنے سے گذرے تو کھڑا ہو جانا چاہئے بعض لوگوں کا خیال تھا کہ یہ حکم صرف مسلمانوں کے ساتھ مخصوص ہے لیکن ایک بار قادسیہ میں ایک ذمی کا جنازہ گذرا تو حضرت سہل بن حنیفؓ اور قیس بنؓ سعد فوراً کھڑے ہو گئے، ایک شخص نے ٹوکا کہ یہ تو ذمی کا جنازہ ہے بولے ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی یہی واقعہ پیش آیا تو آپ نے فرمایا آخر وہ بھی تو ایک جان ہے۔''

ان تمام مثالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام نے مذہبی حیثیت سے غیر قوموں کے ساتھ کسی قسم کا تعصب جائز نہیں رکھا۔

Marfat.com

تمدنی تعلقات

تمدنی حیثیت سے صحابہ کرام کے زمانے میں اگرچہ مسلمانوں اور غیر قوموں میں کوئی فرق وامتیاز موجود نہ تھا صحابہ کرام یہودیوں سے قرض لیتے تھے ان سے بیع وشرا کرتے تھے اور ان سے ہر قسم کے معاملات رکھتے تھے لیکن ان تعلقات سے بالاتر ایک چیز حسن معاشرت ہے جو تمدن کی روح ہے اور صرف اسی سے یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ یہ تعلقات خلوص پر مبنی تھے یا خود غرضانہ نفاق پر لیکن واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر مذہبی عقائد واعمال کو الگ کر دیا جائے تو صحابہ کرامؓ کے غیر متعصبانہ طرز عمل نے مسلمانوں اور غیر قوموں کو ہر حیثیت سے ایک کر دیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پڑوس میں ایک یہودی رہتا تھا ایک بار انہوں نے ایک بکری ذبح کی تو گھر والوں سے پوچھا کہ تم نے ہمارے یہودی ہمسایہ کے پاس گوشت ہدیۃً بھیجا یا نہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھ کو جبریل نے ہمسایوں کے ساتھ سلوک کرنے کی اس شدت سے وصیت کی کہ میں نے سمجھا کہ اس کو شریک وراثت بنا دیں گے۔

ایک بار ایک یہودیہ عورت حضرت عائشہ کے پاس آئی اور کوئی چیز مانگی انہوں نے بخوشی دی اور اس نے اس کے بدلے ان کو دُعا دی۔

سیاسی تعلقات

غیر قوموں کے ساتھ سیاسی تعلقات کی ابتداء خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ہوئی، چنانچہ جب خیبر فتح ہوا تو آپ نے ایک معاہدہ صلح کیا جس کے ذریعہ سے زراعت کا معاملہ بٹائی پر طے ہوگیا، اس معاہدہ کی رو سے جب فصل تیار ہوئی تو آپ نے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو بھیجا کہ پیداوار تقسیم کرا لائیں، انہوں نے پیداوار کے دو حصے لگائے اور کہا کہ اگر تم چاہو تو یہ تمہارا ہے ورنہ میرا" لیکن یہود اس سے زیادہ طالب رعایت تھے، اس لئے انہوں نے عورتوں کے زیور جمع کئے اور ان کو بطور رشوت کے

Marfat.com

دینا چاہا، ایک متدین مذہبی شخص کی یہ سب سے بڑی توہین تھی لیکن بایں ہمہ انہوں نے کہا کہ اے گروہ یہود! تم میرے نزدیک مبغوض ترین مخلوق ہو لیکن یہ بغض مجھ کو ظلم اور ناانصافی پر آمادہ نہیں کر سکتا، باقی یہ رشوت تو وہ حرام ہے اور ہم حرام مال نہیں کھا سکتے۔" یہودیوں پر اس کا یہ اثر پڑا کہ بیساختہ چیخ اٹھے کہ آسمان و زمین اسی عدل و انصاف کے بل پر قائم ہیں۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بخران کے عیسائیوں سے ایک معاہدہ صلح کیا جس کے آخری الفاظ یہ تھے،

علی ان لا یھدم لھم بیعة ولا یخرج لھم قس ولا یفتنو اعن دینھم مالم یحد نواً حدثنا اویا کلو الرباء

اس شرط پر کہ ان کا کوئی گرجا نہ گرایا جائے گا ان کے پادری کو جلا وطن نہ کیا جائے گا ان کو ان کے مذہب سے برگشت نہ کیا جائے گا جب تک کہ وہ کوئی فتنہ انگریزی نہ کریں یا سود نہ کھائیں۔

کتاب الخراج میں اس کے آخری الفاظ یہ ہیں

علی اموالھم وانفسھم وارضھم و ملتھم وغائبھم وشاھدھم و عشیرتھم و بیعھم وکل ماتحت ایدیھم من قلیل او کثیر لا یغیر اسقف من استقفة ولاراھب من رھبانیه ولا کاھن من کھانته

یہ معاہدہ ان کے مال، جان، زمین، مذہب، حاضر، غائب، قبیلہ، گرجا غرض ہر تھوڑی بہت چیز کی حفاظت پر جو ان کے قبضہ میں ہے شامل ہے کسی پادری کو کسی راہب کو کسی کاہن کو اس کے عہدے سے الگ نہ کیا جائے گا،

حضرت ابوبکرؓ نے اپنے عہد خلافت میں اس معاہدہ کی تجدید کی اور اس کے ایک ایک حرف کو قائم رکھا۔

ان کے زمانے میں حیرہ کے عیسائیوں کے ساتھ حضرت خالدؓ نے ایک اور معاہدہ کیا جس میں سب سے زیادہ قابل لحاظ شرط یہ تھی۔

ایما شیخ ضعف عن العمل او اصحابه آفة من الافات او کان غنیافا فتقر و صار اھل دینه یتصدقون علیه طرحت جزیته و

Marfat.com

عیل من بیت مال المسلمین و عیاله

جو بوڑھا شخص بیکار ہو جائے گا یا اس کا جسم ماؤف ہو جائیگا یا کوئی متمول شخص اس قدر محتاج ہو جائیگا کہ اس کے ہم مذہب لوگ اوسپر صدقہ کرنے لگیں گے تو اس کا جزیہ معاف کر دیا جائے گا اور اس کی اور اس کے اہل و عیال کی کفالت بیت المال سے کی جائے گی،

حضرت خالدؓ نے اسی سلسلہ میں اور بھی متعدد معاہدے کئے اور ان معاہدوں کو حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ نے قائم رکھا ان معاہدوں میں اگرچہ باہم اختلاف ہے لیکن سب میں قدر مشترک یہ ہے،

لایھدم لھم بیعة ولا کنیسة وعلی ان یضربوا نواقیسھم فی اے ساعة شائوا من لیل اونھار الا فی اوقات الصلوة و علی ان یخرجوا الصلبان فی ایام عیدھم

ان لوگوں کے گرجے نہ گرائے جائیں گے اور وہ رات دن میں بجز اوقات نماز کے ہر وقت ناقوس بجا سکیں گے اور اپنے تہوار کے دن صلیب نکالیں گے۔

حضرت ابوبکرؓ نے بعد حضرت عمرؓ کے زمانے میں بہ کثرت معاہدے ہوئے ان میں سب سے زیادہ مفصل، سب سے زیادہ جامع اور سب سے زیادہ فیاضانہ وہ معاہدہ ہے جو حضرت ابوعبیدہؓ نے شام کے عیسائیوں کے ساتھ کیا اس معاہدے کے الفاظ یہ ہیں،

واشترط علیھم حین دخلھا علی ان تترک کنائیسھم و بیعھم علی ان لا یحدثوا بناء بیعة ولا کنیسة و علی ان علیھم ارشاد الضال و بناء القناطر علی الانھار من اموالھم وان یضیفوا من مربھم من المسلمین ثلاثة ایام و علی ان لا یشتموا مسلما ولا یضربوه ولا یرفعوا فی نادی اھل الاسلام صلیباً ولا یخرجوا خنزیراً امن ضازلھم الی افنیة المسلمین وان یوقد الانیران للغزاة فی سبیل الله اولا یدلوا للم المسلمین علی عورة ولا یضربو انواقیسھم قبل اذان المسلمین ولا فی اوقات

Marfat.com

اذانھم ولا یخرجوا الرایات فی ایام عیدھم ولا یلبسوا السلاح یوم عیدھم ولا یتخذوہ فی بیوتھم

جب وہ شام میں داخل ہوئے تو یہ شرط کرلی کہ ان کے گرجوں سے کچھ تعرض نہ کریں گے بشرطیکہ نئے گرجے نہ تعمیر کریں بھولے بھٹکے مسلمانوں کو راستہ دکھائیں، اپنے مال سے نہروں پر پل باندھیں، جو مسلمان ان کے پاس سے ہوکر گذریں، تین دن تک ان کی مہمان کریں، کسی مسلمان کو نہ گالی دیں، نہ ماریں نہ مسلمانوں کی مجلس میں صلیب اور نہ مسلمانوں کے احاطہ میں سور نکالیں، مجاہدین کے لئے راستوں میں آگ جالیں، مسلمانوں کی جاسوسی نہ کریں، اذان سے پہلے اور اذان کے اوقات میں ناقوس نہ بجائیں، اپنے تہواروں کے دن جھنڈے نہ نکالیں، ہتھیار نہ لگائیں اور اس کو اپنے گھروں میں بھی نہ رکھیں۔

ان لوگوں نے تمام شرطیں منظور کرلیں، صرف یہ درخواست کی کہ سال میں ایک بار بغیر جھنڈیوں کے صلیب نکالنے کی اجازت دی جائے۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے ان کی یہ درخواست منظور کی۔

قاضی ابویوسف نے لکھا ہے کہ حضرت ابوعبیدہؓ نے یہ نرمی اور یہ فیاضی اس لئے اختیار کی تھی کہ اور لوگوں کو صلح کی ترغیب ہو چنانچہ اس معاہدے کے بعد جب رومیوں سے جنگ ہوئی اور فتح کے بعد اطراف وحوالی کے تمام عیسائیوں نے صلح کرلی تو ان لوگوں نے ایک شرط یہ پیش کی کہ جو رومی مسلمانوں کی جنگ کے لئے آئے تھے اور اب وہ عیسائیوں کے پناہ گزین ہیں ان کو امن دیا جائے کہ اپنے اہل وعیال اور مال واسباب کے ساتھ واپس چلے جائیں اور ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائے، حضرت ابوعبیدہؓ نے یہ شرط بھی منظور کرلی۔

اب ہم کو صرف یہ دیکھنا ہے کہ ان معاہدوں کی پابندی کی گئی یا نہیں؟ اور کی گئی تو کیونکر؟ اسلام میں معاہدے کی اخلاقی عظمت کا یہی اقتضاء ہے اس بناء پر صحابہ کرام نے ذمیوں کے ساتھ جو معاہدہ کیا تھا ان کا پورا کرنا ان کا مذہبی فرض تھا، چنانچہ شام کی فتح کے بعد

Marfat.com

حضرت عمرؓ نے حضرت ابوعبیدہؓ کو جو فرمان لکھا اس میں یہ الفاظ تھے،

وامنع المسلمین من ظلمھم والاضرار بھم واکل اموالھم ووف لھم بشرطھم الذی شرطت لھم فی جمیع ما اعطیتھم

مسلمانوں کو ان کے ظلم ونقصان سے روکو اور ان کے مال کھانے سے منع کرو، اور ان کو جو حقوق تم نے جن شرائط پر دیئے ہیں ان کو پورا کرو

وفات کے وقت جو وصیت کی اس میں یہ الفاظ فرمائے۔

واوصیة بذمة اللہ وذمة رسولہ ان یوفی لھم بعھدھم وان یقاتل من ورائھم وان لا یکلفوا فوق طاقتھم

اور میں اپنے جانشین کو خدا اور خدا کے رسول ﷺ کے ذمہ کی وصیت کرتا ہوں کہ ذمیوں کے معاہدے کو پورا کرے اور ان کی حمایت میں لڑے اور ان کو تکلیف مالایطاق نہ دے

ذمیوں کے معاہدے کی پابندی کا جس قدر خیال رکھا جاتا تھا، اس کا اندازہ صرف اس واقعہ سے ہوسکتا ہے کہ ایک بار ایک عیسائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دے رہا تھا حضرت غرفہؓ نے سنا تو اس کے منہ پر ایک طمانچہ مارا، اس نے حضرت عمرو بن العاص کی خدمت میں استغاثہ کیا تو انہوں نے غرفہ کو بلا کر کہا کہ ہم نے ان سے معاہدہ کیا ہے، حضرت غرفہؓ نے کہا (نعوذ باللہ) کیا ہم نے ان سے یہ معاہدہ کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علانیہ گالیاں دیں، ہم نے صرف یہ معاہدہ کیا ہے کہ وہ اپنے گرجوں میں جو چاہیں کہیں، حضرت عمرو بن العاصؓ نے کہا یہ سچ ہے۔

خود ذمیوں کو اس پابندی معادہ معاہدہ کا اعتراف تھا، ایک بار حضرت عمرؓ کی خدمت میں ذمیوں کا ایک وفد آیا تو انہوں نے پوچھا کہ غالباً مسلمان تم لوگوں کو ستاتے ہوں گے سب نے ہم زبان ہو کر کہا،

مانعلم الاوفاء وحسن ملکة

ہم پابندی عہد اور شریفانہ اخلاق کے سوا کچھ نہیں جانتے

لیکن صرف اسی قدر کافی نہیں، یہ جو کچھ ہے، قول ہے ہم عملاً دکھانا چاہتے ہیں کہ

Marfat.com

ذمیوں کو جو حقوق دیئے گئے ان کو عملاً پورا کیا گیا۔

جان کی حفاظت

رعایا کے تمام حقوق میں سب سے مقدم چیز جان ہے اور صحابہ کرام کے دور خلافت میں مسلمانوں اور ذمیوں کی جانیں یکساں عزیز تھیں ایک بار حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایک یہودی قتل کر دیا گیا تو انہوں نے اس کو نہایت اہم واقعہ خیال کیا اور کہا کہ میرے دور خلافت میں انسان کا خون ہو گیا میں خدا کی قسم دلاتا ہوں کہ جس کو اس کا حال معلوم ہو مجھے بتائے'' حضرت بکر بنؓ شداخ نے کہا کہ ''اس کا قاتل میں ہوں'' بولے (اللہ اکبر) تم سے اس کا قصاص لیا جائیگا اپنی برأت ثابت کر سکتے ہو تو کرو'' انہوں نے کہا ''فلاں شخص شریک جہاد ہوا اور مجھ کو اپنے گھر کا محافظ بنا گیا میں اس غرض سے اس کے دروازے پر ایک روز آیا تو اس یہودی کو اس کے گھر میں یہ اشعار پڑھتے ہوئے سنا،

واشعث غزه الاسلام منی
خلوت بھر رسہ لیل التمام
ابیت علی ترائبھا ویمشی
علی قود الاعنة الحزام

ایک پراگندہ مو شخص جسکو اسلام نے مجھ سے غافل کر رکھا ہے۔ اس کی بیوی کے ساتھ میں نے شب بھر خلوت میں بسر کی۔ میں اس کی بیوی کے سینے پر شب بسر کرتا ہوں اور وہ گھوڑے کی باگ کھینچے کھینچے پھر رہا ہے

اب حضرت عمرؓ نے ان کو رہا کر دیا۔

ایک بار قبیلہ بکر بن وائل کے ایک شخص نے حیرہ کے ایک عیسائی کو قتل کر دیا تو حضرت عمرؓ نے قاتل کو مقتول کے ورثاء کے حوالے کر دیا اور انہوں نے اس کو قتل کر دیا۔

حضرت عمرؓ کی شہادت کی نسبت شبہہ تھا کہ یہ ایرانیوں کی سازش کا نتیجہ ہے اس خیال سے حضرت عبیداللہ بن عمرؓ نے ہرمزان کو قتل کر دیا، حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے اس کے قصاص میں ان کو قتل کرنا چاہا لیکن حضرت عمرو بن العاصؓ نے کہا کہ یہ قتل اس

Marfat.com

وقت ہوا جب کوئی خلیفہ نہیں مقرر ہوا تھا، اس لئے وہ بچ گئے، حضرت علیؓ کا دور خلافت آیا تو انہوں نے بھی ان سے قصاص لینا چاہا لیکن وہ بھاگ گئے۔

ایک بار ایک مسلمان نے ایک ذمی کو قتل کر دیا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں یہ معاملہ پیش ہوا تو انہوں نے اس کے قتل کا حکم دیا لیکن مقتول کے بھائی آئے اور کہا کہ ہم نے معاف کر دیا اس پر فرمایا کہ "تمہیں کسی کی دھمکی دے کر تو معاف کرنے پر مجبور نہیں کیا گیا"

ذمیوں کی دیت بھی بالکل مسلمانوں کے برابر مقرر کی گئی تھی دار قطنی میں ہے،

ان ابابکر و عمر کانا یجعلان دیة الیهودی والنصرانی اذا کانامعاهدین دیة الحر المسلم

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ذمی یہودی اور عیسائی کی دیت آزاد مسلمان کے برابر قرار دیتے تھے،

اب اس سے زیادہ ذمیوں کی جان کا کیا احترام ہو سکتا ہے؟

مال وجائیداد کی حفاظت

مال وجائیداد کی حفاظت اس سے زیادہ کیا ہو سکتی ہے کہ ممالک مفتوحہ کی زمینیں غیر قوموں کے ہاتھ میں رہنے دی گئیں اور ان کا خریدنا بھی مسلمانوں کے لئے ناجائز قرار دیا گیا چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس میں اس قدر مبالغہ کیا کہ اہل عرب کو زراعت سے بالکل روک دیا اور تمام فوجی افسروں کے نام احکام بھیج دیئے کہ ان لوگوں کے روزینے مقرر کر دیئے گئے ہیں اس لئے کوئی زراعت نہ کرنے پائے، مصر میں شریک غطفی نامی ایک شخص نے اس حکم کی خلاف ورزی کی تو حضرت عمرؓ نے اس سے سخت مواخذہ کیا اور کہا کہ "میں تجھ کو ایسی سزا دونگا کہ دوسروں کو عبرت ہو

عدالت میں جائیداد وغیرہ کے متعلق جو مقدمات دائر ہوتے تھے ان میں مسلمانوں کے مقابل میں بلا تکلف غیر قوموں کو ڈگری دیجاتی تھی، ایک بار حضرت عمرؓ کی خدمت میں ایک یہودی اور ایک مسلمان کا مقدمہ پیش ہوا تو حضرت عمرؓ نے یہودی ہی کے حق میں فیصلہ کیا۔

Marfat.com

مذہبی آزادی

غیر قوموں کو جو مذہبی آزادی حاصل تھی اس کا اندازہ صرف اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک بار حضرت عمرؓ نے اپنے عیسائی غلام استق کو دعوت اسلام دی اور اس نے انکار کیا تو فرمایا لا اکراہ فی الدین یعنی مذہب میں کوئی زبردستی نہیں ہے

حضرت امیر معاویہؓ کے نام سے تمام شام لرزتا تھا لیکن جب انہوں نے دمشق کی مسجد میں کینسہ یوحنا کو شامل کرنا چاہا اور عیسائیوں نے اس پر نارضامندی ظاہر کی تو ان کو مجبوراً اس کو چھوڑ دینا پڑا۔

حضرت عمرؓ نے شام کے عیسائیوں کے ساتھ جو یہ شرط کی تھی لا یحد ثوا بناء بیعة ولا کنیسة اس کا مطلب صرف یہ تھا کہ مسلمانوں کی آبادی میں نئے گرجے نہ بنائے جائیں،

خود عیسائیوں کو اپنی آبادی میں گرجا بنانے کی ممانعت نہ تھی چنانچہ جب فسطاط مصر میں عیسائیوں نے ایک نیا گرجا بنایا اور فوج نے اس کی مخالفت کی تو حضرت سلمہ بن مخلدؓ نے یہ استدلال کیا کہ یہ تمہاری آبادی سے باہر ہے اور اس پر تمام فوج نے سکوت اختیار کیا۔

ہارون الرشید کے زمانہ خلافت میں مصر کے گورنر عامر بن عمر نے جب عیسائیوں کو گرجوں کے بنانے کی عام اجازت دینا چاہی تو لیث بن سعد اور عبید اللہ بن لہیعہ سے مشور لیا ان بزرگوں نے اس کی رائے سے اتفاق کیا اور یہ استدلال پیش کیا کہ مصر کے تمام گرجے صحابہ اور تابعین ہی کے زمانے کے بنے ہوئے ہیں۔

جزیہ کی وصولی میں رعایت و نرمی

ان تمام حقوق کے مقابل میں مسلمانوں کو جزیہ کی ایک خفیف سی رقم ملتی تھی جو فوجی حفاظت کا معاوضہ تھی لیکن صحابہ کرام اس معاوضہ کو بھی نہایت لطف و مراعات کے ساتھ وصول کرتے تھے، چنانچہ جو لوگ نادار اور اپاہج ہو جاتے تھے ان کا جزیہ سرے سے معاف ہو جاتا تھا اور ان کو بیت المال سے وظیفہ ملتا تھا، حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں حضرت

خالدؓ نے حیرہ کے عیسائیوں کے ساتھ جو معاہدہ کیا تھا اس میں یہ شرط داخل تھی اور حضرت عمرؓ نے اس کو اپنے زمانے میں عملاً قائم رکھا، چنانچہ ایک بار ان کو چند جذامی عیسائی نظر آئے تو بیت المال سے ان کا وظیفہ مقرر کر دیا۔

ایک روز کسی بوڑھے یہودی کو بھیک مانگتے دیکھا تو بیت المال سے اس کا وظیفہ مقرر کر دیا اس کے جزیہ کی رقم معاف کر دی اور عام حکم دے دیا کہ اس قسم کے تمام لوگوں کا جزیہ معاف کر دیا جائے،

جن لوگوں سے جزیہ وصول کیا جاتا تھا ان پر بھی کسی قسم کی سختی روا نہیں رکھی جاتی تھی ایک بار حضرت ہشام بن حکیمؓ نے حمص میں دیکھا کہ کچھ قیدی دھوپ میں کھڑے کئے گئے ہیں بولے یہ کیا ظلم ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے

ان الله يعذب الذين يعذبون الناس فی الدنيا

خدا ان لوگوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں۔

حضرت عمرؓ شام کے سفر سے واپس آرہے تھے، راستے میں دیکھا کہ کچھ لوگ دھوپ میں کھڑے کئے گئے ہیں اور ان کے سر پر زیتون کا تیل ڈالا جا رہا ہے وجہ پوچھی تو معلوم ہوا کہ ناداری کی وجہ سے جزیہ نہیں دیتے، فرمایا چھوڑ دو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

لا تعذبو الناس فان الذين يعذبون الناس فی الدنيا يعذبهم يوم القيامة

لوگوں کو تکلیف نہ دو کیونکہ جو لوگ لوگوں کو تکلیف دیتے ہیں، خدا ان کو قیامت میں تکلیف دیتا ہے

ملکی حقوق

رعایا کو سب سے بڑا حق جو حاصل ہو سکتا ہے وہ یہ ہے کہ ان کو ملکی انتظامات میں شریک کیا جائے اور صحابہ کرام کے زمانے میں غیر قوموں کو یہ حق حاصل تھا یعنی جن معاملات کا تعلق غیر قوموں کے ساتھ ہوتا تھا ان میں ان کی رائے مقدم خیال کی جاتی تھی، چنانچہ عراق کا بندوبست ہوا تو حضرت عمرؓ نے وہاں سے چوہدری طلب کئے اور ان سے مال

Marfat.com

گذاری کے متعلق رائے لی۔

غیر قوموں میں بہت سے لوگوں کو ملکی عہدے دیئے گئے اور ذمہ داری کی خدمتیں ان کے متعلق کی گئیں ایک بار بہت سے عیسائی قیدی آئے تو حضرت عمرؓ نے بعض کو مکتب میں داخل کر دیا اور بعض کے متعلق ایک ملکی کام کیا اصابہ میں ہے کہ ابوزید نامی ایک عیسائی کو انہوں نے عامل بھی مقرر فرمایا تھا، حضرت عثمانؓ نے بھی ایک عیسائی کو تعلیم دے کر اپنا میر منشی بنایا تھا، حضرت امیر معاویہؓ کے دربار میں سب سے زیادہ با اقتدار اور با اثر شخص ابن آثال نصرانی تھا جو ان کا طبیب بھی تھا مترجم بھی تھا اور خمس کا کلکٹر بھی تھا۔

آزادی تجارت

صحابہ کرام کے فیاضانہ طرز عمل نے کبھی غیر قوموں کی تجارتی آزادی میں خلل نہیں ڈالا بلکہ اس کو اور ترقی دی چنانچہ شام کے نبطی جو روغن زیتون اور گیہوں کی تجارت کرتے تھے حضرت عمرؓ نے ان کے عشر کو نصف کر دیا تا کہ مدینہ میں کثرت سے غلہ آئے، مصر کے قبطی بھی مال تجارت لے کر آتے تھے، لیکن ان سے پورا عشر لیا جاتا تھا۔

سازش اور بغاوت کی حالت میں ذمیوں کے ساتھ سلوک

غیر قومیں تو بالکل بیگانہ ہوتی ہیں سازش اور بغاوت کی حالت میں مہذب سے مہذب سلطنت خود اپنی قوم سے کوئی مراعات نہیں کر سکتی لیکن صحابہ کرام نے اس حالت میں بھی ذمیوں کے ساتھ نہایت نرم برتاؤ کیا شام کی انتہائی سرحد پر ایک شہر عریسوس تھا جہاں کے عیسائیوں سے معاہدہ صلح ہو گیا تھا لیکن یہ لوگ در پردہ رومیوں سے سازش رکھتے تھے اور مسلمانوں کی خبریں ان تک پہنچایا کرتے تھے، حضرت عمیر بن سعدؓ نے جو وہاں کے والی تھے حضرت عمر کو اس کی اطلاع دی تو انہوں نے لکھ بھیجا کہ ان کے تمام مال و متاع کا شمار کر کے ہر چیز کا دوگنا معاوضہ دیدیا جائے اور اس کے بعد وہ جلاوطن کر دیئے جائیں اگر وہ اس پر راضی نہ ہوں تو ایک سال کی مہلت کے بعد جلاوطن کئے جائیں چنانچہ ایک سال کے بعد وہ لوگ جلاوطن کر دیئے گئے۔

Marfat.com

ان مراعات کا ذمیوں پر اثر

ذمیوں پر ان تمام لطف و مراعات کا یہ اثر ہوا کہ وہ خود مسلمانوں کے دست و بازو بن گئے، قاضی ابو یوسف صاحب کتاب الخراج میں لکھتے ہیں۔

فلما رای اهل الذمة وفاء المسلمين لهم وحسن السيرة فيهم صاروا اشداء على عدو المسلمين وعونا للمسلمين على اعدائهم

جب ذمیوں نے مسلمانوں کی وفاداری اور ان کے نیک سلوک کو دیکھا تو مسلمانوں کے دشمنوں کے سب سے بڑے دشمن اور ان کے مقابل میں مسلمانوں کے حامی و مددگار بن گئے۔

رومی اگرچہ خود عیسائیوں کے ہم مذہب تھے لیکن جب رومیوں نے مسلمانوں کے مقابلے میں ایک عظیم الشان فیصلہ کن جنگ کی تیاریاں کیں تو ان ہی ذمی عیسائیوں نے ہر جگہ سے جاسوس بھیجے کہ رومیوں کی خبر لائیں، حضرت ابو عبیدہؓ نے ہر شہر پر جو حکام مقرر کئے تھے ان کے پاس ہر شہر کے عیسائی رئیس آئے اور اس جنگی تیاری کی خبر دی حضرت ابو عبیدہؓ کو تمام حکام نے اس کی اطلاع دی تو انہوں نے لکھ بھیجا کہ ذمیوں سے جس قدر جزیہ اور خراج وصول کیا گیا ہے سب واپس کر دیا جائے کیونکہ معاہدے کی رو سے ہم پر ان کی حفاظت واجب ہوگی اور ہم اس وقت اس کی طاقت نہیں رکھتے، ان حکام نے جب یہ رقمیں واپس دیں تو یہ لوگ سخت متاثر ہوئے اور بے اختیار بول اٹھے کہ ”خدا تم کو واپس لائے اگر خود رومی ہوتے تو اس حالت میں ہم کو کچھ واپس نہ دیتے، بلکہ ہمارے پاس جو کچھ ہوتا لے لیتے“ مسلمانوں کی فتح ہوگئی تو عیسائیوں نے خود واپس شدہ رقم حضرت ابو عبیدہؓ کے پاؤں پر ڈال دی۔ کہ دوبارہ اس ابر کرم کے سائے کے نیچے آجائیں۔

اس موقعہ کے علاوہ ہر موقع پر ذمیوں کا طرز عمل نہایت مخلصانہ اور وفادارانہ رہا حضرت عمرؓ شام میں آئے تو ازرعات کے عیسائی ہاتھ میں تلوار لئے ہوئے پھول برساتے ہوئے اور باجا بجاتے ہوئے ان کے استقبال کے لئے نکلے، حضرت عمرؓ نے روکنا چاہا لیکن حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا ”یہ ان کا دستور ہے اگر روک ٹوک کی گئی تو سمجھیں گے کہ معاہدہ

ٹوٹ گیا" شام کے ایک اور عیسائی رئیس نے ان کی دعوت کرنا چاہی اور کہا کہ "اگر حضور چندا کابر صحابہ کے ساتھ غریب خانہ پر تشریف لائیں تو میری عزت افزائی ہو گی" لیکن حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ "ان گرجوں میں جن میں یہ تصویریں ہیں ہم قدم نہیں رکھ سکتے"

طمع وترغیب سے برگشتہ از اسلام نہ ہونا

ابتدائے اسلام میں صحابہ کرامؓ اس قدر مفلوک الحال تھے کہ افلاس کی وجہ سے بعض مسلمان خاندانوں کے مرتد ہو جانے کا خطرہ تھا، لیکن مخالفین اسلام یعنی یہود و کفار دولت وثروت سے مالا مال تھے بالخصوص یہود کے پاس یہ ایک ایسا زریں آلہ تھا کہ جس کے ذریعہ سے وہ صحابہ کی روحانی طاقت پر زور لگا سکتے تھے، اس افلاس پر صحابہ کرام کو صدقہ و زکوٰۃ بھی ادا کرنا پڑتا تھا اور بظاہر یہ ایک ایسا بار تھا جس کے سبکدوش ہونے کے لئے نہایت آسانی کے ساتھ اسلام سے برگشتہ ہونے کی ترغیب دی جا سکتی تھی، چنانچہ جب محمد ابن مسلمہؓ نے کعب بن اشرف سے حیلۃً گرانباری صدقہ کی شکایت کی اور اس غرض کے لئے اس سے قرض لینا چاہا تو اس موقع سے فائدہ اٹھا کر اس نے کہا "تم محمد سے گھبرا اٹھو گے، اس کے ساتھ صحابہ کو اور طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا ہونا پڑتا تھا اور اس حالت میں ان سے نجات دلانے کا وعدہ ایک ضعیف الایمان دل کو ڈانواں ڈول کر سکتا تھا، لیکن صحابہ کرام نے ان میں سے کسی چیز کے اثر کو قبول نہیں کیا۔

حضرت جعفرؓ کی دربار حبش میں اسلام پر تقریر

مشرکین مکہ کی ستم آرائیوں سے تنگ آ کر جب مسلمانوں کی جماعت نے حبش کی راہ لی تو حضرت جعفرؓ بھی اس کے ساتھ ہو گئے، لیکن قریش نے یہاں بھی چین لینے نہ دیا، نجاشی کے دربار میں مکہ سے گراں قدر تحائف کے ساتھ ایک وفد آیا اور اس نے درباری پادریوں کو تائید پر آمادہ کر کے نجاشی سے درخواست کی کہ "ہماری قوم کے چند ناسمجھ نوجوان اپنے آبائی مذہب سے برگشتہ ہو کر حضور کی قلمروئے حکومت میں چلے آئے ہیں انہوں نے ایک ایسا نرالا مذہب ایجاد کیا ہے جس کو پہلے کوئی جانتا بھی نہ تھا، ہم کو ان کے بزرگوں اور رشتہ داروں نے بھیجا ہے کہ حضور ان لوگوں کو ہمارے ساتھ واپس کر دیں" درباریوں نے

Marfat.com

بھی بلند آہنگی کے ساتھ اس مطالبہ کی تائید کی، نجاشی نے مسلمانوں سے بلا کر پوچھا کہ وہ کون سا نیا مذہب ہے جس کے لئے تم لوگوں نے اپنا خاندانی مذہب چھوڑ دیا؟''

مسلمانوں نے نجاشی سے گفتگو کے لئے اپنی طرف سے حضرت جعفرؓ کو منتخب کیا انہوں نے اس طرح تقریر کی'' بادشاہ سلامت! ہماری قوم نہایت جاہل تھی، ہم بت پوجتے تھے مردار کھاتے تھے، بدکاریاں کرتے تھے رشتہ داروں اور پڑوسیوں کو ستاتے تھے، طاقت ور کمزوروں کو کھا جاتا تھا، غرض ہم اسی بدبختی میں تھے کہ خدا نے خود ہی ہماری جماعت میں سے ایک شخص کو ہمارے پاس رسول بنا کر بھیجا ہم اس کی شرافت، راستی، دیانت داری اور پاکبازی سے اچھی طرح آگاہ تھے، اس نے ہم کو شرک و بت پرستی سے روک کر توحید کی دعوت دی، راست بازی، امانت داری، ہمسایہ اور رشتہ داروں سے محبت کا سبق ہم کو سکھایا اور ہم سے کہا کہ ہم جھوٹ نہ بولیں، بے وجہ دنیا میں خونریزی نہ کریں، بدکاری اور فریب سے باز آئیں، یتیم کا مال نہ کھائیں، شریف عورتوں پر بدنامی کا داغ نہ لگائیں بت پرستی چھوڑ دیں ایک خدا پر ایمان لائیں، نماز پڑھیں، روزے رکھیں، زکوٰۃ دیں، ہم اس پر ایمان لائے اور اس کی تعلیم پر چلے، ہم نے بتوں کو پوجنا چھوڑا، صرف ایک خدا کی پرستش کی اور حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھا، اس پر ہماری قوم ہماری جان کی دشمن ہوگئی اس نے طرح طرح سے ظلم وتشدد کر کے ہم کو پھر بت پرستی اور جاہلیت کے برے کاموں میں مبتلا کرنا چاہا یہاں تک کہ ہم لوگ ان کے ظلم وستم سے تنگ آ کر آپ کی حکومت میں چلے آئے''

نجاشی نے کہا'' تمہارے نبی پر جو کتاب نازل ہوئی اس کو کہیں سے پڑھ کر سناؤ''

حضرت جعفرؓ نے سورہ مریم کی چند آیتیں تلاوت کیں تو نجاشی پر ایک خاص کیفیت طاری ہو گئی'' اس نے کہا'' خدا کی قسم! یہ اور تورات ایک ہی چراغ کے پرتو ہیں اور قریش کے سفیروں سے مخاطب ہو کر کہا'' واللہ! میں ان کو کبھی واپس جانے نہ دوں گا''

سفرائے قریش نے ایک دفعہ پھر کوشش کی اور دوسرے روز دربار میں باریاب ہو کر عرض کی'' حضور! کچھ یہ بھی جانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کے متعلق ان لوگوں کا کیا خیال ہے'' نجاشی نے جواب دینے کے لئے مسلمانوں کو بلایا، ان لوگوں کو سخت تردد تھا کہ کیا جواب دیں حضرت جعفرؓ نے کہا کچھ بھی ہو، خدا اور رسول نے جو کچھ بتایا ہے، ہم اس سے

انحراف نہیں کریں گے، غرض دربار میں پہنچے تو نجاشی نے پوچھا "حضرت عیسیٰؑ کی نسبت تمہارا کیا اعتقاد ہے؟"

حضرت جعفرؓ نے کہا "ہم ان کو خدا کا بندہ، پیغمبر اور اس کی روح مانتے ہیں" نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھا کر کہا "واللہ جو کچھ تم نے کہا عیسیٰ بن مریم اس سے اس تنکے کے برابر بھی زیادہ نہیں ہیں، یہ سن کر دربار کے پادری جو ابن اللہ کا عقیدہ رکھتے تھے، نہایت برہم ہوئے نتھنوں سے خراخراہٹ کی آوازیں آنے لگیں، لیکن نجاشی نے کچھ پروانہ نہ کی اور قریش کی سفارت ناکام واپس آئی۔

اس موقع پر جو چیز ہمارے موضوع کے لحاظ سے قابل غور ہے، وہ حضرت جعفرؓ کی تقریر ہی ہے۔ جس میں دیگر اوصاف اسلامی کے ساتھ ساتھ انصاف دوستی کا سبق بھی موجود ہے۔

غیر مسلموں کا اسلام میں پے در پے داخل ہونا

غیر قوموں کے علاوہ عرب نے ابتدا ہی سے نہایت ذوق وشوق کے ساتھ اسلام قبول کرنا شروع کیا، چنانچہ حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں جب حضرت خالد بن ولیدؓ نے عراق پر حملہ کیا تو ربیعہ وغیرہ کے جو قبائل وہاں آباد تھے سب کے سب مسلمان ہو گئے،

حضرت عمرؓ کے زمانے میں جب حضرت ابو عبیدہؓ نے قنسرین پر حملہ کیا تو قبیلہ تنوج کے بہت لوگ مسلمان ہو گئے، جو لوگ عیسائیت پر قائم رہے ان میں بھی ایک جماعت نے خلیفہ مہدی کے زمانے میں اسلام قبول کر لیا، قبیلہ طے کے جو لوگ یہاں آباد تھے ان میں بھی بہت سے لوگ اسلام لائے، جن لوگوں نے جزیہ پر مصالحت کر لی تھی وہ بھی کچھ دنوں کے بعد دائرہ اسلام میں شامل ہو گئے حلب کے آس پاس جو عرب آباد ہو گئے تھے اسی سلسلہ میں انہوں نے پہلے تو جزیہ پر مصالحت کر لی پھر بعد کو اسلام قبول کر لیا، اسی طرح جب مسلمان شام میں آئے تو بہت سے شامی عرب مسلمان ہو گئے،

تکریت پر حملہ ہوا تو تغلب، ایاد، نمر وغیرہ کے جو قبائل وہاں آباد تھے سب کے سب اسلام لائے اور مسلمانوں نے انہی کی جاسوسی سے تکریت کو فتح کیا،

ابتدائے اسلام سے خلفاء کے زمانے تک جن قوموں اور جن ملکوں میں اسلام یہ

Marfat.com

اس کی نہایت سادہ تاریخ ہے، اب تاریخ حیثیت سے صرف یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ صحابہ کرام کے عہد میں اسلام کیونکر پھیلا؟ یورپ کے نزدیک اس سوال کا جواب ہمیشہ تلوار کی زبان نے دیا ہے، لیکن ہم نے جو واقعات جمع کر دیئے ہیں ان میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں جس سے جبری اسلام کی شہادت مہیا کی جا سکے، عہد نبوت میں صحابہ کرام کے مساعی جمیلہ سے اسلام کی جو کچھ اشاعت ہوئی، وہ محض ان کے وعظ و پند، ہدایت وارشاد، فضائل اخلاق انسان دوستی، انسانیت نوازی اور ذاتی رسوخ واقتدار کی بدولت ہوئی، عہد خلافت میں بے شبہ فتوحات کے ساتھ ساتھ اشاعت اسلام نے بھی وسعت وعمومیت حاصل کی لیکن اس زمانہ میں بھی کسی سے تلوار کی زبان سے کلمہ نہیں پڑھوایا گیا، بلکہ چند لوگوں نے تو صرف صحابہؓ کے فضائل اخلاق کی بناء پر اسلام قبول کیا، چنانچہ جنگ قادسیہ میں ایک ایرانی گرفتار ہو کر آیا اور مسلمان ہو گیا، اس کو مسلمانوں کی وفاداری راستبازی اور ہمدردی کا منظر نظر آیا تو بے ساختہ کہنے لگا کہ ''جب تک تم میں یہ اوصاف موجود ہیں تم شکست نہیں کھا سکتے، اب مجھے ایرانیوں سے کچھ مطلب نہیں۔''

شطا جو مصر کا ایک بہت بڑا رئیس تھا، مسلمانوں کی اخلاقی حالت کا چرچا سن کر گرویدۂ اسلام ہو گیا اور دو ہزار آدمیوں کے ساتھ اسلام قبول کر لیا، تاریخ مقریزی میں ہے،

فخرج شطافي الفين من اصحابه و الحق بالمسلمين وقد كان قبل ذالك يحب الخير و مبيل الى ما يسمعه من سيرة اهل الا سلام

شطا دو ہزار آدمیوں کے ساتھ نکلا اور مسلمانوں کی جماعت میں شامل ہو گیا وہ پہلے نیکی کو دوست رکھتا تھا اور مسلمانوں کے محاسب اخلاق کو سن کر ان کی طرف مائل تھا،

صحابہؓ کے محاسن اخلاق میں مساوات ایک ایسا وصف تھا جو خود قلوب کو اپنی طرف مائل کرتا تھا، بالخصوص جب مسلمانوں کی مساویانہ طرز معاشرت کا ایرانیوں کی ناہموار طرز معاشرت سے مقابلہ ہوتا تھا تو یہ وصف خصوصیت کے ساتھ نمایاں ہو جاتا تھا اور حق پسند لوگ خواہ مخواہ بندوں کی غلامی سے رہائی حاصل کرنا چاہتے تھے چنانچہ ایک بار زہرہ نے رستم سے دوران گفتگو میں اسلام کے جو محاسن بتائے ان میں ایک یہ تھا،

اخراج العباد من عبادة العباد الى عبادة الله تعالىٰ

Marfat.com

بندوں کو بندوں کی غلامی سے نکال کر خدا کی غلامی میں داخل کرنا اسلام کا اصلی مقصد ہے،

رستم نے یہ سن کر کہا لیکن ایرانیوں نے تو اردشیر کے زمانے سے طبقہ سافلہ کے پیشے متعین کر دیئے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر وہ اس دائرے سے نکلے تو شرفاء کے حریف بن جائیں گے، رفیل ایک شخص ابتدا ہی سے اس گفتگو کو سن رہا تھا اس پر اس کا یہ اثر ہوا کہ رستم چلا گیا تو اس نے فوراً اسلام قبول کر لیا،

(۲) بہت سے لوگ دعوت و تبلیغ سے اسلام لائے، مثلاً مثنیٰ بن حارثہ شیبانی کی کل قوم اسکی دعوت سے اسلام لائی ایک بار بہت سی رومی لونڈیاں آئیں، حضرت عثمانؓ نے ان کو دعوت اسلام دی اور ان میں [1] سے دو مسلمان ہو گئیں، قنسرین اور حلب پر حملہ ہوا تو وہاں کے عرب قبائل حضرت ابو عبیدہؓ کی دعوت سے اسلام لائے،

جب اشعث بن قیس نے حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں آزربائیجان کو فتح کیا تو وہاں اہل عرب کی ایک جماعت مقرر کر دی کہ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں چنانچہ اس مقدس جماعت کے اثر سے چند ہی دنوں میں بہت سے لوگ مسلمان ہو کر قرآن مجید کی تعلیم سے بہرہ اندوز ہو گئے،

(۳) بہت سے لوگوں نے بطوع و رضا خود اسلام قبول کیا، چنانچہ جنگ اسکندریہ کے بعد جب اسیران جنگ کو اختیار دیا گیا کہ وہ خواہ اسلام قبول کریں خواہ اپنے مذہب پر قائم رہیں، تو ان میں بہت سے قیدیوں نے خود بخود اسلام قبول کر لیا،

(۴) بعض لوگ بے شبہ مغلوب ہو کر اسلام لائے لیکن ان کو اسلام لانے پر مجبور نہیں کیا گیا بلکہ ان کو خود نظر آیا کہ اب ان کی بھلائی اسی میں ہے کہ اسلام کے دائرے میں داخل ہو جائیں، چنانچہ جنگ قادسیہ میں رستم کے قتل کے بعد پرویز کی باڈی گارڈ فوج نے کہا کہ "ہماری حالت ایرانیوں سے مختلف ہے، اب ہمارا کوئی ٹھکانا نہیں ہم نے ایرانیوں کے لئے کوئی نمایاں کام نہیں کیا، اس لئے بہتر یہی ہے کہ ہم مسلمانوں کے دین میں داخل ہو کر ان کے ذریعہ سے عزت حاصل کریں، سیاہ اسواری نے اپنے رفقاء کے ساتھ اسلام قبول کرنے کا ارادہ کیا تو کہا کہ "ہم لوگ پہلے ہی سے کہتے تھے کہ یہ لوگ (مسلمان) اس سلطنت پر غالب ہو جائیں گے اور اسطخر کے محل ان کے گھوڑوں کے اصطبل بن جائیں گے، اب تم ان کا غلبہ اعلانیہ دیکھ رہے ہو، سو چو اور ان کے دین میں داخل ہو جاؤ۔

Marfat.com

نومسلموں کا تکفل

اسلام کی ابتداء نہایت غربت کے ساتھ ہوئی اور اس کے ساتھ وہ ابتدا میں اس قدر مبغوض تھا کہ جو شخص اس کو قبول کرتا تھا اس کو مجبوراً اپنے گھر بار، اہل و عیال اور دولت و مال سے کنارہ کش ہونا پڑتا تھا، اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ جو لوگ اسلام کے دائرہ میں داخل ہوتے تھے، اسلام ہی کو ان کے سدرمق کا متکفل ہونا تھا اس بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو اس خاص خدمت پر مامور کر دیا تھا کہ جو محتاج مسلمان آئیں قرض لے کر ان کے کھانے اور کپڑے کا انتظام کر دیں اس کے بعد جب کہیں سے مال آتا تو وہ قرض ادا کر دیا جاتا، لیکن صحابہؓ کی ذاتی فیاضیاں بھی بہت کچھ اس کار خیر میں حصہ لیتی تھیں بالخصوص حضرت ابوبکرؓ کو اکثر اس کی توفیق ہوتی تھی ان کو تجارتی کاروبار نے نہایت دولتمند بنا دیا تھا اور ان کی دولت کا بڑا حصہ مسلمانوں کی دستگیری اور اعانت میں صرف ہوتا تھا اصابہ میں ہے،

وعندہ اربعون الفافکان یعتق منہا ویعول لمسلمین

ان کے پاس چالیس ہزار تھے جن سے وہ غلاموں کو آزاد کراتے تھے اور مسلمانوں کا تکفل فرماتے تھے۔

حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا ایک نہایت دولت مند اور فیاض صحابیہ تھیں، اس لئے ان کا گھر گویا مسلمانوں کا مہمان خانہ بن گیا تھا، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کو ان کے یہاں صرف اس بناء پر عدت بسر کرنے کی اجازت نہیں دی کہ ان کے گھر میں مہمان کی کثرت سے پردہ کا انتظام نہیں ہو سکتا تھا، حضرت درہؓ بنت لہب بھی نہایت فیاض تھیں اور مسلمانوں کو کھانا کھلایا کرتی تھیں، کبھی کبھی خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو نومسلموں کی اعانت کی طرف متوجہ فرماتے اور صحابہ بخوشی ان کا تکفل فرماتے، ایک بار قبیلہ بنو عذرہ کے تین شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا، آپ نے فرمایا ان کا بار کون اٹھائے گا، حضرت طلحہؓ نے کہا "میں"

مہاجرین میں جو لوگ مذہبی تعلیم حاصل کرنے کے لئے آتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو صحابہؓ کے حوالے کر دیتے تھے اور صحابہ ان کو تعلیم دیتے تھے اور ان کی معاش کے متکفل ہوتے تھے۔

Marfat.com

الحب فی اللہ

اسلام ایک رشتہ اتحاد تھا، جو صحابہ کرام کو دور دور سے کھینچ کر لاتا تھا اور ایک دائمی، محبت کے سلسلہ میں منسلک کر دیتا تھا، مہاجرین و انصار دونوں کا خاندان الگ تھا، سلسلہ نسب الگ تھا، طرز معاشرت الگ تھا، لیکن یہ صرف اسلام کا تعلق تھا جس نے دونوں کو اس قدر متحد کر دیا کہ دونوں بھائی بھائی ہو گئے اور مال میں جائیداد میں وراثت میں ایک دوسرے کے شریک ہو گئے اسی کا نام حب فی اللہ ہے اور صحابہ کرام کا ہر فرد اسی محبت کے نشہ میں چور تھا، ایک صحابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ "میرے دو بھائی تھے اور میں ایک سے صرف خدا اور رسول کے لئے محبت اور دوسرے سے صرف خدا کے رسول کیلئے بغض رکھتا تھا۔

حضرت مجاہد کا بیان ہے کہ ایک صحابہ نے پیچھے سے میرا شانہ پکڑ کر کہا کہ "میں تم سے محبت رکھتا ہوں، انہوں نے کہا کہ جس ذات وخدا کے لئے تم مجھ سے محبت رکھتے ہو میں بھی اسی ذات کے لئے تم سے محبت رکھتا ہوں۔

یہ حب فی اللہ ہی کا نتیجہ تھا کہ جو لوگ کوئی نیک کام کرتے تھے، صحابہ کرامؓ کو ان سے محبت ہو جاتی تھی ایک بار حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے سامنے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ذکر ہوا تو بولے تم نے ایسے شخص کا ذکر کیا کہ جب سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن چار آدمیوں سے سیکھو اور ان میں سب سے پہلے عبداللہ بن مسعودؓ کا نام لیا اسی دن سے میں برابر ان کو محبوب رکھتا ہوں"

ایک بار قبیلہ بنو تمیم کا صدقہ آیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ میری قوم کا صدقہ ہے اور یہ لوگ دجال کے مقابلہ میں سب سے قوی تر ہیں حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ عرب کے قبائل میں کوئی قبیلہ مجھے اس قبیلہ سے زیادہ مبغوض نہ تھا، لیکن جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کی نسبت یہ کلمات سنے وہ مجھے محبوب ہو گیا۔

صحابہ کرام ہمہ تن محبت تھے اس لئے ان کے نزدیک بغض سے زیادہ کوئی چیز، مبغوض نہ تھی، تاہم خدا کے عشق میں انہوں نے دوسروں کی محبت کو بھلا دیا تھا وہ اگر محبت

کرتے تھے تو خدا ہی کے لئے اور بغض رکھتے تھے تو خدا ہی کے لئے

بیٹا ہر شخص کو محبوب ہوتا ہے لیکن اگر وہ خدا سے محبت نہیں رکھتا تو اس سے کوئی عاشق خدا محبت نہیں رکھ سکتا، حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ اسلام نہیں لاتے تھے اس لئے حضرت ابوبکرؓ نے قسم کھائی تھی کہ ان کو وراثت نہ دوں گا۔

ایک دفعہ ایک قریشی نے ایک انصار کا دانت توڑ دیا امیر معاویہؓ کے سامنے مقدمہ پیش ہوا، امیر معاویہؓ نے قریشی کو مجرم ٹھہرایا، اس نے کہا کہ پہلے انصاری نے میرے دانت کو صدمہ پہنچایا، امیر معاویہؓ نے کہا کہ ٹھہرو، میں انصاری کو رضا مند کروں گا، لیکن انصاری طالب قصاص تھا وہ راضی نہ ہوا امیر معاویہؓ نے کہا یہ ابودرداءؓ بیٹھے ہیں جو فیصلہ کر دیں، اس کو مان لینا حضرت ابودرداءؓ نے ایک حدیث پڑھی کہ جو شخص کسی جسمانی تکلیف پہنچنے پر ایذا دہندہ کو معاف کر دے تو اس کے مراتب بلند اور اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اس حدیث کے سنتے ہی انصاری جو مجسمہ قہر و غضب تھا پیکر تسلیم و رضا بن گیا، حضرت ابو درداءؓ سے پوچھا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا تھا؟ انہوں نے کہا ہاں، انصاری نے کہا تو میں معاف کرتا ہوں۔

جب معرکہ یرموک میں مسلمانوں کو عظیم فتح حاصل ہو چکی تو سرزمین یرموک میں تین مجاہد لیٹے ہوئے تھے جنہیں زخموں نے نڈھال کر دیا تھا،

یہ حارث بن ہشام، عیاش بن ابی ربیعہ اور عکرمہ بن ابی جہل تھے۔

حارث نے پینے کے لئے پانی مانگا جب ان کی خدمت میں پانی پیش کیا گیا تو حضرت عکرمہؓ نے پانی کی طرف دیکھا تو حضرت حارثؓ نے کہا کہ پہلے انہیں پلا دو جب پانی اُن کے قریب لایا گیا تو حضرت عیاشؓ نے اُن کی طرف دیکھا تو حضرت عکرمہ نے کہا پہلے انہیں پلا دو، جب پانی حضرت عیاشؓ کے پاس لایا گیا تو ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی، جب پانی پہلے دونوں ساتھیوں کے پاس لایا گیا تو وہ بھی اللہ کو پیارے ہو چکے تھے، اللہ ان سب پہ راضی ہو گیا اور انہیں حوض کوثر سے پانی پلائے گا جس کے پینے سے انہیں کبھی پیاس نہ لگے گی اور انہیں جنت الفردوس کے سبزہ زار میں جگہ عطا فرمائے جس میں یہ ہمیشہ خوشحال رہیں۔

صحابہ کرامؓ کی

انسان دوستی

تالیف وترتیب

ابو محمد مخدوم زادہ